الشعراء تلامذ الرحمٰن

شاہزادہ مرزا ثریا قدر بہادر دام اقبالہ و اجلالہ

دیوان بیمثال

(موسوم بہ اسم تاریخ طبع)

آثار خیال

۱۳۴۳ھ

یعنے

کلام معجز نظام گل باغ فصاحت و دوحۂ چمن بلاغت رشک طوسی و خاقانی، غیرت دہ فردوسی و قاآنی

استاد زمن جناب سید عباس حسن صاحب فصاحت دام کمالہ خلف و یادگار حضرت امانت مرحوم و مغفور

بقدردانی و دریادلی

تاجران روزگار مشہور دیار و امصار عالیجناب معلی القاب نامی و نامور زمن منشی بشن نراین صاحب بھارگو

دام اقبالہ و ضاعف اجلالہ خلف رائے بہادر منشی پراگ نرائن صاحب مالک مطبع ہذا بصرف زر کثیر

باہتمام تمام و حسن انتظام

کیسری داس سیٹھ سپرنٹنڈنٹ

مطبع منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں چھپکر شائع ہوا

بار اول ۱۹۲۵ء

نوٹ - حق تصنیف اسکا مصنف صاحب نے مطبع منشی نولکشور لکھنؤ کو عطا کر دیا ہے لہذا کوئی صاحب اسکے چھاپنے کی جرأت نفرمائیں نفع کے بجائے نقصان ہوگا شائقین جتنے نسخے مطلوب ہوں مطبع سے طلب کریں۔

التماس

مولوی عبد الحلیم صاحب شرر کی تقریظ مین کاتب سے جابجا غلطیان ہوگئی ہین جسکی ممدوح کو سخت شکایت ہے۔ لہذا ہم اُن سے معذرت خواہ ہوکر ناظرین دیوان کی خدمت مین عرض کرتے ہین کہ وہ خود ہی غور فرما کر اصلاح فرمالین۔ فقط

خاکسار عبد ذوالمنن
سید عباس حسن فصاحت
عفی عنہ

الشعراء تلامیذ الرحمٰن

للہ الحمد والمنّہ کہ دیں ترجمانِ فصاحت آوانِ کلام معجز نظام گلِ باغِ فصاحت غنچۂ چمنِ بلاغت رشکِ طوسی و خاقانی و غیرت دہ فردوسی و قاآنی اُستاد زمن جناب سید عباس حسن صاحب فصاحت دام کمالہٗ خلف و یادگار حضرت مغفور

دیوان بے مثال

آئینۂ خیال

بقدردانی و دریا دلی و سرپرستی عالیجناب معلےٰ القاب فخرِ زمن منشی بشن نراین صاحب مالک مطبع ہٰذا ادام اللہ اقبالہ و اجلالہ باہتمام سیٹھ کیسری داس سپرنٹنڈنٹ

مطبع منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں طبع ہو کر شائع ہوا

۲ ورق جز   حق تالیف اس دیوان کا مصنف صاحب نے مطبع کو عطا فرما دیا ہے۔   ۱۹۲۵ء

مایوس نہین گو ہون گنہگار خدا کا
بخشے گا مجھے نام ہے غفار خدا کا

دنیا مین ہو یا حشر مین ایمان کی کہین ہم
اے توبہ نہ ہوگا کہین دیدار خدا کا

پھر قبضہ مین کس کے ہی بھلا زندگی و موت
کرتی ہین اگر دہریے انکار خدا کا

میزان مین تلنے لگے اعمال بد و نیک
محشر مین ہوا گرم جو بازار خدا کا

وہ عرش معلے پہ قریب اپنے بلانا
معراج مین محبوب پہ وہ پیار خدا کا

مایوس گنہگار نہ رحمت سے ہو ہرگز
ادعونی اک آیہ مین ہے اقرار خدا کا

خاصان آلہی مین بجز پنجتن پاک
معلوم کسی کو نہین اسرار خدا کا

دنیا مین خطاوار تو نکا نہین صد شکر
ناچیز مین بندہ ہون گنہگار خدا کا

مصروف بدل طاعت حق مین ہوئے حیدر
تھا پاس کچھ ایسا دم بیکار خدا کا

پوشیدہ کرے کیون نہ وہ ہم بندونکے عصیان
سب نامون مین اک نام ہے ستّار خدا کا

تو جان کے بندونکو ستایا نہ کر اُس کے
کچھ خوف تو کر اے بتِ پندار خدا کا

انسان ہو نبوت کا امامت کا بھی قائل
پورا نہین ایمان فقط اقرار خدا کا

مستغنی انھین فضل و کرم نے کیا اُس کے
پھر شکر نہین کرتے ہین زردار خدا کا

عاشق کی ہوئی عمر بسر یادِ بتان مین
لب پر کبھی نام آیا نہ اک بار خدا کا

وہ آتشِ دوزخ مین جلے گا نہ دمِ حشر
کلمہ پڑھے جو مومنِ دیندار خدا کا

وہ روزِ جزا تیرا طلب ہونا فصاحتؔ
وہ عظمت و اجلال وہ دربار خدا کا

مرتفع نام ہے اک ربی الاعلیٰ تیرا
تو ہی یکتا ہے نہین کوئی بھی ہمتا تیرا

شکر معبود ادا ہو نہین سکتا تیرا
عبد ناچیز پہ احسان ہے کیا کیا تیرا

ذات تیری ہے احد رتبہ بھی اعلےٰ تیرا
تو ہی مالک مرا مین بندۂ ادنیٰ تیرا

تاب لاہی نہ سکے آگیا غش موسیٰؑ کو
دیکھا کب اچھی طرح طور پہ جلوا تیرا

سچ تو یہ ہے کہ علیؑ اور محمدؐ کے سوا
کون عالم مین ہے بیجا سننے والا تیرا

فرد و یکتا و وحید ایک تری ذات ہی بس
تھا نہ ہے اور نہ ہمسر کوئی ہوگا تیرا

ہو مصیبت کوئی یا عیش الم ہو کہ سرور
چاہیئے خوش رہے ہر حال مین بندا تیرا

لوگ معشوق کو ہین دیکھ کے عاشق ہوتے
مین تو بے دیکھے ہوی دل سے ہون شیدا تیرا

آنا جبریل کا وہ لیکے براق جنت
شب معراج وہ احمد کو بلانا تیرا

دیکھے انسان اگر چشم بصیرت سے بغور
تو ہر اک شئے مین نظر آتا ہے جلوا تیرا

دیکھ ڈالا حرم و دیر و کلیسا و کنشت
کون سی جا نہ گیا ڈھونڈھنے والا تیرا

دل مین اُسکے ہے تری یاد زبان پر ترا نام
آشنا تو نہین اورونکا شناسا تیرا

بخشوائیگی تو اسے رحمتِ حق حشر کے دن
اب فصاحتؔ کو اگر ہے تو سہارا تیرا

در نعت حضرت سرور کائنات جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

طیب و طاہر نہ کیون ہوتی لسانِ مصطفےٰ
موج کوثر کی وہ تھی کوثر دہانِ مصطفےٰ

اور ہے معلوم کس کو عظم و شان مصطفیٰ — بس خدا او مرتضیٰ ہین رتبہ دان مصطفیٰ
تھی دوبالا اس وصی سے عز و شان مصطفیٰ — مرتضیٰ تھے افتخار خاندان مصطفیٰ
کیون حفاظت اور نگہبانی نہ کرتا کبریا — سیکڑون کافر عدو اور ایک جان مصطفیٰ
تھوڑے سے کھانے مین سیر اعلیٰ و ادنیٰ سب ہوے — تھے جو عقد فاطمہ مین میہمان مصطفیٰ
اور کوئی مجمع اصحاب مین واقف نہ تھا — تھے علیؑ دانندۂ سر نہان مصطفیٰ
آستان بوسی کو قدسی جانتے ہین اپنا فخر — عرش سے برتر ہے توقیر مکان مصطفیٰ
شبرؑ و شبیرؑ و زہراؑ و علیؑ سے دہر مین — تھا بہار و کیفیت پر بوستان مصطفیٰ
جنگ موتا و احدؔ کیا خندق و خیبر مین بھی — تھے ید اللہ افسر کل ناصران مصطفیٰ
قعر دوزخ حشر مین ہے دشمنون کے واسطے — خلد اعلیٰ ہے برائے دوستان مصطفیٰ

قطعہ

حج بیت اللہ کا پاکر شرف جسدم پھرا — اور غدیر خم مین آیا کاروان مصطفیٰ
مرکبون سے اپنے سب اترے ہین پر ہو قیام — یون صحابہ سے ہوئی گویا زبان مصطفیٰ
پھر کیا تیار پالان شتر سے منبر ایک — حکم کے تابع جو تھے کل پیروان مصطفیٰ
مرتضےٰ کو لیے حضرت زینت منبر ہوئے — یون گہر افشان ہوئی سب سے زبان مصطفیٰ
جسکا مولا مین ہون مولا یہ علیؑ بھی اسکے ہین — ہین وہ عین ارشاد خالق تھا بیان مصطفیٰ
قائل قول خدا و احمدؐ اعدا تو نہ تھے — سمجھے حیدرؑ کو محب ہم قدر و شان مصطفیٰ

ختم قطعہ

پہنچا پھر شور مبارکباد تا گوش فلک — اس وصایت سے تھے خوش وابستگان مصطفیٰ
زیب تن جنت کا حلہ اور سواری مین براق — تھی شب اسریٰ عجب توقیر و شان مصطفیٰ
راہی جنت ہوے جیسے حبیب کبریا — تھے علیؑ زینت دہ منبر بسان مصطفیٰ
لحمک لحمی نہ کیون ارشاد فرماتے رسولؐ — عہد مین حیدر نے جو سی تھی زبان مصطفیٰ
بستر حضرت پہ جب سوئے شب ہجرت علیؑ — شر اعدا سے رہی محفوظ جان مصطفیٰ
پشت احمدؐ کے ہوئے راکب جو طفلی مین حسینؑ — ہاتھ مین تھے گیسوئے عنبر فشان مصطفیٰ
ہے گواہ انجیل و فرقان اور تورات و زبور — ہین علی خویش وصی و نفس و جان مصطفیٰ

دو کمان سے بھی تھا کم فرق امین اور اللہ مین | تھی شب معراج ایسی قدر و شان مصطفےٰ

اے فصاحت بخت لیجائے مدینہ مین اگر
یہ جبین ہو اور سنگ آستان مصطفےٰ

ایضاً در نعت رسول ؐ

منزلت مین کعبہ ہے روے حبیب کبریا
اور محراب اُس کی ابروے حبیب کبریا

سورۂ والشمس ہے روے حبیب کبریا
اور ہے واللیل گیسوے حبیب کبریا

حشر مین خلد بریں کی سمت جب جائینگے لوگ
جائینگے ہم جانب کوئے حبیب کبریا

اے زہے اعجاز ہوتا تھا گذر جس راہ سے
تین دن رہتی تھی خوشبوے حبیب کبریا

شرم سے ہے سر جھکائے سروِ گلزار بہشت
ہے جو موزون قد دلجوے حبیب کبریا

روبرو آتے نہ تھے دہشت سے کفار عرب
تھی کھنچی تلوار ابروئے حبیب کبریا

دونون رہتے تھے نواسے اک حسن اور اک حسینؑ
زیب دوش و زیب زانوئے حبیب کبریا

کیا معطر ہو گئے جنت مین حورونکے مشام
جب گئی خوشبوے گیسوئے حبیب کبریا

حق نے بلوایا شب معراج اپنے عرش پر
بھیجکر جبریل کو سوئے حبیب کبریا

جنگ مین غالب نہ آتے کیون دمِ تیغ افگنی
تھے علی مانند بازوئے حبیب کبریا

عقل و عرفان و علوم و سرِّ حق سے تھے بھرے
فرق و چشم و صدر و پہلوئے حبیب کبریا

سب دعائیں کرتے تھے دیدیکے اُنکا واسطہ
تھی رجوع انبیا سوئے حبیب کبریا

جو عقید تمند تھے وہ ماہ نو کو دیکھکر
دیکھتے تھے مصحف روئے حبیب کبریا

حکم حق سے جب وصی و جانشین حیدر ہوے
شاد تھے اصحاب خوشخوئے حبیب کبریا

دیکھنے والون کی آنکھین خیرگی کرنے لگین
تھا جو پرضو مہر سا روئے حبیب کبریا

اے فصاحت روزِ حشر اپنی شفاعت کے لئے
ہم سے عاصی جائین گے سوے حبیب کبریا

در منقبت حضرت اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب علیہ السلام

لکھ سکے مداح کیا وصفِ و ثنائے مرتضےٰ | کون کعبہ مین ہوا پیدا سوائے مرتضےٰ

فتح کر کے قلعۂ خیبر جو آئے مرتضیٰ
دوستون نے بڑھ کے چومے دست و پائے مرتضیٰ

رفعت و عظمت یہ کس کی ہے سوائے مرتضیٰ
غازہ روئے حور کا ہو خاک پائے مرتضیٰ

کیا عبادت تھی خدا کی واہ رے عزّ و شرف
مہر پھر آیا تھا مغرب سے برائے مرتضیٰ

کچھ نہین فرق ایک ہے دونو نکا نور اے آفتاب
آسمان پر تو زمین پر نقش پائے مرتضیٰ

جب نہ اعدا مسئلہ حل کر سکے بعد نبی
فیصل ایک دم مین کیا جو وقت آئے مرتضیٰ

سچ تو یہ ہے ایک کا ہے ایک عالم مین جواب
یا بُراق احمدؐ کا ہے یا بادِ پائے مرتضیٰ

دی ہے روٹی کیلیے سائل کو ادنوٹنی قطار
پوچھے قنبر سے کوئی جود و سخائے مرتضیٰ

تابع فرمان رہا کرتے تھے جبرئیل امین
کام کرتے تھے نہ کوئی بے رضائے مرتضیٰ

دوست مال اولاد بعد دفن کوئی بھی نہین
میرے کام اعمال آئے یا ولائے مرتضیٰ

فخر سے کہتے ہین یہ چرخ چہارم پر مسیح
مین ہون اک کارندۂ دار الشفائے مرتضیٰ

فرشِ خوابِ مصطفیٰؐ پر سوئے تھے ہجرت کی شب
انتہا کی اُلفت اللہ رہی وفائے مرتضیٰ

آمد حیدر کے خیبر مین نبیؐ تھے منتظر
ناگہان سلمان بول اُٹھے وہ آئے مرتضیٰ

اور رتبہ بڑھ گیا جب تیغ ٹوٹی وقتِ جنگ
آسمان سے ذو الفقار آئی برائے مرتضیٰ

دوست تو کیا دشمنون سے بھی نہ رکھتے تھے غبار
مثل آئینہ تھا قلب باصفائے مرتضیٰ

شان مین آیا ہے کس کی لا فتیٰ الا علی
جنگ آخر فتح کس نے کی سوائے مرتضیٰ

کلک ہون اشجار کاغذ ہو زمین دریا مداد
لکھ سکین جب بھی نہ انس و جن ثنائے مرتضیٰ

بعد پیدائش کھلین آنکھین بند ماں کی گود مین
کھُل گئین آغوشِ احمدؐ مین جو آئے مرتضیٰ

قبر مین بہرِ سوال آئے تو ہین منکر نکیر
ہان مودّب دور بیٹھین مجھسے آئے مرتضیٰ

منکرو روز غدیر الیوم اکملت لکم
آیہ کس کی شان مین آیا سوائے مرتضیٰ

دولت دنیا و عقبیٰ سے ہین اس درجہ غنی
بادشاہون سے نہین دبتے گدائے مرتضیٰ

دو وسیلے حشر کو کافی ہین بخشش کے لیے
اک بکا شبیرؑ پر ہے اک ولائے مرتضیٰ

اللہ اللہ آئے جب بت توڑنیکے واسطے
تھے نبیؐ کے دوش پر کعبہ مین پائے مرتضیٰ

جاتے ہی ارض نجف پر پہلے اس دل نے کہا
ایک جان کیا میری سو جانین فدائے مرتضیٰ

روشن آنکھیں ہون عقیدہ سے اگر کوئی لگائے	واقعی کحل البصر ہے خاک پاے مرتضےٰ

حشر کے دن آفتاب اپنی تمازت جب دکھائے
اے فصاحت ہون محب زیر لوائے مرتضےٰ

(ایضاً) در منقبت

ہوا ہے طبع عالی کو ارادہ اُسکی مدحت کا	فلک اک سائبان چھوٹا ہی جسکے بام رفعت کا
مصمم قصد ہے پھر روضۂ شہ کی زیارت کا	بتائین حضرت خضر آکے رستہ مجکو جنت کا
کسی مداح سے کیا وصف ہو اسکی عبادت کا	ہوا جسکے لیے مہر مبین کو حکم رجعت کا
خراجِ ہفت اقلیم اِس کی قیمت کم سے کم ٹھہری	کہ ہے کندہ نگینِ دل پہ میرے نام حضرت کا
اُسی کے حکم کے ماہی سے ہین تا ماہ سب تابع	جو ہے بعد نبی فرمانروا ملکِ شریعت کا
ہوا کوئی نہ ہوگا کوئی دنیا مین نہ ہے ایسا	علیؑ پر خاتمہ بس ہوگیا بذل و سخاوت کا
چھپین گے شیعہ اُس دن سایۂ دامانِ حیدر مین	سنا ہے مُنھ ادھر کو ہوگا خورشید قیامت کا
ہے دن بھر گنبد قبرِ علیؑ سے نور کا سائل	اگر خورشید کاسہ ہی فلک کے دست حاجت کا
مین وحدانیت وعدلِ خدا کے ساتھ قائل ہون	بصدقِ دل نبوت کا امامت کا قیامت کا
زمین پر انس وجن گردونپہ قدسی خلد مین حورین	سب اپنی اپنی جا بھرتے ہین دم حیدرؑ کی الفت کا
جھپک جاتے تھے شب کو آسمان پر دیدۂ انجم	ستارا جب چمک جاتا تھا پیشانی حضرت کا
نہ تھا منصف علی سے بڑھ کے کوئی بھی خدائی مین	اشارہ کر رہا ہی صاف الف لفظِ عدالت کا
مین کیا سمجھون غبار آستان پاک حضرت کو	ملک سرمہ سمجھتے ہین جسے چشم حقیقت کا
ہوا ہے معتدل ایسی نہ سردی ہی نہ گرمی ہے	نجف کی بھی زمین دنیا مین اک بقعہ ہی جنت کا
جو فرق آسمان پر افسر خورشید ہے تو کیا	زمین کے سر پہ بھی ہی تاج نقش پائے حضرت کا

بلا کر جلد پھر ہندوستان سے اپنے روضہ پر
مرے مولا نہایت دل تڑپتا ہے فصاحت کا

	ایضاً	
جنگ مین سر خم نہ ہوتا کیون ہر اک تلوار کا		سامنا تھا ذوالفقار حیدرِ کرّار کا
جب لکھا مضمون حیدر کے گل رخسار کا		صفحۂ قرطاس تختہ بن گیا گلزار کا

قہر تھا دم ذوالفقار حیدر کرّار کا / کیا ہو وصف اسد کی بھیجی ہوئی تلوار کا

خواب میں دیکھا ہے جلوہ حیدر کرار کا / واہ کیا کہنا ہمارے طالع بیدار کا

یا علی یوں پرضیا رہتا ہے جیسے دن کو دھوپ / چاندنی میں شب کو سایہ آپ کی دیوار کا

جنگ میں لاکھوں کے خون پیتی تھی لیکن اسپہ بھی / تھا شکم خالی ہی تیغ حیدر کرّار کا

باغ میں رکھا گلوں نے اپنے اپنے فرق پر / پائے نازک شاہ کے اسپ صبا رفتار کا

آپ ہیں رشک مسیحا یا امیر المؤمنین / کچھ مداوا کیجیے میرے دل بیمار کا

کہکے اُف اُف دم میں ہو جاتا تھا وہ ناری فنا / صاعقہ گرتا تھا جس پر شاہ کی تلوار کا

دیکھ جب سے باد نوروزی چلی ہے باغبان / رنگ کیا فیروزئی ہے سبزۂ گلزار کا

شوق سے زائر برہنہ پا چلے گر ہے ادب / ناحق اندیشہ ہے صحرائے نجف میں خار کا

دھوپ میں اعدا کے تن بے وار زخمی ہو گئے / ہو گیا تلوار سایہ آپ کی تلوار کا

سر زمیں سے میں اُٹھا سکتا نہیں یا بوتراب / اسقدر پیسا ہوا ہوں چرخ کجرفتار کا

باد نوروزی چلی تو غنچہ چٹکے اس طرح / چونک اُٹھا سبزہ خوابیدہ بھی گلزار کا

میں ہوں یوں بزم فضائل میں مخالف کے قریب / جیسے گل ہو کوئی ہم پہلو چمن میں خار کا

ہو گیا جاری زبان پر ساقی کوثر کا نام / نشہ میں جب لڑکھڑایا پاؤں مجھ میخوار کا

ہے یہی شاہ نجف سے موسیٰ عمران کا قول / اک عصا بردار ہوں میں آپ کی سرکار کا

کھیلتا ہے رنگ مستوں کو اگر نوروز میں / ایک خم پیر مغاں سے لیں مئے گلنار کا

رہروؤں سے کوے حیدر میں یہ کہتا ہوں ادب / آنجائے زیر پا سایہ کسی دیوار کا

دوست دشمن کو علی سے کیوں نہو امید و بیم / جب قسیم آپکو کرے اللہ خلد و نار کا

کون آتا بے ادب ہو کر حضور مرتضےٰ / کیا نہ تھا رعب امامت منتظم دربار کا

آپ کے دست سخا و فیض و بخشش نے حضور / دہر میں رتبہ گھٹا یا ابر دریا بار کا

دھوپ میں دن کو طلائی گنبد حیدر کا عکس / بنگیا طرّہ فلک پر مہر کی دستار کا

اے فصاحت مجکو رحمت گھیر لیگی روز حشر / ہوں گنہگار ایک بندہ ایزد غفّار کا

پھر نظارہ ہو علی کے روضۂ پر نور کا
خاک مین ارض نجف کے ہے یہ عالم نور کا
کھینچون اک نقشہ علیؑ کے روضۂ پُر نور کا
سایۂ ایوان حیدر مین ہما کا قول ہے
کیون نہ جھپکے روضۂ شہ پر ہر اک زائر کی آنکھ
روے روشن کا علیؑ کے وصف لکھا اس طرف
نور سے معمور ہے ایسا نجف مین ہر مکان
دل غم حیدر سے زخمی ہے جو بعد مرگ بھی
لے کے کاسہ مہر کا دریوزگی کرتا ہے چرخ
مدح حیدر مین جو ہین شیرین بیان دشمن تو کیا
روضۂ حیدر مین جلنے سے ملا ایسا فروغ
گرم ہو کر مطبخ حیدر یہ دیتا تھا صدا
بعدِ آدم گو علیؑ مرتضےٰ پیدا ہوے
عقد پر دین فخر سے شب کو بنایا چرخ نے
جبکہ صحراے نجف سے گرد کا اُٹّھا تتق
شیعۂ حیدر کا نورانی کفن مین ہی جو مُنھ
احمدؐ و حیدر جدا یون تھے شب معراج مین
دیکھتا ہے جب ہما آکر نجف کے اوج کو
مجمع اعدائے حیدر مین نہین لازم ہے طعن
حضرت موسےٰ بھی پیتے تھے مے حبِّ علی
میرے مولا کی ولادت کی ہی اکثر رہبری
قلب مین داغ غم حیدر نکیون تازہ رہین
ہمکو دیتے ہین مبارکباد قدسی جوق جوق

آنکھ مین موئی لگالین پہلے سرمہ طور کا
شک سفالی جام پر ہے ساغر بلور کا
ہاتھ اگر آئے سفیدا خلد کے کافور کا
سر ہین پر آکے جھکتا ہے ہر اک مغرور کا
ہے کلس کی چھوٹ مین انداز برقِ طور کا
اُس طرف خلد برین مین بنگیا گھر نور کا
روزن دیوار پر دھوکا ہی چشم حور کا
ہے شہادت نامہ پھاہا مرہم کافور کا
سایۂ ایوان حیدر سے ہے طالب نور کا
یہ مثال اُسکی ہے جیسے شہد ہو زنبور کا
شمع بنکر نام روشن ہو گیا کافور کا
آفتاب حشر اک سرپوش ہے تنور کا
جلوہ پر اُنکی جبین مین تھا انھین کے نور کا
گلشن حیدر سے خوشہ توڑ کر انگور کا
بنگیا سرمہ جنان مین جا کے چشم حور کا
رنگ اُڑا جاتا ہے خجلت کے سبب کافور کا
درمیان دونون کے پردا تھا خدا کے نور کا
تاج کے بدلے لگا لیتا ہے پر عصفور کا
چھیڑنا کچھ آپ سے اچھا نہین زنبور کا
تھا ید بیضا مین عالم ساغر بلور کا
بارہا بھٹکے کلیم اللہ رستہ طور کا
بانی اس گلشن مین دیتا ہی کنوان ناسور کا
ہے تولد خلق مین شاہنشہ جمہور کا

شعلہ و شان کوچۂ حیدر ہے قابلِ دید کے ‏ ‏ ہاتھ مین سائل کے کاسہ ہے سرِ فغفور کا

ہے تمنائے ساقیِ کوثر وظیفہ باغ مین ‏ ‏ سبحہ دستِ تاک مین ہے دانۂ انگور کا

قابلِ دید ارضِ تربِ نور نجف کی رات ہے ‏ ‏ گر اندھیرا بھی ہوا تو شامِ زلفِ حور کا

روضۂ حیدر کو چشمِ ظاہر و باطن سے دیکھ ‏ ‏ ایک گنبد ہے طلائی ایک گنبد نور کا

نوحؑ نے مدفن بنایا مولد ابراہیمؑ نے ‏ ‏ گورکن یہ کام اُنھین کرنا پڑا مزدور کا

مطبخِ عامِ علیؑ مین سیر بھوکے ہی نہ تھے ‏ ‏ روز و شب بھرتا رہا خالی شکم تنّور کا

طیّب و طاہر ہوے ہر زائرِ حیدر کے پاؤن ‏ ‏ آفشن کن کے سامنے بہتا ہے دریا نور کا

اے فصاحت پھر زیارت روضۂ حیدر کی ہو ‏ ‏ مدعا بر آئے پھر میرے دلِ رنجور کا

آغاز غزلیات

رفو شاید برا ہے اے رفوگر میرے داماں کا
نہیں یہ بے سبب خندہ لب چاک گریباں کا

دہن پر ہے مکاں اے نامہ بر اُس آفت جاں کا
جہاں بہتا ہوا دریا ہے خون شہیداں کا

کہو گلچیں سے ہیکر تار بلبل کی رگ جاں کا
رفو کر دے چمن میں چاک ہر گل کے گریباں کا

وہ میکش ہوں ہوا ہے بیچ میں میرا مکاں واقع
یہ میخانہ کا دروازہ وہ دروازہ گلستاں کا

اُڑے محمل کے جب پردے ہولے آہ مجنوں سے
تو لیلیٰ کے چھپانے کو غبار اُٹھا بیاباں کا

طبیبو انگلیاں جل جائینگی حدت یہ ہے تن میں
نہ دیکھو نبض سن لو حال مجھ بیمار ہجراں کا

وہ جاگے رات بھر میں ہجر کی شب چین سے سوؤں
مری آنکھوں میں خواب آئے آئی اُنکے درباں کا

کہا مجنوں سے میں نے نجد میں ہو جائے میں پیدا
میں یوں دامن ترا تو چاک سی میرے گریباں کا

چمک ہے اسطرح کی رات کو شبنم کے قطروں میں
گماں شمشاد پر ہے باغ میں سرو چراغاں کا

عزیزو غور سے ضعف و نقاہت کا اثر دیکھو
چلا کب انجمن میں ذکر مجھ بیمار ہجراں کا

عنادل کھینچتے ہی کھینچتے جان اپنی دیدینگے
گھٹانے اور دونا کر دیا جوبن گلستاں کا

جنوں کے ملک میں وحشی بسر کرتے ہیں راحت سے
ردائیں گرد کی ہیں فرش ہے ریگ بیاباں کا

ہزاروں آرزوئیں دفن ہیں گرد کدورت میں
ہمارا دل نہیں تختہ ہے یہ گور غریباں کا

نہ اُٹھے گی ہماری لاش کیا گر تم نہ آوُگے
پڑے رہتے نہیں دیکھا کبھی مردہ مسلماں کا

جنوں انصاف کر تو ہی دھرے ہے قیس اُدھر میں یاں
مرے دامن کا چاک اچھا ہے یا اُسکے گریباں کا

میں قرباں اس تعلی کے کہا کرتے ہیں وہ اکثر
مرے نقش قدم میں ہے اثر مہر سلیماں کا

عناصر میں نہیں ہے کوئی بھی عنصر مرے تن میں
میں پتلا ہوں ملال و حسرت و اندوہ و حرماں کا

جُدا نادان ہے قاتل رنگ چہرے کا نکل آئے
اگر غازہ ملے دو چار دن خاک شہیداں کا

ادھر آتی نہین ہے چاندنی بھی خوف کے مارے
جدھر زخمی پڑا ہے خنجر ابروے جانان کا

نہ وہ مجکو بلاتے ہین نہ کھاتا ہے یہی دھوکا
قیامت ہے غضب ہے غفلت انکی موش نسیان کا

سنوارینگے ہم اپنے ہاتھ سے رکھدیجے شانہ
یہ کیا جانے بنانا آپ کی زلف پریشان کا

نقاب اُتری ہوئی اپنی ہمین دیدو اگر صاحب
بتائین سیکڑون پھاہا ہم اپنے زخم پنہان کا

ملاقات جنون کے واسطے نکلا جو مین وحشی
تو سیدھی راہ بتلانے لگا جادہ بیابان کا

الٰہی آج یہ چھاگل پہنکر کون آیا ہے
کہ چونکا سبزۂ خوابیدہ بھی گورِ غریبان کا

نہ ہوا سے باغبان ہمسے ترش رو سیر کرنے دے
پئے سجدہ بھی توڑینگے نہ ہم پتّا گلستان کا

نہ گھبراؤ نہ سر ٹکراؤ اب ثابت ہوا ہمکو
اندھیرا ابھی یہ دیوانو کوئی قیدی ہی زندان کا

کلام ایسا مرا مطبوع ہے فیض لطافت سے
زمانہ اے فصاحت قدردان ہے میرے دیوان کا

میانِ حشر ہے عشاق سے یہ قول رضوان کا
جنان سے ہوکے جاؤ ہے یہ رستہ کوے جانان کا

سیا ہے چاک مین نے تخیل مین مجنون کے دامان کا
پرو کر خار کے سوزن مین تار اپنے گریبان کا

یہ حال اب تو غم فرقت سے ہے مجھ سوختہ جان کا
ہین اشک آنکھون مین دلپر ہاتھ لب پر نالہ جانان کا

ہوئی مسدود راہِ کوے قاتل جلائے کیا کوئی
دلون کا ڈھیر اک سمت اک طرف خاک شہیدان کا

سراپا داغ ہوکر مین نے کین آہین تو وہ بولے
یہ ہے سروِ چراغان یہ دھوان سروِ چراغان کا

رفوگر تیرے دیوانے سے کہتا ہے رفو کیا ہو
پھٹا ہے سو جگہ سے دو گرہ کپڑا گریبان کا

جو مین نے جان دی اس طفل ہندو پر ہوا چرچا
چلو دیکھو جلایا جائے گا مردہ مسلمان کا

کرو پامال تم سارے جہان کو شوق سے صاحب
مگر کہتا ہون سبزہ چھوڑدو گور غریبان کا

مرے اشعار کے مضمون جب کوئی چُرا آتا ہے
کفِ افسوس ملتا ہے ورق ہر ایک دیوان کا

ہوے ہین منتشر سب دل مرا پامال ہونے سے
ٹھکانا آرزو کا ہے نہ حسرت کا نہ ارمان کا

اُتارین پاؤن سے نعلین اگر آنا ہو موسیٰ کو
نہین کم وادیِ ایمن سے رتبہ کوے جانان کا

ہماری طبع شانہ بن کے سُلجھائے وہ شاعر ہین
جو ہو اُلجھا ہوا مضمون تری زلف پریشان کا

سبب یہ ہے جو شبنم بخشتی ہے تازگی شب کو
کہ مرجھاتا ہے دن کو دھوپ سے سبزہ گلستان کا

جنون مین مین نے کی جامہ دری توآکے مجنون نے
تبرکِ جان کر ٹکڑا لیا میرے گریبان کا

عجب کیا گر سرِ خورشید پر دستار بنجائے
بلند اتنا ہوا ہے گرد باد اپنے بیابان کا

شبِ وصلت بڑھانیکی عجب تدبیر سوجھی ہے
ارادہ ہے کہ چھیڑون ذکر اپنے روزِ ہجران کا

مرے قلبِ جگردونون ہین تیرے تیر کے بس مین
اُدھر سو فار کا قبضہ اِدھر قبضہ ہی پیکان کا

شمار اُسکا نہ ہوتا تھا نہ گنتی اُسکی ممکن ہے
ہماری حسرتون کی بھیڑ لشکر ہے سلیمان کا

مزارون پر بچھائین چادرین سبز ہنے مخمل کی
اُڑا اسی شامیانہ بنگئی گورِ غریبان کا

کلالون نے بنائی جب گلی تصویر مجنون کی
لیا ہے سیکڑون نقشہ مرے چاکِ گریبان کا

مین اُنکے منھ کا بوسہ گھر مین جاکر ہی کیا مانگون
اسی منھ سے لیا تھا پہلے بوسہ پائے دربان کا

جنون کے جوش مین جو گھر سے نکلے وہین آئے
اشارہ ہے یہ چشمِ روزنِ دیوارِ زندان کا

وہان فانوس مین بھی آکے شمعِ بزم شرمائی
دھوین نے گھٹ کے پردہ رکھ دیا گورِ جسمِ عریان کا

بہایا ناحق اُس کوچہ سے مینھ برساکے بادل نے
پئے اثباتِ ظلم اک ڈھیر تھا خاکِ شہیدان کا

ہلالِ عید مین نے دیکھکر جب بند کین آنکھین
جنون بولا جھکا سر دیکھ چاک اپنے گریبان کا

فصاحت مجھ کو چشمِ لطف سے دیکھین نہ کیون شاعر
مین شاگرد و برادر ہون لطافت سے سخندان کا

گل اور ماہ سامنا رخِ رنگین یار کا
ذرہ بڑھے نہ موج نسیمِ بہار کا

کچھ غم نہین درازیِ روزِ شمار کا
جھیلے ہون شبِ فراق کی دن ہجر یار کا

مر مر کے دن تو کاٹ دیا ہجرِ یار کا
اب ہائے سامنا ہے شبِ انتظار کا

آئے تو ہین پہ ڈر کے نہ تھرائین ہاتھ پاؤن
وہ کانپنا نہ دیکھ سکین گے مزار کا

برسات مین بہانہ ہی بارش کا کیونکر آئین
گرمی مین عذر اُنکو ہے گرد و غبار کا

پھر میکدے پہ ابر گھر آیا ہے زاہدو
ہو گا نزولِ رحمتِ پروردگار کا

خود ہی تو دل نکال کے پہلو سے لے گئے
پھر پوچھتے ہین مجھسے سبب اضطرار کا

دیکھو جو وحشیون کے گریبان پھٹے ہوئے
پہچان لو کہ آیا ہے موسم بہار کا

بے اختیار شمع کے رونے کو دیکھکر
خندان ہوا نہ پھول بھی میرے مزار کا

یارو اُٹھائین دور بتان ہین جو سختیان
کیا پوچھتے ہو شکر ہے پروردگار کا

بولا وہ شوخ سُن کے مرے حالِ نزع کو
خود سخت جان ہے نام مرے انتظار کا

افشان مین چاہتے ہین اگر نور وہ دوچند
ذرہ ملائین کوئی ہمارے غبار کا

اے ضبط کر معاف کہانتک چھپائین ہم
تنگ آکے نام ہجر مین لیتے ہین یار کا

بنت العنب کو کس کی نظر ساقیا لگی
نکلا ہے نام فال مین کس بادہ خوار کا

حسرت بھٹکتی پھرتی ہے افسوس چارسو
کوئی بتا بتا دے ہمارے مزار کا

ہی بھی اگر تو برق مین اک شائبہ سا ہے
انداز تیرے خندۂ بے اختیار کا

دھڑکا ہے مجکو ہاتھ سے قاصد کے گر نہ جائے
خط مین رقم ہے حال دلِ بیقرار کا

وہ سو رہے ہین باغ مین بلبل نہ غل مچائے
ہر سو ہے بندوبست نسیم بہار کا

تازیست غیر نے تو کیا تھا مقابلہ
اب چاہیئے جواب بھی میرے مزار کا

کیونکر نکالون حسرت وارمان کی بھیڑ کو
دلمین کوئی نہو تو خیال آئے یار کا

لیلی اُلٹ دے پردۂ محمل کو نجد مین
حائل ہے آگے قیس کے دامن غبار کا

جان اپنی کیون بچاؤن نہ آفات دہر سے
حافظ ہون مین امانتِ پروردگار کا

دونون ہمیشہ رہتے ہین پامال اے حنا
اک تو ہی ایک سبزہ ہمارے مزار کا

کرتی ہے آہِ سرو گلستان مین عندلیب
ہوتا ہے نام مفت نسیم بہار کا

تربت کسی غریب کی پامال ہو گئی
دھوکا ہوا اُنھین جو ہمارے مزار کا

مین خم ہوا تو ساتھ ہی سایہ بھی جھک گیا
اِس نے دیا جواب مرے انکسار کا

مردم ہو چشم روزن دیوار یار مین
ذرہ پڑے جو اُڑکے ہمارے غبار کا

عصیان ہین بحساب فصاحت اگر تو ہون
حُبِّ علیؑ سے ڈر نہین روز شمار کا

تماشا قبر عاشق پر ہے ہر طرفہ دوست دشمن کا
گلون کا کِھل کِھلانا اور رونا شمع مدفن کا

فقط ہے نام ہی بہزاد و مانی کا زمانے مین
نہ کھینچا کوئی نقشہ یار کے بیباختہ پن کا

جفائین انکی سہ سہکے دعا کرتا ہون خالق سے
نہ دل آئے حسینون پر کسی دشمن سے دشمن کا

دو عالم مین پھنسے ہین دیر مین جائین کہ کعبہ مین
طریق شیخ پر ہون یا کہا مانین برہمن کا

یہ مجھ مجنون کے رنگ زرد نے تاثیر دکھلائی
طلائی ہو گیا پہنا جو مین نے طوق آہن کا

خدا جانے مزا ملتا ہو وقت ذبح کیا قاتل
لپٹتا دیکھ خنجر سے مری رگہاے گردن کا

بہار ایسی دکھائی اشک خون آلود نے گر کر
گمان ہوتا ہے دامن پر مرے گلچین کے دامن کا

فلک کی گردشون نے مار ڈالا مجکو دنیا مین
نہ کیون سنگ حوادث پر ہو شک سنگ فلاخن کا

خجالت کے سبب ساری گل تر ہو گئی نسرین
ترے رخسار گلگون سے اڑا یہ رنگ گلشن کا

کیا ہے رشک نے پہلے ہی مجکو ذبح مقتل مین
چھری چلتی ہے مجھپر جب گلا کٹتا ہو دشمن کا

رفوگر کو جنون مین ایک دم کی بھی نہ دون فرصت
گریبان پھاڑ ڈالون گر رفو ہو چاک دامن کا

مریض عشق کو وہ دیکھنے بھی آئے ہین تو کب
کہ آنکھین پھر گئین ساقط ہین نبضین ڈہل گیا منکا

عدم کا ہے سفر درپیش خالی ہاتھ جاتے ہین
جو اپنے پاس کچھ رکھتے تو ہوتا خوف رہزن کا

گناہون کو ہماری ضد سے یہ مشہور کرنا ہے
سبک ہین ہم سر واعظ پہ ہے بوجھ اپنی گردن کا

نہین ممکن جو غیرون کی نظر اُن تک پہونچ جائے
نگاہون سے ہماری راستہ ہے بند روزن کا

اسی دھوکے سے شاید فاتحہ پڑھنے وہ آجائین
کرو سنگ لحد پر نام کندہ میرے دشمن کا

ہمارے غمزدہ ہونے مین بھی اک رنگ باقی ہے
دل پُر داغ پہلو مین نہین غنچہ ہے سوسن کا

معاذ اللہ کیا گور غریبان پر ہے تاریکی
دھوان بنکر اُڑا جاتا ہے شعلہ شمع مدفن کا

فصاحت فاتحہ پڑھنا تو کیسا بعد مرنے کے
نہ بھولے سے بھی اُسنے رخ کیا عاشق کے مدفن کا

کیا اے جگر سبب ہے ترے اضطراب کا
شاید مرید ہے دل خانہ خراب کا

ہے وقت غیظ عکس رخ پر عتاب کا
ہیوجہ رنگ سرخ نہین اُس نقاب کا

نظارہ ہو نصیب رخ بے نقاب کا
للہ اُٹھاؤ بیچ سے پردہ حجاب کا

اس حسن پر غرور عبث ہے جناب کا
پیری بھی ساتھ لایا ہے موسم شباب کا

قاصد کو اختلاج اگر ہو تو کیا عجب
نامہ مین حال ہے دل پر اضطراب کا

ساقی بہار آئی کہ عید آئی ہے کوئی
ملتا ہے جھک کے جام سے شیشہ شراب کا

ڈر ہے نفس کی آمد و شد سے نہ پھوٹ جائے
عالم دلِ پُر آبلہ مین ہے حباب کا

گریان ہوا ہون یار کو خط لکھ کے اسقدر
عالم ہر ایک سطر مین ہے موج آب کا

خود لیگئے ہو دل مرے پہلو سے چھین کر
پھر مجھسے پوچھتے ہو سبب اضطراب کا

واعظ کو میکدے مین بہانہ عطش کا ہے
مطلب یہ ہے کہ پیجیے ساغر شراب کا

باریک ہے کلاہ یہ اُس بحرِ حُسن کی
نازک خیال کہتے ہین سایہ حباب کا

تھا طفل ایک میرے دلبتان کا قیس بھی
لیتا تھا درس عشق و جوانی کے باب کا

کثرت نظارہ بازونکی ثابت ہے اس سے یار
میلا ہے رنگ گرد نگہ سے نقاب کا

آنکھین وہ نیم باز ہین مانع وصال کی
کیا جانین جاگتے ہین کہ عالم ہے خواب کا

نقشہ مصورون سے نہ دونونکا کھنچ سکا
جا لا کیون کا تیری مرے اضطراب کا

جب جانتے کہ عشق حقیقی ہے عندلیب
چبھتا نہ تیرے پاؤنمین کانٹا گلاب کا

کم کم شراب اُنڈیل کے پیتا ہون مین حریص
ڈر ہے چھلک نہ جائے پیالہ شراب کا

آخر تڑپ کے ماہی بے آب مر گئی
کیا ساتھ دے مرے دلِ پر اضطراب کا

بھر کر جو تیرے حسن کا ساغر چھلک گیا
کاسہ فلک نے جھک کے بھرا ماہتاب کا

تاریکی لحد نے کئے ہین سیاہ بال
پایا ہے جان دے کے یہ نسخہ خضاب کا

جامہ سے ہے نمود مری مین وہ زار ہون
ہمسر مرا حباب مین ہمسر حباب کا

حُبِّ علیؑ کی پاس فصاحت کے ہے سپر
کیا خوف روز حشر ہے تیغ عذاب کا

خزان کی فصل آپہونچی جرس نالہ ہی بلبل کا
چمن سے کوچ ہے اب کاروان نکہت گل کا

کچھ ایسا مثلِ باران جوش پر گریہ ہے بلبل کا
چمن مین خوف ہے گلچین کو برق خندۂ گل کا

چمن مین شور ہے یہ نالہ و فریاد بلبل کا
بھلا گلچین تو کیا پردہ پھٹا ہی گوش ہر گل کا

کہا کرتے ہین اکثر نازسے وہ باغ مین شب کو
ہمین سونے نہین دیتا چٹکنا غنچۂ گل کا

اگر ہر چمن آئینہ دکھلاتی ہے بلبل کو
سحر کو آکے شبنم منھ دُھلاتی ہی ہر اک گل کا

خزان نے کیا جلا کر کردیا برباد گلشن کو
پر بُلبل ہین اُڑتے ڈھیر ہے خاکستر گل کا

جیسے دھوکے سے گلچین باغبان شبنم سمجھتے ہین
یہ ہین بلبل کے آنسو یا پسینا چہرۂ گل کا

انھین ہم فخر سے دکھلا کے لخت دل یہ کہتے ہین
تمھین الفت کی بو آئے جو کھینچو عطر اس گل کا

تبسم اسکے لب کا کھینچنا مشکل ہے اے مانی
چمن مین دیکھ پہلے کھل کھلانا غنچۂ گل کا

دماغ باغبان ملتا نہین فصل بہاری مین
کہ پی ہے ایک تو مے اسپہ نشہ ہے زر گل کا

چمن مین صبح کو سوتے ہین وہ سورج نکل آیا
کوئی بلبل سے کہدو کرلے سایہ دامن گل کا

بھرا ہے کان مین گلچین نے کچھ بلبل کی جانب سے
نہین بیوجہ یہ غصہ سے چہرہ سرخ ہے گل کا

ہر اک صحاف سے وہ یار رنگین طبع کہتا ہے
کہ شیرازہ گلستان مین بندھے تار رگ گل کا

چمن مین بجتی ہے بلبل اے باد صبا اُن سے
لگا دے تازیانہ بڑھ کے موج نکہت گل کا

بنانے کو ہین قبرین شمع پروانون کے مُردونکی
لگن مین ڈھیر ہے مٹی کی جا خاکستر گل کا

ذرا ٹھہرو چمن مین بھی جو سیر باغ کرتے ہو
تماشا دیکھ لو راز و نیاز بلبل و گل کا

بہت شعرائے فصاحت اسلیے مین نے کہے آمین
کہ سارے قافیونمین تھا شگفتہ قافیہ گل کا

ارے گلچین یہ در پردہ اشارہ ہے زر گل کا
کوئی دعوی کرے تو خون بہا حاضر ہے بلبل کا

بنا یہ حکم ہے گلچیں یہ میرے غیرت گل کا
ہمارے ہار مین ڈورا ہو تار اشک بلبل کا

گلستان مین شراب اتنی لنڈھائی میرے ساقی نے
چمن ڈوبے نشیمن تیرتا پھرتا ہے بلبل کا

خزان صیاد گلچین باغبان دام ایک ہین یہ سب
گلستان مین بڑی مشکل ہے بچنا جان بلبل کا

اُنھین عشاق سے ضد ہی تو یہ تاکید کرتے ہین
غزل مین شاعر و آنے نہ پائے نام بلبل کا

گل صد برگ رہنے دے چمن مین رحم کھا گلچیں
ارے ظالم یہ پھاہا ہے دل صد چاک بلبل کا

مقر ہون باغبان ہم جوشش فصل بہاری کے
گلستان مین اگر غنچہ سے کھلے منقار بلبل کا

چمن مین گل مثال آئینہ ایسے چمکتے ہین
صفائی کے سبب چہرہ نظر آتا ہے بلبل کا

سمجھتے ہین یہ بیدرد جہان منقار کی سرخی
جو نالون سے کلیجہ منھ کو آجاتا ہے بلبل کا

غضب یہ ہے جو سرگوشی بھی کرتی کبھی گل سے
چٹک کر غنچہ کردیتا ہے افشا راز بلبل کا

نہین یہ سُرخ دستارین چمن مین باندھے پھرتے ہین
چڑھا ہے باغبانون کے سر و نیز خون بلبل کا

عجب اخفاے راز عشق کی تدبیر سوجھی ہے
چمن مین جاکے ہم نالے کرین ہو نام بلبل کا

بجھادی شب کو ساری روشنی گلشن مین آندھی نے
رہا روشن چراغ اک شعلۂ آواز بلبل کا

صبا یہ خاک اوڑا کر کہہ رہی ہے گوش ہر گل مین
کہ تنگئ قفس سے گھٹ کے دم نکلا ہے بلبل کا

نظر کا خوف گلشن مین نہین تم شوق سے آؤ
پڑا ہے آنکھ پر نرگس کے پردہ چشم بلبل کا

ہر اک سے داد شعراے بلبل طبع فصاحت لے
کہا ہے قافیہ ساری غزل مین تونے بلبل کا

بہت ہونے لگا جب میکدے مین شور قلقل کا
بڑھا دست سبو منھ بند کرنے شیشۂ مل کا

ارادہ کیجیے گا اے فصاحت پھر توکل کا
نوالہ تلخ پہلے کھائیے صبر و تحمل کا

بوقت دفن ٹوٹا کیا کوئی تار انکی کاکل کا
مری تربت کی مٹی سے نمو ہوتا ہے سنبل کا

سسکتے ہین پڑے فرقت مین ہم یہ بھولی بیٹھی ہی
قضا نے بھی مگر سیکھا ہے طور اُنکے تغافل کا

اشارہ ابروؤنکا چشم بیمار صنم سے ہے
لیے تفریح سونگھو نخلخہ ہی باس کاکل کا

بہار آتے ہی میخانے مین طرفہ حشر برپا ہے
کہ ہو حق ایک تو مستون کی اُسپر شور قلقل کا

مثل سچ ہے کہ جل جاتی ہو رسی بل نہیں جلتا
خزان مین خشک ہوکر بھی نہ نکلا پیچ سنبل کا

کہیگا حال سار احتسب سے، بادہ خوار ہی کا
ذرا منھ کس کے ساقی باندھ دینا شیشۂ مل کا

لگن مین ہو اگر گلگیر تو بیڑا نہ پار اُترے
کہ ہو دریاے اشک شمع مین کام آہنی پل کا

رہائی طائر دل کی ہوئی ہے اور نہ اب ہو گی
کہ دام زلف پر پھندا پڑا رہتا ہے کاکل کا

وہ کمسن ہین نہایت وصل کی لذت نہین ممکن
مزا چکھیے ابھی تھوڑے دنون صبر و تحمل کا

چمن مین اس شہ خوبانکی آمد ہے ارے گلچین
لگا دستار پہ لالہ کے طرہ لے کے سنبل کا

اُدھر عصیان اِدھر مین لیے میزان محشر مین
ترقی کے عوض خالق سے خواہان ہون تنزل کا

اُدھر صبر و تحمل سیکھتا تھا قیس مکتب مین
اودھر لیلی سبق پڑھتی تھی شوخی کا تغافل کا

صدا یہ آسیا دیتی ہے بے صبرون کو دنیا مین
ملا ہے رزق گھر بیٹھے مزا دیکھو توکل کا

تعجب کیا اگر ہوئے میان یار سے اُلجھے
جو بل نکلے تو ہو قامت سے دونا طول کاکل کا

بہا آئی بھلا اب پند واعظ کون سنتا ہے
دیے ہین بادہ کش کانون مین پنبہ شیشۂ مل کا

فصاحت کوئی خاصانِ خدا مین ہے نہ اب ہوگا
ہوا بس خاتمہ شبیر پر صبر و تحمل کا

بلاغ مین مشکل ہے بچنا بلبلِ ناشاد کا — دام پر پھندا پڑا ہے گیسوئے صیاد کا
جب قفس مین کرتے ہین غل نالۂ و فریاد کا — بلبلین سر پر اُٹھا لیتی ہین گھر صیاد کا
صبر کر کے ہائے پچتائے بہت اُلفت مین ہم — بڑھ گیا اور اُنکے دل مین حوصلہ بیداد کا
غل مچانا ہے عبث گلزار مین اے عندلیب — گر نہ ہوتے گوشِ گل تو لطف تھا فریاد کا
یہ پھرا لیلی کی خاطر اسکو تھی شیرین کی چاہ — پاؤن مجنون کے ہوئے مجروح سر فرہاد کا
تھا اثر میری نگاہِ یاس مین یہ وقتِ قتل — دیکھتی تھی تیغ بھی حسرت سے منھ جلاد کا
شوق سے پامال میرے دلکو صاحب کیجیے — کیا غرض مجکو یہ گھر ہے آپ ہی کی یاد کا
کعبۂ ابروئے جانان کی بناتا ہے شبیہ — ہاتھ آنکھون سے لگانا چاہیئے بہزاد کا
کیون ابھی ظلم و ستم سے ہاتھ اُٹھایا آپنے — رہگیا دلمین ہمارے حوصلہ فریاد کا
وحشیون کے خون کی حدت کے جو قائل نہین — دیکھ لین چھالا زبانِ نشترِ فصاد کا
ابتو ہو کا میرے مرنے کا یقین اس شوخ کو — ہو رقیبون کے گھرون مین غل مبارکباد کا
سیکڑون معشوق تھے ہمراہ سر کھولے ہوئے — دھوم سے لاشہ اُٹھا مجھ عاشقِ ناشاد کا
بلبلین جتنی ہین صدقے مین رہا ہو جائینگی — دمبدم بڑھتا ہی جاتا ہے مرض صیاد کا
اِسلئے وہ مجکو محفل مین پلاتے ہین شراب — لب پر آئے نشہ مین شکوہ مری بیداد کا
نے اگر نالہ کرے میری طرح تو ہے مزا — لطف کیا اسکو زبانِ غیر سے فریاد کا
کیون نہ بہتے وقتِ قتل آنسو ہماری آنکھ سے — مسکرا کر قہر تھا منھ پھیرنا جلاد کا
بلبل و قمری مین اے گلچین لڑائی کیون نہو — پھول ہنستے ہین اکڑنا دیکھکر شمشاد کا
زاہدِ مکار مسجد مین پیا کرتا ہے مے — مل گیا خوب اُسکو اک حیلہ خدا کی یاد کا
کیا کہون دیتا ضرور اے رعد مین تیرا جواب — خلق سن سکتی نہین نعرہ مری فریاد کا
عندلیبون کا پھڑکنا باعثِ راحت ہوا — اتنے پر ٹوٹے کہ بالش بن گیا صیاد کا
بیستون پر جو اُگے ہین سیکڑون لالے کے پھول — ایک اک قطرہ ہے یہ خونِ سرِ فرہاد کا

دیدیا اُس نے جو میرے قتل کا غیرون کو حکم — کس خوشی سے پوچھتے پھرتے ہین گھر جلاد کا
تھا اگر کامل تو یہ بیساختہ پن کھینچتا — تم کرو تعریف مین قائل نہین بہزاد کا

آئی پیری ترک کیجے اب بتون کے عشق کو
یہ زمانہ اے فصاحت ہے خدا کی یاد کا

اُسنے شکستہ قلب کیا مجھ غریب کا — میرا جگر پسند کیا دل رقیب کا
وہ گل کے ہوگئے ہین طرفدار باغ مین — مین کس طرح شریک نہون عندلیب کا
سودے مین نبض دیکھ کے جب پاس سے اُٹھا — تھا میری طرح چاک گریبان طبیب کا
فرقت مین کام آئی نہ آہِ شرر فشان — اکدن نہ جاکے پھونک دیا گھر رقیب کا
افسوس بعد مرگ نہ اتنا ہوا ثبوت — یہ استخوان امیر کا ہے یا غریب کا
مارا ہے مجھکو اور عیادت کے رشک نے — زانو پہ اپنے رکھتے ہین وہ سر رقیب کا
دیکھی جو نبض آکے تمھارے مریض کی — تپ محرقہ تھی ہاتھ نہ اُٹھا طبیب کا
بہزاد رنگ گل سے کھینچے یار کی شبیہ — لے مو قلم بنانے کو پر عندلیب کا
انسان کو صدا یہی دیتی ہے آسیا — میرے دہن مین رزق ہی تیرے نصیب کا
میرے جگر کے ہوتے نہ تاکو دل رقیب — وہ دور کا ہے یہ ہے نشانہ قریب کا
صد شکر ہے مجھے مرض لاعلاج عشق — محتاج ہون دوا کا نہ ممنون طبیب کا
ایسی چمن مین جوشش گل اب کی سال ہے — مشکل ہے آشیان سے گذر عندلیب کا
کہتے ہین شام وصل جسے اور صبح ہجر — اک منہ ہے خوش نصیب کا اک بدنصیب کا
قاتل حلال دو سرے خنجر سے کر ہمین — اسمین حرام خون بھرا ہے رقیب کا
نام علیؑ بھی کھد گیا کیسا اتحاد تھا — کندہ ہوا جو نام خدا کے حبیب کا
گلچین چمن سے تو کوئی غنچہ نہ پھول توڑ — ہے ایک جان ایک ہے دل عندلیب کا
اُلٹو نقاب چہرے سے اپنے تم ایکدن — دیکھا نہین ہے مین نے پلٹنا نصیب کا
دشمن سے مل کے اُسنے مرض مین کیا ہلاک — ہوگا ہمارا ہاتھ گریبان طبیب کا
دور و دراز راہ عدم کی ہے عاشقو — اُنکی کمر سے پوچھ لو رستہ قریب کا

دھوکے سے میرے خط کو وہ لے لینگے قاصدا
نام اسلیے لفافہ پہ لکھا رقیب کا

رضوان یہ کہکے مجھکو بلاتا ہے خلد مین
رستہ اسی طرف سے ہے کوئے حبیب کا

بیدردگل پہ قطرۂ شبنم سمجھتے ہین
پھوٹا ہے آبلہ جو دل عندلیب کا

اُسنے جو اپنے پائون سے روندا ہے دل مرا
ہاتھون بڑھا ہے آج کلیجہ رقیب کا

ممبر رکھا ہے سرو کا گل سامعین ہین
قمری یہ ہے گمان چمن مین خطیب کا

سایہ نہ میری طرح سے ہو موردِ بلا
کہدو کہ ساتھ چھوڑدے مجھ بدنصیب کا

جس طرح ہو طرح مین فصاحت کہو غزل
بیحد ہے لُطف و خلق امیرؔ و ادیبؔ کا

تم مرے پہلو سے اٹھوگے تو کیا ہوجائے گا
بس یہی نہ دردِ دل کم ہے سوا ہوجائیگا

غیر کا نالہ اگر کچھ بھی رسا ہوجائے گا
زیرِ چرخِ پیر گنبد کی صدا ہوجائیگا

عشق کا بیمار اور ون کی دوا ہوجائے گا
جسم لاغر زرد ہوکر کہربا ہوجائیگا

وصل پر راضی وہ یارِ بیوفا ہوجائے گا
بُر اثر نالہ جو نکلے گا دعا ہوجائیگا

اُسکی چوکھٹ پر جبین سائی کرونگا اسقدر
صاف ظاہر سب یہ قسمت کا لکھا ہوجائیگا

عالمِ طفلی ہے پر دل کے نئے انداز ہین
رفتہ رفتہ تمسے شوخی مین سوا ہوجائیگا

ہر طرح اُن تک پہونچ جائیگا جو عاشق ہوزار
بوئے گل بنجائے گا رنگ حنا ہوجائیگا

ہان نہ اسیرو خوش ہو صیاد آجکل بیمار ہے
جسکی قسمت اچھی ہوگی وہ رہا ہوجائیگا

خنجر قاتل سے کہدو ہے سرو گردن مین بحث
تو حَکَم ہوگا تو دم مین فیصلہ ہوجائیگا

بعد مرنے کے اگر تقدیر کی گردش رہی
قبر کا پتھر بھی سنگ آسیا ہوجائیگا

روز و شب مجھکو برابر ہین فراق یار مین
رات گر چھوٹی بھی ہوگی دن بڑا ہوجائیگا

گر نہین بدلی نہو مے ہمکو پلوادے کلال
جب دھوان بھٹی سے اُٹھے گا گھٹا ہوجائیگا

استخوان غیر میری ہڈیان کھاکر نہ کھا
اے سگِ جانان بُرا منہ کا مزا ہوجائیگا

مے پلادے ساقیا مجھ میکش بیمار کو
حلق سے جو گھونٹ اُترے گا دوا ہوجائیگا

آہِ مجنون کی اُٹھی آندھی تو لیلا نے کہا
گر یونہین پردے اُڑینگے سامنا ہوجائیگا

درد سے آرام اک لحظہ نہ ہوگا ہجر مین
گر جگر مین گھٹ گیا دل مین سوا ہو جائیگا

آج اے غافل جوانی مین اکڑنا ہی عبث
کل یہ قدِ راست محتاجِ عصا ہو جائیگا

غیبت رندان نہ کر ممبر پہ ہے ماہ صیام
واعظا باطل ابھی روزہ ترا ہو جائیگا

شمع سے گلگیر کا ہے قول بزم یار مین
جب زبان تیری بڑھے گی سر جدا ہو جائیگا

اے حباب اس زندگی پر سر اُٹھانا ہے عبث
آنکھ بھی کھُلنے نہ پائے گی فنا ہو جائیگا

شوقِ لیلا مین نہ یون اے قیس بیتابانہ دوڑ
تیری صورت دیکھکر ناقہ ہوا ہو جائیگا

برہمن نادان ہی تو ناحق ہی ناحق ہی حق
کیا خدا کہنے سے تیرا بت خدا ہو جائیگا

بیٹھتے مشتاق دید اُس در پہ کیون گر جانتے
وہ نکلنے مین ہمارا حوصلا ہو جائیگا

زار ہون جان ایک دن لے گا مری پیرالباس
جب گریبان تنگ ہوگا دم خفا ہو جائیگا

دربدر رکھیگی قسمت بعدِ مردن بھی ہمین
کاسۂ سر اپنا کشکولِ گدا ہو جائیگا

ہون وہ قانع گھنگی کا فقر سے شاکی نہین
خود رفو ہو ہو کے پیراہن نیا ہو جائیگا

میکشی سے وصل کی شب ہوگی کیفیت سوا
نشہ آنکھون مین تری آکر حیا ہو جائیگا

زار ہون پہنا کے مجھکو دیکھ لے تو اے جناب
پیرہن تیرا مجھے ڈھیلی قبا ہو جائیگا

اے فصاحت لکھنؤ مین ہم نہ پھر کر آئینگے
ابکی گر جانا ہمارا کربلا ہو جائے گا

تپ فرقت سے یارو اسطرح پھُنکتا ہے تن اپنا
جلا جاتا ہے مانند استخوان کے پیرہن اپنا

بجا ہے شاعرون نے دی اگر تشبیہ اے صاحب
چمن مین جا کے غنچہ سے ملا لیجیے دہن اپنا

دھڑکتا ہے بہت دل دہشت شامِ غریبان سے
مجھے للہ منھ دکھلا دے اے صبح وطن اپنا

دعا کرتی ہے بلبل یو ہین گھر گلچین کا بھی اجڑے
الٰہی جیسے ویران کر دیا اسنے چمن اپنا

نہین آتے ہین دہشت کے سبب وحشی بھی اے مجنون
معاذ اللہ مہیبت ناک ہے اس دبن اپنا

ہم اس دنیائے فانی مین جو آمادہ ہین مرنے پر
کمر سے اپنے باندھے رہتے ہین ہر دم کفن اپنا

خدا کی شان اُس رخ کی صباحت سے مقابل ہے
ذرا دیکھے تو منھ نہر چمن مین یاسمن اپنا

نرالی روشنی ہی عاشق گیسو کی تربت پر
اگل جاتا ہے ہر اک سانپ شب کو آکے من اپنا

بیان گلگیر کا ہے رات کو یہ شمع محفل سے
کہ ہے بیکار دنیا مین زبان تیری دہن اپنا

ہزارون دور ہو جاتے ہین غم اک عید ہوتی ہے
اگر غربت مین ملجاتا ہے کوئی ہم وطن اپنا

دل عشاق دھوکے سے ہزارون ڈوب جائینگے
چھپاؤ سبزۂ خط سے نہ تم چاہ ذقن اپنا

جفا سے کام ہے تمکو وفا سے ہے ہمین مطلب
طریقہ ہے جدا ہین وہ تمہارا یہ چلن اپنا

خدا کے سامنے اقرار اگر ہوگا نہ محشر مین
گنا ہون کی گواہی دے گا ہر اک عضو تن اپنا

وہ بلبل ہین کہ ملتی ہی نہین جا آشیانے کی
بھرا ہے اسقدر پھولونکی کثرت سے چمن اپنا

وہ کہتے ہین بہت عشاق سے ہمنے چھپایا تھا
مگر ثابت کیے دیتا ہے رنگ پان دہن اپنا

بھرا آتا ہے دل محفل مین ہمسے دردمندون کا
خدارا جلد گریہ روک اے شمع لگن اپنا

معاذ اللہ بلا کی تیرگی ہے اے لحد تجھ مین
کہ میلا ہو گیا ہے دفن ہوتے ہی کفن اپنا

زمانے مین ہر اک سے کہہ رہا ہے یہ دُر غلطان
پڑا ناسور دل مین جب سے چھوٹا ہے وطن اپنا

غزل مین اے فصاحت عاشقانہ شعر ہوتے ہین
پسند اہل عالم کیون نہ ہو طرز سخن اپنا

وہ چھپنا ڈر سے اپنے گھر پرہیزگارونکا
وہ میخانے سے پی پی کر نکلنا بادہ خوارونکا

ہمارے بعد تمنے کوئی آرائش نہین چھوڑی
طریقہ کیا زمانے مین یہی ہے سوگوارونکا

بہت بیتابیونکا برق کو دعوی تھا عالم مین
دیا ہے ساتھ تھم تھم کر تمہارے بیقرارونکا

گئے فردوس مین کچھ اہل محشر کچھ جہنم مین
فقط اک رہگیا مجمع ترے اُمیدوارونکا

نکالا جاتے ہین بزم سے غیر اور وہ ہم کو
ہمین سمجھے ہین مطلب خوب دونو کے اشارونکا

تمنائین مرادین آرزوئین حسرتین بھی ہین
فقط حلقہ نہین میری لحد پر سوگوارونکا

فلک نے ابر مین ضد سے چھپایا ماہ کامل کو
چراغ اک تھا یہ روشن ہم غریبون کے مزارونکا

صدا یہ گلفروشونکی ہے کوچون مین حسینون کے
ہم ہون عاشق و معشوق تو ہے لطف ہارونکا

کہین بڑھکر ہے میخانے مین ساز و رقص مطرب سے
وہ قلقل کی صدا وہ لڑکھڑانا بادہ خوارونکا

زمین کوے جانان رات دن ہے اک تزلزل مین
قیامت تھا غضب تھا دفن ہونا بیقرارونکا

بلا کی ہو گئی ہے کد سپہر کینہ پرور کو
مٹا کر مجھکو اب دشمن ہے میرے سوگوارونکا

نیا حیلہ ہے قبر غیر پر وہ پھینک کر بولے
مری گردن سے بوجھ اوٹھتا نہیں پھولونکے ہارونکا

جبین پر اپنی تم افشان لگا کر آئینہ دیکھو
اگر دیکھا نہ ہو دریا مین شب کو عکس تارونکا

گلستان کے شجر تو اک طرف فصل بہاری مین
گھٹانے بھی ہے سیکھا جھومنا ہم بادہ خوارونکا

یہ باعث ہے جو گورستان مین کانٹے اُگتے آتے ہین
کہ شاید آئے کوئی روندنے والا مزارونکا

تمھارے روزن دیوار کا وہ بند ہو جانا
وہ حسرت کی نظر سے دیکھنا اُمیدوارونکا

شب فرقت وہ تنہائی مری وہ گھر کی تاریکی
گہن وہ چاند مین وہ ٹوٹنا صدہا ستارونکا

تمھاری آنکھین تمکو اور مجھے بدنام کر دینگی
نہ سمجھے انجمن مین کوئی تو ہے لطف اشارونکا

بھلا سیماب کی بیتابیان کیا سامنے انکے
کہ ہے تخفیف مین یہ حال تیرے بیقرارونکا

ادھر کا ذکر اُدھر کا ذکر کچھ افسوس کچھ حسرت
مری تربت پہ اکثر جمگھٹا رہتا ہے یارونکا

مرے پھولون کی صحبت مین برابر انکے بیٹھے ہین
مقدر مجھسے بھی اچھا ہے میرے سوگوارونکا

لحد کا بند ہونا اور غضب وہ میری تنہائی
وہ باری باری اٹھنا فاتحہ پڑھ پڑھ کے یارونکا

چلے تھے چال جب اِٹھلا کے تم گور غریبان مین
تمھین بھی یاد ہے کچھ کانپ کانپ اٹھنا مزارونکا

فصاحت مانگتے ہین دل حسین کسطرح ہم دیدین
ہمین کیا اعتبار آئے بھلا بے اعتبارونکا

ضرور اب وصل پر راضی وہ یار بیوفا ہوگا
مرا نالہ کسی مظلوم و بیکس کی دعا ہوگا

اگر زاہد کے گھر مین حور آئیگا تو کیا ہوگا
ملے گا خاک شاید اک چراغ اک بوریا ہوگا

وہ شب کو غیر کے گھر جاکے ٹکرینگے تو کیا ہوگا
کھلے گا حال جب سے ہین روشن نقش پا ہوگا

ہما ایوان قصر یار مین آواز دیتا ہے
کہ جو بیٹھے گا اس کے سایہ مین وہ بادشا ہوگا

بُرا ہو ضعف کا فرقت مین اسنے کر دیا عاجز
اگر آہین مدد دینگی تو کچھ نالہ رسا ہوگا

جو منھ دھونے مین رنگ انکے گل عارض کا چھوٹے گا
خجل ہو کر پریدہ ہاتھ سے رنگ حنا ہوگا

ابھی تو سو رہے ہین چین سے قبرونمین ہم عاشق
اُٹھینگے حشر انکی چال سے جسدن بپا ہوگا

کوئی کہدے وہ ناحق پھینک دیتے ہین اُگالا اپنا
مجھے بھیجین یہ مجھ بیمار فرقت کی دوا ہوگا

قفس مین اسلیے صیاد ستے بلبل کے پر کترے
کہ ہر پھر کر مرے گھر مین رہے گا جب رہا ہوگا

جنازہ پر ہمارے بن پڑے تو ہنکو ے آنا
بڑا احسان یہ تم دونو نکا اے نازو ادا ہوگا

جگر سے جسطرح چھوٹا ہی دل کوے محبت مین
نہ یون دنیا مین بھائی سے کوئی بھائی جدا ہوگا

مرا سنگِ لحد دکھلائے گا تقدیر کی گردش
فلاخن سے اگر بچ جائے گا تو آسیا ہوگا

سخی جو ہین وہ دیکر سائلون کو منھہ چھپاتے ہین
بخیلون کو نہ دیکر منھہ پھرا لینا روا ہوگا

دیارِ عشق مین کیون اسقدر بدنام ہے لیلے
ترا ہمنام جو معشوق ہوگا بیوفا ہوگا

کہے دیتے ہین بھاگ اے سایۂ تن عشق مین ہمسے
ہمارے ساتھہ اے تو بھی گرفتارِ بلا ہوگا

نہایت کام آئے گا غبار انکے شہیدون کا
شبِ عید اُٹھکے ناخن پر مہِ نو کی حنا ہوگا

لحد کہتی ہے مجھ عاصی سے مین دون گی فشار ایسا
کہ ایک اک استخوان تیرے بدن کا سرمہ سا ہوگا

سرِ محفل دیا ہے غیر کو رخسار کا بوسہ
یہ تمنے کیا کیا افسوس چرچا جا بجا ہوگا

بیان یہ کشتۂ سیماب کا ہی اہلِ دنیا سے
کہ جو ہو جائے گا یون خاک اور ونکی دوا ہوگا

ابھی زیبا نہین اتنی تعلی تجکو اے قاصد
ہمیں تجکو بھی سمجھین گے ہم جب نامہ خدا ہوگا

غضب کرتا ہی تو عشاق جانین اپنی دیدینگے
اداؤن مین جو شامل غمزۂ ابرو ترا ہوگا

جنابِ عشق آپ اے تو ہین لیکن یہ فرمائین
دیا ہے قیس کو کیا کیا مجھے کیا کیا عطا ہوگا

اسیرِ ہم تو چھوٹے پر تمھین سمجھائے جاتے ہین
قفس مین جو بہت نالے کرے گا وہ رہا ہوگا

نہ پہونچے گا ہمارے منھہ تلک پس کر کوئی دانہ
اگر تقدیر کا چکر شریک آسیا ہوگا

ہمارے گھر پہ یون ضد سے نہ آئین آپ اے صاحب
مگر چشمِ سخن گو کہتی ہے وعدہ وفا ہوگا

دکھاکر شمع کو گلگیر اس محفل مین کہتا ہے
زبان جسکی بڑھے گی حد سے اسکا سر جدا ہوگا

شبِ وصلت مین دینا یے حجابی کی صلاح انکو
سنا ہے پہلے شور اسنے اے شرم و حیا ہوگا

فصاحت ماتمِ شبیر مین آنسو بہاے جا
کہ تجھسے خوش علی ہون گے نبی ہون گے خدا ہوگا

نہ پوچھو عاشقو یہ عشق پنہاں ہو کے کیسا ہوگا
جگر مین داغ سر مین درد دل مین آبلا ہوگا

بیان خلد جب ساقی علی سا بیٹھا ہوگا
کنار حوض کوثر بادہ خواری کا مزا ہوگا

نہ دو کیون دل جاک کرتے ہین ہر الہ اسمین کیا ہوگا
فقط ارمان ہم جیگی داغ ہونگے حوصلا ہوگا

لباس کہنہ و نو دونون یکسان ہین فقیرون کو
اگر ثابت ہے تو کیا ہے پھٹا ہوگا تو کیا ہوگا

بجھی جاتی تھی شب کو شمع محفل شرم کے مارے
ترے عشاق مین شاید کسی کا دل جلا ہوگا

کہا اُن سے یہ پیغام زبانی دیکے قاصد نے
کہ جو کچھ مجھسے پوشیدہ ہے وہ خط مین لکھا ہوگا

چمن مین ہم بھی راز عشق بلبل کو بتا آئین
ضرور اُسنے گلو نکے کان مین کچھ کہدیا ہوگا

دیا ہے آج یہ پیر مغان نے حکم رندونمین
شراب اسکو ملیگی جو خط ساغر پڑھا ہوگا

لب فرش اسنے مجکو اپنی محفل مین بٹھایا ہے
نہ کہئے تو نہین بنتی جو کہیے تو گلا ہوگا

جھروکون سے نہین یہ تاک جھانک اچھی ہے اچھا
ادھر آؤ تمھین سمجھائے دیتا ہون برا ہوگا

جو یہ معلوم ہوتا در پہ کیون بیہوش پڑے رہتے
ترا گھر سے نکلنا بھی ہمارا حوصلا ہوگا

بہار آنیکی یہ پہچان ہے دیکھ آؤ میخوارو
مقفل ہونگے زندان میکدے کا در کھلا ہوگا

ادا غمزہ کرشمہ ناز شوخی ختم کر ایسے
اگر ان سب سے میری جان چھوٹیگی تو کیا ہوگا

چمن مین آتے ہی صیاد کے کیون اڑ گئی بلبل
مگر کچھ چشم نرگس نے اشارے سے کہا ہوگا

خبر مرنے کی میرے آج غیرون نے اڑائی تھی
بہت اچھا کیا جو آئے تمنے بھی سنا ہوگا

برا کہتے نہین ہم بادہ کش تمکو بھی اے واعظ
تمھین غیبت کی عادت ہے کچھ اسمین بھی مزا ہوگا

ستم کیتے ہین وہ افسوس بیدردی سے یون مجھپر
ترس کھا کر رقیبانسے یہ کہتے ہین برا ہوگا

مرے گھر مین بلائین آکے روز ہجر کہتی ہین
یہان دن کو ہے تاریکی غضب کی شب کو کیا ہوگا

بڑے تم بیخبر ہو میان سے تیغ اگلی پڑتی ہے
صف عشاق مین دیکھو کسیکا سر جھکا ہوگا

چمن مین غنچۂ گل کیون چٹک کر بولتے تم سے
مری جان مین نہ مانون پہلے کچھ تمنے کہا ہوگا

مجھے معلوم ہے کل غیر اس مقتل مین آگیا تھا
قدم پیچھے ہٹے ہونگے جو ہاتھ انکا بڑھا ہوگا

فصاحت مدح حیدر مین کہی اک بیت ادھر تو نے
ادھر تیرے لئے اک قصر جنت مین بنا ہوگا

ہے غضب کی حرص یار و مین تو قائل ہوگیا
جب کیا دار اُسنے مجپر غیر بسمل ہوگیا

رتبہ تھا جو عشق کا مجنون کو حاصل ہوگیا
کچھ دنون بیٹھا مرے مکتب مین کامل ہوگیا

تیری انگشت شہادت کا اشارہ قہر تھا
جس نے ہم عشاق مین دیکھا وہ بسمل ہوگیا

عاشقون کو جب اُٹھا دینے کا حکم اُسنے دیا
تھا مین ایسا زار جین فرش محفل ہو گیا

ہم سے میخوارون کی غیبت کر کے تجکو کیا ملا
تو بھی اے واعظ گنہگارون مین شامل ہو گیا

آپ ہو کر بیقرار اس بزم مین اچھے رہے
مین تو غیرون مین سُبک اے حضرتِ دل ہو گیا

کیون مرے تابوت کے ہمراہ آتے ہین وہ دوست
دو قدم چلنا بھی جن کو ایک منزل ہو گیا

ہے مسیح وقت قم کہکے جلائی میری لاش
غیر اسے چاہے نہ مانے مین تو قائل ہو گیا

جب پڑا اثر نگاہ یار بول اُٹھا جگر
مین نہ تڑپونگا وہ دل ہی تھا جو بسمل ہو گیا

جستجو کی لاکھ پر آب بقا ملتا نہین
یہ بھی کیا آب دم شمشیر قاتل ہو گیا

صبر و ہوش و فہم و ادراک کے ہون چار دن مرید
اب طریقِ عشق مین مرشد مرا دل ہو گیا

کیا کرین گی آنکھین دل تو میرے پہلو مین نہین
اب نباہ الفت کا ان دونو نکو مشکل ہو گیا

مانگتا ہے رنگ انکے روے رنگین سے چمن
پھول دست شاخ پر کشکول سائل ہو گیا

وقت زینت خنجر ابرو کی یہ برش بڑھی
آئینہ مین خود انھین کا عکس بسمل ہو گیا

تمکو مین کہتا نہین اب ہے یہی دنیا کا رنگ
باندھ لی جس نے کمر مین تیغ قاتل ہو گیا

سیکڑون صحرا کے وحشی گرد ہین دیکھلے جنون
قیس کا تابوت بھی لیلی کی محمل ہو گیا

پہلے کہتا تھا یہ مانی ہے دہن کوئی نہین
آپ کی تصویر اب کھینچی تو قائل ہو گیا

ہاے سر شمعون سکاٹے بجھتا گلگیر نے
کچھ نہ بولے تمکو کیا اے اہل محفل ہو گیا

باغ مین کھائی جو آہِ سردِ بلبل کی ہوا
اسقدر صیاد کو نیند آئی غافل ہو گیا

وہ چمن کی سیر کو آئے تو یہ فرحت ہوئی
ہو کے بالیدہ ہر اک غنچہ مرا دل ہو گیا

عاشقون مین آپکو بدنام کرتا ہے یہ کیون
غیر کے پہلو مین دل تھا کب جو بسمل ہو گیا

تونے اے منصور بے سمجھے انا الحق کیون کہا
جان بھی تیری گئی دعوی بھی باطل ہو گیا

شمع سان کٹتی ہے انکی بزم مین میری زبان
بات کرنا کیسا چپ رہنا بھی مشکل ہو گیا

اے فصاحت شاعری کے فن مین تم مشہور ہو
مرتبہ فیض لطافت سے یہ حاصل ہو گیا

وہ رشکِ گل جو باغ مین کل بے نقاب تھا
غنچون مین اپنے منھ کو چھپائے گلاب تھا

جامہ سے تھی نمود مرے جسم زار کی
مین بھی مگر جہان مین مثالِ حباب تھا

اب عاشقون سے کرتے ہو ناحق شکایتین
بدنام جس نے تم کو کیا وہ شباب تھا

گیسو و چشم و ابرو و خط بدر مین نہین
ہوتے یہ سب تو آپ کے رخ کا جواب تھا

گھبرا کے دردِ دل سے مرے اُٹھ کھڑا ہوا
ایسا شبِ فراق مجھے اضطراب تھا

کل میکدے مین کون سے میکش کے پھول تھے
ساقی عوض پیالے کے جامِ شراب تھا

کل اُسکو شرم آئی نہ دل لے کے دوستو
کیا پوچھتے ہو مجھکو جو دے کر حجاب تھا

کچھ یاد بھی ہے چاہتے ہین تجکو کب سے ہم
پیری نتھی ہماری نہ تیرا شباب تھا

کرتے جو تابت اُنکا دہن رنگِ پان سے
پاس اُنکے کچھ سوائے خموشی جواب تھا

اے عشق قیس و وامق و فرہاد ہی نہ تھے
جو تھا ترے دیار مین وہ آفتاب تھا

فرقت مین دیکھکر مرا حال اُٹھ گئے طبیب
کیا کرتے اس مرض کا علاج اضطراب تھا

حسرت بھری نگاہون سے تھے دیکھتے نجوم
کیا شب کو اپنے بام پہ تو محوِ خواب تھا

تعذیر اور پھولون کو تو دے نہ باغ مین
ہمسر جو تیرے رخ سے ہوا وہ گلاب تھا

بسمل تھے پیر ہائے تجھے دیکھ دیکھ کر
شمشیر اک کھنچی ہوئی تیرا شباب تھا

مجنون کو جب دیا گیا وہ بھی ہوا خراب
بدیمن ملکِ عشق مین اپنا خطاب تھا

تیرا نشیلی آنکھ سے محفل مین دیکھنا
ہم عاشقون کے واسطے دورِ شراب تھا

کانٹون کی کیون زبان نہ تر کرتے آبلے
جنگل مین اُن کی پیاس بجھانا ثواب تھا

کل تم سوالِ وصل پہ بولے نہ منھ سے کیون
کیا مسکرا کے سر کا جھکانا جواب تھا

خط کس کو دیتا کوئی نہ قاصد کو ورطا
اس نازنین کا قصر بھی قصرِ حباب تھا

گلشن مین روئے شاہدِ گل کون دیکھتا
بلبل کا دودِ آہ بجائے نقاب تھا

آتا نہ تھا قرار فصاحت کسیطرح
پہلو مین جب تلک دلِ خانہ خراب تھا

غافل تھے کب شباب مین لطفِ شباب تھا
پیری مین آنکھ کھلتے ہی سمجھے کہ خواب تھا

گل رنگ اُڑا یہ اُس رخِ رنگین کے سامنے
اک پھول چاندنی کا چمن مین گلاب تھا

دیتے ہو میرے دل کے عوض دل رقیب کا
اُس مین ہے داغ اس مین فقط اضطراب تھا

کیا ہوتا دخل باد خزان کا بہار مین
گلشن کو چار سمت سے گھیرے سحاب تھا

تنہا وہ میرے گھر مین کب آئے تھے عاشقو
غمزہ تھا اُنکے ساتھ ادا تھی حجاب تھا

کل اُنکی آنکھین بند تھین شب بھر وصال مین
وقت سحر ذرا نہ حیا تھی نہ خواب تھا

اُس رخ کے عشق مین تر و تازہ رہا یہ دل
کیا خوب اس ثمر کو مفید آفتاب تھا

اک نامہ گم کیا ہے ترے نامہ بر نے آج
کہتا ہے مجھسے آپ کے خط کا جواب تھا

کیا رہتا تمنے قدر نہ کی میہمان کی
صاحب کوئی غلام تمہارا شباب تھا

گرمی غضب کی تھی ترے تیر نگاہ مین
ہوتے ہی صید مرغ دل اپنا کباب تھا

کیا مجھسے تنگ تھی شب اوّل زمین گور
کیونکر فشار دیتی مجھے اضطراب تھا

پیاسے چلے گئے نہ پیا تمنے زاہدو
مجھ رند کی سبیل کا پانی شراب تھا

لیٹا تھا کون عالم رویا مین سچ کہو
کچھ تو کل انفعال تمھین بعد خواب تھا

کل ہم خجل چمن مین ہوے پیش عندلیب
تم اپنا منھ چھپائے تھے گل بے نقاب تھا

کیون محتسب نے بند کیا باب میکدہ
رند و سخی کے در کا یہ اچھا جواب تھا

وہ ناز وہ کرشمہ وہ غمزہ کہان گیا
سچ کہدون آپ کچھ نتھے جو تھا شباب تھا

بیتاب مجکو دیکھ کے اے غیر ہنس نہ آج
بیدرد کل تجھے بھی یونہین اضطراب تھا

دیکھی عجب کرامت ساقی کنار جو
جام بلور اُلٹ کے جو پھینکا حباب تھا

روز جزا خدا نے بھی دوزخ مین دی جگہ
دنیا مین ان بتون کا جو مجھپر عتاب تھا

دسمہ کی احتیاج ذرا تھی نہ شیب مین
ہم مفلسون کو گھر کا اندھیرا خضاب تھا

یہ بھی عجیب ضد تھی فصاحتؔ شب وصال
جتنا مجھے تھا شوق اُنھین اتنا حجاب تھا

جفا سے کام نہ لے غیرت قمر لینا
نکھر کے آج سر شام بدر نکلے گا
دل رقیب کو دیکھا جب اُسنے مین بولا

ہمارے بعد وفا اختیار کر لینا
جو دل مین آئے تو تم بھی ذرا سنور لینا
یہ مال مردے کا ہے تم نہ بھولکر لینا

نگاہ داہنے پہلو پہ کیوں ہے دزدیدہ / اگر دل آج لیا ہے تو کل جگر لینا

ہمارے گھر پہ چلو وعدۂ غیر سے ہے تو ہو / گلہ کرے جو وہ تمسے تو عذر کر لینا

سحر کو بادہ کشو آفتاب نکلے گا / مقابلہ کے لیے کوئی جام بھر لینا

تغافل انکو سکھاتا ہے عاشقو ہر روز / کوئی بجے کہ مرے پر نہ تم خبر لینا

اگر سویرے سے کل قتل گاہ جانا تم / رقیب ہوں تو مرا انتظار کر لینا

اب انکے حسن کا مملو ہے جام چھلکے گا / تو اپنے کاسہ کو اے ماہتاب بھر لینا

مجھے حلال تو کرتے ہو پر خیال رہے / کہیں لہو سے نہ یہ آستین بھر لینا

مری وفائیں جو یاد آئیں تمکو بعد مرے / جفائیں اپنی بھی دل میں شمار کر لینا

عزیز دشام کو تو دفن کرکے جاتے ہو / ضرور صبح کو آکر مری خبر لینا

ہمارا شیشۂ دل وہ اچھال کر بولے / خدانخواستہ ٹوٹے تو مجھسے بھر لینا

جو مجھسے چھینے تھے صبر و قرار و ہوش ای عشق / ضرور تھامری آہوں سے بھی اثر لینا

وہ مجھسے ہنسکے یہ کہتے ہیں آئے جب شب وصل / زمانے بھر کا تم ارمان دلمیں بھر لینا

طرح یہ کہنی کی ہے اے فصاحت اب نہ سہی / اگر ہے شوق تو پھر اس میں فکر کر لینا

ہمسر آئینہ رخ مہر لقا سے نہ ہوا / اپنی ہی آب میں کیوں غرق حیا سے نہ ہوا

حضرت خضر سے کی دشت نوردی دن رات / زیست کا لطف تو کچھ آب بقا سے نہ ہوا

وہ دم نزع مرے دیکھنے کو آئے تھے / تھوڑی دیر اور نہ آئی یہ قضا سے نہ ہوا

کیا مرے داغ جگر کی ہے ضیا عالمگیر / اس طرف کو رخ خورشید حیا سے نہ ہوا

خون عشاق ملا ہے تو بڑھی ہے شوخی / رنگ سرخ آپکے ہاتھوں کا حنا سے نہ ہوا

آہ مجنوں تو ہی اٹھکر رخ لیلے دکھلا / چاک پردہ کبھی محمل کا ہوا سے نہ ہوا

جب گرے نشہ میں ہم خشت خم مے پہ جھکے / کچھ عبا دستہ میں خلل لغزش پا سے نہ ہوا

عاشقوں کی نگہ شوق کے آگے اے یار / پردہ کچھ خوب تری شرم و حیا سے نہ ہوا

زاہدو واہ پیا کرتے ہو جب چھپکے شراب / شرم بندوں سے ہوئی خوف خدا سے نہ ہوا

مرضِ عشق طبیبون نے بھی تشخیص کیا ہے
فائدہ جب کہ فصاحت کو دوا سے نہ ہوا

بے نقاب آج سرِ بام جو وہ آ نکلا
ہم یہ سمجھے کوئی ارمان ہمارا نکلا

رات کو چرخ پہ جب عقدِ ثریا نکلا
سمجھے ہم مست کہ انگور کا خوشا نکلا

دیکھنے بیٹھے پئے قتل وہ عشاق کی فرد
پہلے ہی شکرِ خدا نام ہمارا نکلا

کیا کہون آپ کے گھر مین دل مضطر لایا
آپ کیون اتنے خفا ہوتے ہین نکلا نکلا

آب خنجر سے ہے جاری مرے قاتل کا فیض
دم مین سیراب کیا جو کوئی پیاسا نکلا

قیس کو بعد فنا بھی رہی لیلےٰ کی تلاش
خاک سے نجد مین بن بن کے بگولا نکلا

بے نقاب آیا جو وہ چودھوین شب کو چھتے پر
لوگ کہنے لگے کیا چاند دوبارا نکلا

ہے عجب فیض سخن سُن کے ہوا دل بیتاب
واہ دشمن نے بھی کی شعر جو اچھا نکلا

تیر اُسنے جو لگایا تو پئے استقبال
دل بڑھا سینہ سے پہلو سے کلیجا نکلا

کہتے ہین چھیڑنے کو پچھلے پہر وہ شبِ وصل
لو گجر بجنے لگا صبح کا تارا نکلا

سُرخ ہو جو نہین رنگ مرے اشکون کا
آخر آنکھون سے لہو بن کے کلیجا نکلا

جب بگولا کوئی جنگل مین اُٹھا واہ رہی شوق
بڑھکے مجنون نے کہا محمل سے لیلےٰ نکلا

قتل کرکے مجھے ٹھوکر سے جلایا اُسنے
جسکو سمجھا تھا مین قاتل وہ مسیحا نکلا

مشکل آسان فصاحت کی ہوئی اکدم مین
یا علیؑ منھ سے جو ہین نام تمھارا نکلا

ہمکو تو لطف عید کا اے دل نہین ملا
آ کر گلے وہ حور شمائل نہین ملا

مانوس تھا بہت جو حسینانِ دہر سے
حورون سے بھی جنان مین مرا دل نہین ملا

دریا پہ نازنین کو پلا تا شراب کیا
ساغر حباب کا لبِ ساحل نہین ملا

شبنم یہ رو کے کہتی ہے ہر صبح باغ مین
بُلبُل سے گل کا آج تلک دل نہین ملا

کچھ انتہا ہے ظلم کی کبتک کرون مین ضبط
انصاف کیجیے مجھے کیا دل نہین ملا

تاثیر کیا دکھائے بھلا نالۂ ہزار
گُل کو ملے ہین کان مگر دل نہین ملا

ٹھوکر سے زندہ مجکو کیا بعد قتل کے — گویا مسیح مل گئے قاتل نہین ملا

در پر ترے سوال فصاحت ہے کر رہا
بوسہ ابھی تک اے مہ کامل نہین ملا

زلف دوتا کا وصف غزل مین رقم ہوا — پہلے ہی سے شگاف میان قلم ہوا
چھوڑا جو دیر داخل بیت الحرم ہوا — بت ہوگئے خفا تو خدا کا کرم ہوا
اٹکھیلیون کی چال سے اُنکو تو کام ہے — پامال اگر ہوا کوئی زیر قدم ہوا
تصویر مین بھی کاٹ یہ اُن ابروٗنکا ہے — مانی کا ہاتھ کھینچتے ہی مین قلم ہوا
کہتا ہے مرغ قبلہ نما آکے دار پر — مجھ سا نہ دوسرا کوئی ثابت قدم ہوا
کعبہ مین قبل اسکے پرستش بتون کی تھی — پیدا ہوئے علیؑ تو یہ بیت الحرم ہوا
نشہ مین یاد آئی جو مجھ مست کو نماز — کیا لڑکھڑا کے خشت خم مے پہ خم ہوا
لاکھون کے جسم بعد فنا کھائے اس زمین — ابتک نہ سیر اسپہ بھی تیرا شکم ہوا
خسرو مین کوہکن مین جو تھی گفتگوئے عشق — قصہ گیا جو بیچ مین تیشہ حکم ہوا
ہون زار اسکے کوچہ مین روندا ہی غیر نے — اب کون اُٹھائیگا کہ مین نقش قدم ہوا
اُگتے ہین سرکشون کی لحد سے درخت سرو — مٹی مین گڑ گئے پہ اکڑنا نہ کم ہوا

نام خدا ملا ہے فصاحت عجب نام
باب جنان پہ نام علیؑ کا رقم ہوا

روح نکلے تو ہے عالم یہ تن خالی کا — ملک جیسے کسی بیوارث دیوالی کا
اے فلک کملی کہنہ نہ ترے دورمین پائے — کوئی طالب ہوا گر پیرہن شالی کا
بزم ساقی ہمین یاد آئی حباب جو سے — پی کے بادہ وہ اُلٹنا قدح خالی کا
ہمکو اثبات دہن مین نہ رہا شک باقی — رہ گیا رنگ جو ہونٹون پہ تری لالی کا
بھول جائے چمن خلد برین کو رضوان — دیکھے رنگا اگر تیرے گل قالی کا
کسقدر شوخ ہے تیرا فرس شاہ سوار — پھر گھڑی خوف ہے سایہ کو بھی پامالی کا
رہروان عدم احوال نہ پوچھو میرا — کیا چلون بیٹھ یہ دفتر ہی بداعمالی کا

ہاتھ اُٹھا کر جو دُعا کی تو کھلے باب قبول	مرتبہ ہے یہ فقیرون کے کفِ خالی کا

شب وصلت مین بھی آرام فصاحت نہ ملا
صبح تک شام سے دھڑکا رہا گھڑیالی کا ؎

مناسب ہے ترے چہرے پہ رہنا بکھرے بالونکا	کہ گرد ہر نظر سے رنگ میلا ہونہ گالونکا
بندھا ہے جیسے مضمون چشم کا زلفون کا خالون کا	مرادیوان چہرہ بنگیا ہے خوش جمالونکا
سمجھکر مجکو عاشق تن کہا رضوان نے محشر مین	ادھر آؤ جنان مین بھی ہے مجمع خوش جمالونکا
مکان یہ نامبارک ہے خوشی کس طرح سے آئے	فراقِ یار مین دل بنگیا ہے گھر ملالونکا
چمن مین سرو سنبل کی حقیقت کیا ترے آگے	یہ پرتو ہے ترے قد کا وہ سایہ تیرے بالونکا
بہار آئی عروسانِ چمن نے کی ہے آرائش	کہ ہے شبنم کے قطرون مین سمان موتی کے مالونکا
نکیرین اسقدر سختی ہے کیون مجھ تازہ مہمان پر	یہ نرمی یو پچھتے جاؤ جواب اپنے سوالونکا
گھٹا اُٹھی ہے کیون اے شیخ نکلے آبرو کھونے	نہ سمجھی وقت ہے یہ میکدے کے جانے والونکا
زمین و آسمان کی اصل کیا ہم غمزدے سمجھین	یہ ہے گردِ کدورت وہ دھوان ہے اپنے نالونکا
اگر ہے عشق صادق اسطرح فریاد کر بلبل	کہ غنچے تھام لین دل شور سن کر تیرے نالونکا
جنون صحرا مجھے لیچل کہ اب تلوے کھجاتے ہین	اُدھر چھیڑا زبان خار نے بھی ذکر چھالونکا
اعزا اقربا آنکھین بدلنا کیون سمجھتے ہین	بوقت نزع کرتا ہون نظارہ خوش جمالونکا

قوافی ہین جو علم قافیہ کے برخلاف آسئے ؎
مجبوری ہوا پیرو فصاحت ذی کمالون کا

پسِ فنا بھی یہ اوج آشکار ہے میرا	ہوا یہ ابر کی صورت غبار ہے میرا
وطن مین دوست سلامت رہین خداوندا	نہ ہون مین ذکر تو لیل و نہار ہے میرا
فنا ہوا ہون کسی کم سخن پہ جل جل کے	خموش اسی سے چراغ مزار ہے میرا
فنا کے بعد بھی تقدیر مین ہے کیا گردش	کہ گردباد مین شامل غبار ہے میرا
مرے گناہ عداوت سے کردیئے مشہور	سبک ہون مین سر واعظ پہ بار ہے میرا
گذارے مین نے جو دن زندگی کے گن گن کر	کہا نفس نے کہ باقی شمار ہے میرا

مجھے ہے خوف نہ گر جائے دست قاصد سے
کہ خط مین حالِ دلِ بیقرار ہے میرا
اگر وہ گورِ غریبان مین آئے بھی تو کیا
یہ جانتے نہین کس جا مزار ہے میرا

علیؑ جو بہر مدد اے فصاحت آئے ہین
یہ نورِ رُخ ہے کہ روشن مزار ہے میرا

بدنام آہ کرتی ہے مین پیر ہو گیا
کیا زور جب کمان سے جدا تیر ہو گیا
نیرنگیِ مرقعِ عالم کو دیکھ کر
خاموش مثلِ بلبلِ تصویر ہو گیا
ظاہر مین منکسر ہے مگر ہے عدوے جان
جھکنا رقیب کا خمِ شمشیر ہو گیا
خالق کو کس قدر عملِ خیر ہے پسند
دل مین ارادہ کرتے ہی تحریر ہو گیا
دیکھا جو کہکشان کو جنون مین تو یہ کہا
پیرِ فلک بھی بستۂ زنجیر ہو گیا
تھی سوزِ عشق مجھسے بیان کرنے ہی کو شمع
پر جوشِ گریہ مانعِ تقریر ہو گیا
اسواسطے خضاب لگاتا ہون مین ضعیف
اتنا کہے نہ کوئی کہ تو پیر ہو گیا
سودے مین زلفِ یار کے لاغر ہوا جو مین
گردن مین طوقِ حلقۂ زنجیر ہو گیا
صحرا سے جا سکا نہ کہین عشقِ زلف مین
جادہ ہر ایک پاؤن کی زنجیر ہو گیا

محشر کا خوف اسکو فصاحت نہ کچھ رہا
جس کو کہ عشقِ حضرتِ شبیرؑ ہو گیا

رسوا ذلیل نادم اے میرے رب نہ کرنا
روزِ حساب سب مین مجھکو طلب نہ کرنا
مطرب کے ساز کی ہین در پردہ یہ صدائین
ہے بزمِ دہر فانی عیش و طرب نہ کرنا
خلخال تم نہ پہنو اک حشر ہو گا برپا
مردے نہ چونک اٹھین ایسا غضب نہ کرنا
کہدے کوئی جو آئین تربت پہ دوست میرے
سوتے سے مین نہ چونکون شور و شغب نہ کرنا

آیا ہے وہ فصاحت کے گھر پہ بعد مدت
مرغِ سحر کہین غل وصلت کی شب نہ کرنا

اُس خوش گلو کے گانے کا انداز دیکھنا
ہے ساز مین ملی ہوئی آواز دیکھنا
نالون سے میرے عرش ہلا ڈر گئے ملک
پہونچی نہ اُنکے کانون تک آواز دیکھنا

عادت بُری پڑی ہے تمھین تاک جھانک کی	رسوا کرے گی چشم فسون ساز دیکھنا
طاقون سے شیشہ بے مدد غیر اُتر پڑے	ساقی کی چشم مست کا اعجاز دیکھنا
بولے دکھا کے میرا جنازہ وہ غیر سے	آخر کو اُٹھ سکے نہ مرے ناز دیکھنا
بلبل کی بے مدد نہین اُڑنے کا رنگِ گل	ہوگی شریک طاقت پرواز دیکھنا
کرتی ہے بحث نالہ بہت مجھسے عندلیب	اک روز بیٹھ جائیگی آواز دیکھنا
قاصد پھر انکو دینا زبانی پیامِ وصل	خط پڑھنے مین مزاج کا انداز دیکھنا

دیکھا جو فرقِ شاہ فصاحت تو بولے سب
سر بولتا ہے نیزہ پہ اعجاز دیکھنا

وحشیو مجنون کے مرنے سے ہر اک غمناک تھا	جا بجا جامے نہ تھے دامان صحرا چاک تھا
وصف کیا لکھتا ترا چہرہ وہ آتش ناک تھا	سرو جس کی گرمیون سے شعلۂ ادراک تھا
یوہین ہوتے محلِ لیلے کے پردے دھجیان	اے جنون جسطرح مجنون کا گریبان چاک تھا
سیر کے قابل جنون مین تھا گریبان پھاڑنا	سینہ پر داغ گلشن باب گلشن چاک تھا
خوف سایہ کو بھی ہوتا تھا نہ بس جاؤن کہین	اسقدر توسن ہمارے یار کا چالاک تھا
میکدہ کے در پہ پانی پی کے مجھسے شیخ جی	پوچھتے ہین جس مین لائے تھے وہ ساغر پاک تھا
میری چشم یاس پر رحم آ گیا یہ وقت ذبح	منھ مری جانب سے پھیرے خنجر سفاک تھا
کیون رقیبون سے گل بازی رنگایا آپنے	مانگ لیتے میرے پہلو مین دلِ صد چاک تھا
اے جنون پیدا کیا تھا مین نے وہ صحرا وسیع	گنبد آہو جہان یہ گنبد افلاک تھا
ہم نہ ہون گے طالب دیدار قصہ سُن چکے	دم مین موسیٰ الغش تھے کوہ طور جلکر خاک تھا
ہاے وحشت مین شریک حال کرتا کس طرح	خندہ زن دیوانگی پر تھا مری جو چاک تھا
وصل کیسا ہجر کی شب بھی نہین تنہا کٹی	آہ تھی نالے تھے مین تھا دیدۂ نمناک تھا
کیا کہون ایسی جنون نہ اآئی تھی بہار	مین تو کیا ہون خود رفوگر کا گریبان چاک تھا
شامیانہ روشنی چادر سے تھی تربت کی زیب	جس کی خاطر تھے یہ سب سامان وہ زیر خاک تھا
عدل سرکار جنون ادنیٰ و اعلیٰ پر ہے عام	دامن اُتنا ہی پھٹا جتنا گریبان چاک تھا

موت نے جب خنجر قاتل کو ٹھہرایا حکم
دوہی رگڑون مین سرِ گردون کا قصہ پاک تھا

عالم فانی مین انسان کی نبود و بود کیا
گر نہ سمجھو کچھ نہ تھا سمجھو تو مشتِ خاک تھا

نزع مین منھ سے فصاحت کے نہ نکلا اور کچھ
ہان امیر المومنین کا ورد نام پاک تھا

ہجر کی شب گھر مرا تاریک ایسا ہو گیا
چاندنی دم بھر جو آئی رنگ میلا ہو گیا

حسن روے یار خط سے اور دونا ہو گیا
آئنہ وہ تھا یہ جوہر آئنہ کا ہو گیا

یون تو آئے وصل کی شب سامنے عاشق کے وہ
پر حجاب اُنکا بڑھا ایسا کہ پردا ہو گیا

حسن ہے کیا چشم بد دور آپکا عالم فریب
چار آنکھین ہو گئین جس سے وہ شیدا ہو گیا

جب سے یوسف کو زلیخا نے کیا زندان مین قید
سچ تو یہ ہے عاشقی کا نام رسوا ہو گیا

یہ جدھر لے جائے بے بس ہون اُدھر جاتا ہون مین
دل تمھارا کیا ہوا خود مین تمھارا ہو گیا

سچ اگر پوچھو تو معشوق حقیقی ہے خدا
جس کو دیکھا بھی نہین مین نے یہ شیدا ہو گیا

ہائے بے معشوق دنیا مین جئے تو کیا جئے
خاک ایسی زندگی پر دل تو مردا ہو گیا

ہجر کیا وہ ہجر جس کو وصل ہو جائے نصیب
کیا ہے وہ بیمار جو بیمار اچھا ہو گیا

الاماں اے ظلمت شبہائے تربت الاماں
کیا سیاہی تھی کفن کا رنگ میلا ہو گیا

آتے ہی پیری جوانی کے گئے سب بولے
وہ طبیعت کیا ہوئی میری وہ دل کیا ہو گیا

اے فصاحت لڑکھڑایا تھا مین بالائے صراط
پر سہارا نام پاکِ مرتضیٰ کا ہو گیا

ہر اک بت حسن پہ مغرور ہے دعوی ہے وحدت کا
خداوندا تماشہ دیکھتا ہون تیری قدرت کا

نہ پوچھو حال کچھ تاریکی شبہائے تربت کا
کفن کالا ہوا جاتا ہے یہ عالم ہے ظلمت کا

سدا یہ بیمروت ہو فارغ خلق ہوتے ہین
بڑی مشکل ہے نبھ جانا حسینون سے محبت کا

ہمارے قتل کو حاجت نہین تلوار کی قاتل
اُٹھا دینا فقط کافی ہے انگشت شہادت کا

نہ کیونکر حشر برپا ہو بھلا رفتار جانان سے
کہ کچھ تو سلسلہ ملتا ہے قامت سے قیامت کا

خدا چاہے تو اب ہر سال زندان مین مقید ہون
بہار آتے ہی پہنایا جنون نے طوق منت کا

جگایا شور کر کے صور اسرافیل نے ناحق
پس مردن بھی ہے سوز درون کا یہ اثر باقی

ترے کوچہ مین عاشق چین سے سوتا تھا مدت کا
نمو ہوتے ہی جل جاتا ہے سبزہ میری تربت کا

فصاحت کی دعا ہے مہدیِ دین جلد ہون ظاہر
نہایت شوق ہے آنکھونکو حضرت کی زیارت کا

گر رقم وصف قد موزون دلبر ہو گیا
جو الف اشعار مین آیا صنوبر ہو گیا

وصل کی شب میرے پاس آیا جو وہ خورشید رو
رات کو دن کی طرح روشن مرا گھر ہو گیا

ابرو قاتل کا جب پرتو پڑا ہنگام ذبح
حُسن سے خنجر مین پیدا اور خنجر ہو گیا

جان دیکر جا نہ پائے کوئے جانان مین تو کیا
اسکے دل مین تو خدا کے فضل سے گھر ہو گیا

وائے قسمت اے فصاحت رہگئے محروم ہم
اس پری کا وصل غیرون کو میسر ہو گیا

شادمان اب تو یہ چرخ ستم ایجاد ہوا
مر کے مین خاک ہوا خاک سے برباد ہوا

ہجر کی شب جو فلک سے کوئی تارا ٹوٹا
مین نے جانا کہ ستم اور اک ایجاد ہوا

ہون وہ بلبل کہ اسیری کی خبر ہی نہ ہی
اسقدر باغ مین محوِ رخِ صیاد ہوا

دیکھنے سے ہے حسینون کی غرض آنکھونکو
انکو کیا کام ہوا اگر کوئی برباد ہوا

نجد مین مر کے جگہ پائی جو مجھ مجنون نے
دی صدا قیس نے پہلو مرا آباد ہوا

آئے پیکان جو ترے تیر کا پیوست ہوا
مدتین دل مین یہ گذرین کہ تری یاد ہوا

عشق پروانہ کے انجام پہ عبرت کی ہی جا
جل گیا خاک ہوا خاک سے برباد ہوا

ہای دامن سے مری خاک جھٹک دی اُسنے
خود ہی برباد تھا اب اور بھی برباد ہوا

اے فصاحت نہین اک حال پہ دنیا رہتی
کل جو آباد ہوا آج وہ برباد ہوا

جو پوچھا حسن پر دونون مین پہلے کون مائل تھا
مرے دل نے کہا آنکھیں تھین آنکھون نے کہا دل تھا

کیا اک حشر برپا اور دیوانون نے محشر مین
ادھر شور قیامت تھا ادھر شور سلاسل تھا

احبا مشورہ دیتے تھے ناحق ترکِ الفت کا
وہی انصاف سے کہدین کہ قابو مین مرا دل تھا

ہلال عید نے فرقت مین ہم کو قتل کر ڈالا — فلک قاتل ہمارا تھا تو یہ شمشیر قاتل تھا
سرِ دربارِ قاتل لے گیا تھا مین یہ دو تحفے — کہ دہنے ہاتھ پر سر تھا تو بائین ہاتھ مین دل تھا
قیامت کی جُدا کر لے گئے کیا باتون باتون مین — اُسی پہلو مین بیٹھے تھے وہ آ کر جس طرف دل تھا
ہمارے دل کے بچ رہنے کا باعث دوستو یہ ہے — نہ وہ لینے کے لائق تھے نہ یہ دینے کے قابل تھا
عجائب خواب مین سامان مجنون کو نظر آئے — کھُلی جب آنکھ ناقہ تھا نہ لیلی تھی نہ محمل تھا
بہر صورت دل گم گشتہ کی تھی جستجو لازم — بھلا تھا تو مرا دل تھا بُرا تھا تو مرا دل تھا
کشاکش مین پڑا تھا دیکھکر حسن ان حسینون کا — بھلا جینے کا تو کیا ذکر ہے مرنا بھی مشکل تھا

فصاحت روندتے وہ کیون نہ پیدا اگر ہوتا
بہت اچھا ہوا خوش ہون اسی قابل مرا دل تھا

کبھی نصیب ہمین وصل جان جان نہ ہوا — جو ہم جوان ہین تو کیا بخت تو جوان نہ ہوا
حرم مین دیر مین در پر ترے کلیسا مین — نظارہ بازون کا مجمع کہان کہان نہ ہوا
مرے جنون نے کیا دھجیان تمام کفن — لحد کو کھود کے نباش شادمان نہ ہوا
اجل بھی ہنستی ہے منعم کی پختہ کاری پر — اِدھر لحد بنی تیار اودھر مکان نہ ہوا
نقاب سوتے مین رخ سے ہٹی تو ہین برہم — یقین مجھ پہ ہوا غیر پر گمان نہ ہوا
نہ گردشین نہ یہ نیرنگیان اسے آئین — مرید جب تک اُن آنکھونکا آسمان نہ ہوا
مین تشکر نعمت خالق بیان کرون کیونکر — مرے بدن کا ہر اک رونگٹا زبان نہ ہوا
بنائے کیا مسی آلودہ لب ترے بہزاد — نصیب آتش یاقوت کا دھوان نہ ہوا
ہم اس بہار کے اے باغبان نہین قائل — کہ سبز کوئی خس و خار آشیان نہ ہوا
شب فراق یہ فانوس مین ہے شمع کا قول — وہ تیرگی ہے کہ روشن مرا مکان نہ ہوا
اوڑا دیا جو مری آہ کی اٹھی آندھی — مضر کسی کے لیے حشر کا دھوان نہ ہوا
چلا ہے یار کے گھر بیخودی مین آج رقیب — میان راہ غضب ہے کوئی کنوان نہ ہوا
نہ پوچھا ایک نے تربت یہ نازنینون کی — یہ ڈھیر سیکڑون من خاک کا گران نہ ہوا
ضرور بزم مین نازک دماغ ہے کوئی — بلند شمع کے شعلے سے کیون دھوان نہ ہوا

کوئی تو ہو دل پُرداغ مین مرے ناسور — وہ باغ کیا ہے کہ جس باغ مین کنوان نہ ہوا
خجل ہوا مین بیان کرکے بیقراری دل — رکھا جو سینہ پہ ہاتھ اُس نے یہ طپان نہ ہوا

کلام یار مین لذت وہ اسے فصاحت ہے
مری زبان سے جس کا مزہ بیان نہ ہوا

اد اُستاد سے تھا خوف جو رسوائی کا — فن جو ازلی ہو تو شاگرد ہوا بھائی کا
مل گیا بخت سیہ جب ترے سودائی کا — بڑھ گیا اور اندھیرا شب تنہائی کا
قبر پر قیس کے پڑھتی ہے یہ مصرع لیلےٰ — ایک عالم مین ہے شہرہ مری رسوائی کا
سایۂ قیس سے بھی ہے سگ لیلےٰ کو گریز — خوب رم سیکھ گیا آہوے صحرائی کا
مین وہ اُستاد جنون مین ہون کہ ہر روز آکر — قیس لیتا تھا سبق بادیہ پیمائی کا
خط تقدیر مٹا آئینہ ہے وہ دہلیز — خاتمہ کردیا عاشق نے جبین سائی کا
غافلون کو یہ صدا دیتی ہے در کی زنجیر — گھر بنانا تو یہان کام ہے سودائی کا
سرمۂ خاک دریار سے روشن ہو جائے — خواب دیکھا نہ ہو جس آنکھ نے بینائی کا
ضبط کرتے ہین جو عشاق تو دم گھٹتا ہے — روئین چلا کے تو ڈر ہے تری رسوائی کا
میکشو فصل گل آنے کی ہے ادنیٰ پہچان — دیکھ لو جاکے گریبان کسی سودائی کا
میرے مولا ہین نکیرین ہین مین ہون تہ قبر — مختصر بزم ہے اک نام ہے تنہائی کا

محفل صاحب عالم مین جو پڑھتا ہون غزل
لطف اُٹھتا ہے فصاحت سخن آرائی کا

مشک مین بو تھی ترا انداز گیسو کچھ نہ تھا — سنبل ترین شباہت تھی یہ خوشبو کچھ نہ تھا
کرتے کیا معشوق کے دل کو رجوع اپنی طرف — عشقبازی مین خود اپنے دل پہ قابو کچھ نہ تھا
شعلۂ نارِ جہنم تیز تھا گو روز حشر — گر بجھا دیتے گنہگارون کے آنسو کچھ نہ تھا
آج باتون سے ثبوت اقرار بھی انکار بھی — یار کل تک وصل کے وعدے مین پہلو کچھ نہ تھا
مجکو اُس رخ کے نظارہ سے غش آیا تھا اگر — لخلخہ پڑھکر سنگھا دیتے جو گیسو کچھ نہ تھا
وار اوچھے دیکھکر یون طعنہ زن ہین مجھپہ لوگ — جسکا تو گھائل ہے اُس مین زور بازو کچھ نہ تھا

اختلاج و دردِ سر تھا ضبط گریہ کے سبب
بہ گئے آنکھوں سے جب دو چار آنسو کچھ نتھا

وصل کی شب خوب آسائش سے گذری تا سحر
ہجر کی رات آئی جب تکیہ نہ زانو کچھ نتھا

کھینچتا تصویر اُن آنکھوں کی بعینہ کسطرح
پاس مانی کے سوادِ چشم آہو کچھ نتھا

آپنے جوڑا جو باندھا اور بھی سر چڑھ گئے
جب تلک لٹکے رہے چہرے پہ گیسو کچھ نتھا

بڑھتے کیا تیرے مریض زار پر الحمد دوست
تھا فقط تعویذ ہی تعویذ بازو کچھ نتھا

اے فصاحت وہ ضرور آئے ہین شب کو خواب مین
ورنہ سوتے وقت بستر اپنا خوشبو کچھ نتھا

گر نزاکت کے سبب آپ سے آیا نہ گیا
آدمی بھیج کے مجکو بھی بلایا نہ گیا

نام کو آپ جہان مین ہین مسیحا مشہور
مر گیا عاشق ناشاد جلایا نہ گیا

لذت صبر کو خاصان خدا سے پوچھو
لقمۂ تلخ یہ ہر ایک سے کھایا نہ گیا

مکتب عشق سے مجنون کو نکالا مین نے
ذہن تھا اُس کا غبی مجھسے پڑھایا نہ گیا

نان نعمت ہمین یہ چرخ دنی کیا دے گا
غم بھی آرام سے دو روز کھلایا نہ گیا

ناتوانی سے نزاکت سے ہین دونوں معذور
ہم وہان جا نہ سکے یار سے آیا نہ گیا

مرگ عاشق کی خبر سن کے وہ ہنسکر بولے
نہ سہی میرے ستم ظلم اُٹھایا نہ گیا

عاشق زار لپٹ کر نہ چلے جائین کہین
ضد سے گھر مین ترے دیوار کا سایا نہ گیا

میرے پہلو سے تمھین نے ہے چُرایا دل کو
یاں سوا میرے تمھارے کوئی آیا نہ گیا

بولے وہ شمع سے پروانون پہ کر کے افسوس
ہم سے عشاق کو اس طرح جلایا نہ گیا

حسرت و یاس و غم و رنج کا تھا ایسا بوجھ
دو ستون سے مرا تابوت اُٹھایا نہ گیا

اپنی اُلجھی ہوئی زلفون کو سنوارا تم نے
کام بگڑا ہوا عاشق کا بنایا نہ گیا

روضۂ شیر خدا مین جو فصاحت پہونچے
رعب حضرت سے قدم آگے بڑھایا نہ گیا

حسین تھے حضرت یوسف پہ یہ جمال نہ تھا
یہ سن نہ تھا یہ جوانی نہ تھی یہ سال نہ تھا

عزیز کو نسا ہنگام انتقال نہ تھا
بُرا ایسے وقت مین کوئی شریک حال نہ تھا

مین اس جہان مین ناقص ہون بعد وہی خلق
ہزار شکر کہ مین صاحب کمال نتھا

ملا نہ بعد فنا اور کچھ سوا سے کفن
جسے سمجھتے تھے ہم مال کوئی مال نتھا

ہمارے گھر کشش عشق کھینچ لائی ہے
تمھارے آنے کا تو خواب مین خیال نتھا

نقاب سے بھی ہے جلوہ عیان اُس ابرو کا
نہان جو ابر مین ہوتا یہ وہ ہلال نتھا

مریض ہجر کا درمان طبیب کیا کرتے
ترے مزاج کے مانند ایک حال نتھا

بہار گور غریبان پہ چار دن نہ رہی
جلا وہ دھوپ سے سبزہ جو پائمال نتھا

وہ عاشقون کو بُرا کہکے ناز سے بولے
معاف کیجیے گا آپ کا خیال نتھا

ہوے وہ ہم بغل یار اے فصاحت آج
کہ خواب مین بھی میسر جنھین وصال نتھا

نہین معلوم کہان دونون ہین دنیا کے سوا
دہن یار بھی معدوم ہے عنقا کے سوا

میری میت کو وہ ٹھکرا کے یہ فرماتے ہین
ہم بھی مردونکو جلاتے ہین مسیحا کے سوا

چور کیا خانہ میخوار سے لیجائے گا
کوئی شے پاس نہین ساغر و مینا کے سوا

یہی محشر مین گناہون کی گواہی دینگے
کوئی دشمن نہین میرا مرے اعضا کے سوا

اُٹھ کے کہتے ہین اطبا یہ مری بالین سے
اچھے ہون گے نہ کسی سے یہ مسیحا کے سوا

استخوانون سے یہ مجنون کے صدا آتی تھی
حق کسی کا نہین آہین سگ لیلی کے سوا

حکم ساون مین یہ ہے پیر مغان کا جاری
مے پئے گھر مین نہ کوئی لب دریا کے سوا

ماتم قیس مین تاکید جنون کرتا تھا
صف بچھائے نہ کوئی جادۂ صحرا کے سوا

طور سینا پہ گئے حضرت موسی برسون
اور کچھ ہاتھ نہ آیا ید بیضا کے سوا

گور تاریک مین احباب مجھے چھوڑ گئے
ایک نے بھی نہ مدد کی مرے تنہا کے سوا

لکھنؤ غیرت ایران ہے فصاحت صد شکر
شعرا یان کے سب اعلے ہین مجھ ادنی کے سوا

عجب مزاج ترا ہم نے آسمان دیکھا
اُسی کو رنج دیا جسکو شادمان دیکھا

حرم ہو دیر ہو یا خانقاہ ہو کوئی
نہین ہے یاد مجھے آپکو کہان دیکھا

نہ کیون ہو گورِ غریبان مین عاشقونکی بھیڑ
مری لحد پہ ترے پاؤنکا نشان دیکھا

ذقن کے عشق مین اتنا تو ہوش ہے ہمکو
اُدھر سے بچ کے چلے جسطرف کنوان دیکھا

زہے عروج بڑھا ابر موسمِ گل مین
اُٹھ اُٹھ کے خانۂ خمار کا دھوان دیکھا

شبِ وصال وہ کہتے ہین اُٹھ کے قبل سحر
گجر بجا وہ موذن نے دی اذان دیکھا

نہ کیون کرامت پیر مغان کے قائل ہون
شراب خوار کو پیری مین بھی جوان دیکھا

غش آیا حضرت موسیٰ کو طور پر کیا جلد
وہ ایک جلوہ تھا ابھی طرح کہان دیکھا

اُٹھے یہ کہکے اطبا ہماری بالین سے
نہ دیکھینگے نہ کبھی ایسا ناتوان دیکھا

کسی نے کھودے جو ہم سوختہ تنون کے مزار
کچھ استخوان نظر آئے تو کچھ دُھوان دیکھا

سرہانے میرے دم نزع کیون نہ آئیے تم یہین
حضور نے کوئی دم توڑتے کہان دیکھا

ملا نہ بعد فنا بھی مریض ہجر کو چین
لحد نے اور دبایا جو ناتوان دیکھا

علیؑ سے یہ پس معراج کہتے تھے احمدؐ
جہان پہ کوئی نہ پہونچا تمھین وہان دیکھا

یہین سے پھولون کے گجرے وہ ناز سے بولے
لچک گئین مری نازک کلائیان دیکھا

نہ مجھے بُرا تری محفل مین غیر کہتے تھے
مین آگیا تو پلٹنے لگی زبان دیکھا

زمانے بھر سے فصاحت ہمین نہین مطلب
سنائے شعر اوسے جسکو قدردان دیکھا

اگر آج تم نہ آتے عجب اضطرار ہوتا
کچھ اس کے دل سے پوچھو جسے انتظار ہوتا

اگر اُن کے آگے دردِ جگر ایک بار ہوتا
جو ہزار بار کہتا انھین اعتبار ہوتا

چمن دیارِ غربت نہ بہار پر ہون نازان
ابھی بچھڑے لون سے ملاتا جو وطن کا خار ہوتا

انھین ایسی کب غرض تھی مجھے عاشقون مین گنتے
مین کسی حساب مین تھا جو مرا شمار ہوتا

مری قبر پر جو آئے تو وہ ہاتھ مل کے بولے
سرِ گور ڈال دیتے جو سے گلے مین ہار ہوتا

کبھی بعد مدت آئے تو یہ طعنہ دیکے بولے
یہی انکی شکل رہتی اگر انتظار ہوتا

دلِ مضطرب سے پارا اگر آکے بحث کرتا
نہ اسے سکون ہوتا نہ اُسے قرار ہوتا

مرے حلق سے زیادہ کہین خشک ہے وہ خنجر
دم ذبح پیاس بجھتی اگر آبدار ہوتا

اُٹھین ایکباا اگر ہم کسی حیلہ سے بُلا تے ۔۔۔ جو دوبارہ مر بھی جاتے تو نہ اعتبار ہوتا

سرِ شمع کس نے کاٹا مرے شعلہ رو کے آگے ۔۔۔ ابھی ظلم سیکھ جاتا جو وہ ہوشیار ہوتا

جو دل اسنے آپ مانگا رہی بات شکر کیجیے ۔۔۔ وہ بجبر چھین لیتا تو کچھ اختیار ہوتا

نہ خفا ہو رخ کا بوسہ جو لیا سمجھ کے قرآن ۔۔۔ کہ اگر ادب نہ کرتا تو گُناہ گار ہوتا

پڑی خاکِ غیر اگر تو نہ دامنوں کو جھٹکا ۔۔۔ ابھی تیوریاں چڑھاتے جو مرا غبار ہوتا

مرے دل پہ کرکے قبضہ ہے جگر کا بھی تقاضا ۔۔۔ جو وہ ایک لے کے دیتے تو کچھ اعتبار ہوتا

مری لاش پر وہ آئے تو یہ مسکرا کے بولے ۔۔۔ کہ نہ آنکھ بند ہوتی اگر انتظار ہوتا

پس مرگ بھی نہ حاتم کبھی چھوڑتا سخاوت ۔۔۔ جو شجر لحد سے اُگتا تو وہ میوہ دار ہوتا

گرے آہ کھا کے ٹھوکر وہ رقیب کی لحد پر ۔۔۔ عجب آج حشر ہوتا جو مرا مزار ہوتا

فن عاشقی مین رہتے نہ کہین کے بھی فصاحت
اگر اور مثل دل کے کوئی دوستدار ہوتا

بخت سیاہ کی بھی جو شرکت ہوئی تو کیا ۔۔۔ دونی سیاہ ہوئی شب فرقت ہوئی تو کیا

بولے وہ بے طلب جو ملے بوسہ تو ہے لطف ۔۔۔ عاشق کو گر سوال کی عادت ہوئی تو کیا

انداز و ناز و غمزہ و شوخی اگر نہین ۔۔۔ اچھی کسی حسین کی صورت ہوئی تو کیا

ماتم کی صف بچھاتے ہین جا دبے ابھی تلک ۔۔۔ گر قیس کی وفات کو مدت ہوئی تو کیا

جبتک رقیب بزم مین تھے مین کھڑا رہا ۔۔۔ اب مجکو بیٹھنے کی اجازت ہوئی تو کیا

بیکار شامیانہ ہے گنبد فضول ہے ۔۔۔ جب مر گئے تو سایہ مین تربت ہوئی تو کیا

تم پی چکے تو غیر نے پی بھر نہ مجھے ملی ۔۔۔ محفل مین یون شراب عنایت ہوئی تو کیا

افسوس تھک گئے مرا تابوت اٹھا کے دوست ۔۔۔ تکلیف دے کے چار کو راحت ہوئی تو کیا

تحقیق کا بھی شوق فصاحت رہے ضرور
خالی جو عاشقانہ طبیعت ہوئی تو کیا

مظلوموں نے دعائین جو کین بھی تو کیا ہوا ۔۔۔ لب خشک آسمان کا دست جفا ہوا

کم تھا نہ درد دل مین مرے جو سوا ہوا ۔۔۔ گر آتے آپ خیر نہ آئے تو کیا ہوا

اُسوقت میرے مرنے کا آیا اُنھین یقین
جبدم پریدہ ہاتھ سے رنگ حنا ہوا

یون ہائے مجکو ذبح کیا بھی تو لطف کیا
تم مجھسے ہو رُکے ہوے خنجر کھنچا ہوا

رو کر کسی رقیب کی تربت پہ آئے ہو
کہتا ہے صاف آنکھ کا سرمہ بہا ہوا

میرے بگاڑنے پہ ہے تقدیر مستعد
اُٹھتا ہے نام مُہر مین بھی تو مٹا ہوا

اے توبہ وہ نہ ظلم و ستم سے اٹھاتے ہاتھ
شاید سیاہ تختۂ مشق جفا ہوا

آخر چمن مین نرگس بیمار کے لیئے
شمشاد خشک ہو کے مثال عصا ہوا

ایسی قفس مین جھیلین اسیرون نے سختیان
صیاد کو دعا بھی نہ دی جو رہا ہوا

ہندوستان مین پھر کے فصاحت نہ آئینگے
جانا ہمارا ایکی اگر کربلا ہوا ؎ ؎ ؎

ہر طرح عاشق انکا جہان سے گذر گیا
پوچھا نہ جب قضا نے تو لے موت مر گیا

اچھا ہوا جو غیر محبت مین مر گیا
جھگڑا اچکا فساد مٹا شور و شر گیا

انجام کار سوچو ابھی ہے شروعِ عشق
کیسا بدن جھٹک گیا چہرہ اُتر گیا

قاتل کا ذبح مین بھی لڑکپن ثبوت ہے
سب خون مین کلائی تلک ہاتھ بھر گیا

کیفیت شباب نہ پیری مین یاد کر
وہ دن گذر گئے وہ زمانہ گذر گیا

افسوس جان دیتے ہین ہم اس حسین پر
دل عاشقون کے جس نے لیے اور مکر گیا

دو چار دن سے ہجر مین روتا ہون مین جو کم
کہتے ہین لوگ شہر کے دریا اُتر گیا

کیا ماجرا ہے ہجر کی بیدرد کو خبر
پوچھو یہ اس سے جس پہ یہ صدمہ گذر گیا

صبح شبِ وصال نہ دونون رہے بہم
ہم راہیِ عدم ہوے وہ اپنے گھر گیا

اے برق تھا تڑپنے کا دعوی تجھے بہت
اب تو ٹھہر گئی کہ مرا دل ٹھہر گیا

ہر ہر قدم وہ چلتے ہین اٹکھیلیون کی چال
کیا کام انکو کون جیا کون مر گیا

ناحق غرور تھا انھین حسن شباب پر
اب وہ اُمنگ کیا ہوئی جوبن کدھر گیا

کل ایسی خوفناک تھی میری شب فراق
کیا ایک شب مین بدر کا چہرہ اتر گیا

دنیا کو انقلاب ہوا گو ہمارے بعد
پہ اس کو یہ خبر بھی نہین کون مر گیا

در پیش تھا عدم کا فصاحت سفر مجھے
دنیا کو اک سرا مین سمجھکر ٹھہر گیا

کس کا لحاظ بزم مین کل اسے حضور تھا
پروانہ شب کو شمع سے کیون دور دور تھا

کل مجرمون کو اسنے بلایا تھا اپنے پاس
مین ہاتھ مل رہا ہون کہ کیون بے قصور تھا

یہ سچ سہی کہ غیر نے مجکو بڑا کہا
کہنا یہ میرے منھ پہ تمھین کیا ضرور تھا

بیکار پردہ اڑنے سے بیلی تنگ تھی
جس کے لیے چھپی تھی وہ محمل سے دور تھا

تاثیر ہمنے دیکھ لی مہندی کے رنگ کی
کل سرخ انکے ہاتھ مین جام بلور تھا

رخصت ہوئے رقیب تو آیا تمھین خیال
پردہ کچھ اب ضرور نہین جب ضرور تھا

اس دل کے آبلون سے ملاتا مین کسطرح
دریا مین جو حباب تھا ساحل سے دور تھا

ہو کر خلیق غیر کی تعظیم اس نے کی
ہم رشک سے نہ جلتے تھے جبتک غرور تھا

گل کر دیا ان آہون نے وہ بھی شب فراق
روشن جو اک چراغ سر کوہ طور تھا

بلبل بھی میرے باغ کے سب بادہ نوش تھے
جو یاسمن کا پھول تھا جام بلور تھا

دیتے دل و جگر انھین غیرون کے سامنے
اتنا خیال تم کو فصاحت ضرور تھا

پھیلا ہوا جورات کو اس رخ کا نور تھا
جو تھا درخت باغ مین وہ نخل طور تھا

تو میہمان غیر کا شب کو ضرور تھا
وہ نور آج منھ پہ نہین کل جو نور تھا

آفت تھی محتسب کی نگہ میکدے مین کل
ساغر مین بال ٹوٹے تھے خم شیشہ چور تھا

تم دل مرا نہ لیتے تھے مین نے دیا سہی
جانیدہ و قصہ تم نہین مین بے شعور تھا

اب سن کے حال ہجر کا کیون مضطرب ہوے
بے سمجھے پوچھنا ہی تمھین کیا ضرور تھا

اے دل پھر انکی بزم کا مجھسے بھی حال کہہ
وان چاہیے کوئی ہو کہ نہو تو ضرور تھا

تھام تھامتے مرتے ہمکو جو شوق جمال دوست
آنکھین ادھر پھری تھین جدھر کوہ طور تھا

یہ سب انھین بنائے ہوے تھے شباب مین
غمزہ تھا شوخیان تھین ادا تھی غرور تھا

حیران تھے گور تیرہ مین ہم دیکھکر کفن
ظلمت پہ نور مین تھی کہ ظلمت مین نور تھا

تربت پہ میری ہنسکے تمہین بھی ہنسنا دیا
آنا ہمین کے بھول بھلا کیا ضرور تھا

ظاہر مین گو بلایا فصاحت نہ اوسنے پاس
تیرا خیال دل مین تو اُس کے ضرور تھا

دو قدم ناز سے اس ترک کو چلنے نہ دیا
تیغ نے اپنے ہی قبضہ سے نکلنے نہ دیا

دل چھپا کر تری خاطر شکنی غیر سنے کی
کیا جگر سے مرے اچھا تھا کہ سلنے نہ دیا

شمع گل کرکے مری قبر پہ وہ کہتے ہین
رحم آیا ہمین پروانون کو جلنے نہ دیا

تو عبث چرخ کو اے غیر بُرا کہتا ہے
تھا ترے دل مین کب ارمان جو نکلنے نہ دیا

آئے جو سر کے بل آنے دیا کوچہ مین ترے
جو چلا پاؤن سے مین نے اُسی چلنے نہ دیا

کچھ نہ کچھ دی مجھے اس چرخ نے تکلیف ضرور
رات اگر کٹ گئی دن ہجر کا ڈھلنے نہ دیا

غیر دیتا تھا مجھے اپنا مقدر مین اُسے
دو نو راضی تھے مگر تمنے بدلنے نہ دیا

مین وہ عاشق ہون کہ وسواس جو آیا مجکو
جب دیا عطر اُنھین ہاتھون کو ملنے نہ دیا

قتل کرتے ہی رکھا حلق پہ کیون تمنے ہاتھ
تھا لہو بھی کوئی ارمان کہ نکلنے نہ دیا

کیا مری پاس پہ آیا تجھے رحم اے مالک
تونے دوزخ مین مجھے ڈالکے جلنے نہ دیا

اے خوشی دائرہ مین اپنے رکھا غم نے مجھے
تجکو آنے نہ دیا مجھ کو نکلنے نہ دیا

روبرو انکے عجب حال سے لایا گلچین
ہائے جامہ بھی پھٹا گل کا بدلنے نہ دیا

پی کے مے اُٹھے تو ڈالے مری گردن مین ہاتھ
آپ بھی گر پڑے مجکو بھی سنبھلنے نہ دیا

تنگیِ دل سے خیال آپ کا گھبرایا تھا
لیکن ارمان مرے گھیرے تھے نکلنے نہ دیا

ہجر کی آگ تو بھڑکائی ہمارے تن مین
خیر یہ آپ کا احسان کہ جلنے نہ دیا

ہم تو سمجھے تھے کہ آرام ملے گا پسِ مرگ
تنگیِ گور نے پہلو بھی بدلنے نہ دیا

کبھی اُٹھا کبھی بیٹھا تری محفل مین رقیب
یان ادب نے مجھے زانو بھی بدلنے نہ دیا

گھر مین رہنے کی صلاح آئینہ نے دی ہوگی
اسی کمبخت نے ان کو بھی نکلنے نہ دیا

ضعف پیری نے گرایا مجھے چلنا کیسا
گو عصا نے بھی سنبھالا پہ سنبھلنے نہ دیا

پاؤن جی بھر کے شراب اسکے صلہ مین ساقی
خم مین جوش آیا تھا پر مین نے اُبلنے نہ دیا

حال کچھ دست سبو کا نہ کھلا مینخوار و
کہ سنبھالا کسے اور کس کو سنبھلنے نہ دیا

شکوۂ چرخ کرینگے مرے ارمان دم حشر
دل مین گھٹ گھٹ کے رہے اِسنے نکلنے نہ دیا

آتش گل نے تو غارت ہی کیا تھا گلزار
شب کو شبنم نے یہ چھینٹے دئے جلنے نہ دیا

سُن کے اغیار یہ کہتے ہین فصاحت کا کلام
شعر اچھے کہے پر رنگ غزل نے نہ دیا

ہر کو اک مرے مرنے کا بہت غم ہو گا
سر برہنہ یہی صبح شب ماتم ہو گا

روح کو میری پس مرگ نہ کچھ غم ہو گا
تم سلامت رہو صاحب مرا ماتم ہو گا

شب کو ہو گا تری گریہ کا ثبوت اے بلبل
ابر گلزار مین جب مانع شبنم ہو گا

اک طرف ہونگے احبا مرے تابوت کے ساتھ
حسرتین ساتھ لیے ایک طرف غم ہو گا

شب کو تم جاؤ نہ گلشن مین خجل کرنے کو
ہر گل اوڑھے فقط اک چادر شبنم ہو گا

گھر سے نکلے جو وہ سنکر مرے مرنے کی خبر
بد گمانی نے کہا ٹھہرو ابھی دم ہو گا

دونو کو ساتھ اجل آئیگی تو اے غیر اُنھین
میرے مرنے کی خوشی مین نہ ترا غم ہو گا

آپ سنکر خبر مرگ رقیب اٹھے کیون
کیا اِنھین مہندی ملے ہاتھون سے ماتم ہو گا

پھیر کر ہار یہ کہتا ہے وہ سرکش مجھ سے
بار احسان نہ اٹھاؤ نگا نہ سر خم ہو گا

کیا نہ مجھے گھر سے نکلکر ہو خوشی کی امید
یاس کہتی ہے جہان جاؤ گے وان غم ہو گا

سن کے مجھ طالب دیدار کے مرنے کی خبر
بولے وہ جھوٹ ہے آنکھون مین ابھی دم ہو گا

گور تیرہ مین فصاحت مین رہون گا تنہا
کوئی مونس نہ وہان ہو گا نہ ہمدم ہو گا

گر نزاکت ہے یہی خاک مرا غم ہو گا
اُٹھ سکے گا نہ ترا ہاتھ نہ ماتم ہو گا

بعد مردن بھی نہ جائے گا تواضع کا اثر
گر اوگا سرو مرے خاک سے تو خم ہو گا

ضد مرے درد جگر کو ہے کوئی کیا جانے
ہجر کی رات کٹے گی نہ یہی کم ہو گا

زہر کھا کر جو خط سبز پہ مر جاؤن گا
سچ کہو تم کو مرے سر کی قسم غم ہو گا

آنکھ سے آنکھ ملاؤ نہ تم آئینے مین
حرص بیجا ہے یہ یا دام نہ توام ہو گا

گرم آنسو ترا اگر کر جو ہوا سرد اے شمع
کیا یہ زخم دل پروانہ کا مرہم ہوگا

کون کہتا ہے قیامت مین پڑے گی ہلچل
ایک جلسہ ہے انھین کا کہ نہ برہم ہوگا

آج ہی زلفین بنانے مین تھکا جاتا ہے
کل اسی ہاتھ سے کیونکر مرا ماتم ہوگا

کھل گیا حال مجھے رہ کے ترے کوچہ مین
یان ہوئے رنج تو فردوس مین بھی غم ہوگا

ہے یہ ابرو کا اشارہ کہ تواضع سیکھو
دیکھو آنکھون پہ جگہ پائے گا جو خم ہوگا

جاؤن گا جوشش جنون مین جو فصاحت سوئے نجد
بید مجنون سے لئے تسلیم ہر اک خم ہو گا

تیر خالی مرے سینہ سے نہ قاتل نکلا
واہ نکلا بھی تو لے کر جگر و دل نکلا

برق بھی چرخ سے تھم تھم کے لگی دیکھنے سیر
جب تڑپتا ہوا پہلو سے مرا دل نکلا

ہاے وہ گور غریبان مین جو اٹھلا کے چلے
قبر سے تھامے ہوئے مین جگر و دل نکلا

قید خانے مین ہوا زار جو مین دیوانہ
دفعتہً صورت آواز سلاسل نکلا

واہ نالے تو کیا کرتا ہے کیسے اے غیر
منھ کو آیا نہ کلیجہ نہ ترا دل نکلا

گو ملا خاک شہیدان وفا کا غازہ
ہاے اسپر بھی نہ رنگ رخ قاتل نکلا

لخت دل دیدۂ تر سے سر مژگان آیا
بیچ دریا سے جو ابھرا لب ساحل نکلا

انکے کوچہ مین ہان اشکون کا بہا ہے دریا
گھر سے کچھ سوچ کے کشتی لئے سائل نکلا

سیکڑون لپٹے ہوئے تھے مرے دلمین ارمان
اسنے پیکان جو نکالا تو بمشکل نکلا

ہوئی مظلومون کی پرسش تو بڑھا مین دم حشر
جب پکارے گئے ظالم مرا قاتل نکلا

جھک کے گانے مین یہ اوس شوخ نے پوچھا مجھسے
کس کی آئی یہ صدا ہاے مرا دل نکلا

بیرخی سے جو فصاحت تھا مجھے قتل کیا
منھ مری قبر سے پھیرے ہوے قاتل نکلا

میان حشر تری دید کا شوق اسقدر ہوگا
ادھر مجمع سمٹ آئے گا تیرا منھ جدھر ہوگا

وہ ترک آئے تو شوق قتل سبکو اسقدر ہوگا
گلا ہوگا گلی پر قتل گہہ مین سر پہ سر ہوگا

ابھی تو اپنے بائین ہاتھ سے تھامے ہوں مین دلکو
پھر دہنا ہاتھ کام آئے گا جب درد جگر ہوگا

جناب شیخ نقرہ دے کے مسجد مین نہ لے چلئے
سنین گے وعظ اگر ہم کچھ نہ کچھ دل پر اثر ہوگا

کرینگے ذبح مجکو اس طرح وہ کوئی کیا جانے
کہ اک زانو کے نیچے سینہ اک زانو پہ سر ہوگا

مرے قلب و جگر وہ شوخ لیکر ہنسکے کہتا ہے
یوہین مال اُسکا چوری جائے گا جو بیخبر ہوگا

ایسے تیر نگاہ ناز کر مجروح اُس کو بھی
نہ رُک دل مین ہمارے اور آگے بڑھ جگر ہوگا

ابھی تو بے اثر نالون پہ وہ ہنستے ہین خیر اچھا
سلام اُنکو کرینگے جھک کے ہم جس دن اثر ہوگا

لگائین تو وہ تیر اپنا بڑھے گا شوق دونو نکو
جگر کے آگے دل آگے مرے دل کے جگر ہوگا

مجھے شوق شہادت مین ملے گی شمع کی قسمت
یہ سر کٹ جائے گا تن سے تو پیدا اور سر ہوگا

ڈبو دے گا مرے اشکون کا دریا سب کو غمخوارو
گھڑی بھر مین نہ مین ہونگا نہ تم ہو گے نہ گھر ہوگا

فصاحت نظم ہو گی بیت ادھر اک مدح حیدر مین
اُدھر میرے لئے فردوس مین تیار گھر ہوگا

بہار آتے ہی بیخود اسقدر اللہ اکبر تھا
برنگ نکہت گل باغبان جامہ سے باہر تھا

مرے دم سے یہ سب ہین کچھ نہ ساقی کو میسر تھا
صراحی تھی نہ شیشے تھے نہ بوتل تھی نہ ساغر تھا

مجھے قد کے برابر زیست مین کپڑہ میسر تھا
جب اوڑھا دن کو چادر تھا بچھا یا شب کو بستر تھا

جو کمسن ہین تو بھولے رات کو کس شے مین مے پی تھی
وہ کہتے ہین کہ پیمانہ تھا مین کہتا ہون ساغر تھا

نئی ضد ہے وہ روز وصل قسمین دیکے کہتے ہین
ذرا ہم بھی تو دیکھین شب کو تو بیتاب کیونکر تھا

عزیزو کیا کہون مین رشک پیدا ہو گا تمکو بھی
نہ پوچھو حال اس زانو کا جس زانو پہ یہ سر تھا

اُٹھاتا کیا کوئی بعد فنا مجھ زار و لاغر کو
نظر آتا نہ تھا لاشہ فقط بستر ہی بستر تھا

یہ گردون ابتدا سے ابتلک ممنون ہے میرا
سکھائی گردش اسکو جس نے وہ میرا مقدر تھا

کہا جب مین نے تم کیون غیر کے گھر جاکے پھر آئے
تو بولے طعن سے وہ کیا کہون مین آپکا ڈر تھا

ادا سے جب چلے تھے عاشقو نمین چال ہی صاحب
بھلا کچھ یاد ہے تمکو زیادہ کون مضطر تھا

ثبوت ذبح محشر مین ہوا پر بحث اتنی ہے
وہ کہتے ہین چھری پھیری تھی مین کہتا ہون خنجر تھا

یہ اب ثابت ہوا دزدِ حنا نے دل چرایا ہے
بُرا مانو گے صاحب صاف کہدون شک تمھین پر تھا

بوقت نزع انکو یاد کر کے دل مین کہتا ہون
نہ آئے تو نہ آئے خیر اگر آتے تو بہتر تھا

فصاحت لطف تھا شعر و سخن کا عہد شاہی مین
نتھے افکار کچھ دنیا کے خوش ہر اک سخنور تھا

رہ کے بیکان تیر قاتل کا
دل مین ارمان بنگیا دل کا

اپنی آنکھین بچھائے ہین عشاق
ہے عجب فرش اُنکی محفل کا

ذبح ہو جاؤنین تو میرے عوض
چوم لے کوئی ہاتھہ قاتل کا

اشک بن بن کے آنکھ سے نکلا
پھوٹ کر آبلہ مرے دل کا

سر فروشون کی بھیڑ ہے ایسی
بند رستہ ہے کوے قاتل کا

گل قرینے سے یون چمن مین نتھے
رنگ اُڑ ایا ہے اُنکی محفل کا

کوچۂ زلف مین بہت ڈھونڈھا
نہین ملتا پتہ مرے دل کا

قتل ہو کر نہ اس لیئے تڑپا
ہو نہ برہم مزاج قاتل کا

کیا کہین تیرے دور مین اے چرخ
کوئی نکلا نہ حوصلہ دل کا

بزم ہے اُنکی کون ہو گستاخ
کہ ادب منتظم ہے محفل کا

اے شباب اسکو بھی تو لیتا جا
ابھی باقی ہے ولولہ دل کا

جو مرے ذبح مین ہوئی سختی
جانتا ہوگا ہاتھہ قاتل کا

اے فصاحت بتون کی الفت مین
نفع آنکھون کا ہے ضرر دل کا

وحشی جب انکا دشت مین پہلے ٹہل گیا
اٹھا جو گرد باد تو بگڑی بدل گیا

اِٹھلا کے کون چال گلستان مین چل گیا
طاؤس سر جھکا کے چمن سے نکل گیا

آیا نہ میری قبر پہ دل سوز جب کوئی
شب کو چراغ دن کو اگر آکے جل گیا

کمبخت دل نہ ہجر مین سنبھلا کسی طرح
ہاتھون سے جب جگر کو سنبھالا سنبھل گیا

نکلے ہو تیغ کھینچ کے یہ بھی تو دیکھہ لو
اسوقت کون سامنے ہے کون ٹل گیا

تاثیر بیقراری پروانہ دیکھنا !!
بھڑکی یہ شمع پردۂ فانوس جل گیا

فرقت مین جب شریک ہوئی میری آہ سرد
کیا دفعتاً مزاج ہوا کا بدل گیا

پھنس ہی گیا تھا مجمع رندان مین شیخ کل
دستار اپنی خوب بچا کر نکل گیا

پروانے اور شمع کی اُلفت مین فرق ہے
یہ صبح تک جلا کی وہ دم بھر مین جل گیا

مین زار اُٹھکے ضعف مین گرنے لگا جو مین
سایہ نے رحم کھا کے سنبھالا سنبھل گیا

کہتا ہے کاسہ سر جم کھا کے ٹھوکرین
جتنا غرور و کبر بھرا تھا نکل گیا

غزلون مین نظم ہوتی ہے دہلی کی بول چال
اب شاعری کا رنگ فصاحت بدل گیا

جب غیر اس کے کوچہ مین پہلے بہل گیا
جھنکار تیغ کی جو سُنی دم نکل گیا

جس نخل کے قریب گیا مین وہ جل گیا
تم جس شجر کے پاس سے گذرے وہ پھل گیا

کچھ خون جل گیا تب فرقت سے جسم مین
باقی جو تھا وہ بن کے پسینا نکل گیا

کیا ہو جو اس کے کوچہ کو آنکھون سے دیکھون
جسکا خیال کر کے فقط دل بہل گیا

تعذیر کیا ہی قطع کرون یا جلاؤن مین
فرقت مین اُنکا نام زبان سے نکل گیا

پہلے شجر کے بڑھنے کی حسرت بشر کو تھی
پھر اسکو سنگسار کیا جب کہ پھل گیا

پیکر شراب مجھ پہ گرو غیر کی طرح
دیکھون مین تم پہ گر کے وہ کیونکر سنبھل گیا

پیکان گڑ گیا ہے مرے دل مین دیکھ تو
آہستہ کھینچ تیر ارے دم نکل گیا

پیر مغان کو اپنی کرامت پہ ناز تھا
رندو سلام جھک کے کرو خم اُبل گیا

اے اہل بزم صبح تک آنسو نہین تھمے
شاید پتنگ شمع سے کچھ کہکے جل گیا

چادر یگانے لائے فصاحت جو قبر پر
اللہ رے رشک سبزۂ بیگانہ جل گیا

نہین سہل ہے کاٹنا سر کسی کا
ذرا منھ تو بنوا اے خنجر کسی کا

وہ آواز دینا ہمارا تڑپ کر
اُدھر سے نکلنا وہ چھپ کر کسی کا

بتو حسن پر اپنے اس درجہ نخوت
نہین دھیان اللہ اکبر کسی کا

بڑھا میرے اشکون کا سیلاب ایسا
نہ دنیا مین باقی رہا گھر کسی کا

مجھے اپنے مرنے کا غم اس لئے ہے
کہ پھر جائے گا قاصد آ کر کسی کا

عزیزو رکھون کیون نہ ہاتھ اپنے دلپر
کلیجہ یہ چلتا ہے خنجر کسی کا

لیا ایک سے ایک نے مال لیکن
نہ چھینا کسی نے مقدر کسی کا

نہین بے سبب چاندا بر تنک مین
نظارہ یہ کرتا ہے چھپ کر کسی کا

چمن مین جو نبچھے ہوے پھول دیکھے
تو یاد آگیا ہمکو بستر کسی کا

چلو انکے کوچہ مین مانع نہین ہین
مگر رہرو و دل بچا کر کسی کا

خدا جانے لکھے ہین مضمون کیا کیا
وہ خاموش ہین نامہ پڑھکر کسی کا

عزیزو پھر اس چرخ گردان سے ڈرنا
اگر دیدے گردش مقدر کسی کا

مرے بعد اتنا رہے دھیان تم کو
ذرا دل دکھانا سمجھ کر کسی کا

کن آہون نے تاثیر دکھلائی یارب
وہ کیون ڈھونڈھتے پھرتے ہین گھر کسی کا

ہم انجام مین پھر گدائی کو نکلین
ملے گر ہمین کاسۂ سر کسی کا

چلے گا سرو تن کا جھگڑا فصاحت
کمر سے نکلتا ہے خنجر کسی کا

نہان جو حال عدم کا ہے وہ عیان ہو گا
وہان گور مین مردہ اگر زبان ہو گا

کرین گے جس سے ہم الفت وہ مہربان ہو گا
نہ بد مزاج نہ بدخو نہ بد زبان ہو گا

وہ مضطرب ہوے کانپی زمین فلک تھرائے
اب اور کیا اثر آہِ ناتوان ہو گا

جہان سے جاتے ہین اُن سے یہ پوچھ آئے کوئی
کدھر ہم آئین دم حشر تو کہان ہو گا

لحد جو کوئی ترے دل جلے کی کھودے گا
کچھ استخوان پڑے ہونگے کچھ دھوان ہو گا

جب ان سے مین نے کہا جان نثار ہون دل سے
تو ہنسکے بولے بہت خوب امتحان ہو گا

ہمارا حال نہ یون سن سکینگے آپ کبھی
حضور دل کو سنبھالین گے جب بیان ہو گا

نکل رہا ہے دھوان آہ کا مرے منہ سے
بلند ہو کے جو پھیلا تو آسمان ہو گا

وہ روز حشر بھی عشاق کو بلائین گے
یہان ہے اور وہان اور امتحان ہو گا

مین آج ناز اُٹھاتا ہون جن حسینون کے
کل اُنکو بھول اُٹھانا مرے گران ہو گا

نیام سے تری تلوار اُگلی پڑتی ہے
مگر کوئی ابھی کُشتون مین نیم جان ہو گا

گلا جو کاٹون گا مین رند ہجر ساقی مین
لہو مرا طرف میکدہ روان ہو گا

ہم اُن سے کہتے ہین محشر مین تم ملو گے کدھر
وہ اُلٹے پوچھ رہے ہین کہ تو کہان ہو گا

وہین کے دفن کی ہے آرزو فصاحت کو
فشارِ قبر نہ بعدِ فنا جہان ہو گا ؎

کشتہ ہون مین اک تُرک ستمگر کی ادا کا
ممنون قضا کا نہ ہوا شکر خدا کا

جو ہے متحمل تری بیداد و جفا کا
سالک ہے وہی جادۂ تسلیم و رضا کا

موقع نہ گلا کرنے کا ہاتھ آئے کسی کو
نادان ہو ابھی سیکھلو انداز جفا کا

بھیجا ہے جب اس بادشہ حسن کو نامہ
پر سر پہ لگایا ہے کبوتر کے ہما کا

یہ وجہ ہے کھولے ہوئے ہین آنکھین جو دم ذبح
خنجر مین ترے مُنھ نظر آتا ہے قضا کا

چن لیتا ہون خارِ لحد حضرت مجنون
ہوتا ہے گذر جب کبھی مجھ آبلہ پا کا

دم توڑ کے ہم مر ہی گئے صبح شب وصل
معشوق کا جانا تھا کہ آنا تھا قضا کا

اسواسطے آیا ہے وہ بت دیکھنے مجھ کو
لب پر دمِ آخر تو نہین نام خدا کا

منعم کی انہین چار عناصر سے ہی خلقت
پُتلا ہے یہ بخل و طمع و حرص و ہوا کا

کیون بعد فنا لوگ مجھے شاہ نہ سمجھین
تربت پہ ہے تاج آپکے نقش کفِ پا کا

کیا دل پہ گذرتی ہے یہ پوچھے کوئی اس سے
جو شام سے مشتاق ہو فرقت مین قضا کا

سر مین مرے نخوت ہے جو سویا ہون ترے ساتھ
کیا بالش بستر مین کوئی پر ہے ہُما کا

اب آنکو بلا لائے کوئی دیکھ لین آکر
ہچکی نے دیا ہے مجھے پیغام قضا کا

نکلا نہ کوئی کام ترے بُت سے برہمن
لے جاتے ہین ہم سامنے وہ گھر ہے خدا کا

ہے سائل نور اس رُخِ روشن سے فصاحت
خورشید فلک پر نہین کاسہ ہے گدا کا

مستعد تیر افگنی پر جب وہ تیر انداز تھا
خوف سے زاغ کمان بھی مائل پرواز تھا

اس دہن کے عشق کا ہر جا نیا انداز تھا
درد سر مین تھا جگر مین داغ دل مین راز تھا

ساقیا کیون آج میخانہ کا دروازہ ہے بند
کل تلک تو یہ سخی کے در کی صورت باز تھا

آشیان مین ہوکے بے بس ہوگئی بلبل اسیر
اسقدر صیاد کا ڈر مانع پرواز تھا

رفتہ رفتہ آئینہ سب کچھ سکھائے گا انھین
آج ہی کچھ اور ہے کل اور کچھ انداز تھا

لے لیا پہلے وہی آکر جناب عشق نے
ضبط اک جو دل مین میرے پردہ دار راز تھا

بلبل لاغر ہون ہاتھ آتا نہ مین صیاد کے
باغ مین جھونکا ہوا کا مانعِ پرواز تھا

سچ کہون وہ بات اب تو مہربانی مین نہین
ہاے پہلے روٹھنے مین تیرے جو انداز تھا

باغبان تھا مہربان کی سیر اگلے سال خوب
باغ کا دروازہ مثل چشم نرگس باز تھا

آؤ بتلاؤن تمھین گردل کیا ہر چاک چاک
یہ جگہ تھی حسرتون کی وہ مقام راز تھا

اب لگن مین خاک کا ہے ڈھیر اے شمع سحر
شام کو کثرت پہ پروانون کی تجکو ناز تھا

نالے کرتے کرتے یہ پہونچی تھی نوبت ہجر مین
دل بھی مجھ عاشق کا خستہ صورتِ آواز تھا

ساتھ کیا صیاد و گلچین باغ مین آنے کو تھے
سر پہ رکھکر گل کو بلبل مائل پرواز تھا

کربلا مین گرد قبر شاہ جب پھرتا تھا مین
اے فصاحت کسقدر قسمت پہ اپنی ناز تھا

شام سے کیون صبح تک باب گلستان باز تھا
کیا مزاج باغبان مثل ہوا ناساز تھا

کون تلوار اپنے گھر سے کھینچکر نکلا تھا کل
بند تھے رستے درِ شہر خموشان باز تھا

ڈر گئے صیاد جھپکی چشم نرگس باغ مین
برق تھی یا بلبلون کا شعلۂ آواز تھا

تھا جوانی کا زمانہ بھی عجب یاد ش بخیر
آپ تو معشوق ہین ہم عاشقون کو ناز تھا

پھر بھی اُسنے نغمۂ بُلبُل نہ گلشن مین سنا
غنچۂ گل بھی چٹک کر گو کہ ہم آواز تھا

روٹھکر مجھسے لبِ فرش آج بیٹھا ہے وہ یار
انجمن مین صدر اب وہ ہے جو پا انداز تھا

ہجر مین مانند مردے کے زبان خاموش تھی
یہ دہن مثل دہانِ گور بے آواز تھا

اے اجل معشوق سب آئے جنازہ پر مرے
وہ نہ آیا جس کے ہر انداز مین اک ناز تھا

ایک ارمان گر نکلتا تھا تو آتے تھے ہزار
چارہ گر دل مین درِ ناسور جب تک باز تھا

شوق مین منزل کے کوسون آگے آگے تھا روان
مین بھی شاید قافلہ مین زنگ کی آواز تھا

بھولے تھے کھوے ہوے دل کا ہم اے برق اضطراب
خوب تو نے یاد دلوایا یہی انداز تھا

کان مین کچھ کہکے مردے کو جلایا یار نے ۔۔۔ میرے تن مین دم ہوا جو اُسکے دل مین راز تھا
تھا قفس مین اور اسیرونکو بھی آزادی کا شوق ۔۔۔ ایک مین بالکل مجسّم حسرتِ پرواز تھا

اے فصاحت اِن بخیلون نے کیا مسدود اب
روز و شب بابِ سخا حاتم کے دم تک باز تھا

اے عشق مجھے ضعف ہے جایا نہین جاتا ۔۔۔ تجھسے اُنھین یان کھینچ کے لایا نہین جاتا
سرد آہین یہ کی مین نے کہ جلّایا جہنم ۔۔۔ مجھسے یہ گنہگار جلایا نہین جاتا
وہ آنکھین یہ ہین سیکڑ دن گھر کرتی ہین برباد ۔۔۔ اُس پر کہ ابھی سرمہ لگایا نہین جاتا
عشاق کے نالون کی بھی کرتے ہین شکایت ۔۔۔ پھر ظلم سے بھی ہاتھ اُوٹھایا نہین جاتا
اِس ضعف مین آیا ہون درِیار پہ درباں ۔۔۔ پڑ رہنے دے لِلّٰہ کہ جایا نہین جاتا
یون ضعف نے بیمار محبت کو گرایا ۔۔۔ اب در سے بھی اُٹھکے اُٹھایا نہین جاتا
شوخی کا بُرا ہو کہ لئے پھرتی ہے آنکو ۔۔۔ کیا شرم سے پردے مین بٹھایا نہین جاتا

حیران ہون اس دل کی صفائی سے فصاحت
اب راز کوئی مجھسے چھپایا نہین جاتا

کل شب کو میرے پاس تو وہ جانِ جاں نہ تھا ۔۔۔ اے غیر پھر کہان تھا جو تیرے یہان نہ تھا
جبتک شریکِ گردشِ چشمِ بتاں نہ تھا ۔۔۔ اللہ یہ غرور تجھے آسمان نہ تھا
یہ خنجر اپنا میرے گلے پر تو پھیر یئے ۔۔۔ کیونکر کہون کہ حلقِ عدو پر رواں نہ تھا
کعبہ سے پھر کے آئے ہین کوچہ مین تیرے جو ۔۔۔ کہتے ہین جو ہجوم یہان ہے وہان نہ تھا
واعظ نے کیون نہ راہ مین بڑھکر قدم لئے ۔۔۔ کیا واقفِ کرامتِ پیرِ مغان نہ تھا
صبر و قرار و ہوش گئے تھے جو دل کے ساتھ ۔۔۔ کوئی نہ مجھے سنبھالنے والا یہان نہ تھا
خط بھی اُنھین لکھا تو نہ وہ آئے اے قلم ۔۔۔ اب یہ نہ کہنا میرا قدم درمیان نہ تھا
کیا تھا پھر اُسکے کوچہ مین کچھ کہہ تو قاصدا ۔۔۔ مانا کہ یہ زمین نہ تھی یہ آسمان نہ تھا
اچھا کیا تو نا نہ ہے اے چارہ گر عبث ۔۔۔ زخم اُنکی تیغ کا کوئی زخمِ زبان نہ تھا
مہمان تھے گھر مین غیر کے الزام مجھ پہ واہ ۔۔۔ تم کب وہان سے آئے تھے مین کب یہان نہ تھا

بوے گلاب نے ہے بگاڑا دماغ کو
ایسا تو بدمزاج کبھی باغبان نہ تھا

معشوق سیکڑون مرے لاشے پہ آئے تھے
پر اک سمجھ کے جھوٹ وہی بدگمان نہ تھا

جاتا تھا بیخودی مین رقیب اُس گلی کی سمت
افسوس عین راہ مین کوئی گنوان نہ تھا

اُس پر بھی آفت آتی مرے اضطراب سے
اچھا ہوا زمین کا شریک آسمان نہ تھا

قاتل وہ ناتوانئ مذبوح کے ہوے
ٹھہرا تھا خونِ حلقِ بُریدہ روان نہ تھا

گاڑا تھا اُنکے عاشق مضطر کو جس جگہ
پھر کھود کر لحد کو جو دیکھا وہان نہ تھا

ہمکو کہین گے لوگ فصاحت ہمارے بعد
شاعر وہ تھا ضرور یہ معجز بیان نہ تھا

مین خاک خوش ہون کچھ بھی نہ اُنکا ادب کیا
یہ جذبِ عشق کھینچ کے لایا غضب کیا

وہ بولے ذکر قیس کی اُلفت کا جب کیا
بدنام دوسرے کو کیا یہ غضب کیا

ہم رند اور دخترِ رز کو نہ تاکتے
سچ تو یہ ہے کہ پیرِ مغان کا ادب کیا

ابرو پہ بل جبین پہ شکن تیغ ہاتھ مین
تصویر کھینچی یون تری جس نے غضب کیا

مطلب یہ ہے کہ چھوڑ دے تنگ آکے یار عشق
جب غصہ اُسنے مجھ پہ کیا بے سبب کیا

شانے تک آکے گیسوے پُر پیچ رہ گئی
بڑھنے پہ آنکی موے میان کا ادب کیا

توڑا ہے بعد آکے قناعت نے پائے حرص
غیرت نے خشک پہلے ہی دستِ طلب کیا

اس در پہ بوسہ دے کے رکھا پانون غیر نے
کمبخت جانتا ہے کہ مین نے ادب کیا

مجھ سخت جان نے کی نہ دعا کوئی وقتِ قتل
خالق سے زورِ بازوے قاتل طلب کیا

اجداد ذوالکرام فصاحت وہ ہین مرے
مشہد مین جن کا اہلِ ادب نے ادب کیا

نام اُنکا لے کے ہجر مین تڑپے غضب کیا
چھوٹون کی شرم کی نہ بڑون کا ادب کیا

جب مین نے زہر کھایا وہ بولے غضب کیا
بدنام مجھ کو سارے زمانے مین اب کیا

بیخوف جھانکنے لگے اب اُن کو دید باز
ایماے چشم روزنِ در نے غضب کیا

کل بوسہ آپ کا نہ لیا آج تو لیا
صاحب قصور جب نہ کیا تھا تو اب کیا

بولا ہر ایک روندی جب اُسنے مری لحد
تمنے دبے ہوئے کو دبایا غضب کیا

ایسا جنون کا جوش ہوا آتے ہی بہار
مُنہ پھوڑکر رگون نے بھی نشتر طلب کیا

یہ امر عشق مین ہے فصاحت بہت عجیب
لکنت ہوئی زبان کو گلا اُنکا جب کیا

حسین کوئی نہ مست مئے غرور آیا
ہر ایک سر کو جھکائے ترے حضور آیا

کبھی جو بھول کے دلمین ہمارے آیا بھی
غم و ملال کا پہلو لئے سرور آیا

ذلیل کرنے بلاتا ہے بزم غیر مین تو
ارے مین ایسی جگہ آیا اور ضرور آیا

گناہ گارون مین اُسکو بھی گن لیا تمنے
تمھارے سامنے جو کوئی بے قصور آیا

لڑا کے باغ مین آنکھین خفیف ہوگئے آپ
نہ چشم کور مین نرگس کی کچھ بھی نور آیا

وہ وعدہ آنے کا تو کرتے ہین فصاحت سے
تجھے یقین کچھ اے قلب ناصبور آیا

وہ وقت ذبح دیکھتے جاتے تو خوب تھا
میری طرف سے مُنھ نہ پھراتے تو خوب تھا

کیا لطف یون سبیل اگر رکھی مغبچو
پانی مین گر شراب ملاتے تو خوب تھا

کمسن تھے مجکو نزع مین دیکھا تو ڈر گئے
سمجھا کے دوست اُنکو ہٹاتے تو خوب تھا

محفل مین غیر نے جو اُٹھایا بُرا ہوا
خود اُٹھکے آپ مجکو اُٹھاتے تو خوب تھا

لاشہ ہمارا اُٹھا بھی اور دفن بھی ہوا
اب ناحق آئے پہلے وہ آتے تو خوب تھا

ملتی زمین جو کوچۂ جانان مین جیتے جی
پہلے سے اپنی قبر بناتے تو خوب تھا

قارون کا جتنا مال خزانے مین جمع ہے
ہم رند میکشی مین اُٹھاتے تو خوب تھا

تڑپا کے مجھ کو اُٹھکے چلے تھے جو پاس سے
مُڑ مُڑ کے بھی وہ دیکھتے جاتے تو خوب تھا

آفت مین اپنی جان فصاحت پھنسائی کیون
اس بیوفا سے دل نہ لگاتے تو خوب تھا

عزت گدا کی لے کے جو درہم عطا کیا
سمجھا دنی کہ مین نے بڑا حوصلا کیا

عاشق کو تمنے قتل کیا یہ بُرا کیا
جس سر کی قسمین کھاتے تھے وہ سر جدا کیا

دیکھا جو بزم غیر مین بیٹھے ہوئے انھین
چپکے رہے اشارون مین مطلب ادا کیا

بھر بھر کے مٹھیون مین زر گل لُٹا دیا
غنچے ہین دل کے تنگ مگر حوصلا کیا

تو اور وہ جو دونون ہین ہم پیشہ ظلم مین
تیرے لحاظ سے نہ فلک کا گلا کیا

کب وقت نزع آئے وہ جب آنکھ بند تھی
پھر اُسپہ ہے یہ ناز کہ وعدہ وفا کیا

بھر بھر کے جام بادہ کشون کو پلا دیے
شیشے تھے تنگ چشم مگر حوصلا کیا

کیون ہو مکدر آئنہ کو دور پھینکدو
خیر اُسنے آنکھ بھر کے جو دیکھا بُرا کیا

صیاد کو جو رحم بھی آیا تو ضد کے ساتھ
پر میرے نوچ نوچ کے مجبور ہا کیا

عاشق کی قبر روندکے آئے ہین شاد شاد
کس کی مجال کون کہے یہ بُرا کیا

کیا چین درد کو ہو دل تنگ مین مرے
پہلے تو پھیل پھیل کے سر مین رہا کیا

اب کی غزل نہ اچھی طرح فکر سے کہی
اک فرض تھا کہ ہم نے فصاحت ادا کیا

کہکے عاشق نہ مجھے غیرونمین پکارا ہوتا
پھر تو جو کرتے ستم آپ گوارا ہوتا

دل دُکھانا جو مرا اُنکو گوارا ہوتا
تو رقیبون سے اشارے پہ اشارا ہوتا

دل تمھارا اٹھا لیا تمنے بہت خوب کیا
پاس رہتا یہ ہمارے جو ہمارا ہوتا

آکے پھر جاتے اگر غیر کے گھر وہ یارو
خیر ہے دل مین مرے درد دوبارا ہوتا

غیر بیمار ہے رکھتے ہین وہ سر زانو پر
کاش اے رشک یہی حال ہمارا ہوتا

شاہد طبع کو پھر حسن پہ کرنا تھا ناز
پہلے گیسوے مضامین کو سنوارا ہوتا

ولولہ میرا بڑھایا تھا جو تونے اے عشق
اُنکے جوبن کو بھی تو اور اُبھارا ہوتا

ساقیا عید کا دن آیا ہے مستون کے لیے
تاک سے چن کے کوئی خوشہ اُتارا ہوتا

ہم تو واعظ کو پلا دیتے زبردستی سے
حضرت پیر مغان کا جو اشارا ہوتا

تو نہ اسطرح دباتی ہمین بیدردی سے
اے لحد یان جو کوئی دوست ہمارا ہوتا

ساقیا چاہیے تھا دست سبو کو بڑھنا
لڑکھڑاتے تھے جو مست اُنکو سہارا ہوتا

محتسب شیشۂ مے دل مین چھپاتے ہم تو
چشم ساغر کا اگر کچھ بھی اشارا ہوتا

رکھ کے سیماب پہ آگ اُن سے کہا یہ ہمنے
تم نہ آتے تو یہی حال ہمارا ہوتا
گر یہ منظور تھا رضوان کو کہ ہم خلد مین آئین
اپنی حورون کو ذرا خوب سنوارا ہوتا
تربت غیر پہ وہ میرے گلے ملتے تو
بس یہی تا کہ فشار اُسکو دوبارا ہوتا

واہ بے دیکھے تو بیتاب فصاحت تم ہو
کہو کیا ہوتا اگر اس کا نظارا ہوتا

باز آئے ہم اسطرح سے تم ناشاد نہ کرنا
غیرون کو بلانا تو ہمین یاد نہ کرنا
ہر وقت یہ ہے ضبط کی تاکید شب ہجر
دم گھٹ کے نکلجائے تو فریاد نہ کرنا
بتخانہ مین ہر اک کو صدا دیتا ہے ناقوس
یان کوئی بھی سنتا نہین فریاد نہ کرنا
گھٹ گھٹ دم آئیگی مجھے ہچکی اجل کی
غربت مین ہون تو اہل وطن یاد نہ کرنا
فریاد پہ فریاد کبھی ہم نہ کرین گے
تم بھی کبھی بیداد پہ بیداد نہ کرنا
غیرون کو برا تم کہو مین شاد ہون لیکن
مین جب نہ یہان ہون مجھے یون یاد نہ کرنا
ہم نزع مین ہین کان مین کہتے ہین وہ جھکگر
محشر مین مرے ظلم کی فریاد نہ کرنا
کاہیکو مکدر ہو تمھین غیر کے غم سے
یہ بات اگر ہے تو مجھے شاد نہ کرنا

مُنھ سے یہ کلیجا نہ نکل آئے فصاحت
للّٰلہ پھر اس طرح سے فریاد نہ کرنا

یا تو غیرون کو سر معرکہ آنا ہی نہ تھا
اگر آئے تھے تو بے سر دیے جانا ہی نہ تھا
ہجر کی رات فقط میرے ہی گھر مین آئین
کیا بلاؤن کا کہین اور ٹھکانا ہی نہ تھا
خود ہی وہ آتے بڑی بے ادبی کی تو نے
تجکو لے جذب انھین کھینچ کے لانا ہی نہ تھا
کسکی تعظیم کو آپ اُٹھے یہ ثابت نہ ہوا
غیر کو اور مجھے ساتھ بلانا ہی نہ تھا
گل تر خوار ہوے اُنکی بھری محفل مین
باندھ کر ہار مین گلچین تجھے لانا ہی نہ تھا

اے فصاحت مے گلرنگ اُچھالی ہوتی
رنگ نو روز مین رندون کو بنانا ہی نہ تھا

گو ہون محتاج پر اس کا متحمل نہ ہوا
تجھسے جو مانگتے ہین اُن سے مین سائل نہ ہوا

ذکر سن سن کے مین لوگون سے تڑپ جاتا ہون — غیرہ بانکی ادا دیکھکے بسمل نہ ہوا

تری بیتابیون کا حال ابھی کھلتا ای برق — کیا کہون سینہ مین اسوقت مرا دل نہ ہوا

حضرت عشق کی سرکار کو بھی دیکھ لیا — ہمکو تو کچھ بھی سوا داغ کے حاصل نہ ہوا

قیس قائل نہین تیر نگہ لیلے کا ہے — کہ مشبک ہی کوئی پردہ محمل نہ ہوا

گرم آہین کبھی کی تھین لب دریا مین نے — جیسے ابتک تو ہرا سبزہ کہ ساحل نہ ہوا

عشق مین درد کے کچھ ایسی ملی ہے لذت — اب یہ حسرت ہے کہ مین کیون ہمہ تن دل نہ ہوا

خود ہی تنگ آ کے گلا تیغ سے کاٹا مین نے — ہمدمو شکر ہے منت کش قاتل نہ ہوا

جو لکھا تھا مری تقدیر مین رزق اس سے زیاد — گردش و کوشش و تدبیر سے حاصل نہ ہوا

در جانان سے اٹھا کر مجھے دربان نے کہا — جا نہین سکتے ہو آنا تمھین مشکل نہ ہوا

گو کہ منعم نے دیا بعد ترش روئی کے — شاد لیکن دل رنجیدۂ سائل نہ ہوا

گر زبان تیغ کی گویا ہو تو بیشک یہ کہے — ہو گا دنیا مین نہ ہے آپ سا قاتل نہ ہوا

اس کا چرچا ہوا تڑپا کوئی زیر خنجر — ذکر بیرحمی و بیدردی قاتل نہ ہوا

چاہا تھا گھر بنون ارمانون کے رہنے کیلیے — لاکھ ہمتا یہ کلیجا مرا پر دل نہ ہوا

اسد امداد پے امداد فصاحت آئے — کوئی بھی آپ کا حامی دم مشکل نہ ہوا

روندنے کے لیے آیا ہے جو دشمن میرا — مین تڑپتا ہون تہ زلزل مین ہے مدفن میرا

ہو زمانے مین کسیکو نہ کسی سے یہ بغض — اس کا دشمن ہے فلک جو نہین دشمن میرا

نہ تو مردودِ جہان ہون نہ عزیزِ عالم — نہ کوئی دوست ہی میرا ہے نہ دشمن میرا

عشق مین غیر اگر سیکھے تو ہو نام بہت — ابر کا گریہ تڑپ برق کی شیون میرا

روندا جاتا ہے نہ یون سبزہ نہ پستی ہے حنا — جیسا پامال رہا کرتا ہے مدفن میرا

رشک ہوتا ہے اسے چاک جو کرتا ہون لباس — اڑ کے آتا ہے گریبان پہ دامن میرا

تجھ کو رہنے دون کہ پہلو سے نکالون اے دل — تو کبھی دوست ہے میرا کبھی دشمن میرا

اپنے بیگانے سب آتے ہوئے گھبراتے ہین — بعد مرگ ایسے خرابے مین ہے مدفن میرا

شمع پروانون سے کہتی ہے نکالو مجھکو
تیرگی گھیرتی ہے شبکو جو مدفن میرا

دے رہا ہے مرے عصیان کی گواہی دم حشر
آج کیا ہے جو ہر اک عضو ہے دشمن میرا

فاتحہ پڑھنے کی بھی ہو نہ کسی کو تکلیف
غائب احباب کی نظرون سے ہو مدفن میرا

غیر کی قبر پہ ہے بیٹھنے سے کیا حاصل
خیر ضد ہے تو بچھا لیجیے دامن میرا

دوستو لاکھ دواؤنکی ہے یہ ایک دوا
مجکو صحت ہو جو بیمار رہو دشمن میرا

چاک کرنے پہ گریبان جو بڑھا دست جنون
صبر بولا کہ ذرا چھوڑ کے دامن میرا

کھلتا ہے باب اثر ہاے فصاحت اُسوقت
جب مرے ساتھ دغا کرتا ہے دشمن میرا

دیگر

تیغ بران سے کے نکلے وہ بت خود کام کیا
سادگی کافی نہین ہے بہر قتل عام کیا

آج کیون کہتا ہے ساقی مری توبہ چلّو سے تم
کل ہمارے ہاتھ سے ٹوٹا تھا کوئی جام کیا

گھیرتین اُسکو مرے دھوکے سے آفات جہان
دشمنون مین بھی نہین کوئی مرا ہمنام کیا

تا قیامت ایک ہی کروٹ سے ہم سویا کیے
جان دیکر وہ تربت مین ملا آرام کیا

نزع مین کھنچنے لگے سب مجھسے اعضائے بدن
آکے ہچکی نے دیا ہے موت کا پیغام کیا

زاہدو تم صحبت رندان مین کیون آتے ہو روز
تمسے ہشیارونکا ہم سے بیخودون مین کام کیا

نزع مین ہلتے مرے لب دیکھے تو بولا وہ بت
چپکے چپکے لے رہا ہے تو خدا کا نام کیا

ہوگا روشن داغ دل وقت غروب آفتاب
عاشق نادار کو فکر چراغ شام کیا

بولے وہ قاصد سے میرے دون تجھے انعام کیا
وہ بھی تو سن لون علاوہ خط کے ہے پیغام کیا

ہاتھ کھینچا ہے جو تمنے پی کے تھوڑی سی شراب
دیکھو کرتی ہے اشارہ تم سے چشم جام کیا

لپٹی جاتی ہین پاے صیاد صدہا بلبلین
رنگ گل لیکر رنگا ہی تو نے اپنا دام کیا

صبح سے رنج و مصیبت کا ہوا ہے سامنا
دیکھئے قسمت دکھاتی ہے مجھے تا شام کیا

قاصدا اُسوقت تو کہنا کہا ہے مین نے جو
خط کو پڑھکر وہ اگر پوچھین کہ ہے پیغام کیا

مرگئے دو چار ہم ایسے جو نالہ کش اسیر
رات بھر سویا ملا صیاد کو آرام کیا

مہر کو وسط السما مین دیکھکر بولے یہ مست
سبز شیشہ مین اُتارا واہ زرّین جام کیا

لفظ جب آرام کا مُنھ سے کسی کے سن لیا
ہائے کس حسرت سے پوچھا ہمنے ہے آرام کیا

خاک ہم دین لیلی و عذرا و شیرین سے مثال
وہم ہے لین نام ہین مُردون کے اُنکا نام کیا

سنیئے آپ آغازِ عشقِ حضرتِ فرہاد و قیس
یہ نہ مجھسے پوچھئے گا پھر ہوا انجام کیا

اے فصاحت سب ہے یکسان چار دن کی زیست مین
رنج کیا عشرت ہے کیا تکلیف کیا آرام کیا

لے کے دل پھیر دیا جس نے وہ دلبر نہ رہا
ظلم کر کے ترس آیا تو ستمگر نہ رہا

رفتہ رفتہ کیا اُس ترک نے سب کو سیراب
کوئی بھی تشنۂ آب دم خنجر نہ رہا

مے پلا کر نہ مجھے چلّو مین یہ ساقی نے کہا
نام لکھا تھا ترا جس پہ وہ ساغر نہ رہا

سخت جان جو تھے اُنھین ذبح نہ کرنا تھا تجھے
خنجرون مین ترے ثابت کوئی خنجر نہ رہا

سیل سے آنسوؤن کے بہ گئین سب دیوارین
ایک میدان کف دست ہوا گھر نہ رہا

بزم قاتل مین کوئی حرب زبان کیا جائے
اور کا ذکر ہی کیا شمع کا جب سر نہ رہا

نام رہجاتا ہے صنعت کے سبب صانع کا
آجتک آئنہ باقی ہے سکندر نہ رہا

سخت جانی سے مری بحث کی کیا نفع ہوا
میری گردن تو رہی آپ کا خنجر نہ رہا

موت مجھ رند کو جب آئی تو بولے میخوار
کوئی دانندۂ رمز خط ساغر نہ رہا

میری آہِ شرر افشان سے جلا سارا شہر
اک ترے گھر کے سوا اور کوئی گھر نہ رہا

زندگی مین درِ جانان پہ بچھائے تھا جسے
وہ کفن بعد فنا ہو گیا بستر نہ رہا

اب مین پچھتاتا ہون کیون صدقے اُتار لیے
قابل زانوے دلدار مرا سر نہ رہا

ایک تصویر تھی یوسف کی اُسے بھی کیا چاک
اب زمانے مین کوئی آپ کا ہمسر نہ رہا

زیست کا لطف ملے خاک فصاحت ہم کو
مہربان مثل پدر تھا جو برادر نہ رہا

مزاج ہے یہ تنک ہمسے میزبانون کا
کہ نازا اُٹھ نہین سکتا ہے میہمانون کا

وہ تیغ بی نہ سکے گی ہمارے دل کا لہو
کہ بند و بست ہے سینہ مین استخوانون کا

دل مرا آبلہ مین اپنے پڑ گیا ناسور
بنا بس ایک ہی دروازہ شو مکانون کا

دکھائی ضعف نے تو بعد ذبح بھی تاثیر
روان ہوا نہ لہو اُنکے ناتوانون کا

زمین روز لبِ بامِ قصرِ جانان سے
مزاج پوچھتی رہتی ہے آسمانون کا

ہے قسم ایک ہی انسانون کی زبانون کی
محاورہ ہے مگر مختلف زبانون کا

خود انکا چلنا تو ہے غیر ممکن اور محال
چلا نہ ذکر کبھی تیرے ناتوانون کا

چمن مین اور جھکین شاخہائے نازک گل
پڑا جو بار عنا دل کے آشیانون کا

کسیکا اک مسی آلودہ لب گلستان مین
جواب دیتا ہے سوسن کی دس زبانون کا

وہ ہاتھ ڈالے ہین مجھ پیر کے گلے مین جو آج
برائے دید اک انبوہ ہے جوانون کا

غزل ہے پڑھنے کو دل چاہتا فصاحت کا
اس انجمن مین جو مجمع ہے نکتہ دانون کا

وہ پاس سے اُٹھے ہین رہو نہین خموش کیا
صبر و قرار دونون گئے ایک ہوش کیا

جس دوش پر نہ ہاتھ رکھے تو وہ دوش کیا
جس نے صدا نہ تیری سنی ہو وہ گوش کیا

ہم میکشون کے دل بھرے آتے ہین ہنجو
دیکھو تو جا کے آنے کو ہے خم مین جوش کیا

بے اذن میری طرح جب آتا تھا ہاے غیر
اُسوقت بھی نتھا تمھین پردہ کا ہوش کیا

کیون شیشہ گر کے طاق سے ٹوٹا نہ ساقیا
حسرت سے دیکھتا تھا کوئی بادہ نوش کیا

آئین توکا تبان عمل میرے سامنے
لکھتے ہین یہ چھپے ہوے یا لائے دوش کیا

دکھلا کے اپنا جوش جوانی وہ کہتے ہین
ہے اس کے سامنے تری الفت کا جوش کیا

سائل پئے سوال گھرون سے نکلتے ہین
سچ تو یہ ہے کہ رات بھی ہے عیب پوش کیا

سونے مین ہمنے تول کے بوتل تو مول لی
سچ کہہ سبو کے دام مین اسے میفروش کیا

چار آنکھ کی کسی سے نہ رُسوائیان ہوئین
اک چشم پوشی اپنی ہوئی عیب پوش کیا

مین غش مین ہون وہ کہتے ہین زانو پہ رکھکے سر
کمبخت تجکو اب بھی نہ آئے گا ہوش کیا

قاتل کی تیغ میان سے نکلی نہین ابھی
رگ رگ مین میری خون بھلا کھائے جوش کیا

مصرع لکھا ہے پیرِ مغان نے یہ گردِ جام
واعظ کا جو عدو نہ ہو وہ بادہ نوش کیا

سُننا پڑی تمھاری عنا بزم غیر مین
طنبور کیطرح سے کرون بند گوش کیا

تعریف شاعرون کی فصاحت ضرور ہی
بیٹھون مین بزم شعر و سخن مین خموش کیا

گرین جو مل کے سب احباب قصد تیون کا
یقین ہے پھٹ پڑے گنبد ہمارے مدفن کا

جو لب کی پھیلی ہوئی مسی اُسنے پوچھی ہے
تو غیرت گل سوسن ہے گوشہ دامن کا

مین داغ کو نہ کلیجہ سے کیون لگاتے رہون
چراغ ہے مری شبہاے تار مدفن کا

عنادل اچھی طرح چہرہ ہاے گل دیکھین
بنا ہے رات کو لالہ چراغ گلشن کا

مرض مین دیکھ لیا جب ہمارا چہرۂ زرد
خوشی سے سُرخ ہوا رنگ روے دشمن کا

خدا کے گھر مین جلانے کے واسطے شب کو
چراغ لے گیا زاہد ہمارے مدفن کا

عزیز و سوچ لون تو پھر دعاے بد مین کرون
نہ کوئی دوست ہو ہمنام میرے دشمن کا

ہمارے دل مین گڑی ہے جو حسرت مردہ
تو داغ سینہ ہے گویا چراغ مدفن کا

نہین جہان مین صیاد سا کوئی بیدرد
کہ پوچھتا ہے اسیرون سے حال گلشن کا

اِس آہ گرم کی لائے نہ تاب مہر کبھی
جو گوشہ مُنھ پہ نہ لے ابر تر کے دامن کا

بنالحد پہ مرے شامیانہ ہوکے بلند
دھوان ہوا سے نہ پھیلا چراغ مدفن کا

ضیا تو پھیلی ہے عاشق کے دل کے داغونکی
زمانے بھر مین ہے نام اُنکے روے روشن کا

سر مزار جو گھیرا ہے ظلمت شب نے
سر کتا جاتا ہے کچھ پاؤن شمع مدفن کا

ہمارے بعد دل زخمی احبا کو
نمک ہے خندۂ بے اختیار دشمن کا

محبتون کا ہے مخزن فصاحت اپنا دل
حسد کا بغض کا معدن ہے قلب دشمن کا

دل مین رنجیدہ نہ پھر وہ ستم آرا ہوتا
شکر آمیز جو لب پر مرے شکوا ہوتا

ہوتا یون روبروے یار تو اچھا ہوتا
بیٹھنے کے لئے مین اُٹھنے کو پردا ہوتا

کیون مریض غم فرقت کو اکیلا چھوڑا
گئی تھی چھوڑ کے طاقت تو غش آیا ہوتا

میری غیبت مین کہا کیون مجھے احباب نے بد
کاش مُنھ پر یہ بُرا اسکہتے تو اچھا ہوتا

پھوٹ کر آبلہ دل نے دیا کب پانی
بارور خاک مرا نخل تمنا ہوتا

کثرتِ آبلہ و داغ کا تھا شوق اگر
پھیل کر دل مرے پہلو مین کلیجا ہوتا

نیچی نظرین کیے غیرون مین وہ بیٹھے رہتے
نہ سہی پردہ فقط آنکھ کا پردا ہوتا

اُنکی تصویر مین مانی نے بنایا تھا جو باغ
مجھ سے دیوانہ کی تصویر مین صحرا ہوتا

غیر بیمار ہے رکھتے ہین وہ سر زانو پر
کاش اے رشک یہی حال ہمارا ہوتا

غیر محفل مین مخاطب تھے اگر غیرون سے
تو ادھر آپ نے ہنس ہنس کے نہ دیکھا ہوتا

حال بیتابیٔ دل یا مزۂ دردِ جگر
ہم سے تم پوچھتے غیرون سے نہ پوچھا ہوتا

درد اُٹھکر نہ جگر مین مرے دل سے جاتا
گر یہ پروردۂ آغوش تمنا ہوتا

ابھی صحت نہین مجکو حکما جھوٹے ہین
غیر بیمار نہ پڑتا جو مین اچھا ہوتا

غیر کو قلب و جگر سامنے رکھ دیتے تھے
ایک لے لیتے وہ جو دونو مین اچھا ہوتا

پھر فن شعر مین ہوتے نہ فصاحت مشہور
گر لطافت سا نہ اُستاد ہمارا ہوتا

قول ہے طائر خوش الحان کا
کہ صنوبر ہے دل گلستان کا

حشر کے روز کچھ نہین مشکل
ہاتھ آنا ترے گریبان کا

ہائے راہی ہوا شباب آخر
نہ اُٹھا ہم سے ناز مہمان کا

پہونچے بعد فنا بہشت مین ہم
بھٹکے رستہ جو کوے جانان کا

شبِ وصلت کو مین پڑھتا ہون
تذکرہ کرکے روز ہجران کا

قیس دہشت سے کانپ جاتا تھا
نام سنکر مرے بیابان کا

دل مرا داغ مین ہے یون ناسور
چاہ ہو جس طرح گلستان کا

دن کو شب ہو جو کوئی ذکر کرے
میری شب ہائے تار ہجران کا

صبح کو اُٹھکے وہ بتِ کافر
منھ نہین دیکھتا مسلمان کا

بید مجنون بنا بیابان مین
سایہ مجنون کے جسم عریان کا

رخ گل سرخ ہے بہت بلبل
خون ملا کیا تری رگِ جان کا

موسم گل کی دے رہا ہے خبر
ہر شجر جھوم کر گلستان کا

کفن قیس وحشیون نے رسیا
تار لے کر مرے گریبان کا

میری تربت پہ جل رہا ہو چراغ
رات کو نقش پاے جانان کا

وحشیو ن کو کیون اندھیرا ہے
یہ بھی قیدی ہے کوئی زندان کا

تیغ قاتل نے قتل کر کے مجھے
میان مین رونے کو ہی منھ ڈھانکا

زرد پتے نہین خزان کے سبب
یہ بھی اک رنگ ہے گلستان کا

خاک ارضِ نجف کی اُڑ اُڑ کر
سرمہ بنتی ہے چشم عرفان کا

غنچہ کو دل سمجھتی ہے بلبل
جو نہ حسرت کا ہے نہ ارمان کا

درِ جانان پہ عاشقِ مایوس
پہرون منھ دیکھتا ہی دربان کا

کیون لب آستین نہ ہو خاموش
دور اب ہے تمھارے دامان کا

اے **فصاحت** ہر ایک ماہر فن
قدر دان ہے ہمارے دیوان کا

یان کب اثر ہجر شب غم نہین ہوتا
باتون مین کوئی لفظ بھی توام نہین ہوتا

کہتے ہین رقیب آپ کو ہم صورت یوسف
یہ کیا کہ مزاج آپ کا برہم نہین ہوتا

محتاج مداوہ تو ہے گو زخم زبان کا
لیکن کبھی منت کش مرہم نہین ہوتا

سر کھوے ہوے اپنا کب آتے نہین معشوق
کس روز مری قبر پہ ماتم نہین ہوتا

ملتا ہو جسے علم کا دنیا مین خزانہ
ہر چند کرے صرف مگر کم نہین ہوتا

مرتا ہے جو دنیا مین کوئی عاشق ناشاد
اک اُنکے سوا اور کسیے غم نہین ہوتا

پیری مین بھی جاتا نہین منعم کا تکبر
سر ہلتا ہے پر مثل کمر خم نہین ہوتا

ہو حسن حضور آپکا یا غیر کا ہو رشک
میری ہوس دل کی طرح کم نہین ہوتا

ہاں نام جو معشوق کو دے جان و جگر بھی
دل دے کے **فصاحت** کوئی حاتم نہین ہوتا

دم مرے تن سے ترے عشق مین ایجان نکلا
سو تمنائین فدا جس پہ وہ ارمان نکلا

سن کے مجھ سے خبر مرگ عدو وہ ہنستے
اور تو اور فلک یہ بھی نہ ارمان نکلا

آیا تھا کرنے مداوا ترے دیوانے کا
چارہ گر بھاڑ کے سب کپڑون کو عریان نکلا

تیر جب اُسنے لگا کر مرے دل سے کھینچا
روح کے ساتھ ہی لپٹا ہوا ارمان نکلا

فلک پیر نے اے مہروہ تدبیرین کین
تیرے پنجہ سے مہ نو کا گریبان نکلا

پھوڑدین موج کی انگشت نے چشمان حباب
دن کو دریا سے نہا کر جو وہ عریان نکلا

بیخود عشق وہ ہون یہ بھی نہ معلوم ہوا
کب وصال اُسسے ہوا اور کب ارمان نکلا

باغ اس ترک ستمگر نے لگایا ایسا
غنچہ کے بدلے ہر اک شاخ سے پیکان نکلا

چمکا جگنو جو **فصاحت** مرے گھر مین شب ہجر
مین اندھیرے مین یہ سمجھا مہ تابان نکلا

دوستو اس سے ہے بھاری تن بیجان میرا
روح نکلی ہے یہ نکلا نہیں ارمان میرا

خاک نکلے گا ترے دور مین ارمان میرا
ایجنون ہاتھ ہین دو ایک گریبان میرا

مین وہ اُستاد جنون مین ہون کہ دون خود نہ سبق
درس دے قیس کو اک طفل دبستان میرا

عشق دیتا ہے یہ مژدہ مرے دل مین آکر
مین وہ ہون درد کہ ممکن نہین درمان میرا

حوصلے اپنے جفاکر کے نکالے تو کیا
جب مین جانون کہ نکالو کوئی ارمان میرا

زاہدو جس کو ہو تم فتنۂ محشر سمجھے
ایک ادنیٰ سا ہے یہ خواب پریشان میرا

خام دنیا کا گھروندا نظر آتا ہے مجھے
نہ مٹادے کہین یہ دیدۂ گریان میرا

ہے برائے نام شب کو خواب مجھ غمناک کا
دو گھڑی کافی ہے پڑ رہنے کو بستر خاک کا

یاد رکھ قاصد ہین کوچہ ہے اُس سفاک کا
سرخ رنگ آئے نظر تجکو جہان کی خاک کا

کرتے ہین دیوانگان عشق اب جامہ دری
نام لے کر ادب سے مجھ گریبان چاک کا

سایہ مین خم رکھدے ساقی ی نہ چوری جائیگی
دیدۂ بینا ہے ہر انگور تیری تاک کا

برش خنجر کا کوئی نام بھی لیتا نہین
ہے اگر شہرہ تو زور بازوئے سفاک کا

شرم سے منھ کو چھپائے ہونمین عاصی بعد مرگ
ایک ہے چادر کفن کی ایک پردہ خاک کا

چشمک مین کرتا ہی کیا کیا مہر عالمتاب پر
یار کے نقش قدم مین ہے جو ذرہ خاک کا

اپنے کوچہ مین بھلا کیا آنے دے وہ حور وش
سچ تو ہے فردوس مین کیا کام مجھ غمناک کا

روشنی بزم وسیع معرفت مین ہو گئی
واہ کیا کہنا ہمارے شعلۂ ادراک کا

داغ و زخم آبلہ سب جادہ گر کو ہم دکھائین
پنجۂ غم دل مین دروازہ جو کھولے چاک کا

کیفیت گرداب غم مین ہی وہی مجھ زار کی
حال ہوتا ہے بھنور مین جو خس و خاشاک کا

دن کو چشم روزن دیوار مین اُس قصر کے
مردمک بنتا ہے ذرہ اُڑ کے میری خاک کا

یہ مرا اُستاد ہے کہتا تھا دیوانو مین قیس
ہاتھ مین لیکر مرقع مجھ گریبان چاک کا

جتنے تھے میرے جگر مین داغ وہ سب دھو گئے
آبلہ شاید کوئی پھوٹا دل غمناک کا

تھی حلاوت خاک وقت ذبح خون غیر مین
جھوٹ ہے منھ پھر گیا کب خنجر سفاک کا

گرد غم پھیلی ہی کیون دل مین جو ہین آنسو روان
ہے تعجب کا محل باران مین اڑنا خاک کا

نام کا خواہان ہوا جس دم نگین عزت گئی
ہاتھ سے لینے والے کا دیکھا تو منھ حکاک کا

پاؤن مثل سایۂ اشجار پھیلاتا نہین
ہے میان بلغ اپنی حد مین سایہ تاک کا

نجد مین لیلی جب آتی ہی کبھی آندھی کے ساتھ
اشک مجنون چاک کر دیتے ہین پردا خاک کا

یہ نیا اب حکم جاری ہے دیار عشق مین
دار پر کھینچو اُسے جو نام لے ادراک کا

دور مین چرخ جفاجو کے نہ نکلا ہے غضب
ایک بھی ارمان **فصاحت** کے دل غمناک کا

کیا موئے زلف ٹوٹ کے جانا نہ رہ گیا
کیون چھپ کے گھر مین آئنہ کے شانہ رہگیا

مسجد رہی ہمیشہ نہ بتخانہ رہ گیا
اک سجدہ کرنے کو در جانانہ رہگیا

کچھ لوگ خلد مین گئے کچھ جانب سقر
صحراے حشر مین ترا دیوانہ رہگیا

اُمڈا جو شب کو بزم مین دریاے اشک شمع
آخر لگن مین ڈوب کے پروانہ رہگیا

آیا جو زلزلہ تو گرے میکدے تمام
مسجد سے جو ملا تھا وہ بتخانہ رہگیا

اس مست نازنین نے پیے سب گلونکے جام
غنچہ کا دست شاخ مین پیمانہ رہگیا

حائل جو تیرگی ہوئی شب کو سر مزار
محروم دید شمع سے پروانہ رہگیا

غالب جو قصۂ خوان پہ ہوا رعب حسن یار
کچھ تو کیا بیان کچھ افسانہ رہگیا

گو شمع بزم خود بھی جلی رات کو مگر
گردن پہ خون ناحق پروانہ رہگیا

زندان مین جبکہ پأون پڑین ملکے بیڑیان — مجبور ہوکے آپ کا دیوانہ رہ گیا
شعلہ نے گرد پھرنے مین گو پر جلا دئے — لیکن لپٹ کے شمع سے پروانہ رہ گیا
پیمانے میکشی مین تو اور آنکے لب تک آئے — افسوس میری خاک کا پیمانہ رہ گیا
جن جن کے نام دفتر ہستی سے مٹ گئے — لکھا اُنھین کے ہاتھ کا افسانہ رہ گیا
صدہا تڑپ تڑپ کے ہوے غرق بحر مین — کس کا زبان موج پہ افسانہ رہ گیا
میخانہ مین وہ چشم خمارین جو دیکھ لی — خجلت سے خم مین ڈوب کے پیمانہ رہ گیا

کی بے رخی فصاحت اعزا نے اسقدر
الفت رہی نہ رسم قدیمانہ رہ گیا

غیر اے حضور سامنے میرے طلب ہوا — کیا خوب جو کبھی نہ ہوا تھا وہ اب ہوا
کوچون مین بے سبب نہین شور و شغب ہوا — زندان سے نکلے آپ کے وحشی غضب ہوا
جب کوئی بات بزم مین اُن سے بگڑ گئی — حاجت ہوئی بنانے کی تو مین طلب ہوا
ناشاد لوگ کہتے تھے عاشق کو جیتے جی — مرتے پہ نامراد جہان مین لقب ہوا
دامن پہ اس حسین کے پڑا رخ کو چھوڑ کر — میرے غبار کو بھی پس مرگ ادب ہوا
بنوا چکے بہشت سے اچھا مکان وہ جب — دربان کا عہدہ دینے کو رضوان طلب ہوا
مشہور انکا نام زمانے مین چارسو — بیداد و ظلم و جور و جفا کے سبب ہوا
عاشق جو کوئی مر بھی گیا اُنکو کیا خبر — کس وقت لاش اُٹھائی گئی دفن کب ہوا
نیچی نگہ سے اُسنے مجھے دیکھا بعد وصل — واقف ہوا اب اپنا پرایا غضب ہوا
بہر خرام ناز ابھی اُٹھے نہین مگر — پہلے ہی روندنے کو مراد دل طلب ہوا
قلزم جون پیش منعم مغرور میرا پاؤن — اکثر دراز صورت دست طلب ہوا
کس دل سے دین دعائین بھلا تجکو اے فلک — جو ہم سے نامرادون نے چاہا وہ کب ہوا
دیکھے گا خط شوق مرا ہاے کون کون — قاصد کو موت راہ مین آئی غضب ہوا

ہم اے فصاحت اُن کے نہ پیرو ہون کس طرح
ناسخ سا ہند مین کوئی اُستاد کب ہوا

جب رخ کسی کے تیر مژہ کا ادھر ہوا
دل سے زیادہ شوق مین مضطر جگر ہوا

باغ جہان مین پھولے پھلے اور سب شجر
نخل مراد میرا نہ کیون بارور ہوا

صبح شب وصال وہ پہلو سے جب اُٹھے
فق اپنا چہرہ صورت روے سحر ہوا

اُسنے ہمارے بدلے بلایا رقیب کو
کیا خوب آج آہ مین اُلٹا اثر ہوا

سرشار جب شباب کے نشہ نے کر دیا
غیرون کے حال زار سے وہ بیخبر ہوا

ہم رند بیٹھے صحبت واعظ مین بارہا
لیکن کبھی نہ وعظ کا دل پہ اثر ہوا

حال اپنا بھی وہی ہوا صبح شب وصال
جو کچھ کہ حال شمع کا وقت سحر ہوا

جب کھاکے پان پھینک دیا آپنے اُگال
ہم عاشقون کا مرہم زخم جگر ہوا

تعویذ آہ نالہ دعا چار دن جب ملے
اُسوقت اُس حسین کے دل پر اثر ہوا

اے شوخ دیکھ تجھسے بھی اچھا ہی تیرا عکس
ہنگام زینت آئنہ کے دلمین گھر ہوا

ہمکو ملا نہ چین فصاحت شب فراق
گہ درد دل ہوا کبھی درد جگر ہوا

قصیدہ در مدحت جناب امیرؑ

کسی مداح سے کیا وصف ہو اُسکی عبادت کا
ہوا جسکے لیے مہر مبین کو حکم رجعت کا

غبار اُڑکر ہوا سے آستان پاک حضرت کا
بنا ہے جاکے غازہ چہرۂ حوران جنت کا

ہوا ہے طبع عالی کو ارادہ اُسکی مدحت کا
فلک اک سائبان چھوٹا ہے جسکی بام رفعت کا

خراج ہفت اقلیم اُس کی قیمت کم سے کم ٹھہری
کہ ہے کندہ نگین دل پہ میرے نام حضرت کا

اُسی کے حکم کے ماہی سے ہین تاماہ سب تابع
جو ہے بعد نبیؐ فرمانروا ملک شریعت کا

نہ حس کچھ بھی ہوئی جب تیر کھینچا پاے اقدس سے
یہ طاعت مین خدا کی تھا رجوع قلب حضرت کا

شب مہتاب ہو جائے گی تربت کی شب تیرہ
جو روشن ہوگا دلپر داغ حیدر کی محبت کا

مین وحدانیت و عدل خدا کے ساتھ قائل ہون
بصدق دل نبوت کا امامت کا قیامت کا

شبیہہ یہ وضع حیدر مین بھرنے کی ضرورت ہے
مجھے دے رنگ اے رضوان بہار باغ جنت کا

زمین پر انس وجن گردون پہ قدسی خلد مین حورین
سب اپنی اپنی جا بھرتے ہین دم حیدر کی الفت کا

نتھا منصف علی سے بڑھ کے کوئی بھی خدائی مین
اشارہ کر رہا ہے صاف الف لفظ عدالت کا

مین کیا سمجھون غبارِ آستانِ پاک حضرت کو
ملک سرمہ سمجھتے ہین جسے چشم حقیقت کا

نبی فرماتے ہین افضل ہو انس وجن کی طاعت سے
ثواب ایسا ہو خندق مین علیؑ کی ایک ضربت کا

ہوا ہے معتدل ایسی نہ سردی ہو نہ گرمی ہے
نجف کی بھی زمین دنیا مین اک بقعہ ہو جنت کا

جو فرق آسمان پر افسر خورشید ہے تو کیا
زمین کے سر پہ بھی ہے تاج نقش پائے حضرت کا

بلاؤ جلد اب ہندوستان سے اپنے روضہ پر
مرے مولا نہایت دل تڑپتا ہے **فصاحت** کا

تمام ہو چکا جب درس کج ادائی کا
تو پھر سبق پڑھا لیلی نے بیوفائی کا

شب وصال یہی سوچتا ہون شام سے مین
خدا ہی خیر کرے کل ہے دن جدائی کا

پٹک پٹک کے سر اس در پہ کہتے ہین عاشق
یہی مقام ہے تقدیر آزمائی کا

غضب تھا قہر تھا اے نازنین بوقت ذبح
نگاہ پھرتے ہی مڑنا تری کلائی کا

عجب نہین ہو کہ ہیر دن بڑھے وصال کی رات
گرون جو ذکر گھڑی بھر شب جدائی کا

قفس سے دور چمن سے قریب ہو بلبل
بندھے خیال اسیری مین یون رہائی کا

لگن ہے تخت دھوان ہو چنور تو شعلہ تاج
مقر ہے شمع ہر اک تیری بادشائی کا

مرے مکان مین اگر سیاہ ہوتی ہے شمع
جو گھیرتا ہے اندھیرا شب جدائی کا

ضرر سے بھی ہو نہ مجھ میکش فقیر کو رنج
سبو جو ٹوٹے تو کاسہ بنے گدائی کا

مشاعرہ مین ہین فاخر کے جمع اہل سخن پر
نہین ہے لطف **فصاحت** غزل سرائی کا

غصہ مین کب اُس بانکی ادا کو نہین دیکھا
ہر شوخیون کے ساتھ حیا کو نہین دیکھا

کیا اُٹھون جو مجھ زار کو پامال کرین وہ
اُٹھتے ہوئے نقش کف پا کو نہین دیکھا

وہ آئے دم نزع تو یون مطمئن اُٹھے
جیسے مری بالین پہ قضا کو نہین دیکھا

رحم اور ترس کھاتے ہوئے ہم نے کسی پر
اُس دشمن ارباب وفا کو نہین دیکھا

اسدیہ آنکو نظر بد کا رہا خوف
آئینہ مین خود اپنی ادا کو نہین دیکھا

ہم نے نگہ یاس سے اے دوست دم نزع
تجکو نہین دیکھا کہ قضا کو نہین دیکھا

ہم سچ کہین دیدار خدا کا تو ہے کیا ذکر
موسے نے تو ہمنام خدا کو نہین دیکھا

تو غیر کی تربت سے جب اُٹھا تو ہم آئے
ہم نے تری رونے کی ادا کو نہین دیکھا

بن بن کے مٹا صفحۂ ہستی پہ ہر اک نقش
مٹتے ہوے پر نام وفا کو نہین دیکھا

گردون کو ستم کرنے کا آیا نہ طریقہ
جبتک ترے انداز جفا کو نہین دیکھا

یون وحشیون سے پوچھتی تھی قیس کو لیلیٰ
تم نے تو کسی آبلہ پا کو نہین دیکھا

کس کے دل خون گشتہ کو پامال کیا آج
سرخ ایسا تمھارے کف پا کو نہین دیکھا

یہ بات اُنھین مین ہی کہ ہین لاکھون ادائین
جو دیکھ چکے پھر اُس ادا کو نہین دیکھا

کانون سے سُنا کرتے ہین ذکر اُن کا فصاحت
آنکھون سے تو اگلے شعرا کو نہین دیکھا

بگڑ کے اُٹھنا چمن سے وہ خوش جمالون کا
وہ رکھنا پاؤن پہ جھک جھک کے سر نہالون کا

کسیکے عشق مین ہر وقت ہی یہ سوچ یہ فکر
کہ لوگ کہتے ہین بتلا مجھے خیالون کا

چلین جو چلتے ہین مستانہ چال اور حسین
نگر خیال رہے اُن کے پائمالون کا

جو حور وش مرے لاشے کے آگے آگے ہین
تو پیچھے پیچھے ہے جھرمٹ پری جمالون کا

کسی کی بزم مین پروانون کی طرح شبکو
گذر ہوا بھی تو جل جل کے مرنے والون کا

ہمارے ایک دل تنگ مین ہوا ہی گھر
تو ہُّمات کا افکار کا خیالون کا

بلا نہ ہمکو بگڑ جائین گے وہ اے رضوان
تری بہشت مین مجمع ہے خوشجمالون کا

خدا کرے مرے قلب و جگر بھی یاد آجائین
شمار کرتے ہین وہ اپنے پائمالون کا

مرے جنازہ پہ سایہ کیے ہوے ہوگا
سیاہ ابر حسینون کے بکھرے بالونکا

شراب کیون نہ پئین روز اے فصاحت ہم
کچھ اپنا شوق کچھ اصرار خوش جمالونکا

محو تزئین مری غیبت مین اگر تو ہوتا
جیتم آئینہ مین جوہر ہر اک آنسو ہوتا

رکھ کے مُنھ گریہ کنان قبر پہ گر تو ہوتا
کالی چادر ترا بکھرا ہوا گیسو ہوتا

شوق دیدار ترا ملک عدم سے لایا
ہم یہان کاہے کو آتے جو وہین تو ہوتا

دور گردون مین ہم ایسون کو خوشی وہ ہوتی
جسمین کوئی نہ کوئی رنج کا پہلو ہوتا

غیر سے ملکے گلے بوسہ جو دیتے وہ مجھے
دفعتہً خشک مری آنکھ مین آنسو ہوتا

دھو کے تم پائے حنائی جو لگا دیتے آگ
شور موجون کی زبانون پہ لب جو ہوتا

آنکھ سے تیری جو نکلا تھا مرے ماتم مین
کچھ تو قائم ترے رخسار پہ آنسو ہوتا

کیسی راحت سے گذرتی مری اے ناوک یار
پہلے ہی سے جو مرے دل کی جگہ تو ہوتا

دُر توکل اُسنے پلا دی تھی ہمین گھول کے زہر
جان ہی جاتی ہماری جو نہ اُچھو ہوتا

جوشش گریہ مین لخت جگر و دل ہر ایک
آتے آتے مری آنکھون تلک آنسو ہوتا

ماتم غیر مین تو یہ نہ بکھرتا ہرگز
گر سنوارا ہوا میرا ترا گیسو ہوتا

لنڈھکے خم بہتا جو میخانہ مین دریائے شراب
شیشۂ سبز ہر اک سرو لب جو ہوتا

دود آہ دل بلبل نہ اوڑاتی جو ہوا
فرق پر شاہد گل کے وہی گیسو ہوتا

جاتا صحرا مین جو وہ صید فگن بہر شکار
قید زنجیر مین جادہ کے ہر آہو ہوتا

اور دن کے واسطے فردوس مین حورین ہوتین
ایک میرے لیئے جنت مین فقط تو ہوتا

جاتا بازار مین وحشی ترا تو اُسکی طرف
ہر ترازو سے روان سنگ ترازو ہوتا

شور بلبل جو **فصاحت** وہ چمن مین سنتے
تو دماغ انکا پریشان صفت بو ہوتا

بدلی مین مہ نو جو مری جان نہین دیکھا
کیون تمنے بھرا اپنا ہی گریبان نہین دیکھا

وہ دیکھتے ہین اس لیے میرا دل ویران
کہنے کو نہ یہ ہو کہ بیابان نہین دیکھا

آنکھین جو سفید اپنی ہوئین روز جدائی
پھر روئے سیاہ شب ہجران نہین دیکھا

یون سنتے ہین وہ حال مری برہنگی کا
جیسے کسی دیوانہ کو عریان نہین دیکھا

غم مین مجھے روتے ہوئے کیا دیکھے گا دشمن
جب فرط خوشی مین کبھی خندان نہین دیکھا

ذرے تری افشان کے فقط مانگ ہی مین ہین
انجم کی طرح ان کو پریشان نہین دیکھا

روز ایک کو وہ قتل کیا کرتے ہین دربا — کل دیکھا تھا جو آج وہ دربان نہین دیکھا

سیری نگہ شوق کا تو ذکر بھلا کیسا — خود اُن کی نظر نے اُنھین عریان نہین دیکھا

وہ چہرۂ رنگین ترا آئینہ مین دیکھین — جو کہتے ہین دریا مین گلستان نہین دیکھا

نازاںکو فصاحت ہے بہت باغ پر اپنے
شاید مرے داغون کا گلستان نہین دیکھا

گالی وہ دے گا یا سزا دیگا — جرم بوسہ پہ مجکو کیا دیگا

جتنا جی چاہے ظلم کرلے وہ بت — داد مظلوم کی خدا دیگا

تم جسے ہاتھ اٹھا کے کوسو گے — وہ نہ میری طرح دعا دیگا

ظلم و ناز بتان اٹھائین گے — ہمکو طاقت اگر خدا دیگا

جس کو گھائل کرے گا وہ قاتل — دہن زخم سے دعا دیگا

نوجوان جو چلینگے سیدھی چال — اُنکو پیر فلک دغا دیگا

دل کو ایسا نہ جانتے تھے ہم — ان سے مل کر ہمین دغا دیگا

عشق حیران کرکے فرقت مین — مجکو تصویر غم بنا دیگا

روئے گا یون وہ میرے لاشے پر — دیکھنے والون کو ہنسا دیگا

میری تربت پہ کیون وہ غیر کو لائے — یہ اُنھین رونے مین ہنسا دیگا

اے فصاحت سہین گے ظلم بتان
ہم کو طاقت اگر خدا دے گا

نہ داغ عشق ہو جس مین وہ ہے جگر کیسا — جھکا نہ جو ترے قدمون پہ ہے وہ سر کیسا

جفائین ہم سے تو انکی سہی نہین جاتین — جو صبر کرتے ہین انکا ہے دل جگر کیسا

بخیل منعمون سے گر کرے سوال کوئی — جواب تک بھی نہ دین اس کو مال و زر کیسا

علاج کرنے کو آیا ہے مجھسے وحشی کا — ترا مزاج ہے اسوقت چارہ گر کیسا

نہ ہم فنون مین کر اظہار علم اے نا فہم — اسے بھی عیب سمجھتے ہین ہم ہنر کیسا

جو آکے روے نہین عاشقان موے میان — تری گلی مین ہے پانی کمر کمر کیسا

یہ شوخیون نے کہا اُن سے آخر شب وصل
چلو اُٹھو یہ توقف دم سحر کیسا

کنشت دیر کلیسا ہمارا دل کعبہ
ہین اتنے گھر ترے رہنے کے ایک گھر کیسا

تجھے پیام زبانی بھی دون گا سن تو لون
مزا کلام مین ہے تیرے نامہ بر کیسا

ہمارے دُکھتے ہوے دل مین اے کمان ابرو
مژہ کا تیر بھی ہے ناوک نظر کیسا

اندھیری رات ہے فانوس سے نکل اے شمع
یہ مقبرہ ہے پتنگون کا تیرا گھر کیسا

جو فیضیاب نہین عکس دُر دندان سے
تڑپ رہا ہی ترے کان مین گُہر کیسا

وہ دل کو لے کے یہ کہتے ہین اب فصاحت سے
مین دیکھ لون ترے سینہ مین ہے جگر کیسا

نکلا ہر ایک چلا کچھ بھی نہ قابو اپنا
گھر سے وہ سینہ سے دل آنکھ سے آنسو اپنا

قبر مجنون سے اُٹھی نجد مین کالی آندھی
آکے لیلی نے جو بکھرا دیا گیسو اپنا

ابر مین جب نظر آتا ہی نہین عید کا چاند
دیکھ لیتے ہین وہ آئینہ مین ابرو اپنا

دل سوزان کو تو نکلے ہوے مدت گذری
پھر یہ کیون آج تلک گرم ہے پہلو اپنا

جسطرح چاہین کلیجہ سے اسے لپٹائین
ہر طرح ہے تیری تصویر پہ قابو اپنا

باتون باتون مین گلہ انکا نکل جاتا ہے
دل تو دل اب تو زبان پر نہین قابو اپنا

شفق شام کی لوگون کو دکھاتے ہین وہ سیر
لئے ہین دست نگارین مین وہ گیسو اپنا

سُن کے رسوائی و بدنامی لیلا و قیس
اشک ٹپکا کبھی ان کا کبھی آنسو اپنا

اُنکا دل آہ سے دُکھ جاے کہ ہلجاے عرش
کچھ نہیں چھوٹے ہوے تیر پہ قابو اپنا

آسمان نے جو کہا میرا ہلال اچھا ہے
بحث مین انکو دکھانا پڑا ابرو اپنا

دونو یہ جوہریون کی ہین نگاہون پہ چڑھے
اِک دُرِ گوش صنم دوسرے آنسو اپنا

مجھسے کہتے ہین بنائین کہ بگاڑین تمھین کیا
کاکلین اپنی ہین زلف اپنی ہی گیسو اپنا

کسقدر روح سکندر کو وہ خوش کرتے ہین
رکھ کے آئینہ پہ آئینۂ زانو اپنا

اسطرح دفن ہمین نجد مین کرنا یارو
دیکھو مجنون کے سرہانے رہے پہلو اپنا

عید کے چاند کا انکو رمضان مین ہی شوق
روزہ دارو نکو دکھادو تمھین ابرو اپنا

آتش ہجر سے جل جل کے جو دل خاک ہوا
گرد آلود گرا آنکھ سے آنسو اپنا

تو نے اے سایہ نہ تھا بنا جو نقاہت مین گرے
ہم تجھے جانتے تھے قوت بازو اپنا

صبح جب چاک گریبان ہوئی ماتم مین ترے
شام نے کھولدیا سوگ مین گیسو اپنا

سچ اگر پوچھو فصاحت تو سوا اے تصویر
مثل رکھتے ہی نہین فاخر خوشخو اپنا

آج یون گھر سے برآمد ہوے اے یار یہ کیا
خنجر اک ہاتھ مین اک ہاتھ مین تلوار یہ کیا

دیکھ کر مجکو کہا جھکیے سے اے یار یہ کیا
ہون گے اے توبہ بھلا میرے خریدار یہ کیا

دل تو مجرم نہین برسون سے ہی جو قائل حسن
اک نظر دیکھ کے آنکھین ہین گنہگار یہ کیا

شرط ہے تیغ تبسم کے بھی جرکے دینا
مسکرائے نہین تم کھینچ کے تلوار یہ کیا

پارسا دیکھ کے کہتے ہین خدا خیر کرے
آج مسجد کی طرف آتے ہین میخوار یہ کیا

اے مسیحائے زمان جو ترا دم بھرتے ہین
بارہا دیکھا وہی مرتے مین بیمار یہ کیا

وعدہ جو آنے کا لیتا ہے خوشامد کرکے
آپ بے سمجھے ہوئے کرتے ہین اقرار یہ کیا

آپ کے مجرمون کی دیکھ کے شکل ایک نظر
رحم جو کھاتے ہین وہ بھی ہین گنہگار یہ کیا

ضعف مین بیٹھے ہین ہل ہل کے جو اِس سے عاشق
سرکی ہے اپنی جگہ سے تری دیوار یہ کیا

امتحان گاہ مین شام آج ہوئی کتنی جلد
دن کو بھی کاٹتی ہے آپ کی تلوار یہ کیا

دیر ہوگی تو وہ پوچھینگے خدا سے دم حشر
اب تلک آئے نہین میرے گنہگار یہ کیا

گل کو لاتی ہے ملانے جو چمن سے بلبل
ہاتھ سے آپ چھپا لیتے ہین رخسار یہ کیا

خواب مین کیا کسی عاشق کا جنازہ دیکھا
آج تم ہنستے ہوئے اٹھے ہو اے یار یہ کیا

حسن انکا ابھی بازار مین دیکھا بھی نہین
دل کو پہلے سے سنبھالے ہین خریدار یہ کیا

اہل ذوق ابتو فصاحت سے کہا کرتے ہین
عاشقانہ نہین ہوتے ترے اشعار یہ کیا

وہ آنکھین دید کے قابل تھین جب شباب نتھا
بھری ہوئی تھین تری شوخیان حجاب نتھا

بلند تھی جو مری آہ سرد روز فراق
تو گرم چرخ چہارم پہ آفتاب نتھا

حضور کو وہ زمانہ بھی یاد ہے کہ نہین
کہ پیری اپنی نتھی آپ کا شباب نتھا

کل اُٹھ کے پاس سے میرے نہ مڑکے بھی دیکھا
اب آج پوچھتے ہو تھا کہ اضطراب نتھا

سوالِ بوسہ پہ کیون تمنے کی زبان مری قطع
جواب اور بھی تھے اک یہی جواب نتھا

جو پیاس تھی تجھے زاہد تو پی لیا ہوتا
مری سبیل کا پانی ارے شراب نتھا

مین سر اٹھاتا بھلا خاک بحرِ عالم مین
تہی دماغ مرا صورتِ حباب نتھا

کوئی بخیل سے جاکر سوال کیسا کرتا
درم تو ایک طرف دینے کو جواب نتھا

ضرور وہ کوئی نازک مزاج تھا مہمان
شباب ہم جسے سمجھے تھے وہ شباب نتھا

پڑھا خط انکا جو قاصد نے میرے دفن کے وقت
یہ کہئے دوسری تلقین تھی جواب نتھا

شراب پی کے وہ میرے گلے لپٹ گئے یون
کہ جیسے آنکھ مین انکے کبھی حجاب نتھا

ہم اس زمانہ کے ہین بادہ کش جب اے ساقی
فلک کے میکدہ مین جامِ آفتاب نتھا

یہ کیا بہار مین تھا بندوبست پیرِ مغان
کہ سر بمُہر سبو تھی خُمِ شراب نتھا

فصاحت ان سے مین گستاخ شب کو کیا ہوتا
کہ آنکھین نشۂ مے سے تھین بند خواب نتھا

ہے عجب رنگ بہار آتی ہی گلزار ونکا
جھومنا سیکھا ہے اشجار نے میخوار ونکا

وہ جو بازار مین جائین کبھی تو اور حسین
دیر تک پاس سے مُنھ دیکھین خریدار ونکا

کیا کرینگے وہ دوا خود ہوئے جاتے ہین علیل
حال سُن سُن کے اطبا ترے بیمار ونکا

چار ظالم ہوے یکجا تو رہا پہرون ذکر
تیرون کا خنجرون کا نیزونکا تلوار ونکا

کیا عجب بوے گلاب اور چمن مین بڑھ جائے
گر عرق ٹپکے ترے پھول سے رخسار ونکا

شب کو روشن سرِ بالین ہو جو شمع مینا
حلقہ ہے گرد مری قبر کے میخوار ونکا

جس طرف کو ترے گھر سے ہے گلستان صیاد
مُنھ اُدھر ہے دمِ فریاد گرفتار ونکا

قتل سے ہاتھ اُٹھایا ہے اب اس ترک نے بھی
سر جھکا ہے جو ندامت سے گنہگار ونکا

نظر آتی ہے گلابی ہمین باریک نقاب
رنگ پھوٹا ہے جو اے گل ترے رخسار ونکا

آکے بازار مین اتنی وہ کہین قیمتِ حسن
حوصلہ پست نہ ہو جائے خریدار ونکا

حکم قتل ان کے یہ سو چکے دینا ظالم — پہلے عذر اچھی طرح سن لے گنہگارونکا

دل مین ملکہ رہین درد و قلق و صدمہ و غم — ایک کا خاص نہین ہے یہ مکان چارونکا

ضد سے صیاد نے بلبل کو وہان ذبح کیا — گوشۂ باغ مین تھا ڈھیر جہان خارونکا

جاکے جنت مین بھی گھبراؤنگا مین تو یارب — میرے ہمراہ جو مجمع نہ گیا یارونکا

مٹی دیکر مجھے رو دیجیے اگر چار آنسو — پاک ہو جائے غبار آپ کے رخسارونکا

یہ تجاہل ہے جو یون پوچھ رہے ہو ورنہ — خوب تم سمجھے ہو جو حال ہے بیمارونکا

بخشوا دینگے فصاحت تجھے چودہ معصوم
آسرا حشر کو ہے اتنے مددگارونکا

قدم کیا رکھتا دہشت کے سبب سے قیس لرزان تھا — معاذ اللہ ہیبت ناک وہ میرا بیابان تھا

نہ اوس ظالم سے میرے خون بہا کا کوئی خواہان تھا — کہ آنکھین نیچی کرکے سر جھکاے وہ پشیمان تھا

کب اس دل مین کسی پردہ نشین کا عشق پنہان تھا — ہماری زردی رخ بنگئی آخر کو نمایان تھا

بہار آئی تھی جب میخوارونمین ہر ایک شادان تھا — کشادہ میکدہ کا در تھا وا باب گلستان تھا

یہ کیون خدمت یہ نازان پاسبان کوے جانان تھا — وہی کیا غل مچاتا تھا فقط مین بھی تو نالان تھا

حسین بکھرائے زلفین آئے تھے جب فاتحہ پڑھنے — ہماری قبر کا تختہ بھی گویا سنبلستان تھا

ہماری لاش کے ہمراہ احبا ہی نہ تھے صدہا — کہ بھیڑ اک حسرتون کی دوسرا انبوہ ارمان تھا

بتون پر تیرے بتخانہ مین کی چشمک زنی جسنے — برہمن سچ کہون وہ بے ادب کوئی مسلمان تھا

جو شام دفن اعزا مین نہ لایا پھول کوئی بھی — تو رو رو کر چراغ قبر ہی میرا گل افشان تھا

نکل سکتا نہ تھا ہو کر مقید کوئی دیوانہ — کہ آنکھ اپنی دکھاتا روزن دیوار زندان تھا

فلک کے دور مین حالت زمین کی اب یہ بدلی ہے — وہان گھر بنگئے صدہا جہان گور غریبان تھا

بگڑ جاتا ہے اب ہر کام اُسکی ہوشیاری سے — ہماری باتین بن پڑتی تھین جبتک وہ نادان تھا

عزیزو جسکو دل ہم نے دیا تھا ہاے بے سمجھے — بھلا آرام جان کاہے کو تھا وہ آفت جان تھا

حسد کمبخت گردونکو ہوا جسکے نکلنے سے — وہ حسرت حسرتونمین تھی وہ ارمانونمین ارمان تھا

اُسی مرحوم کا سب فیض تعلیم اے فصاحت ہے — مرا اُستاد اور بھائی لطافت سا سخندان تھا

کیونکر کہوں کہ غیرون مین جایا نہ جائیگا — دل میرا اور تمسے دُکھایا نہ جائے گا
ہنسکر جو عاشقون کو ذرا دیکھ لوگے تم — الزام بیرخی تو لگایا نہ جائے گا
مجہ مست کے مزار پہ آئے گا شب کو کون — جبتک چراغ بادہ جلایا نہ جائے گا
کیا پردہ پوشی اورونکی بدبین کرے گا تو — خود اپنا عیب تجھسے چھپایا نہ جائے گا
آنکھین لڑا سکینگے نہ ہم اُن سے بزم مین — سرزانوے ادب سے اُٹھایا نہ جائے گا
در کو ملائین کیون ترے دندان صاف سے — ہم سے دل تیم دُکھایا نہ جائے گا
وہ رحم کھاکے عاشقونمین کہہ رہے ہین آج — جو خود جلا کرے وہ جلایا نہ جائے گا
دل کا کنول بجھاکے وہ صبح شب وصال — یہ کیون کہین کہ ہمسے جلایا نہ جائے گا
صبح شب وصال مری لاش اٹھاکے جاؤ — گھر تک پہونچ کے تمسے پھر آیا نہ جائے گا
گر اذن دو تو بزم سے ہم غیر کو اُٹھائین — تم سے یہ سنگ فرش اٹھایا نہ جائے گا
جب دل کسی کا لیجئے گا بوسہ دے کے آپ — اپنا سمجھ کے اسکو دُکھایا نہ جائے گا
بُلبل کی ضد سے روندو نہ تم تختۂ گلاب — دامن الجھ گیا تو چھوڑایا نہ جائے گا
ہم صاف کہدین آپ کی تیغ نظر کا وار — جوکی اگر نگاہ بچایا نہ جائے گا
وہ جس کا نام لکھین گے بعد امتحان کے — پھر فرد عاشقان سے مٹایا نہ جائے گا

ہیجس کیا ہے ایسا فصاحت کو ضعف نے
اب وہ بلا ئینگے بھی تو جایا نہ جائے گا

آج مقتل مین یہ اغیار نے جا کر دیکھا — لوٹتے آپکے قدمونپر مرا سر دیکھا
ہم نے دَیر اور کلیسا کو نہ جا کر دیکھا — کب ترے گھر کے سوا اور کوئی گھر دیکھا
تیرے بیتاب کو رونے مین ہنسی آ ہی گئی — ابر مین برق کو تھم تھم کے جو مضطر دیکھا
صحبت پیر مغان کا ہے یہ فیض ادنیٰ سا — مُغبچو پڑھ لیا ہم نے خط ساغر دیکھا
واہ اے نرگس جادو ے صنم کیا کہنا — نہ ترے دور مین آباد کوئی گھر دیکھا
آپ ہی غیر سے پہلے کیا اقرار وصال — مجھسے پھر کہنے لگے اس کا مقدر دیکھا
تونے اے ترک مرے ذبح مین تاخیر جو کی — میان سے آپ ہی اُگلا ترا خنجر دیکھا

آسیا کہتی ہے گو غیر کے قبضہ مین تھا
منھ تلک آہی گیا رزق مقدر دیکھا

آسمان سے ہوئین نازل جو مرے گھر مین رہین
نہ بلاؤن نے کبھی اور کوئی گھر دیکھا

آپ رونے لگا روتے مجھے دیکھا جسنے
خود ہی مضطر ہوا جسنے مجھے مضطر دیکھا

تاب ہم لا نہ سکے ایک نظر دیکھنے کی
دیر تک آپ کو آئینہ نے کیونکر دیکھا

چپکے منھ ڈھانکے ہوے پڑ رہے تربت مین ہم
ہاے کچھ بھی نہ اندھیرے مین بنا گھر دیکھا

ہوے اسوقت کرامات مغان کے قائل
ہم نے جب شیشہ مین اُترا ہوا ساغر دیکھا

کچھ ستارے جو پڑے رہ گئے اُس افشان کے
چرخ نے جھک کے زمین پر مرا بستر دیکھا

رؤسا گذرے **فصاحت** کی نظر سے صدہا
پر کوئی خلق مین فاخر کا نہ ہمسر دیکھا

ہوگا تو حشر مین عاجز بت پُرفن کیسا
ہاتھ مین ہوگا گریبان ترا دامن کیسا

دوستو میری خوشی کی ہوئی ہے اُسکو خبر
دیکھ آؤ کہ ہے رنگ رخِ دشمن کیسا

خندہ کرتا ہے لب چاک گریبان جیبر
یہ رفوگر نے کیا بخیۂ دامن کیسا

اس کو للہ سمجھ بوجھ کے توڑا ے گلچین
جان بلبل کی ہے غنچۂ دل گلشن کیسا

زیست مین رہنے کو تو تنگ مکان پایا ہے
دیکھیے بعد فنا ملتا ہے مدفن کیسا

جلتے ہین شعلۂ فریاد عشا دل کے چراغ
ہوا روشن شب تاریک مین گلشن کیسا

خونچکان وحشیون کے آبلۂ پا جو ہوئے
لالہ و گل سے بھرا دشت کا دامن کیسا

پھول بھی ہنسنے کو آئے نہ مری تربت پر
شمع کا اشک بہانا سر مدفن کیسا

غنچے پیمانے ہین گل جام ہین شیشے ہین سرو
سیر کر لیتے ہین میخانہ مین گلشن کیسا

شمع بھی مجھ کو جلاتی ہے بھلا اور تو اور
روتی ہے جا کے سر تربت دشمن کیسا

اے جنون دشت مین کانٹون کے اُلجھنے کا ہے خوف
اُڑ کے لپٹا ہے گریبان سے دامن کیسا

مرے ہمزار تو کرتا ہے صلاح ایک سے ایک
بہر تربت ہے بھلا مور کا روزن کیسا

نہ دِکھا زور تجھے مان گئے اے پیری
جھک گئی اب تو کمر بھی خم گردن کیسا

نیکیان کین جو فصاحت نے بدی کے بدلے
دل مین کچھ سوچ کے نادم ہوا دشمن کیسا

باغ مین ساتھ ابر کے ساقی شتاب آیا تو کیا
ہاتھ مین شیشہ نہ بوتل بے شراب آیا تو کیا

کچھ مزا ہوتا جو لاتا درد کو بھی اپنے ساتھ
دل مین مجھ عاشق کے خالی اضطراب آیا تو کیا

خود لپٹ کر غیر سے گلشن مین شرمائے نہ آپ
دیکھکر وصل گل و بلبل حجاب آیا تو کیا

اور آنکھون مین اگر راتون کو نیند آئی تو خیر
جنمین ہے تیرا تصور ان مین خواب آیا تو کیا

وصل ممکن ہمکو جب بھی تھا نہ اب بھی ہی نصیب
آپ کی طفلی گئی تو کیا شباب آیا تو کیا

اُنکے خط کی ہے عبارت یا معمّا قاصدا
ہم سمجھ سکتے نہین ایسا جواب آیا تو کیا

عشق کی سرکار سے پائے جگر نے زخم و داغ
دل کے حصہ مین اگر ایک اضطراب آیا تو کیا

جنسے مطلب تھا وہ منھ ڈہانکے مرے لاشہ پہ آئے
اور معشوقونکا مجمع بے نقاب آیا تو کیا

شکر کرکے سو رہے کانٹون کے بستر پہ فقیر
فرش مخمل پر اگر شاہون کو خواب آیا تو کیا

خط مین وہ لکھتے ہین تو بھی آتڑپتا لوٹتا
ہم تلک تیرا دل پر اضطراب آیا تو کیا

لاکھ دل تڑپے مے و معشوق ممکن ہی نہین
مفلسی و تنگدستی مین شباب آیا تو کیا

لینگے اب نیچی نگاہون سے وہ دل عشاق کے
شوخی آنکھون سے گئی تو کیا حجاب آیا تو کیا

اُسکے در پر دہ بھی دربان کی زبانی دیر مین
سو سوالونکا ہمارے اک جواب آیا تو کیا

جلوہ گاہ یار مین آنے نہ پایا ایک دن
اپنی صورت بھی بدل کر آفتاب آیا تو کیا

میرے نالے سن کے وہ سوتے یونہین تو مانتا
دل جگر کو تھام کر ہاتھون سے خواب آیا تو کیا

عاشقون کو آپ کے رہ رہ کے تڑپایا نہ تھا
دفعتاً آنا تھا تھم تھم کر شباب آیا تو کیا

چشم میگون کے اشارے سے خود آئے تو سہی
ہاتھون ہاتھ اُن تک اگر جام شراب آیا تو کیا

شوق دوڑاتا ہوا چلتا اگر تو لطف تھا
اُنکے در تک لے کے ہمکو اضطراب آیا تو کیا

ہوتے ہی صبح شب وصل آپ ہم نے جان دی
برچھیان لیکر کرن کی آفتاب آیا تو کیا

خود ہی بوسہ غیر کو دیکر نہ کچھ شرمائے تم
جاؤ بھی اب میرے کہنے سے حجاب آیا تو کیا

یونہین نیند آئے مجھے عادت یہ کچھ اچھی نہین
آپ ہی کے منھ پہ منھ رکھکر جو خواب آیا تو کیا

اے فصاحت گھر پہ آ کر آنکھ اُس نے پھیر لی
دوڑتا رستہ مین ہمراہ رکاب آیا تو کیا

کیا وصل میں ہو لطف مجھے عیش و طرب کا
دھڑکا ہے سر شام ہی سے آخر شب کا

اے شوخ ہو اصفحۂ قرطاس گلابی
تحریر کیا وصف جو رنگینئ لب کا

دل میں مرے اُمید بھی ہے بیم بھی یارب
یکساں ہے مجھے دھیان ترے رحم و غضب کا

سبزہ کا نمو آپ کے رخ پر نہیں بیوجہ
آیا ہے یہ خط جوشش جوانی کی طلب کا

فرہاد کے سر پھوڑنے کو سن کے وہ بولے
جانباز و نہیں میرے یہی انجام ہے سب کا

خمخانۂ گردون کی بنا بھی نہ ہوئی تھی
اک خم ہے پڑا نا مرے میخانہ میں جب کا

چہرہ سے نقاب اُلٹی ہے تو نے جو سر شام
دن ہے ترے جلوہ سے فقط نام ہے شب کا

ابرو ہیں دو اس مصحف رخ میں جو فصاحت
اک آیۂ رحمت ہے اک آیہ ہے غضب کا

مضطرب ہو پھر نہ مُردہ کشتۂ رفتار کا
قبر پر تعویذ اگر ہو نقش پائے یار کا

چین سے بیٹھا ہوں میں در کشش کوئے یار کا
اوڑھ کر سردی میں کمبل سایۂ دیوار کا

دھوپ سے جو تھا ضرر سر سبزی اشجار کا
ابر اُٹھکر شامیانہ بن گیا گلزار کا

عید کی شب دیکھئے گردون پے تیغ ہلال
مانگتا ہے جھک کے قبضہ آپ کی تلوار کا

باغ میں ہمراہِ طاؤس آپ اٹھلا کر چلیں
حال ابھی کھل جائے گا اچھی بُری رفتار کا

درد کی تجکو دوا کرنے سے پہلے اے طبیب
پاس لازم ہے مزاجِ نازک بیمار کا

وہ تو کرتا ہے نظارہ بیخودیِ شوق میں
آپ کیوں منھ دیکھتے ہیں طالبِ دیدار کا

جب تلک جوش جنوں میں بادیہ پیما تھے ہم
کیا مزہ دیتا تھا تلووں میں کھٹکنا خار کا

برہمن نے سب سے اچھا اک ترشوایا ہے بت
رات کو پتھر چرا کر آستان یار کا

رشک باغ خلد سب کہتے ہیں جس گلزار کو
اے فصاحت میں تو بلبل ہوں اُسی گلزار کا

واہ واہ اے بد زباں کیا کہنا تیرے وار کا
گھاؤ پر تیغ زبان کے زخم ہے تلوار کا

گھر میں تیرے سہل ہے آنا مجھ ایسے زار کا
نردبان بنجائے گا سایہ تری دیوار کا

قرب ذرا اچھا ہے آنا مجھ جگر افگار کا
ہوگا پھاہا عکس تیرے روزن دیوار کا

وصل کی شب وہ گجر بجنا وہ آثار سحر
وہ ہماری موت کا آنا وہ جانا یار کا

کم سنی مین ہونے قاتل مگر آتا نہین
آ دئین تمکو بتا دون باندھنا تلوار کا

اُسنے ہنس ہنسکر کنکھیون سے دم سیر چمن
طرز دیکھا کبک کی طاؤس کی رفتار کا

سینۂ پُرداغ مجھ وحشی کا ہی گلزار اگر
ہو گمان چاک گریبان پر در گلزار کا

پھر مقر اُسوقت اُسکی آبداریکا ہون مین
جب نہ پانی مانگے زخمی آپ کی تلوار کا

طور پر اے دوست کیون آیا جواب اُس سے زیاد
فقرہ تو کم تھا سوال طالب دیدار کا

آزمانے آئے ہین قاتل ہم ایسے سخت جان
کس بہت ہے تیرے بازو کا کہ دم تلوار کا

شہپر جبریل پھیلے تھے زمین پر جنگ مین
اک ملک تھامے تھا بازو حیدر کرّار کا

کیون وہ رنجیدہ ہون مر نا سُن کے مجھ بیتاب کا
کوئی بھی کرتا نہین غم کشتۂ سیماب کا

ہے کچھ ایسا پاس شاہ بحر کے آداب کا
مردم آبی کے سر پر شملہ ہے گرداب کا

اُس ذقن مین ہے بجا رہنا دل بیتاب کا
چاہ کے اندر ٹھکانا ہوتا ہے سیماب کا

نقطۂ پرکار کے مانند مین ہون بیچ مین
گرد میرے دائرہ ہے حلقۂ احباب کا

جبکہ اُمڈا قیس کے اشکونکا دریا نجد مین
طوق گردن مین اُسی کی پڑ گیا گرداب کا

وان سے قاصد لا نہین سکتا مرے خط کا جواب
ہو بُرا اے دیدۂ گریان ترے سیلاب کا

کیا ہو یادِ روے آتشناک مین دل کو قرار
ہے بہت مشکل ٹھہرنا آگ پر سیماب کا

سوختہ تن جب کوئی مجھسا نہایا بحر مین
شعلۂ جوالہ حلقہ بنگیا گرداب کا

وعظ سُننے جب گئے مسجد مین ہم سے بادہ خوار
یادِ جام آئی پیالہ دیکھ کر محراب کا

ہیولونکا گُچھا کہین انگور کا خوشہ کہین
ہے کسی جا باغ مین غنچہ مرے احباب کا

منتین کرتے ہین عاشق سے ترے اتنا نہ رو
خوف واندیشہ جو دھقانونکو ہی سیلاب کا

کیون نہ روشن ہون چراغ داغ رونق کیلئے
ہے مرا قلب مکدّر مقبرہ احباب کا

ہوتی گر گویا زبانِ شعلہ تو مین پوچھتا
آگ پر آکر سبب بیتابیِ سیماب کا

عرش سے پھر آنا اور وہ جنبش زنجیر در
گرم رہنا وہ رسول اللہ کے فرش خواب کا

گرتے گرتے راہ مین سنبھلے تو وہ کہنے لگے
کیا یہان مدفن ہے میرے عاشق بیتاب کا

طاق مسجد سے جو لپٹا زاہد زار و نحیف
رند ہنسکر بول اُٹھے چلّہ ہے یہ محراب کا

فرق کچھ کچھ پھر بھی ہے چار ونین گو چکر ہی ایک
میرے سر کا آسمان کا چاک کا گرداب کا

ہم بڑھائین دست شوق اے عشق اجازت دے جو تو
ہے کسی کی نیم باز آنکھون مین عالم خواب کا

زیست مین تڑپا رہا ہے اے فصاحت ہر دفن
شوق صحن روضۂ شبیر کے سرداب کا

دور فلکی سے ہے جو پیوند زمین کا
افسوس لب بام مکان پر ہے مکین کا

کعبہ کا کلیسا کا یہین کا نہ وہین کا
مجکو دل وارفتہ نے رکھا نہ کہین کا

ہو وصف پرستان کا یا خلد برین کا
بول اُٹھتے ہین وہ بیچ مین ہو ذکر کہین کا

پیوند کرے عہد جوانی مین زمین کا
اللہ نہ دے عشق کسی پردہ نشین کا

آغوش مین مجھ پیر خمیدہ کے رہو تم
بڑھتا ہے شرف حلقۂ خاتم سے نگین کا

آنکھون کے پھرانے سے دم نزع ہے ایذا
آئے تھے جہان سے پھر ارادہ ہو وہین کا

وہ روبرو آئینۂ رخ لائین تو دیکھون
پڑھنا مجھے منظور ہے تحریر جبین کا

تیلی وہ بنا دیدۂ خورشید مین جاکر
ذرہ جو اُڑا کوچۂ جانان کی زمین کا

رونے کے عوض ہنستے ہین سب بزم عزا مین
انداز غم ایسا ہے مرے سوگ نشین کا

خط میرا پہونچنے کا نہین ہے وہ کہین اور
قاصد کو پتہ مین نے بتایا ہے کہین کا

اے دل ہم اُٹھائے گئے تھے ہائے جہان سے
ترغیب کو پھر ذکر کیا تو نے وہین کا

اُس در سے جو نکلی مری میت تو ہوا غل
تم کو ستے تھے جس کو یہ لاشہ ہے اُنھین کا

توقیر دل افزون ہوئی یون کاہش غم سے
جسطرح ترشنے سے بڑھے رتبہ نگین کا

خالی ہی مرے ہاتھ ہین تربت مین فرشتو
چھوڑا ہے وہین مین نے سب اسباب وہین کا

گر چاہتے ہین وہ کہ مین ہشیار رہون غش سے
مُنھ پر مرے ٹپکائین عرق اپنی جبین کا

مشہور لطافت تھا جو اُستاد فصاحت
شاگرد و برادر ہون مین اُس صدر نشین کا

نتیجہ یہ ہوا لاشہ مرا اُٹھانے کا
گیا نہ درد مہینون کسی کے شانے کا

سنایا عشق نے مژدہ کسی کے آنے کا
جب آیا وقت جہان سے ہمارے جانے کا

بڑا غضب ہوا اب اُنکو پڑ گیا لپکا
جگر مین چٹکیان لینے کا دل دُکھانے کا

سمٹ کے سارے زمانے کی بیکسی چھائے
مرا مزار ہے محتاج شامیانے کا

بڑھا کے ہاتھ قدح آفتاب کا لین رند
بلند بام ہوا اتنا شراب خانے کا

ٹپک ٹپک کے سرِ اُس در پہ کہتے ہین عاشق
یہی مقام ہے تقدیر آزمانے کا

قمر کو دیکھ کے قارون یہ شب کو کہتا تھا
لیا فلک نے یہ درہم مرے خزانے کا

شب فراق اگر آگیا کوئی جگنو
ہوا چراغ ہمارے سیاہ خانے کا

ہوئی نہ مجھکو خوشی عید مین نہ غیر کو رنج
عجیب طرز تھا اُنکے گلے لگانے کا

حلال رزق مہیا کرے یہان انسان
حساب ہوگا وہان ایک ایک دانے کا

لگائے قصۂ مجنون مین قصہ خوان سے کہو
کسی کے سُننے کو ٹکڑا مرے فسانے کا

جگر پہ غیر کے رکھے ہین پیار سے وہ ہاتھ
طریقہ ہے یہ نیا میرے دل دُکھانے کا

مرا مزار نہ ممنون چار دن بھی رہا
اگر کا شمع کا چادر کا شامیانے کا

چمن مین پھول جو لائے کا باغبان رکھدے
چراغ شب کو ہو بُلبُل کے آشیانے کا

رقیب تفرقہ انداز اُنکو خلوت مین
سکھا رہا ہے طریقہ مرے ستانے کا

رہے گی مجھکو فصاحت اسی کی پابندی
طریقہ نظم مین جو ہے مرے گھرانے کا

حسب فرمائش حضرت صاحب عالم مرزا سلیمان قدر بہادر اعلی اللہ مقامہٗ

جو مین آج وہان سرِ شام گیا لیے ساتھ صراحی و جام گیا
نہ کہین مرا ماہ تمام گیا پئے بادہ کشی سیر بام گیا
کوئی میری نگاہون سے ہے جو نہان تو ہون بالکل گریہ و آہ و فغان
نہین چین جگر کو ہے دل ہے تپان مری نیند گئی آرام گیا

اُسے حسن کا نشہ چڑھا ایسا کہ خیال مرا نہ ذرا کبھی کیا
نہ جواب کسی کا اُس نے دیا مرا نامہ گیا پیغام گیا
برخاستہ ہر اک طبع ہوئی اُس مست ادا کے اُٹھتے ہی
قلقل نہ رہی وہ شیشہ کی محفل سے وہ دورِ جام گیا
لوگون کی زبان پر رہا چرچا اس عشق و محبت کا ہو بُرا
آوارہ جو مثلِ قیس ہوا آفاق سے وہ بدنام گیا
مری سمت سے کہدے یہ اس سے کوئی نہیں اچھی ہی تیری بےخبری
مرے خط کا نہ بھیجا جواب کبھی ہے رقیبون کو لکھ کے سلام گیا
جو مین پہنچا وہان تو غضب یہ ہوا مجھے در ہی پہ روکا نہ آنے دیا
نئی چھیڑ یہ کی جو مین گھر مین گیا مری ضد سے کوئی سربام گیا
شب ہجر ہلا کے جہان کی زمین مری پُر اثر آہین فلک پہ گئین
کہ دہن سے نکل کے رکین نہ کہین مرے صبر کا مفت مین نام گیا
ہنس ہنس کے ہے قول برہمن کا زاہد بھی بتو پر ہین شیدا
لو کفر زمانے مین پھیلا کیون شاد نہ ہون اسلام گیا
جب نیند سے بند آنکھ اُنکی ہوئی تہمت لگی اُسپر بوسے کی
بدنامی غیر کے ماتھے گئی اب سر سے مرے الزام گیا
کئی روز کے بعد جو مین آیا تو کچھ ایسا پیرِ مغان بگڑا
مری سمت سے مُنھ کو پھیر لیا جو مین آگے برائے سلام گیا
مجبور کیا ہے پیری نے قابل نہین باتین کرنے کے
دندان کے شکستہ ہونے سے سب حسن و لطف کلام گیا
کیا عاجزی و ناچاری ہے اس عہد مین گریہ و زاری ہے
ہر ایک کی ذلت و خواری ہے اعزاز گیا اکرام گیا
جب نشہ سے کانپا ہاتھ مرا مین بزم مین رندون سے بولا

ساقی نہ کہین ہو مجھپہ خفا لیتا مرے ہاتھ سے جام گیا
ترے ظلم ہین پیر فلک بے حد مجھے غم دینے مین تجھے ہے کد
مرے دل کو نہ کیون ہو رشک و حسد کہین آج کوئی ہمرشام گیا
دل لے ہی گیا ضد کر کے کوئی ہے قہر کسی کی طفلی بھی ئ
وان کھیلنے کو اک چیز ملی یہان چین گیا آرام گیا
مرنے کو سنا جو فصاحت کے احباب و اعزّا کہنے لگے
عزّت حرمت کو اپنی لیئے دنیا سے وہ خوش انجام گیا

ایضاً

سونے کے لیے جب خلوت مین وہ مستِ مے آشام گیا
سر اپنا جھکاے شیشہ چلا کھولے ہوے آنکھ کو جام گیا
سُنتے ہی مرے مرنے کی خبر انصاف سے بولا یون وہ حسین
سچ سچ پوچھو تو دنیا سے اب مہر و وفا کا نام گیا
مطلب نہ کسیکا بھی نکلا اس بت نے جواب صاف دیا
ہمراہ ہمارے نامہ کے جب غیر کا بھی پیغام گیا
پہلو مین بٹھایا اُسنے ہمین اور بات نہ پوچھی اور ون کی
اُس بزم سے ہم خوش خوش آے اور غیر ہر اک ناکام گیا
نالے نہ کرین کیون آٹھ پہر اُس دل کی بدولت اُلفت مین
فرقت کے ہمیشہ رنج سہین اب چین گیا آرام گیا
اس دنیا مین آ کے فصاحت رہتی ہے ہر دم ہمکو دہشت
کھا کے طمانچہ ایک اجل کا گور مین جب بہرام گیا

محروم امیدواری حاصل مین رہ گیا
دب گریہ دل شکنجۂ مشکل مین رہ گیا
جو دل کا حوصلہ تھا مرے دل مین رہ گیا
آسانیون کو سوچ کے مشکل مین رہ گیا
ٹوٹا جو نیشتر مژہ کا تیزیٔ یار کا
لذت بڑھانے میری رگِ دل مین رہ گیا

نکلا نہ اے ستمگر رنگین تیرے خوف سے
نالہ گلوئے طائر بسمل مین رہ گیا

ضعف جنون سے سر مرا آیا جو پاؤن تک
گردن کا طوق اُلجھ کے سلاسل مین رہ گیا

روتے ہوؤن کو اُسنے نکلوایا مثل شمع
ہنستا ہوا چراغ ہی محفل مین رہ گیا

بیجا نہین ہے شورش بحرین خلق مین
موتی نہ کوئی دامن ساحل مین رہ گیا

کہتے ہین یون خدا سے سویدا دکھا کے بت
نقص اک ترے بناتے ہوے دل مین رہ گیا

لیلیٰ تجھے خبر نہین اور قیس کا غبار
پردون سے جب چھنا تری محمل مین رہ گیا

دنیا مین تا بہ حشر مراقبہ مزار
اس گنبد فلک کے مقابل مین رہ گیا

سب کو نکالا تو نے مگر آیا غش جسے
ہان تھوڑی دیر وہ تری محفل مین رہ گیا

آکر سرور تو نہ فصاحت رہا مقیم
آیا جو کوئی غم تو مرے دل مین رہ گیا

قہر ہے یون شب وصلت کا بسر ہو جانا
اُنکے وہ بیٹھے سنورنے مین سحر ہو جانا

اتفاقی مگر اک بات یہ ہے اے مری آہ
کسی پتھر سے کلیجہ پہ اثر ہو جانا

حضرت عشق کی ہے ایک کرامت یہ بھی
آپکے دل کی مرے دل کو خبر ہو جانا

یون کہا اُن سے دم رخصت اگر یاد رہے
غیر وہین جب اُدھر آنا تو اِدھر ہو جانا

مین اُدھر بزم مین ہون اے نگہ لطف حبیب
اُس طرف غیر ہے غصہ کی نظر ہو جانا

محفل غیر مین جاتے ہو تو اچھا جاؤ
جب پلٹنا تم اُدھر سے تو اِدھر ہو جانا

مہر کے تار شعاعی سے نہین کچھ دشوار
بخیۂ چاک گریبان سحر ہو جانا

انقلاب ایسا زمانہ کو فصاحت اب ہے
کوئی دشوار نہین عیب ہنر ہو جانا

تیرے زخمی ہونے کا لے غیر مین قائل نہ تھا
برق خندہ کوندتی تھی اُنکی تو بسمل نہ تھا

فرض اُسکو پیشکش کرنا سر محفل نہ تھا
ٹوٹا پھوٹا غیر کا دل آپ کے قابل نہ تھا

کچھ مین تڑپا ذبح ہو کر دیر تک بسمل نہ تھا
کیا مجھے پاس مزاج نازک قاتل نہ تھا

تھین زبانین سب کی لیکن رعب حسن یار سے
شمع کی صورت کوئی گویا سر محفل نہ تھا

حشر مین دعوی ہمارے خون کا جھوٹا ہوا
مُکر رے ظالم ملکے یون جیسے کوئی قاتل نتھا

نجد مین چشم تصور سے جو دیکھا قیس نے
ناقہ پر لیلےٰ ہی لیلی تھی فقط محمل نتھا

کھو گیا میرا دل بے صبر تو اچھا ہوا
اور معشوقون کے لائق تھا ترے قابل نتھا

ذبح ہونے سے ہمارے کیسی سرخی چڑھگئی
پہلے یہ رنگ زمین کو جبہ قاتل نتھا

چپکے چپکے شکر میرے لب پہ تھا ہنگام ذبح
شکوۂ بیرحمی و بیدردیِ قاتل نتھا

کیا بھری محفل مین اُنسے کہکے شرمندہ ہوے
حال درد دل ہمارا ہنسنے کے قابل نتھا

لے گئے تھے ہم ملانے کو دل پر آبلہ
وقت پر جھرمٹ حبابون کا لبِ ساحل نتھا

در سے اُٹھوا کر ہمین اُسنے یہ دربان سے کہا
تھا وہی عاشق گدا کے بھیس مین سائل نتھا

نازکی مین آج آنا میرے گھر دشوار ہے
کل مزار غیر پر جانا انھین مشکل نتھا

تھے جوانی مین ستم وہ غمزہ و انداز و ناز
میرے قاتل تھے کئی کچھ اک وہی قاتل نتھا

غیر کے ہمراہ، دریا مین نہاتے تھے وہ جب
کیا مین سر پر خاک اوڑانے کو لبِ ساحل نتھا

بھر کے تجکو کیسۂ زر ڈالنا تھا اے سخی
لنگر اس سے بڑھ کے بحرِ کشتیِ ساحل نتھا

جو طلب کرتے ترے آگے بڑھا تھا اے بخیل
وہ خدا کا ہاتھ تھا گویا کفِ سائل نتھا

معرکونمین اے فصاحت شعر جب پڑھتے تھے ہم
حاسدون مین کون تیغِ رشک سے بسمل نتھا

غزل دیگر در یک قافیہ

رہگذر مین تیری پامالی کے جو قابل نتھا
میری جان وہ غیر کا دل تھا ہمارا دل نتھا

آنکو عاشق کے خجل کرنے سے تھا کیا فائدہ
ہنس کے طالب تھے اُسی سے پاس جسکے دل نتھا

داورِ محشر جو پوچھے گا گناہون کا سبب
صاف کہدینگے کہ قابو مین ہمارے دل نتھا

روندنے مین کیون ہوئی تکلیف انکے پانؤنکو
مین تو خواہانِ علاجِ اضطرابِ دل نتھا

واہ صبر و رحم کی تقسیم ہوتی تھی جہان
تھے ہزارون دل وہان میرا تمھارا دل نتھا

حصے جب عشاق کو بانٹے گئے روزِ ازل
داغ کے قابل سوا میرے کسی کا دل نتھا

آتشِ ہجرِ بتان بھڑکی تھی دور از حال جب
ایک انگارہ تھا پہلو مین ہمارے دل نتھا

لیتے ہی کیوں روند ڈالا تم نے اپنے پانوں سے
تھا دل بے داغ میرا ایسا ویسا دل نتھا

کیوں وہ جیب جیب تھے لگاکر داہنے پہلو پہ تیر
شوق مین لپٹا ہوا شاید جگر سے دل نتھا

ہو رہے تھے منقسم جب حصۂ صبر و قرار
کیا جناب عشق لینے مین ہمارا دل نتھا

درد مندون کی مصیبت سنکے ہنس پڑتے ہو تم
جیسا ہے بیدرد اب ایسا تمھارا دل نتھا

قلب پر گذری تھی کیا کیا اے فصاحت ہجر مین
تھا جگر پہلو مین گو لیکن شریک دل نتھا

ری قسمت مین ہو گر غیر ہی کے ساتھ مرجانا
خدا کے واسطے پہلے مجھی کو دفن کرجانا

مرا لاشہ یئے جلدی نہ اُس در سے گذر جانا
وہ چار آنسو بہا لین دوستو اتنا ٹھہر جانا

مکان پر اپنے ہو یا میرے ہی دشمن کے گھر جانا
ابھی ٹھہرو جہان ہو گا تمھین مد نظر جانا

حمیت اور غیرت عشق کی ہم سے یہ کہتی ہے
اگر دی جان رو رو کر تو کیا ہنس ہنس کے مرجانا

تڑپتے ہین جدھر عشاق اُنکا نام لے لے کر
وہ کیون جائین بھلا ہے کیا ضرور انکو اُدھر جانا

عجب کیا کوہکن سے یون زبان تیشہ کہتی ہو
بُری ہی کوئی خبر معشوق کی سُنگا تو مرجانا

یہان تو کچھ نہ میرے قتل کا انکار کام آیا
میان حشر شاید بن پڑے تم سے مکر جانا

مرا تابوت جاتے راہ مین دیکھین جو وہ یارو
نہ سمجھے کوئی یون کاندھا بدلنے کو ٹھہر جانا

مناسب ہے تمھین ہم چاہنے والونکی دلجوئی
بُرا ہو گا کسی حسرت زدہ کے دل کا مرجانا

بچا کر آنکھ جو محفل مین ہو طالب اشارے سے
سمجھ جائے وہی دل دینے والا یون مکر جانا

کرامت عشق کی یہ بھی ہے ورنہ غیر ممکن تھا
ہزارون حسرتون کا ایک میرے دل مین بھر جانا

ہوے اعضا فصاحت حشر کے دن شاہد عصیان
عدو وہ نکلے جن کو دوست ہم نے عمر بھر جانا

بدحواس و بیقرار و عاجز و مضطر اُٹھا
آپ کے پہلو مین جو بیٹھا وہ دل کھو کر اُٹھا

تو یہ اُس بت کو بجاے حور مانگا مین نے کب
مجھپہ یہ بیٹھیں خدا طوفان سر محشر اُٹھا

حضرت پیر مغان کا فیض صحبت دیکھنا
جب مین بیٹھا پڑھ کے معنی خط ساغر اُٹھا

مین نے کھولا بھی گریبان اور گردن بھی جھکی
تجھ کو کیا ہے فکر اُلٹ کر آستین خنجر اُٹھا

ان حسینان جہان مین سے وقت واپسین
بیٹھا جو ہنس ہنس کے بالین پر وہ رو رو کر اُٹھا

اے فصاحت شعر گوئی کا ہمین کیا لطف ہو
بزم عالم سے لطافت سا سخن گستر اُٹھا

اے زہے قسمت مرے مرنے کا اُنکو غم ہوا
صدقے روح اُس ہاتھ کے جن ہاتھ سے ماتم ہوا

دفن سے پہلے فشار قبر کا عالم ہوا
دیکھی میت مری ایسا ہجوم غم ہوا

لطف اُٹھے گا کیا مجھے عیش و سرور خلد کا
گر وہاں بھی میرے سینہ مین دل پُر غم ہوا

چھیڑا سی نے کی کہ پہلو مین بٹھایا غیر کو
ہاتھ رکھکر دل پہ مین تڑپا تو کیون برہم ہوا

قلب کے ناسور سے ٹپکے جو قطرے خون کے
مندمل میرے جگر کا زخم بے مرہم ہوا

اے دل ناداں نہ کر مخفی ذرا ہم بھی سنین
وہ خوشی کیسی تھی اُن کو جسکو جسکا غم ہوا

شب کو بلبل کیون نہو بہر نگہبانی باغ
دیدۂ نرگس مین مردم قطرۂ شبنم ہوا

محمل لیلی کا پردہ پھاڑ کر رکھا گیا
پارچہ جب کوئی مجنون کے کفن مین کم ہوا

رحمت خالق نے گھیرا اے فصاحت حشر مین
باعث عفو معاصی دیدۂ پُر نم ہوا

اک تو بہر فخر مجھکو فن آبائی ملا
دوسرے یہ ہے شرف اُستاد بھی بھائی ملا

شاد ہو کر ایک سے کیون ایک سودائی ملا
سنگ قبر قیس کیا ہر جبین سائی ملا

دل نہ گھبرائیگا اپنا روشنی داغ سے
یہ چراغ اچھا پئے شبہائے تنہائی ملا

سن کے وہ جانبازی فرہاد یون کہنے لگی
ہمکو تو ابتک نہ ایسا کوئی شیدائی ملا

ان حسینون سے محبت کرکے پچھتاتے ہین ہم
کیا بجز الزام و بدنامی و رسوائی ملا

بن سنور کر گھر سے وہ نکلے تو گھبرائے بہت
گھیرنے اُنکو جو انبوہ تماشائی ملا

بعد مدت جب ملا وہ مجھکو اللہ رے غرور
محو خود بینی وہ مصروف خود آرائی ملا

واہ ری دیوانگی سمجھا سگ لیلی اُسے
نجد مین جب قیس کو آہوے صحرائی ملا

اور دیوانون کا تو کیا ذکر ہے اے مدعی ناز
قیس سے بھی تو نہ جھک کر ترا سودائی ملا

رنگ ظلم اپنا بدلتا رہتا ہو یہ ہر گھڑی
اُس تلون طبع سے کیا چرخ مینائی ملا

فضل خالق سے فلکؔ کو اے فصاحت دہر مین
رتبۂ عالی برائے مسند آرائی ملا ئر

اسطرح تو پردہ کے اُدھر تھا کہ نہین تھا — ڑا نو پہ ترے غیر کا سر تھا کہ نہین تھا
ہمدم مری الفت مین اثر تھا کہ نہین تھا — مہمان وہ شب بھر مرے گھر تھا کہ نہین تھا
بت اب نہین کعبہ مین مگر پہلے تو اے شیخ — اصنام سے آباد یہ گھر تھا کہ نہین تھا
پہلو مین وہ جب بیٹھے تھے خواہان مری دلکے — اندیشۂ دزدیدہ نظر تھا کہ نہین تھا
قائل ہوے میری کشش دل کے رقیبو — رخ اسکا سر بزم اُدھر تھا کہ نہین تھا
تحقیق کرے کون کہ خوش خوش کوئی ہیدرد — سنکر مرے مرنے کی خبر تھا کہ نہین تھا
تم پاس سے صبح شب وصلت جب اُٹھے اُٹھے — سنہ فق مرا ہنگام سحر تھا کہ نہین تھا
پھول آپ نے جب سوم دشمن مین اُٹھائے — تھی بوے وفا رنگ اثر تھا کہ نہین تھا
تم کہتے ہو کل غیر بہت رو تا تھا مانا — مژگان پہ کوئی لخت جگر تھا کہ نہین تھا

پائی نہ ذرا داد سخن تمنے فصاحت
محفل مین کوئی اہل ہنر تھا کہ نہین تھا

گلزار مین وہ دورسے ہوش ربا کا — وہ جو منا میخوار و مکا اُٹھنا وہ گھٹا کا
اے عشق کدھر جاؤن دورہے یہ کھڑا ہون — یہ سامنے بتخانہ ہے وہ گھر ہے خدا کا
پیری مین بڑھا ضعف کچھ ایسا دم رفتار — اب دوسرا بھی ہاتھ ہی محتاج عصا کا
یون سُرخی خون شہدا کھپ گئی اے ترک — جتا نہین ہاتھون مین تری رنگ حنا کا
انبوہ قیامت مین ہوے سب ہمہ تن گوش — قصہ جو چھڑا میری وفا اُنکی جفا کا
یہ بھی ہے عجب امر سمجھ مین نہین آتا — اے جان ادا آپ کی ہو نام قضا کا
حال ان کے مریضان محبت کا نہ پوچھو — بڑھ جائے مرض لے جو کوئی نام دوا کا
عشاق کے دل کھینچتا ہے راہگذر مین — اللہ رے اثر آپ کے نقش کف پا کا
دل کو مرے پامال نہ کرا و بت کافر — تجھکو کچھ ادب چاہیئے یہ گھر ہے خدا کا
توڑے گل شاداب کچھ اس طرح چمن مین — دل خون ہوا بید ردی گلچین بسنہ حنا کا

لہ فلکؔ ایک نواب صاحب کا تخلص ہے ۱۲

ہٹ کر وہ چلے راہ مرے ساتھ یہ کھکر
سایہ نہ پڑے تجھسے گرفتار بلا کا

جھک جھک کے بہت چرخ ستمگار نے ڈھونڈھا
تختہ نہ ملا کوئی تری مشق جفا کا

بیٹھے رہیں نچلے وہ مرے پاس دم نزع
یہ وقت نہیں غمزہ و شوخی و ادا کا

منصوری مین اشعار بدل سننے کو آئے
احسان ہے فصاحت مرے سر پر شعرا کا

ترے حسن رخ کو اے بت نہ کبھی زوال ہوتا
نہ نظر کسی کی لگتی اگر ایک خال ہوتا

تجھے اے رقیب محفل سے ہی جسطرح نکالا
جو وہ یون ہمین اُٹھاتے تو بڑا ملال ہوتا

سر بام اُنکے ابرو جو دکھاتے اپنا جلوہ
تو فلک پہ دو مہینے نہ عیان ہلال ہوتا

کبھی مضطرب ہے بلبل کبھی غش پہ غش ہی آتا
وہی آشیانے مین ہے جو قفس مین حال ہوتا

مرے زخم دل مین سوزش کبھی درد اور کھٹک ہے
یہ مزے کبھی نہ ملتے اگر اندمال ہوتا

سر بزم اشارے تمنے نہ کیے یہ خوب سمجھے
کہ رقیب کچھ سمجھتے ہمین کچھ خیال ہوتا

مجھے دوستو یقین ہی کہ علیل ابھی ہے دشمن
اگر اُسکو ہوتی صحت مرا غیر حال ہوتا

یہ تباہ اور ویران جو نہ ہوتا اے فصاحت
کبھی لکھنؤ مین صنایع نہ کوئی کمال ہوتا

غزل دریک قافیہ

دن کو غبار اُٹھکے درِ بوتراب کا
غازہ بنا فلک پہ رخ آفتاب کا

واعظ نہ دیکھ غیض سے ساغر شراب کا
نظّارہ آنکھ کو ہے مضر آفتاب کا

بیکر اُچھالتے جو وہ ساغر شراب کا
کرتے شک آفتاب پرست آفتاب کا

آیا جو بدر بام فلک پر قریب شام
غصہ سے چہرہ سُرخ ہوا آفتاب کا

وہ مہر مُنھ پھرائے ہے مجھسے تو کیا عجب
اہل جہان سے رُخ ہی اُدھر آفتاب کا

صدقہ اُتارا چہرۂ پُر نورِ یار پر
گردون نے زر سے بھر کے طبق آفتاب کا

ہم سیکشون کے باغ مین ایسا گھنا ہی تاک
دیکھا نہیں زمین نے مُنھہ آفتاب کا

رخ سے نقاب اُلٹ کے وہ کہتے ہین شام کو
دیکھو ہوا دوبارہ طلوع آفتاب کا

جبتک کہ بے نقاب رہا دن کو روے یار — ابر اُٹھ کے مُنھ چھپاے رہا آفتاب کا
سوزش جو داغ کی کبھی مین بانٹنے لگا — بولا فلک خیال رہے آفتاب کا
اُسس روے آتشین سے ملاتا مین دو گھڑی — کب ایک جا قیام رہا آفتاب کا
ٹپکے ثمر تو بُلبُلون کی آہ گرم سے — گلشن مین نام مفت ہوا آفتاب کا
ہے میرے داغ دل سے جو منظور ہمسری — پھیرین تو مُنھ فرشتے ادھر آفتاب کا

ارض نجف مین نور فصاحت ہے اسقدر
ذرون مین ہے جہان کے شمار آفتاب کا

ہزین خال اُن کی ابروے خمدار مین دیکھا — عجائب مورچہ کا حسن اُس تلوار مین دیکھا
ہمارے بعد جس نے مجمع اغیار مین دیکھا — حنا کا رنگ پھیکا دست و پاے یار مین دیکھا
نئے عاشق پُرانے عاشقونپر لے گئے سبقت — نیا آئین ہم نے حُسن کی سرکار مین دیکھا
ہلال عید ہم نے دیکھا اغیار کی ضد سے — مُنھ اپنا یار کے آئینۂ رخسار مین دیکھا
طبیبو کیون دوا کرتے ہو صحت ہم نہ پائینگے — کسی کو بھی ہے بچتے عشق کے آزار مین دیکھا
پھرا کر مُنھ کو اپنے اُٹھ گیا بالین سے وہ عیسے — جب اُسنے دم اکھڑتے سینۂ بیمار مین دیکھا
تھے آنسو آنکھ مین لب پر تھین آہین ہاتھ تھا دلپر — نہ پوچھو کیا تمھارے ناتوان بیمار مین دیکھا
عزیزو وہ دل صدچاک مجھ کمبخت کا ہوگا — گل صدبرگ سا جو تمنے دست یار مین دیکھا

زبان پر جسکی آیا اے فصاحت حل ہوئی مشکل
اثر یہ نام پاک حیدر کرار مین دیکھا

ترا چہرہ بحسرت غیر ہی نے اے حسین دیکھا — تری ان دونون آنکھون کی قسم مینے نہین دیکھا
فراق احباب کا آفت مین پھنسنا کیا نہین دیکھا — زمین پر جو دکھایا تونے اے چرخ برین دیکھا
جناب شیخ صاحب تو مسلمان بھی ہین ہندو بھی — نشان سجدہ بھی قشقہ بھی بالاے جبین دیکھا
وہ عاشق ہون کہ میرے پاس آکر ہنس پڑین حورین — لحد مین جیب کفن کا خلعت بے آستین دیکھا

فصاحت پر فرشتو یون کرو سختی نہ تربت مین
مدد کرنے کو وہ آئے امام اولین دیکھا

خوش خوشش بجاے ریخ می آشام ہوگیا
ٹوٹا خم اس طرح کہ بڑا جام ہوگیا

آ کر ابھی آدھی رات کو تسکین نہ دو اسے
ہونا تھا دل پہ جو وہ سرشام ہوگیا

وہ عاشقون مین بیٹھے ہین پر یہ خبر نہین
دل کون ہے تپان کسے آرام ہوگیا

آیا ہون کوے یار تلک کہتے کہتے مین
اب ختم نامہ بر مرا پیغام ہوگیا

مانگی جو مین نے بھیک تو ساقی نے دی شراب
اب کاسۂ گدایہ مرا جام ہوگیا

میرا نشان قبر مٹانا نہ تھا اُسے
کیسا ستمگرون مین وہ بدنام ہوگیا

صبح شب وصال جو اُٹھا یہ دود آہ
نور سحر سواد رخ شام ہوگیا

منت سے چلتے چلتے جو مین نے کہا تھا ہاے
قاصد کو سہو وان وہی پیغام ہوگیا

ٹھہرے پر اپنے فخر ہے حاسد تجھے عبث
میرے مقابلہ سے ترا نام ہوگیا

سوزان ہوا شروع جوانی مین داغ دل
روشن چراغ تھا نہ سرشام ہوگیا

دیکھا نہ ہم نے تجھ کو سنورتے مزاج یار
تو بھی ہمارا بگڑا ہوا کام ہوگیا

ساتھ آیا ناقہ کے سگ لیلیٰ جو نجد مین
تو قیس کے ڈرانے کو ضرغام ہوگیا

بعد امانت اب ہے فصاحت یہ جاے فخر
مثل لطافت آپ کا بھی نام ہوگیا

قدرت کا تیری پیر مغان نام ہوگیا
گویا جو میکدہ مین لب جام ہوگیا

کیون اس کے غم مین چاک گریبان نہ ہو سحر
خون جبین شہید کا شفق شام ہوگیا

ڈر سے زمین پہ پانوُن نہین رکھتی عندلیب
سنبل چمن مین پھیلتے ہی دام ہوگیا

دنیا مین غافلون کو نہین اتنی بھی خبر
کس کام کو ہم آئے تھے کیا کام ہوگیا

مٹی سے ہے جو عاشق مے نوش کی بنا
چسپیدہ ان لبون سے لب جام ہوگیا

مانا بھلا یون مین نہ شہرہ ہوا مرا
اچھا برائیون مین تو اک نام ہوگیا

پہلے حباب شیشہ تھا جوے شراب مین
پھر موج نے اُلٹ جو دیا جام ہوگیا

شب کو ہوا ہے آہ سے میری فلک پہ ماہ
گل صورت چراغ لب بام ہوگیا

رخ پر وہ زلف آئی تو جھک جھک کے چرخ بھی
محو نظارۂ سحر و شام ہوگیا

ہے حضرتِ ادیبؔ[1] کو تم سے فصاحت اُنس
یہ میل جول باعثِ آرام ہو گیا

سیر گلشن مین ہے زخمی قلب مجھ دلگیر کا
شاخ گل پر ہے یہ غنچہ یا ہے پیکان تیر کا

ذوق ہے دل کو مرے تقصیر پر تقصیر کا
شوق ہے ایسا کسی کے ہاتھ سے تعذیر کا

نجد مین آیا جو مین وحشی ادب سے قیس نے
پانوٗن پڑ کر لے لیا بوسہ مری زنجیر کا

میرا اور انکا مرقع کھینچ اے بہزاد یون
اُن کے چہرے کی طرف رخ ہو مری تصویر کا

ہے یہ ایما اُس کی چشم فتنہ گر کا عاشقو
کیا مری گردش کے آگے دور چرخ پیر کا

کھینچتا ہے اپنی جانب دل جگر اپنی طرف
کش مکش مین پڑ گیا پیکان کس کے تیر کا

عمر ہوتی ہے بسر میری امید و یاس مین
حال کچھ کھلتا نہین ابھی بری تقدیر کا

کوچہ جانان مین شاید یون رسائی ہو تو ہو
ہاتھ تھامے جاوٗن نابینا کسی رہگیر کا

اپنی گردن مین اُسے پہنے تبرک جان کر
قیس کے ہاتھ آئے گر حلقہ مری زنجیر کا

اے فصاحتؔ کیون ہوا اسکا تصور ہر گھڑی
کھنچ گیا ہے دل پہ نقشہ روضۂ شبیرؑ کا

روئے احمدؐ کو جو مین مصحف یزدان سمجھا
قلب کو معنیٔ پوشیدۂ قرآن سمجھا

ہین حقیقت مین اُسے صاحب عرفان سمجھا
چار دیوار عنا صر کو جو زندان سمجھا

جوش وحشت مین دم چاک مین دامان سمجھا
تار مین ہاتھ جیب اُلجھا تو گریبان سمجھا

چاک کرنے کو مرا ہاتھ بڑھا وحشت مین
دامن ابر کو مین اپنا گریبان سمجھا

دیکھکر اُس رخ رنگین پہ نمو سے خط کو
اک جہان سبزۂ نو خیز گلستان سمجھا

بجلے بیٹھے اُنھین دیکھا جو دم آرائش
آئنہ کو ادب آموز حسینان سمجھا

اسقدر عشق مین جینے سے تنگ آیا ہون
جان لیوا جو اُٹھا درد تو درمان سمجھا

جوش سودا مین نہ کچھ بار ہوا ای حداد
طوقِ آہن جو سبک تھا تو گریبان سمجھا

آج دیکھا جو اُنھین گھر سے بر آمد ہوتے
مین تو اس دل کا نکلتا ہوا ارمان سمجھا

ہاتھ اپنے ہی گریبان پہ ڈالا دم حشر
واہ رے ہوش مین قاتل کا گریبان سمجھا

کوئی جگنو جو چمکتا نظر آیا گھر مین
جھلملاتا مین چراغ شب ہجران سمجھا

[1] ادیب تخلص ہے ایک نواب صاحب کا ١٢

شعرا جمع ہین محفل مین کہ ہر رنگ کے پھول
اے فصاحت مین اسے رشکِ گلستان سمجھا

ہے بر کان نیچ مین ساقی ترے مستانے کا
وہ در باغ یہ دروازہ ہے میخانے کا

یہ نتیجہ ہوا کعبہ سے ہوا آنے کا
بجھ گیا تھا جو چراغ ایک ہی بتخانے کا

فافت سے آئین بھی پر یان تو مخاطب نہوا
اللہ اللہ یہ مزاج آپ کے دیوانے کا

تونے فانوس کو جانا ہے گھر اپنا اے شمع
ہم تو سمجھے اسے مرقد ترے پروانے کا

آے وہ نزع مین جب بند ہوئی آنکھ مری
آتے پہلے ہی سے یہ وقت نہ تھا آنے کا

روز کیون شیخ و برہمن مین نہو جنگ و فساد
راستہ کعبہ کا جو ہے وہی بتخانے کا

دوسرا حشر بپا اور قیامت مین ہوا
کون تھا روکنے والا ترے دیوانے کا

خضرِ دل لاکے دوراہے پہ مجھے یون بولے
دیکھو یہ کعبہ کا رستہ ہے وہ بتخانے کا

ہم نے پھر پی مئے انگور مزے لے لے کر
پہلے منھ چوما چھلکتے ہوے پیمانے کا

چاہون تو ہاتھ بڑھا کر ابھی لون ساغر مہر
مرتفع بام ہے ایسا مرے میخانے کا

عاشقِ بیخود و ارفتہ کا کیا مذہب و دین
جو ہے کمبخت نہ کعبہ کا نہ بتخانے کا

ترکِ الفت کو تو سب کہتے ہین مجھسے ناصح
مگر انداز برا ہے ترے سمجھانے کا

میکدہ ایک بنانے لب کوثر رضوان
لے گیا کھینچ کے نقشہ مرے میخانے کا

برہمن یاد ہے برسات مین وہ شیخ کا غل
سقفِ مسجد پہ وہ گرنا ترے بتخانے کا

آنے پاؤگے نہ تم غیر کے گھر پر جاکر
سوچ لو پھر کوئی حیلہ مرے پاس آنے کا

دفعتاً حشر کے مجمع مین وہ ہلچل پڑنا
وہ کفن پھاڑ کے آنا ترے دیوانے کا

چشم مخمور پہ انکی نہ دل مست آئے
لڑنا اچھا نہین پیمانے سے پیمانے کا

آرہے تھے وہ مرے گھر یہ خبر سن کے پھرے
کیا یہی وقت تھا دشمن ترے مرجانے کا

جب یگانون مین نہین انس و محبت کچھ بھی
کیا گلا کیجیے فصاحت کسی بیگانے کا

کب عاشقو نکو آہِ رسا نے بچا لیا
مارا تھا ان بتون نے خدا نے بچا لیا

مظلومو نکا قصاص لیا جائے روز حشر
پر ظالمون کو عذرِ جفا نے بچا لیا

آئی قضا جو وقت پہ اپنی تو مر گیا
بیمار کو دوا نہ دعا نے بچا لیا

عزت بھی جان بھی رہی ایمان بھی رہا
دورِ بتان مین ہمکو خدا نے بچا لیا

میری نگاہِ شوق نہ کچھ کام کر سکی
انکو تو اُنکی شرم وحیا نے بچا لیا

نازل ہوئی جو وہ تو نہ یہ پاس آ سکی
کیسا قضا سے مجھ کو بلا نے بچا لیا

دوزخ مین لے چلے تھے فصاحت ہمین ملک
روزِ جزا علیؑ کی ولا نے بچا لیا

یہ کیا تم روز کہتے ہو کہ تیرا امتحان ہو گا
یہان ہو گا وہان ہو گا کہو کچھ تو کہان ہو گا

رواں جب سوے بالا سنگ بیداد بتان ہوگا
شکستہ تختۂ مشق جفاے آسمان ہوگا

زمین دیگی فشار اسکو تو شور الامان ہو گا
دہان گور مین مردہ سخنور کا زبان ہو گا

قفس تک کچھ خبر اُڑتی ہوئی گلشن سے آئی ہے
جلایا برق نے جس کو وہ میرا آشیان ہوگا

بگولا جب کوئی اُٹھے گا صحراے مدینہ سے
براے زیب وزینت تاجِ فرقِ آسمان ہوگا

بتادے آج مجھ کو گر کیا ہے وعدۂ فردا
کدھر ڈھونڈھون تجھے مین حشر کے دن تو کہان ہوگا

بلایا مین نے کیون لالے سے اپنے قلبِ داغی کو
یہ کیا معلوم تھا برہم مزاج باغبان ہوگا

اگر آنا اُسے منکر تو جا در ڈالنا یارو
مری تربت کے روزن دیکھکر وہ بدگمان ہوگا

ہمین کو کیا طلب کرنے کی حاجت ہوگی منعم سے
ہمارا حال بھی عسرت مین محتاجِ بیان ہوگا

منادی شہر بھر مین ہو گئی ہے دیکھئے کیا ہو
کوئی آج امتحان لے گا کسی کا امتحان ہوگا

بتِ کافر کرے گا ذبح جسدم مجھ مسلمان کو
لہو فریاد کرنے جانب قبلہ روان ہوگا

جوانی دیکھکر اُسکی یہ چرخِ پیر کہتا ہے
نتھا پہلے نہ ہے کوئی نہ اب تجھسا جوان ہوگا

کلام سخت اگر تجھسے بھری محفل مین نکلے گا
ترا بتیس دانتو مین بُرا حال اے زبان ہوگا

نہ کیجیے ترک فن شعر ناقدری دنیا سے
ریاض اک عمر کا ہے اے فصاحت رائیگان ہوگا

کسی پر حشر کے دن قہر ربِ دو جہان ہو گا
جفا کارون مین اک ہو گے تمھین یا آسمان ہو گا

ہم ایسے دل جلو نکا حال محفل مین بیان ہوگا
جو شعلہ شمع کا گلگیر کے منھ مین زبان ہو گا

عزیزو بند کردو وا مرے مُردے کی آنکھون کو
حسین دیکھے گا تو کوئی نہ کوئی بدگمان ہوگا

مرے مرنے سے دونا اے ہما تو اوج پائے گا
کہ تاج اک اور تیرے سر پہ میرا استخوان ہوگا

ہمارے گم شدہ دل کو عزیزو جاکے دیکھ آؤ
پڑا ہوگا وہین پر ان کا نقش پا جہان ہوگا

پس مردن چلے گی یون نہ کشتیٔ تن منعم
روانی کے لیے غفلت کا پردہ بادبان ہوگا

نہین گی پٹیان زخم سر فرہاد کی اچھی
جو دامن قیس کا جوش جنون مین دھجیان ہوگا

یہ کہکر شانہ ہین نے دل شکستہ کردیا میرا
حسین قسمت سے جو تجکو ملے گا بدزبان ہوگا

ہمارے ذبح کرنے کو وہ آمادہ تو ہین لیکن
رگین گردن کی لپٹین گی تو کیا خنجر روان ہوگا

نتھا آگاہ مین اس راز سے اے دوست اب سمجھا
ملے گا اُس گھڑی تو جب فراق جسم و جان ہوگا

چڑھا کر آستین کہتا ہے ہنسکر مجھسے وہ قاتل
تمھارے صبر کا اب زیر خنجر امتحان ہوگا

منالانا یہان اے رہروان کوچۂ جانان
مرا روٹھا ہوا آفت کا مارا دل وہان ہوگا

مین دانہ ہون تو اسکو ہی مثال آسیا گردش
مجھے پھر کون پیسے گا جو ساکن آسمان ہوگا

جو کھودے گا مجھ ایسے سوختہ تن کی لحد کوئی
جلی کچھ ہڈیان دکھلائی دین گی کچھ دھوان ہوگا

اگر قسمت مین ہے تو اے فصاحت ہم بھی جائینگے
سوے مشہد جو کوئی قافلہ یہان سے روان ہوگا

ردیف باے موحدہ

نغمہ سنے جو اُس کا گلستان مین عندلیب
منہ ڈالے اپنا گل کے گریبان مین عندلیب

آتے کبھی جو کوچۂ جانان مین عندلیب
بھولے سے پھر نہ جائے گلستان مین عندلیب

روندے گئے ہین پاؤن سے وہ گل ہزار حیف
رکھتی تھی جنکو دامن مژگان مین عندلیب

دونو کی عمر نالہ و شیون مین کٹ گئی
انسان مین ایک مین ہون تو حیوان مین عندلیب

نالہ کُنان ہے رونے مین دل میرا اسطرح
جیسے کہ نغمہ سنج ہو باران مین عندلیب

اے بادشاہ حسن ہما ہو یہ ہے اثر
آئے جو تیرے سایۂ ایوان مین عندلیب

تک تک سے اُسکی یار کو ہوتا ہے دردسر
صیاد غل کرے نہ گلستان مین عندلیب

گلچین کا ظلم ہو نہ ہو صیاد کا ستم
اس آرزو مین گل ہین اس ارمان مین عندلیب

عاشق کی روح بعد فنا اشتیاق سے
آئے گی بن کے کوچۂ جاناں مین عندلیب

دل نالہ کش ہے مصحف رخ کے خیال مین
مصروف ہے تلاوت قرآن مین عندلیب

خون رویٔن میرے آبلۂ پا تو ہو بہار
گلشن کو چھوڑے آے بیابان مین عندلیب

ہر ایک جا یہ عشق دکھاتا نیا ہے رنگ
پروانہ انجمن مین گلستان مین عندلیب

گلشن مین مانگئے گا اگر زیورِ گُل آپ
گوندھے گی پھول تار رگ جان مین عندلیب

آراستہ جو ہے تنِ انسان مثال باغ
دل اسطرح ہے جیسے گلستان مین عندلیب

صیاد نے دکھایا نہ پھر اک نظر چمن
آخر کو مر گئی اسی ارمان مین عندلیب

سودائے عشق باغ مین جکڑی رہے نہ کیون
زنجیر دودِ سنبل پیچان مین عندلیب

عاشق سے ضد ہے دیتے ہین وہ باغبان کو حکم
آنے نہ پائے میرے گلستان مین عندلیب

صیاد نغمے اُس کے فصاحت اگر سنے
صدقہ کو کیون نہ لائے گلستان مین عندلیب

پہونچیگا دم مین نالۂ آتش فشان قریب
کیا کام اِس سے دُور ہو یا آسمان قریب

کم دو کمان سے تھا شبِ معراج فاصلہ
تھے اسقدر خدا سے رسولؐ زمان قریب

کیون راہ بھولتا ہے دور ا ہے یہ آکے شیخ
مسجد ہے دور پیرِ مغان کی دوکان قریب

پُر خون ہین میرے آبلۂ پا جو دشت مین
کانٹے بڑہا دیتے ہین سوکھی زبان قریب

کہتا ہے ساربان یہ لیلے کا قیس سے
آہون کو روک آنے لگا اب دھوان قریب

اُس حور کے مکان کا ہے ایسا رفیع بام
جس سے زمین دور ہے اور آسمان قریب

کر لو یہین طواف جو دل چاہے زاہدو
کعبہ ہے دور یار کا ہے آستان قریب

فرقت مین جاگ جاگ کے ایسا ہوا ہون زار
دب جاؤنمین جو آئے بھی خوابِ گران قریب

اس رشک نے تو اور بھی مارا تھا قیس کو
لیلے سے مین تو دُور ہون اور ساربان قریب

تنہا سمجھ کے اور دبا لے زمین گور
میرا عزیز ہے نہ کوئی ہے یہان قریب

صیاد نے رہائیِ بلبل بھی کی تو کب
جب سُن لیا کہ آ گئی فصل خزان قریب

ہو رہی گیا ہے دل مرے پہلو سے کیا کہون
بیٹھے تھے بزم مین تمھین اےجانِ جان قریب

نکلے وہ تیغ کھینچ کے عشاق جمع ہین
جاتا ہے دیکھین کون دم امتحان قریب

نادان ہے کیا بشر جو سمجھتا ہے اسکو دور
شہ رگ سے بھی ہے خالقِ کون و مکان قریب

گرمی ہے دوپہر ہے یہین چل کے سو رہو
گھر دور ہے رقیب کا میرا مکان قریب

اہل سخن ہون جین سے گذرے گی قبر مین
ہوگی جو کوئی تربتِ اہل زبان قریب

گردش سے چشم کی ترا ابرو سدا ہے تیز
کیونکر نہ آبدار رہی ہے فسان قریب

سمتِ مکانِ یار فصاحت چلے ہو کیون
آنے بھی تو نہ دینگے تمھین پاسبان قریب

کیا ہوا مین نے نہ باغِ دہر مین پی گر شراب
گلشن جنت مین دینگے ساقیٔ کوثر شراب

اس بہانے سے پلاتا ہون انھین لاکر شراب
مین ہون ناواقف بتا دو پیتے ہین کیونکر شراب

خم لگا دے منھ سے پی لین خوب جی بھر کر شراب
آج دے ساقی ہمین لے شیشہ و ساغر شراب

تجکو بھی پیتا ہون مین سوتے سے اُٹھ اُٹھ کر شراب
بوتلوں مین بھر کے رکھی ہے سر بستر شراب

ساقیا غش آئے جب مجھ میکشِ بیمار کو
بدلے پانی کے چھڑک دینا مرے منھ پر شراب

وہ مرے گھر آئے ہین مہمان تکلف چاہیئے
شیشے بلّوری ہون مینا کار جام احمر شراب

میکشی کی محفلین کرتے ہین جب ساحل پہ وہ
دوسرا دریا رواں ہوتا ہے بہہ بہکر شراب

جھوم کر اُٹھنے سے اس کے ہم کو یہ ثابت ہوا
سوے میخانہ گھٹا بھی آتی ہے پیکر شراب

واعظ مکار دن کو وعظ مین کرتا ہے منع
پردۂ شب مین پیا کرتا ہے خود چھپکر شراب

شیشے سے خم سے سبو سے دیکھ اُبلنا ساقیا
مست کیا ہے فصل گل مین جامہ سے باہر شراب

رہن ہین ظرف وضو تو زاہد مفلس کے آج
کل پیے گا بیچ کر عمامہ و چادر شراب

میکشون کو آفتاب اپنا دکھاتا ہے عروج
ساقیا لانا پیالہ مین ذرا بھر کر شراب

کیون نہون مغرور و بدمست اہل دولت روز و شب
ایک تو ہے نشۂ زر پیتے ہین اُسپر شراب

جشن ہے نوروز کا سوجھی ہے مستون کو نئی
کھیلتے ہین رنگ پچکاری مین بھر بھر کر شراب

رنگ پان اُنکے گلوے صاف سے یون ہے نمود
جیسے مینائے بلوری سے عیان احمر شراب

ہم وہ میکش ہین گزک تیار کرتے ہین اگر
بدلے روغن کے چھڑکتے ہین کبابون پر شراب

محتسب ہے ساغرِ مے خاصیت مین آفتاب
اشک ٹپکینگے جو دیکھے گا نظر بھر کر شراب

کل جو انمین غیر مین باتین ہوئین یقین راز کی
آج سب مجھسے بیان کردینگے وہ پیکر شراب

حجرِ معاصی ہے فصاحت کو بھی ہو نجا دے وہین
یا خدا ابنجالی ہے سرکہ جہان جا کر شراب

جانتا تھا خوب حیدر کی عبادت آفتاب
کسطرح مغرب سے پھر کرتا نہ رجعت آفتاب

کیا دکھاتا ہے مجھے اپنی حرارت آفتاب
قرض لے لے میرے داغ دل سے حدت آفتاب

مانگتا ہے کھیل مین تم سے اجازت آفتاب
گنجفہ مین ملنے کی رکھتا ہے حسرت آفتاب

روے نورانی حیدر کی جو پھیلی ہے ضیا
سمجھے ہم طالع ہوا ہے زیر تربت آفتاب

بھاگتا ہے سایہ مجھ دیوانے کا انسان تو کیا
گرم ایسلیے ہے میانِ دشتِ وحشت آفتاب

ساغرِ مے کو نہ گھور اے محتسب پچھتائے گا
دیکھ ہوتا ہے مضر بہرِ بصارت آفتاب

بیٹھے ہین موسم سرما مین وہ بالاے بام
دیکھتے ہین آنکھو ہم تیری بدولت آفتاب

چاند کو رخ کے مقابل دیکھکر کہتے ہین وہ
شب کو آیا ہے بدل کر اپنی صورت آفتاب

چہرۂ نورانی محبوب سے کیا دین مثال
نارسے کی ہے خدا نے تیری خلقت آفتاب

جام مے سے گرم سرما مین ہین عریان آپکے
ہرطرف کرتا ہے سردی کی شکایت آفتاب

رات کو کسب ضیا کرتا ہے اس عارض سے ماہ
دن کو زرافشان ہی اس رخ کی بدولت آفتاب

حشر کو فریاد کرنے جب گنہگار آئین گے
ہوگا پوشیدہ میان ابر رحمت آفتاب

ہوش مجھ عاصی کو محشر مین سر و پا کا نہین
قہر تانبے کی زمین سر پر قیامت آفتاب

دودِ آہ قیس اگر سایہ نہ کرتا نجد مین
اور کر دیتا سیہ لیلی کی رنگت آفتاب

کہتے ہین طول شب فرقت سے گھبرا کر یہ ہم
ہوگا طالع شاید اب روز قیامت آفتاب

روز و شب روے علی سے نور کا سائل ہی چرخ
صورت کاسہ قمر ہے دست حاجت آفتاب

اُن کے پرتو سے نہ کیون مہتاب ہون مشہور مین
اے فصاحت شاعری مین ہین لطافت آفتاب

مے پیئینگے شب کو وہ لاے ایاغ آفتاب
ماہ گرد و نیر پھرے بہر سراغ آفتاب

شعبدہ بازیٔ گردون کسی کو شک نہین
روز بے روغن جلاتا ہے چراغ آفتاب

میکشو اتنے بڑے خمخانۂ گردون مین واہ
ایک ہے پیمانۂ مہ اک ایاغ آفتاب

جمع کرکے آسمان بھردے جو کافور سحر
کیا عجب ہو دافع گرمیٔ داغ آفتاب

غنچے پیمانے ہین گل ہین جام شیشہ سرو ہین
دیکھ ساقی اپنے میخانے مین باغ آفتاب

آگیا نوروز شغل مے کشی کر اے جوان
لے کے دست پیر گردون سے ایاغ آفتاب

کیا ہوئی زائل فلک کی عقل پیری کے سبب
دن دہاڑے کیون جلاتا ہے چراغ آفتاب

بحث کرتا ہے مرے داغ دل محرور سے
الفلک ہے عقل سے خالی دماغ آفتاب

ہر مہینے کیون لگا تا بھولتا ہے چرخ پیر
بدر اک پھاہا خنک ہے بہر داغ آفتاب

یون جوانی مین ہے مملو جام حسن یار کا
نور سے جیسے لبالب ہے ایاغ آفتاب

مثل برگ خشک ان آہون کی آندھی سے اڑا
اب ملے کیا خاک گردون کو سراغ آفتاب

جو ہین ادنیٰ انکو ہوتا ہی نہین اعلیٰ کا عشق
کب پتنگے پھرتے ہین گرد چراغ آفتاب

پر تکلف سارے عالم کو ملے کیونکر طعام
مطبخ افلاک مین ہے اک اجاغ آفتاب

آسمان جھک جھک کے ہم رندون سے کہتا ہے یہ روز
جام مے دو مجکو مجھسے لو ایاغ آفتاب

دھوپ سے پتھر چٹک کر جب نکلتے ہین شرر
کیا نظر آتا ہے کوہستان مین باغ آفتاب

فصل باران مین بناتا ہے اسے ابر سیاہ
جمع کرکے آسمان دود چراغ آفتاب

اعتنا کرتے نہین چرخ چہارم پر مسیح
ہے دوا سے آجتک محروم داغ آفتاب

سیر کرتا پھرتا ہے اس برج سے اس برج مین
دیکھو دور چرخ گردان مین فراغ آفتاب

ساقیا چرخ دنی ہمکو سمجھتا ہے حریص
دور سے بھر کر دکھاتا ہے ایاغ آفتاب

اے فصاحت ہوتے اور افکار سے فارغ جو ہم
نظم کرتے فکر سے مضمون باغ آفتاب

نکلی اے صیاد آسانی سے جان عندلیب
کیا رگ گل باندھکر کھینچی زبان عندلیب

اسکے پردے مین سنے گل داستان عندلیب
ہو اگر قمری چمن مین ہم زبان عندلیب

اس کو اٹھتا ہوگا لطف داستان عندلیب
باغ مین گلچین سمجھتا ہے زبان عندلیب

کوئی بھی ان مین کسی دل پر اثر کرتا نہین
ابر کا گریہ مرا نالہ فغان عندلیب

اسقدر کیون صحن گلشن جھاڑتی ہے اے صبا
چھوڑ کچھ تنکے برائے آشیان عندلیب

کی فدا جان ایک میرے طائر دل نے تو کیا
ہین تجھ ایسے گل پہ صدقے لاکھ جان عندلیب

خندۂ گل کی صدا سے مست ہین طاؤس باغ
ابتو کوئی بھی نہین سنتا فغان عندلیب

دن کو گلچین توڑ کر رکھدے اگر لالہ کا پھول
ہو وہی شب کو چراغ آشیان عندلیب

اپنے مُنھ کو شمع کے جلتے ہوے گل پر رکھے
باغ مین شب کو ہو مین وہ امتحان عندلیب

چاہیے ہے اتحاد اس درجہ اے فصل بہار
ہوے گل کے ساتھ نکلے تن سے جان عندلیب

شور طاؤس چمن اُٹھکر اگر مانع نہ ہو
چٹکیان لے دل مین غنچہ کے فغان عندلیب

مُنھ سے کچھ پھوٹے جو غنچہ تو جلا کے باغ مین
پھر رہی ہے برق گردِ آشیان عندلیب

شاہد گل کی چمن مین رونمائی کے لیے
اے صبا کیا کم سے کم ہے نقد جان عندلیب

ردیف باۓ فارسی

تھر دیکھو دن کو اس کوچہ مین جب آتی ہے دھُوپ
آگ ہے ہمسے بیٹھنے والون پہ برساتی ہے دھُوپ

ہمسری کی تاب اُنکے گھر مین کب لاتی ہے دھُوپ
سایۂ دیوار بڑھتا ہے تو ہٹ جاتی ہے دھُوپ

کوے جانان کی زمین پر روز جب آتی ہے دھُوپ
آفتین اُفتادگان خاک پر ڈھاتی ہے دھُوپ

سامنے اُنکے جسارت کر کے گر آتی ہے دھُوپ
روے آتشناک کے پرتو سے شرماتی ہے دھُوپ

یونتو وقت صبح اُٹھتے ہی نہین بالاے بام
نیند سے وہ چونکتے ہین منھ پہ جب آتی ہے دھُوپ

میکشو پک پک کے انگورون مین آتا ہے مزا
تاک اچھی طرح جب گلزار مین کھاتی ہے دھُوپ

اسکی حدت سے نکل سکتے نہین آئین وہ کیا
آٹھ آٹھ آنسو مجھے ہر روز رُلاتی ہے دھُوپ

گرم صحبت رہتی ہے مستون کی جاڑے مین وہین
بام میخانہ پہ وقتِ صبح جب آتی ہے دھُوپ

دیتی ہے تکلیف پر تکلیف مجکو ہجر مین
روز ساتھ اپنے ہواے گرم بھی لاتی ہے دھُوپ

آمد پیری ہے موے سر ترے ہون گے سفید
خواب غفلت سے ذرا چونک ایجوان آتی ہے دھُوپ

دن کو فرقت مین کسی صورت نہین آتا قرار
شعلہ زا آہون سے میری اور گرماتی ہے دھُوپ

دو گھڑی کے واسطے بھی خوف سے روزِ فراق — کب سیہ خانہ مین عاشق کے بھلا آتی ہے دھوپ
عکسِ روے آتشین ہے مزرعِ دل کو مضر — کشتِ دہقان خشک ہوجاتی ہے جب کھاجاتی ہے دھوپ

چاندنی کی طرح وان تھی اے فصاحت یہ خنک
روضۂ شبیرؑ مجکو یاد دلواتی ہے دھوپ

غیرون کے لیے کیون ہمین ناشاد کرین آپ — اگلی جو محبت تھی اُسے یاد کرین آپ
آنکھون کی ثنا مین غزل اک مین نے کہی ہے — لازم ہے کہ ہر شعر پہ دو صاد کرین آپ
ٹھوکر ہی سے کیا خاک ہو زندہ مرا مردہ — تم اپنی زبان سے بھی تو ارشاد کرین آپ
سہہ سہکے ستم ہوگئے مشتاق بہت ہم — جب جانین کہ کوئی ستم ایجاد کرین آپ
ایسی پُر اثر تھین مری آہین شب فرقت — دل تھام لین ہاتھون سے جو پھر یاد کرین آپ
اے یار ابھی حوصلہ ہے چرخ کا باقی — وہ ظلم سے نادم ہو تو بیداد کرین آپ
اے حضرتِ دل ہوگئے کیون شیفتۂ حسن — ساتھ اپنے نہ مجکو کہین برباد کرین آپ
اسواسطے سہتا ہون مین اے یار جفائین — کچھ دن تو پس مرگ مجھے یاد کرین آپ
یہ ضبط محبت کی ہے تاکید شب ہجر — دم گھٹ کے بھی نکلے تو نہ فریاد کرین آپ
دامن وہ جھٹکتے ہین تو کہتی ہے مری خاک — برباد ہون خود مجکو نہ برباد کرین آپ
کم کی صفتِ حسن جو مین نے تو وہ بولے — اب ڈھونڈھ کے معشوق پریزاد کرین آپ
مقتل مین اگر پانون سے غیر آئے تو کیا فخر — مین سر کے بھل آؤن جو مجھے یاد کرین آپ
اے تو سہی اس نالۂ پُر درد سے ہو موم — دل اپنا مری ہمت سے فولاد کرین آپ
حسرت نہ یہ رہ جائے حضور آپکے دل مین — راضی ہون مین بیداد پہ بیداد کرین آپ
کیا لطف اُجاڑا اگر آباد دلون کو — ویران ہین جو دل اُنھین آباد کرین آپ
سب ان کے ستم سہہ لئے ہمنے تو یہ بولے — اب ظلم کرون وہ کہ بہت یاد کرین آپ

یان تو کمر اُگتی نہین ملنے کی فصاحت
قصد اب سوے شہرِ عدم آباد کرین آپ

حسب فرمائش حضرت خداوند نعمت صاحب عالم مرزا سلیمان قدر بہادر اعلی اللہ مقامہ

ردیف تاے فوقانی

ہلو پہلے ساقی گلرو کی انجمن مین نشست
پھر اسکے بعد ہو پھولے پھلے چمن مین نشست

دو زانو آکے یہان بیٹھے ہر رئیس و شریف
ادب سے چاہیئے اس شاہی انجمن مین نشست

بتون کو سجدہ نہ کرنے لگین جناب شیخ
یہ روز اچھی نہین دیر و برہمن مین نشست

جھکائے سر مری بزم عزا مین وہ بیٹھین
کہ چاہیئے یوہین رنج و غم و محن مین نشست

نہ عاشقون مین تکلم کرے تو لطف ہے کیا
عبث ہے محفل معشوق بدہن مین نشست

قیام کرتے نہین ایک جا بہار مین رند
ہی زیر تاک کبھی اور کبھی چمن مین نشست

مری لحد مین فرشتے بھی دیکھنے آئے
ہر ایک لکھے ہوئے حرف کی کفن مین نشست

وہ انکی بزم مین استادہ رہنا شمعون کا
ادب کے ساتھ وہ پروانونکی لگن مین نشست

رموز شعر و سخن ہم سے سیکھ جاے حریف
رہی ہے انجمن کاملین فن مین نشست

بسر ہے جو وادی غربت مین تو خیال آیا
کبھی بہ راحت و آرام تھی وطن مین نشست

اٹھا سے نہین اٹھتی نگہ وہ شرمیلی
کہان کی آئی خدا جانے اس دہن مین نشست

تڑپ گئے ترے نزدیک بیٹھنے والے
غضب ہے ترچھی نگہ کر کے بانکپن مین نشست

یہ بلبلون سے اشارہ ہے چشم نرگس کا
مقام خوف ہے صیاد کی چمن مین نشست

نہیب و رعب ہی وحشی چشم کا ایسا
غزال و شیر کی یکجا ہے اسکی بن مین نشست

دہل دہل کے وہ اور اہل بزم کا اٹھنا
وہ تیرے مجمع ہوئی حلقۂ رسن مین نشست

قطعہ
آنکو بعد فنا میان بہشت
خدا نصیب کرے بزم پنجتن مین نشست

بینگے صبح کو ہم ساغر شراب بہت
کہ شب کو خواب مین دیکھے ہین آفتاب بہت

جھکا کے گردن انسان یہ کہتی ہے بیری
کہ سر اٹھایا تھا اس نے دم شباب بہت

مرے نصیب کی برگشتگی پلٹ نہ سکا
دکھائے یون تو زمانے نے انقلاب بہت

پڑی جو اس رخ روشن کی چھوٹ غسل کے وقت
بھنور کے بن گئے دریا مین آفتاب بہت

گنہ زیادہ ہین اعمال نیک کم افسوس
خدا سے حشر مین ہو گا مجھے حجاب بہت

بھری گلون کی محبت ہے دل نہ ہو مضطر
یہ شیشہ گر نہ پڑے اسمین ہے گلاب بہت

ہوئی ہے موج کی شمشیر اس لئے پیدا
نہ خود سری کرے دریا مین ہر حباب بہت

حسین زیادہ ہین دنیا مین اور عاشق چند
ہے اُلٹی بات کہ ذرے کم آفتاب بہت

جو مجھسے بحث کرے علم عشق مین مجنون
اگر سوال کرے ایک دون جواب بہت

تری طرح نہین ہول قیامت اے زاہد
کہ دیکھے مین نے پریشان ایسے خواب بہت

مرے ہین حسرت دیدار مین وہ لاغر ہین
ہمین کفن کے لیے ہے تری نقاب بہت

تمھارے کانون مین گوہر ہماری آنکھ مین اشک
تمھین کہو کہ ہے کن موتیون مین آب بہت

بُرائی کی ہے رقیبون نے یار سے شاید
کرا ندنون ہے فصاحتؔ کچھ عتاب بہت

رہو مہمان جو تم اے رشک قمر ساری رات
غیرت برج قمر ہو مرا گھر ساری رات

آج مہمان رہو یار اگر ساری رات
میرے پہلو مین نہو درد جگر ساری رات

عیش وعشرت سے ہین ہوگی بسر ساری رات
آج مہمان ہے وہ رشک قمر ساری رات

آئے بھی وہ مرے گھر تو نہ ہوا وصل نصیب
ہوئی زلفون کے بنانے مین بسر ساری رات

مجھ سے شرما کے وہ کہتے ہین یہ صبح شب وصل
ایسے ہم سوئے رہی کچھ نہ خبر ساری رات

شام سے تھا جو شب ہجر کا دھڑکا
نہ لگی آنکھ مری تا بہ سحر ساری رات

رہی اسپر بھی تو اے شمع زبان تیری دراز
سیکڑون بار ہی کاٹا گیا سر ساری رات

شب کو وعدہ پہ جو وہ غیرت خورشید آیا
صدقے ہوتا تھا مرے گھر کے قمر ساری رات

درد دل ہجر مین اٹھا ہے تو بیٹھے ہین عزیز
سانس کی آمد شد پر ہے نظر ساری رات

مین مناتا رہا ہر بات پہ بگڑا کئے وہ
آئے بھی تو رہے آمادۂ شر ساری رات

گھر سے ہر بار تڑپ کر وہ نکل آتے تھے
میری آہون نے دکھایا یہ اثر ساری رات

تا سحر ہجر مین تڑپینگے ہم اے درد جگر
شرط ہے تو بھی نہ اک لحظہ ٹھہر ساری رات

اُنکے ابرو کا تصور جو مجھے تھا شب ہجر
مثل عقرب نظر آتا تھا قمر ساری رات

مست نادار زمستان مین ہین عریان تو کیا
بیٹھکر بھٹی پہ کر دین گے بسر ساری رات

انتظار آپ کے آنے کا مجھے تھا ایسا
رہی دروازے پہ حسرت کی نظر ساری رات

ہجر مین گھر وہ ہمارا ہے مہیب و تاریک
شمع فانوس سے ٹکراتی ہی سر ساری رات

تو سہی جانکین غیر کے گھر وہ کسی وقت
دن بھر آہونکا ہی نالونکا اثر ساری رات

روز و شب فرقتِ دلبر مین تڑپتا ہون مین
درد دل دن کو ہی تو درد جگر ساری رات

باغ مین حبس جو ہوتا ہے کبھی گرمی سے
پنکھے جھلتے ہین انھین برگ شجر ساری رات

اے فصاحت نہین پہلو مین جو ہوتا وہ یار
خاک پر لوٹ کے ہوتی ہے بسر ساری رات

ایسی اچھی ہے مرے رشک چمن کی صورت
ہے نزاکت گل نسرین و سمن کی صورت

دیکھ پائے جو ترے چاند سے مکھڑے کو چکور
کبھی دیکھے نہ مہ چرخ کہن کی صورت

شمع رو یار یہ محفل مین ہین پروانہ رقیب
کس طرح مین نہ جلون شمع لگن کی صورت

اسکی ساعد کی جو تعریف رقم کی مین نے
ہاتھ مین کلک ہوا شاخ سمن کی صورت

بلبلین کہتی ہین صیاد سے جان آجاے
اک نظر چل کے دکھلائے چمن کی صورت

ہے یقین پائینگے مشکل سے نکیرین مجھے
جسم ہے زار مرا تار کفن کی صورت

چھپے اُس گل تر کے جو گلستان مین سُنے
اڑ گئے ہوش مرے مرغ چمن کی صورت

رخ روشن پہ نہ اس ماہ کے نکلے کبھی خط
یا خدا دیکھے نہ یہ چاند گہن کی صورت

بلبلین جمع ہین یون گرد عروسان چمن
جسطرح دیکھتے ہین لوگ دولہن کی صورت

صبح کو اُس رُخ روشن کی جو لکھتا ہون ثنا
تار مسطر کے چمکتے ہین کرن کی صورت

داغ دل میرے نظر آئین اگر بلبل کو
آنکھ اٹھا کر کبھی دیکھے نہ چمن کی صورت

دلو کیطرح سے لٹکا دل عاشق جا کر
بل جو ہے گیسوے جانان مین رسن کی صورت

تیغ قاتل نے لگائی تو بپے شکر و ثنا
زخم گویا ہین مرے تن پہ دہن کی صورت

جب مصور نے بنایا ترا نقشہ گئے ہوش
کھینچنا بھول گیا وہ بھی دہن کی صورت

میری آنکھون مین کھپی شام غریبان ایسی
نہ رہی یاد ذرا صبح وطن کی صورت

چاہتا ہے اگر انسان زمانے مین عروج
اوج بھی ہو تو جھکے چرخ کہن کی صورت

تم کو اے مانی و بہزاد مین سمجھون کامل
کھینچو گر یار کے بیساختہ پن کی صورت

ڈوب مرنے کو جو شیدائے زنخدان آیا
ہو گیا خشک کنوان چاہ ذقن کی صورت

نیمچہ ڈاب مین رکھوں تو نشان مجکو ملے
نہ کمر ہو کہین معدوم دہن کی صورت

پیری آتے ہی نہ رونق ہے وہ باقی نہ وہ رنگ
کیون بدل جائے نہ انسان کے تن کی صورت

اس لئے ہوتی ہے بیمار کو غربت مین یاس
دیکھئے ہو کہ نہ ہو گور و کفن کی صورت

کیون نہ عاشق ہو ہر اک بلبل روح مقتول
تیری تلوار مین جوہر ہین چمن کی صورت

عندلیبون کا جہان شور فصاحت کل تھا
آج وان دیکھتے ہین زاغ و زغن کی صورت

کہتا ہے مجھسے ہجر کی شب یہ خیال دوست
ہوگا نہ خواب مین بھی میسر وصال دوست

اے بدر دیکھ شب کو رُخ بے مثال دوست
وہ زلف و خط و ابرو و مژگان و خال دوست

گلشن مین دیکھ لین تو صنوبر کو چھوڑ کر
ہون قمریان فدائے قد نونہال دوست

غافل کر اختیار تواضع کو جھک کے مل
دشمن بھی تجھسے رکھین محبت مثال دوست

ہم عاشقون کو ساغر مے کی ہوس نہین
پیتے ہین روز جام شراب وصال دوست

دل اسنے ہم سے مانگ لیا ہم نے دیدیا
کس طرح کرتے پہلے پہل رد سوال دوست

لیتے نہیں خبر مری تم کیسے ہو حبیب
دنیا مین روز پوچھتے ہین دوست حال دوست

عاشق کے پاس آ نہین سکتی کبھی خوشی
گھیرے ہوے ہے صدمہ و رنج و ملال دوست

کیونکر غش ایک جلوے سے موسیٰ کو آگیا
عشاق دیکھتے رہے پہرون جمال دوست

میری متاع دل کو کیا غارت آپنے
رکھتا ہے احتیاط سے ہر دوست مال دوست

عاشق کی مرگ و زیست بھی اورون سے ہے جدا
مرنا فراق دوست ہے جینا وصال دوست

بعد وصال یہ بھی ادا دیکھنے کی ہے
وہ سر جھکانا شرم سے وہ انفعال دوست

شور نشور کی انھین مطلق نہین خبر
عاشق میان حشر ہین محو جمال دوست

صدہا بنائین حسرت مردہ کی تربتین
اس درجہ جمع دل مین ہے گرد ملال دوست

عشاق بات بات مین کھاتے ہین یہ قسم
گر جھوٹ بولین ہو نہ میسر وصال دوست

شیرین نہ کس طرح ہو فصاحت مرا کلام
لیتا ہون بوسۂ لب شیرین مقال دوست

ردیف تاے ہندی

اس نے جب جوٹ پر لگائی چوٹ
دل بچا یا جگر پہ کھائی چوٹ

اُنکے کوچہ مین گر کے اٹھ نہ سکا
میرے پانون مین ایسی آئی چوٹ

جیہ بابل مین کہتے ہین یہ ملک
عشق نے ہم پہ بھی لگائی چوٹ

طائرِ دل ہوا نہ اُن سے شکار
کیسی بگڑی بنی بنائی چوٹ

چل گئی جبکہ اس کی تیغ نگاہ
بچ گیا غیر مین نے کھائی چوٹ

جب پڑا سایۂ ہما اون پر
ناز سے بولے سر پہ آئی چوٹ

عشق مین دل مرا بچا نہ جگر
یہ ہے مجروح اُس نے کھائی چوٹ

تیغِ ابروے یار سے بچ کر
خوب اے ماہِ نو بچائی چوٹ

بھول جاتا ہون درد اپنا بھی
دل دُکھاتی ہے جب پرائی چوٹ

سچھر آیا جو شیخ پر دمِ وعظ
خوب دستار سے بچائی چوٹ

اس رُخِ صاف پر نظر کر کے
میرے پاے نگہ نے کھائی چوٹ

کیا گرا کر فقیر اعمیٰ کو
روز کھلواتی ہے گدائی چوٹ

ہے یہ ماتم سے مطلب عشاق
عشق مین دل پہ ہمنے کھائی چوٹ

چرخ کے وار روکنے کو تھا
کہ ادھر آپ نے لگائی چوٹ

وہ نظر سے گرا سکے کہتے ہین
سچ بتاؤ کہان پہ آئی چوٹ

رحم دل کون ہے سپر کی طرح
روکتی ہے سدا پرائی چوٹ

اے فصاحت نہ کیون ہو اُلگین دل
عشق مین ہم نے دل پہ کھائی چوٹ

جہانتک ہو سکے تو اے زیان لوٹ
ہین جو لذاتِ نعماتِ جہان لوٹ

امیدون کا مری پھولا پھلا باغ
جوانی مین نہ یون اے آسمان لوٹ

وصال یار کی لذت شب و روز
اگر قسمت مین ہے تو اے جوان لوٹ

تو اپنی شوخ و دزدیدہ نگہ سے
ارے دل کا نہ میرے کاروان لوٹ

نہین ملتی جو مے اے رندِ مفلس
بھری پیرِ مغان کی ہے دکان لوٹ

بضاعت تو ہمارے دل کی لے لے
متاعِ صبر کیون اے جان جان لوٹ

درِ جانان پہ پڑ رہنے دے شب کو
ہو میرے پاس جو اے پاسبان لوٹ

کہین دو چار گل بوٹے تو رہ جائین
چمن بالکل نہ اے بادِ خزان لوٹ

نچھاور آن پہ ہم کرتے ہین اے غیر
جواہر سیم و زر آ کر یہان لوٹ

چلے ہین حسن کی بازار مین ہم
متاعِ دل کی رہتی ہے جہان لوٹ

نہ بچے گا تجھ سے جو لے گا وہ گلچین
زرِ گل پہلے تو اے باغبان لوٹ

لیا ہے نقدِ دل تم نے بُری طرح
کہان لینا اجازت سے کہان لوٹ

خدا کا ہے کرم تجھ پر فصاحت
متاع و دولتِ وصلِ بتان لوٹ

ردیف ثاے مثلثہ

سر رقیبون کے کٹے ہاے اُدھر کیا باعث
کی ادھر مجھ پہ نہ قاتل نے نظر کیا باعث

روز بھڑکاتے ہین شاید مری جانب سے رقیب
تم نے چھوڑا صنم آنا مرے گھر کیا باعث

یا خدا نیند کے بدلے نہ مجھے موت آ جاے
نہین ہوتی شبِ فرقت جو سحر کیا باعث

بُلبُلین کہتی ہین کیا ہم نہ رہا ہون گے کبھی
ہاے صیاد کترتا ہے جو پر کیا باعث

جز کفن اور نہ لیجاؤ گے کچھ دنیا سے
منعمو جمع جو تم کرتے ہو زر کیا باعث

شاید اُسکا رخ روشن نظر آئے گا آج
رات کو خواب مین دیکھا ہے قمر کیا باعث

کس کے دانتون کا تصور ہے مجھے رونے مین تھا
بنگئے اشک مرے سلکِ گہر کیا باعث

راز کھلتا نہین پوچھین ہم الٰہی کس سے
ان بتونکے نہ دہن ہے نہ کمر کیا باعث

کس حسین کا رخِ شفاف نظر آیا ہے
جوش حیرت کا ہی کیون آئنہ پر کیا باعث

ہے کسی کے لبِ لعلین کا تصور شاید
خون روتے ہین مرے دیدۂ تر کیا باعث

باغ مین کس شہ خوبان کی ہوئی ہے آمد
سرخ پہنے ہے قبا ہر گل تر کیا باعث

صاعقہ طور کا ہے کیا ترے چہرے کی چمک
خیرگی کرتی ہے عاشق کی نظر کیا باعث

باغ مین کونسی بلبل کا ہے ماتم اسکو
بال کھولے ہوے ہے سنبل تر کیا باعث

آرزو کیا ہے مجھے پابوسیٔ قاتل کی تھی
کٹ کے قدمو نپہ گرا ہے مرا سر کیا باعث

رنج ہوتا ہے عدم چھٹنے کا شاید انکو
روتے ہین وقت ولادت جو بشر کیا باعث

شمع کیا شعلۂ رخ سے ہوئی اسکے ہمسر
قطع تو کرتا ہے گلگیر جو سر کیا باعث

کیا یہ ایما ہے کہ ہم جائینگے مر کر تہِ خاک
جھکتے پیری مین ہین انسان کے جو سر کیا باعث

کس کے دانتون کا زمانہ مین ہوا ہی انھین عشق
دل مین ناسور جو رکھتے ہین گہر کیا باعث

کیا رقیبون نے فصاحت اسے بھڑکایا ہی
نہ رہی اب وہ محبت کی نظر کیا باعث

لحد کو روند کر کرتا ہی وہ بیداد کیا باعث
دیے کو بھی دباتا ہے ستم ایجاد کیا باعث

مجھے لکھنے مین آیا دھیان کس کے قد موزونکا
ہوا سرسبز خامہ صورت شمشاد کیا باعث

بوقت نزع مجکو ہچکیان آتی ہین کیون ہمدم
عدم مین دوستو نکو آ گیا مین یاد کیا باعث

ہوا مین کیا جنون خیز آئین جو وحشی چلے صحرا
بہار آتے ہی گھر ہوتے لگے برباد کیا باعث

چمن مین آکے وہ خوش قد اکڑتا ہی تو کہتا ہے
اکیلا آج تک تھا مصرعۂ شمشاد کیا باعث

الٰہی کون سے گل کی ہے آمد آج گلشن مین
چٹک کر غنچے دیتے ہین مبارکباد کیا باعث

سنا ہی اپنے ہاتھونمین ہین پہنے دست بند اسنے
بنھائین مجکو ہتکڑیان نہ اے حداد کیا باعث

غزل مین میری کیا موزون ہین مضمون اسکی آنکھونکے
کہ اک اک شعر پر ہوتے ہین وہ صاد کیا باعث

پسِ مردن بھی ہے آوارگی باقی کہ لڑکون نے
ہماری خاک کی ہے کھیل مین برباد کیا باعث

قفس مین بند کر رکھے ہین میرے مشت پر ناحق
مرے پر بھی رہا کرتا نہین صیاد کیا باعث

تڑپنا میرا وقت قتل کیا دیکھا نہین جاتا
جو منھ پھیرے ہوے ہے خنجر جلاد کیا باعث

طریقہ شمع سے کیا مین نے سیکھا سوز الفت کا
کہ جل جاتا ہون پر کرتا نہین فریاد کیا باعث

فصاحت دیکھکر پریان مرے معشوق کو بولین
زیادہ حسن مین سب سے ہے آدم زاد کیا باعث

سن اے حریص خواہش اکسیر ہے عبث
تقدیر گر نہ چاہے تو تدبیر ہے عبث

گر میرے قتل کرنے کو مانع ہے نازکی
پھر ہاتھ مین حضور کے شمشیر ہے عبث

کہتے ہین وہ یہ فخر نہ آئے گا مجھ کو رحم
حالت تمھاری عشق مین تغئیر ہے عبث

اے دل بلا کے پیچ ہین مشکل ہے چھوٹنا
مضطر میان زلف گرہ گیر ہے عبث

آنکھون سے بیکے اشک ندامت مٹائینگے
فرد گناہ ہیچ ہے تحریر ہے عبث

بیکلا بنی خاک سے بنتی ہے گرد باد
جب مر گئے تو گردش تقدیر ہے عبث

ہم ناتوان تو ہل نہین سکتے جنون مین خود
گردن مین طوق پاؤن مین زنجیر ہے عبث

زنجیر در صدا یہی دیتی ہے غافلو
لازم ہے فکر گور یہ تعمیر ہے عبث

دم بھر کو میرے گھر پہ وہ آئے کھڑے کھڑے
اے آہ تجھ مین اتنی بھی تاثیر ہے عبث

مانی بنا سکا نہ دہان و کمر تو کیا
بے انکے کھینچنا تری تصویر ہے عبث

قسمت مین جسقدر ہے تری رزق پائیگا
نادان یہ سعی و کوشش و تدبیر ہے عبث

ابرو کی تیغ غیر کی گردن پہ بھی چلی
قاتل نہ دے جو کام تو شمشیر ہے عبث

آنے نہ دینگے غیر انھین میری لاش پر
تابوت کے اٹھانے مین تاخیر ہے عبث

قاصد سے وہ پیام زبانی یہ کہتے ہین کہ
تحریر خط عبث تھی یہ تقریر ہے عبث

شمعین زبان دراز کرین کیا مجال ہے
کیا شب کو تیری بزم مین گلگیر ہے عبث

ٹھنڈا ہوا اسے اسنے کیا اپنے صید کو
ہم پہلے جانتے تھے یہ تیر ہے عبث

آکر ملا جو تیر تو نکلا کمان سے کام
جبتک کمک جوان نہ کرے پیر ہے عبث

پیری مین قد جھکا تو ہوئی آہ کارگر
بیکار یہ کمان نہ یہ تیر ہے عبث

کھاؤ جو خاک پاک فصاحت تو ہو شفا
تم کو مرض مین خواہش اکسیر ہے عبث

یہ ہین عشق سیلیے شمائل کے باعث
ہوئین ذلتین حضرت دل کے عبث

مجھے قتل ہونے کی اس سے خوشی ہے
دل اسکا بہلتا ہے بسمل کے باعث

خط سبز جانان کی الفت نے مارا
گئی جان زہر ہلاہل کے باعث

لڑے باغبان اور صیاد و گلچین
گلون کے سبب اور عنادل کے باعث

جو مین نے کہا زہر کھا لون کا اکدن
لگے پوچھنے وہ گلے مل کے باعث

تھی اس بزم مین شکوہ دلسوز میری
بسر ہو گئی شمع محفل کے باعث

بکلوا نہ عشاق نالان کو گھر سے
بہار چمن ہے عنادل کے باعث

لہو کی ہین چھینٹین پڑین قتل کر کے
ہوئے ہین وہ بدنام بسمل کے باعث

جہان سے ہم آکر لحد مین ہین سوئے
تھکے تھے ملا چین منزل کے باعث

کہان مین کہان عشق کے تھے یہ جھگڑے
پھنسا ہون فقط مین اسی دل کے باعث

فصاحت کے تن پر بہت بار تھا سر
ہوئی مشکل آسان قاتل کے باعث

ردیف جیم تازی

عاشق کو آسمان نے دیے بیشمار رنج
گر اک خوشی ہوئی تو ہوئے ہین ہزار رنج

آؤ جو تم نہ ہو دل نالان کو یار رنج
کھوتی ہے عندلیب کا فصل بہار رنج

آتی ہے نجد مین یہ صدا گور قیس سے
اک دل لگا کے ہمنے اٹھائے ہزار رنج

رحمت تری وسیع ہے گو ہین گناہ گار
کیا روز حشر کا ہمین پروردگار رنج

باد خزان ہے بلبل نالان سے کہہ رہی
ابتو کرو رہون گے نہ تجھے اے ہزار رنج

بعد فنا زمین بھی ہوئی مثل آسمان
کیا کیا نہین دیے مجھے زیر مزار رنج

کرتا ہے مجھ سے یار تلون مزاجیان
گر دمبدم خوشی ہے تو ہین بار بار رنج

دھیان اسمین گل کا اسمین ہے صیاد کا خیال
دیتی ہے بلبلون کو خزان اور بہار رنج

کیا دوست ہے کہ ہجر مین دیتا ہے میرا ساتھ
مین رنج پر نثار ہون مجھپر نثار رنج

کرتے ہین آکے گریہ وزاری عزیز و دوست
ہو نجانے کس کو کس کو نہ تونے مزار رنج

اٹھ اٹھ کے مین شراب نہ ساقی سے لے سکا
سستی بڑھا کے تو نے دیے ہی خمار رنج

گلزار و ابر و بادہ و دلبر نہین نصیب
مجھ کو فقط یہی ہین زمانے مین چار رنج

صحرا مین کاوشین تر مژگان کے ساتھ ہین
چبھ چبھ کے میرے پاؤن مین دیتے ہین خار رنج

وہ تیرہ بخت ہون کہ مرے سر پہ پھٹ پڑے
بیٹھون جو مین تو دے شجر سایہ دار رنج

تربت مین کام آئے گی حب ابو تراب
پہونچائے گا نہ تجکو فصاحت فشار رنج

کیا عجب ہو عاشق نالہ کنان کی احتیاج
کوچۂ دلدار مین ہے پاسبان کی احتیاج

ہو گیا ہے رنگ کچھ اب کی بہار آتے ہی اور
محتسب کو بھی ہوئی پیر مغان کی احتیاج

دیکھکر اک چاند سا مکھڑا ہوا دل چاک چاک
واسطے بخیے کے ہے مجھ کو کتان کی احتیاج

کچھ صفت اس شعلہ رو کی مین بیان کرنے کو ہون
تھوڑی دیر اے شمع ہی تیری زبانکی احتیاج

ہین جو مفلس چین سے سوتے ہین ڈر انکو نہین
صاحب زر کو سدا ہے پاسبان کی احتیاج

سر کو میرے کاٹ کر کہتا ہے ہنس ہنس کر وہ ترک
تھی نہ مجھے برسون سے تیرے امتحان کی احتیاج

خاک مجنون کا بگولا ہر قدم تھا ساتھ ساتھ
ناقۂ لیلی کو کیا تھی ساربان کی احتیاج

دیکھ یون اک رشک یوسف کو یہ ہے مد نظر
ہے برائی سرمہ گرد کاروان کی احتیاج

اہل حیرت غیر کے قبضہ سے باہر ہین سدا
گلشن تصویر کو کیا باغبان کی احتیاج

منصب و جاگیر کی خواہش فصاحت کو نہین
ہے طواف روضۂ شاہ زمان کی احتیاج

مونس نہین جو عشق مین کوئی سوا اے رنج
آتی نہین خوشی بھی قرین بے رضاے رنج

دعوت فراق یار کی منظور دل کو ہے
دو چار دن کے واسطے مہمان آے رنج

تجھ کو شب وصال سلامت رکھے خدا
کیا کیا شب فراق کے دل سے بھلاے رنج

ہمچشم کہتے ہین کہ ہو بیمار چشم یار
کیا خوب دوستون نے بتائی دوا اے رنج

کس سے کہین فراق مین کیونکر بسر ہوئی
ہر دم لہو کے گھونٹ پیئے اور کھاے رنج

مر کر صعوبتون سے جہانکی مین چھٹ گیا
یہ دوستو مقام خوشی ہے کہ جاے رنج

پاے نہ بعد مرگ سگ کوے یار نے
یہ استخوان خلق ہوے تھے برا سے رنج

گریان جو شمع ہے تو ہے خندان گلِ مزار
مرنے سے میرے کوئی ہو خوش کوئی کھلے رنج

ہون تختۂ چمن جو سراپا ہین تن مین داغ
اچھی پنھائی جوشِ جنون نے قبا سے رنج

چادر نتھی جو کشتۂ غم کو ترسے نصیب
عزت بڑھی مزار پہ بھی ردا سے رنج

دیکھو تو حسن وعشق مین کیا لین دین ہے
ہم نے ہر اک حسین کو دل دے کے پاے رنج

مجھ کو تو بات بات کی ہو جاتی ہے خبر
وان تم ہنسے رقیب سے یان دل مین آے رنج

وقت نثار توڑ نہ اے قبر ہڈیان
لازم ہے میزبانو نکو مہمان نہ پاے رنج

روتی ہے شمع شام سے تا صبح بزم مین
اک رات سن لیا تھا مرا ماجرا سے رنج

ٹھوکر پڑی جو موج کی پوے حباب بحر
دنیا مین آنکھ کھولتے ہی ہم نے پائے رنج

دل نے کیا بلا مین فصاحت کو مبتلا
ورنہ یہ پہلے تھا نہ کبھی مبتلاے رنج

نکلا جو گھر سے شام کو وہ بے نقاب آج
ہم سمجھے پھر طلوع ہوا آفتاب آج

اسطرح جھوم جھوم کے اُٹھے سحاب آج
واعظ کہے یہ مجھے بھی پلا دو شراب آج

کچھ کل سے بھی سوا ہے مجھے اضطراب آج
دیکھون دکھائے کیا دل خانہ خراب آج

ساقی وہ تیز و تند پلادے شراب آج
گو پیر ہون پہ عود کر آئے شباب آج

بیٹھے ہین بزم غیر مین وہ بے نقاب آج
ہون مثل آئنہ ہمہ تن آب آب آج

چھپ نکاؤ دوستو دم تلقین نہ قبر مین
جاگا بہت دنون کا ہون آیا ہے خواب آج

کیا مجھسے چھپ کے غیر کے گھر پر گئے ہین وہ
بیٹھے بٹھائے دل کو ہے کیون اضطراب آج

سورج گہن کی وجہ سے تیرہ نہین جہان
شاید پڑی ہے یار کے رخ پر نقاب آج

دریا پہ بن سنور کے چلا ہے وہ بحرِ حسن
دیکھے ترچھی نگہ سے نہ چشم حباب آج

وعدہ ہوا ہے آئینگے کل وہ ہمارے گھر
تڑپا لے خوب سا ہمین اے اضطراب آج

ساقی بغیر کیا کہون مقتل ہے میکدہ
خنجر کا کام کرتی ہے موج شراب آج

بھڑکا ہا جو میرے داغ جگر کا سرک گیا
بدلی مین منھ چھپائے رہا آفتاب آج

کیا کیا چھٹنک چھٹک کے نکلتی ہے چاندنی — شاید وہ اپنے بام پہ ہے بے نقاب آج

اس درجہ نرم تھا مرا بستر شب وصال — جس کے خیال کرنے سے آتا ہی خواب آج

مے بھی ہے باغ بھی ہے ہوا بھی ہی ابر بھی — معشوق بھی ملے تو ہے لطف شباب آج

معکوس ہو کے کہتے ہین دریا مین سب حباب — پھوٹے ہین بے ثبات بھی ہے انقلاب آج

غمخانہ میکدہ ہے فصاحت بغیر یار
دکھلا رہا ہے جام بھی چشم پُر آب آج

ردیف جیم فارسی

اب ہما کا دانت ہے اسیر اے غافل پہونچ — استخوان ہین اے سگ جانان ترے قابل پہونچ

ڈوبتا ہون عشق کا دریا ہے ناپیدا کنار — آشنا ؤ ہے بہت دشوار تا ساحل پہونچ

مرگیا ہے نجد مین مجنون کفن درکار ہے — اے ہوا لیلی کا لیکر پردۂ محمل پہونچ

بقصور اے شمع پروانے جلایا کر نہ تو — جان لے کلگیر کی بھی ہے سر محفل پہونچ

پانؤن کہتے ہین کہ چل صحرا مین دیوانون کے ساتھ — سر مرا کہتا ہے سمت کوچۂ قاتل پہونچ

یار ہے پردے مین پنہان شوق ہے دیدار کا — وان نگہ تو جا نہین سکتی ہے تو اے دل پہونچ

شرم آتی ہے کرون کیا اہل دولت سے سوال — حرف حاجت کی ہوئی ہے تا بہ لب مشکل پہونچ

رخ سے وان اٹھی نقاب آنسو تھمے یان چشم سے — اے نگہ اب بیچ مین کوئی نہین حائل پہونچ

رخ پہ اُسکے آگیا خط سیہ چل سوے گور — اے مسافر جھٹ پٹا ہے وقت منزل پہونچ

ہے گرانباری گناہون کی اُٹھائے کیا کوئی — میرے لاشے کی ہوئی ہے گور تک مشکل پہونچ

قتل ہونے کا مرے محضر یہی بنجائے گا — اُڑ کے اے خون گلو تا دامن قاتل پہونچ

وہ سر شام آئینگے گھر پر فصاحت کے ضرور
اپنی مشعل جلد لیکر اے مہِ کامل پہونچ

ردیف حاے حطی

فرقت مین ہے یہ دیدۂ بیدار کیطرح — نیند اُڑ گئی ہی نرگس بیمار کیطرح

مضمون تازہ پھوٹتے پھلتے ہین بزم مین
ہم شاعرون کے کلک ہین اشجار کیطرح

سنبل ہے زلف سرو ہے قد نرگس آنکھ ہے
ملتی ہے کتنی یار سے گلزار کیطرح

بعد فنا بھی حسرت دیدار یار ہے
روزن ہون میری قبر مین دیوار کیطرح

نقدِ عمل کو اپنے قیامت مین دیکھے ہم
جنت کو مول لین گے خریدار کیطرح

افشان صبحی جو سن سے ابرو پہ یار نے
جوہر دکھا دئے مجھے تلوار کیطرح

قم سے جلایا یار نے اٹھلا کے جان لی
گفتار کی وہ شکل یہ رفتار کیطرح

ہر دم خرید ہے حسنات و گناہ کی
دنیا بھی اک مقام ہے بازار کیطرح

اس درجہ دم بھر اتری تیر افگنی کا یار
لب خشک ہوگئے لب سوفار کیطرح

کس طرح دیکھین چشم حقیقت سے ہم تجھے
نو آسمان ہین بیچ مین دیوار کیطرح

آیا ہے یار گھاٹ پہ گرداب لے کے بحر
رکھے سر حباب پہ دستار کیطرح

لاغر جو ہون تو ڈر دم فکر سخن یہ ہے
پاے خیال مین نہ چبھون خار کیطرح

کیونکر ہو شمع شعلۂ رخ پر ترے نثار
فانوس کے حجاب ہین دیوار کیطرح

دیکھا نہین گیا جو مرا حال وقت ذبح
قاتل بھی مُنھ پھرا ے ہے تلوار کیطرح

مجھ زار کی بغل سے اٹھا جب وہ رشک گل
دامن مین مین لپٹ کے چلا خار کیطرح

کس طرح دیکھین راہ عدم طے ہو رہرود
دفتر گنہ کے بیٹھے یہ ہین بار کیطرح

مٹی سے خلق ہوکے مین مٹی مین ملگیا
ہر پھر کے آگیا ہین پرکار کیطرح

دندان کی یاد مین جو فصاحت سے ہین اشک
پائی ہے آبرو درِ شہوار کیطرح لا

قید ہستی سے ہے اِس طرح تن زار مین روح
جیسے پھڑکے بدنِ مرغ گرفتار مین روح

اُن سے کہدو کہ عیادت کو تو آئین دم نزع
دم کی دم اور ہے مہمان تن بیمار مین روح

عشق صادق کو تو دیکھو کہ اسیری پر بھی
تنِ بلبل تو رہا دام مین گلزار مین روح

عکس آئینہ کو کس طرح مقابل کہون مین
ہے بڑا فرق زیادہ ہے تنِ یار مین روح

دام جوہر جو بچھا تھا دم قتل اے قاتل
پھنس گئی تن سے نکلکر تری تلوار مین روح

دل کو بایا جو نہ دنیا کے علائق سے بری
نذر کو لایا ہون یارب ترے دربار مین روح

بادہ خوار و کوئی ہم سا بھی نہ ہوگا میخوار
مرگئے بھی تو رہی خانۂ خمار مین روح

یا علیؑ لائیے تشریف کہ اب ہے دم نزع
نہ نکل جائے کہین حسرت دیدار مین روح

اے فصاحت گذرا اپنا تو نہ تا زیست ہوا
بعد مرنے کے گئی کوچۂ دلدار مین روح

آئینہ دیکھے حسن رخ یار کس طرح
اعمیٰ ہے وہ نصیب ہو دیدار کس طرح

گر مستعد بھی قتل پہ میرے ہوے تو کیا
نازک ہین وہ اٹھائینگے تلوار کس طرح

وہ سیر باغ کرتے ہین مجکو یہ فکر ہے
ہو بند چشم نرگس بیمار کس طرح

خورشید سے تو آنکھ ملانا محال ہے
دیکھینگے حشر کو رخ دلدار کس طرح

بوسہ لیا تھا مین نے تصور مین آپکا
حیران ہون سرخ ہوگئے رخسار کس طرح

زندان مین جو سر کو نہ ٹکراؤن اے جنون
تبلاؤ گر اون پھر در و دیوار کس طرح

چلتے ہین فرش گل پہ تو کہتے ہین ناز سے
ہم طے کرین یہ وادی پر خار کس طرح

اون سے کوئی کہے کہ تماشا تو دیکھ لین
دم توڑتا ہے آپ کا بیمار کس طرح

نشہ مین سجدہ خشت خم مے پہ کر لیا
او زاہد ہرے بھی تو میخوار کس طرح

پہلے پہل وہ قتل کو میرے اٹھے ہین آج
واقف نہین لگائینگے تلوار کس طرح

دفتر ہے پیٹھ پر نہ بڑھے جاؤ ہم ہو
خم ہے کمر چلون مین گنہگار کس طرح

کل تک نہ جنکو تکیۂ مخمل پہ چین تھا
رکھے ہین آج خاک پہ رخسار کس طرح

کیونکر نکالون آپکے دل سے غبار مین
ہٹ جائے درمیان سے یہ دیوار کس طرح

کہتے تھے پہلے ہوتے ہین کیونکر مریض عشق
اب کیا کہین کہ ہم ہوے بیمار کس طرح

ہے عیب چیز دے کے کسی کو جو پھیر لے
دل دے کے یار سے ہون طلبگار کس طرح

بلبل قفس مین پوچھتی ہی یون چمن کا حال
پھولون کی کیا خبر ہے رہے خار کس طرح

گہہ بوے گل ہوے کبھی رنگ حنا بنے
پاس آپ کے پہونچ گئے ہم زار کس طرح

زنجیر تو پنھائی ہے حداد نے سبک
احسان کا اٹھائینگے ہم بار کس طرح

دکھلاکے ہار پھولون کے بولا وہ رشکِ گل
آئے ہین دیکھو بندھکے گنہگار کس طرح

کہتی ہے شمع پہلے ہی جلنے لگی زبان
لین حال سوز دل کرون اظہار کس طرح

پھولی ہوئی ہے نرگس شہلا مزار پر
نکلی ہے میری حسرت دیدار کس طرح

پوچھا فصاحت آکے کسی نے نہ بعد دفن
کیئے کٹی لحد کی شبِ تار کس طرح

باغبان سب غل مچاتے ہین عنادل کیطرح
روندو تم غنچہ نہ گلشن مین مرے دل کی طرح

غیر بیٹھے ہین اشارون مین مرا دل مانگ لو
صاحب اپنا ہاتھ پھیلاؤ نہ سائل کی طرح

شام سے ہے شمع استادہ تمھاری بزم مین
حکم دو تو یہ بھی بیٹھے اہل محفل کی طرح

بسے نادان ہو سمجھتے ہو گل بازی اسے
دل یہ مجھ خستہ جگر کا ہے رکھو دل کی طرح

ان نثار وے اجازت تیغ کا بوسہ نہ لو
دیکھو نازک ہے مزاج اسکا بھی قاتل کی طرح

ساربان جاتی ہے لیلیٰ نجد سے مضطر ہی قیس
بانون ناقہ کے بھی کسکر باندھ محمل کی طرح

عاشقو ہے اسطرح سیر گلستان کا مزا
دیکھو اک اک پھول کو پہرون عنادل کی طرح

وار اس تیغ نگہ کا دل پہ شاید پڑ گیا
آج حسرت لوٹتی پھرتی ہے بسمل کی طرح

ابر رویا ہے تو روئے مثل میری آنکھ کے
برق تڑپی ہے تو پھر تڑپے مرے دل کی طرح

آیا بالین پر وہ عیسیٰ یہ طلب کرتا ہے جان
میرا مردہ ہاتھ پھیلانے ہے سائل کی طرح

بوے آئینہ سے وہ کپڑے بدلنے کو ہین ہم
پھیرے منھ اپنا تو بھی اہل محفل کی طرح

خون بہانے کو مرا نکلا ہے صبح ہجر مہر
سرخ ہے اسکا بھی منھ غصہ سے قاتل کی طرح

چودھوین شب ہجر ساقی مین ہے مملو دوستو
جام میری عمر کا بھی ماہ کامل کی طرح

شیشہ گر جب ٹوٹتے دیکھو نکا دل دکھ جائیگا
ہائے کیون شیشہ بناتا ہے مرے دل کی طرح

جانہین سکتا مین دیوانہ بیابان کی طرف
گرد ہین اطفال کے حلقے سلاسل کی طرح

قبر تک پہونچا ہون یاران عدم کچھ تو کہو
منزلین ہین اور سخت اس پہلی منزل کی طرح

ہوگئی شہرت کہ رشک باغ ہے کوچہ ترا
آئینگے بے اذن عاشق بھی عنادل کی طرح

سہ لیئے پھرتا ہون یار و حسن کے بازار مین
کوئی بھی گاہک نہین اسکا مرے دل کی طرح

اُسکے دل سے حال ضبط ای قاتل بیدرد پوچھ
زخم کھا کر جو نہ تڑپے تیرے گھائل کی طرح

بُلبلون کے نالۂ سوزان سے شب بھر باغ مین
سرو جلتا ہے چمن مین شمع محفل کی طرح

روح مجنون سے ہے بعد مرگ بھی لیلیٰ کو شرم
قبر بھی پردون مین پوشیدہ ہی محمل کی طرح

اے فصاحت مانگتا ہے نور اُنکے رخ سے چرخ
مہر کا کاسہ لیے ہر روز سائل کی طرح

اُن کے در پر لاکھ تڑپے کوئی بسمل کی طرح
کب نکلتے ہین وہ گھر سے حسرت دل کی طرح

ہُون وہ عاشق فاتحہ پڑھتے ہین سب معشوق بھر
رکھ کے آنکھین میری تربت پر انامل کی طرح

تیر کا پیکان نہین اسمین تو شاید اُسمین ہو
یہ جگر بھی چاک کر کے دیکھ لو دل کی طرح

عشق مجنون کی خبر لیلیٰ کو تھی طفلی مین بھی
گر بنائی تھی گھروندا بھی تو محمل کی طرح

عکس اگر پورا رُخِ پُرنور قاتل کا پڑے
رات کو روشن سپر ہو ماہ کامل کی طرح

آج یون تڑپا ہر اک کو قتل گہ مین لے قضا
لوٹ جائین وہ بھی ہنستے ہنستے بسمل کی طرح

شرم کا اک تھا بہانا مانگنے کو دل مرا
آپ نے ڈھانکا ہے مُنھ محجوب سائل کی طرح

حسرتونکا ہے جو حلقہ قلب غمگین مین مرے
بیچ مین ہے داغ سوزان شمع محفل کی طرح

گھر خدا کے دونون ہین اے شیخ اسکی بحث کیا
مثل کعبہ دل ہے یا کعبہ ہے اس دل کی طرح

ہمدمو ہم جھیل لینگے لاکھ ہو سختی ذبح
دل ہمارا ہے قوی بازوے قاتل کی طرح

باغ مین شب کو بڑھا کر شمع کیا تمنے کہا
ہین گلون کے گرد پروانے عنادل کی طرح

آیا جب ارمان مرے دلمین کوئی تو بولی یاس
تو سہی یہ بھی نہ نکلے حسرت دل کی طرح

نرگس بیمار صحت مانگتی ہے باغ مین
اس کی بھی حسرت بھری آنکھین ہین سائل کی طرح

طائر قبلہ نما کو ہے اگر دعوے بہت
گھر سے نکلے اور تڑپے تیرے بسمل کی طرح

ساقیا کیا سوچتا ہے اسکا جُڑنا ہے محال
محتسب نے شیشہ توڑا ہے مری دل کی طرح

اچھی ہے بزم آپ کی لیکن نہین ہی لاجواب
آئینہ مین بھی تو اک حلقہ ہے محفل کی طرح

وہ ہی مجکو قتل کر کے منفعل اسکو ہے غم
غیر بھی زانو پہ سر رکھے ہے قاتل کی طرح

جب جگر لیکر چلے وہ بڑھ کے پوچھا مین نے یہ
اسکو کیونکر چاک کیجے گا کہا دل کی طرح

گو ہے چکر آسیا کو رزق کی خاطر مگر
ٹوٹ کر غنچہ گرا ہے شاخ سے اے عندلیب

دربدر تو یہ نہین پھرتی ہے سائل کی طرح
جھک کے آنکھون سے اٹھا پہلو مین رکھ دل کی طرح

اے فصاحت اُسنے کیون میرا جگر باقی رکھا
اُس کو بھی پامال کرڈالے مرے دل کی طرح

مشہور گو فلک بھی ہے جلاّد کی طرح
ظالم نہین پر اس ستم ایجاد کیطرح

شام و پگاہ دور بتان مین اذان کا شور
سنتا نہین کوئی مری فریاد کیطرح

محراب تیغ تیز مین پھر اپنا سر جھکائے
جب دل قوی ہو بازوے جلاد کیطرح

بے صبر جانتا ہے اگر مجھکو آسمان
اچھا ستم کرے تری بیداد کیطرح

مجنون کے پاؤن دشت نوردی مین تھے فگار
لیلےٰ کے عشق مین سر فرہاد کیطرح

زلفون کا دام ڈالکے وہ اپنے دوش پر
جاتا ہے آج باغ مین صیاد کیطرح

فرقت مین پھر سیر کہان جاؤن کیا کرون
دُنیا اُداس ہے دل ناشاد کیطرح

مظلومون کی دعا ؤنکی خاطر درِ قبول
رہتا ہے وا مرے لب فریاد کیطرح

کل میرے قتل ہونے کی جو دیکھتے تھے سیر
آج اُنکو لوگ گھیرے ہین جلاد کیطرح

اللہ جسکو جوہر ذاتی عطا کرے
کھنچکر ملے نہ خنجر فولاد کیطرح

وہ عاشقون سے کہتے ہین بھولے سے میرا نام
لب پر نہ آئے شکوۂ بیداد کیطرح

اُلفت مین سر جو پھوڑین تو پائے ہوئے غسل
مردہ ہمارا میّت فرہاد کیطرح

ہر دردنالے سن کے عنادل کے باغ مین
گلچین بھی دل سنبھالے ہین صیاد کیطرح

ساقی کی انجمن ہے چمن جام مثل گل
شیشہ ہے سبز پیچ مین شمشاد کیطرح

بیتابیون سے ہجر مین کیا حاصل اے جگر
ہچکا پڑا بھی رہ دل ناشاد کیطرح

اِس گنبد سپہر مین نالہ رقیب کا
ہوگا نہ تو امان مری فریاد کیطرح

کرتے ہین جان بوجھ کے وہ خون آرزو
قلب اُنکا سخت ہے دلِ جلاد کیطرح

دل لے کے عاشقون سے ترا آنکھ پھیرنا
خصلت ہے یہ بھی عادت بیداد کیطرح

کوچہ مین اُسکے کُھد نہین سکتی کسی کی قبر
شاید زمین سخت ہے فولاد کیطرح

کیون کان دھر کے سنتے ہو تم نالۂ رقیب — اس کو بھی ٹال دو مری فریاد کیطرح

منسکردہ بوے مین نے جو شیرین کہا اُنھین — کیا آپ جان دیجیے گا فرہاد کیطرح

تھا نظم اک حسین کا سراپا تو صفحہ پہ — کھینچی غزل مرقع بہزاد کیطرح

آرہ اُسی درخت پہ چلتا ہے باغ مین — جو اپنا سر اُٹھاتا ہے شمشاد کیطرح

کیا صبر عندلیب ہے گھر باغبان کا بھی — اُجڑا پڑا ہے خانۂ صیاد کیطرح

ہمراہ گل جو خشک کرے سرو کو خزان — قمری بھی تڑپے بلبل ناشاد کیطرح

بے ترک نکلی حسرت دیدار وقت قتل — پٹی نہ باندھ آنکھون پہ جلاد کیطرح

آئے جو یاد اُنکی دل سخت غیر مین — پھر ہو جدا نہ جوہر فولاد کیطرح

بس اک ہمین پہ چاہنے والون مین اے حضور — ہے مہربانی آپ کی بیداد کیطرح

شیرین نے دفعتاً خبر مرگ جب سُنی — مجروح دل ہوا سر فرہاد کیطرح

مین عندلیب اُڑا ہون جو لیکر قفس کو بھی — حیران سب اسیر ہین صیاد کیطرح

وہ نالۂ رقیب سے گھبرائین اتنا کیون — چھپکے سنا کرین مری فریاد کیطرح

پروانون مین جو شمع کے سر کو جدا کیا — گلگیر شب کو گھر گیا جلاد کیطرح

آگاہ میرے جوہر ذاتی سے ہے جہان — دعوے کمال کا نہین حساد کیطرح

اُنکا بھی قلب غیر کے ماتم مین اندنون — مغموم ہے مرے دل ناشاد کیطرح

تصویر اُنکی کھینچ کے لے گا بلائین جو — ہاتھ اُس کے کاٹے جائینگے بہزاد کیطرح

صیاد صحن باغ مین بیٹھا ہے بلبلو — پھیلا ہے دام سایۂ شمشاد کیطرح

قدرت یہ ہے تجھی مین کہ فرعون ساعدو — موسیٰ کی پرورش کرے اولاد کیطرح

تھی مجکو تیرے دید کی حسرت تو مر کے بھی — آنکھین کھلی رہین لب فرہاد کیطرح

کیون ہو نہ تجکو ناز فصاحت کہ ذی وقار
مشہد مین کون تھا ترے اجداد کیطرح

یہ غزل مشاعرۂ مصطفے علیخان صاحب پرائیوٹ سکریٹری نواب صاحب رامپور کی ہے

شش جہت مین بانٹتا رہتا ہے یہ انوار صبح — مہر بھی گویا ہے اک داروغۂ سرکار صبح

نظم کرتا ہون مین ہنگام سحر اشعار صبح
باغبان صنع جب ہو کاشف اسرار صبح
رو بصحت ہو گئے آفاق مین بیمار صبح
خسرو خاور کریگا منکشف اسرار صبح
نکلے گر تفریح کو وقت سحر وہ شہسوار
روبرو آنے کا دے حکم اے سپہر حسن تو
جب نظر کی آخر شب انجم بے نور پر
شام سے مین ہجر مین بیدم ہون فوراً جی اُٹھون
اے فلک تار شعاع مہر سے قدسی بنائین
وہ کسیکا پاس سے اُٹھنا وہ میرا روکنا
گر مقابل ہو کبھی صبح گلوے یار سے
شام تک روتے رہوگے ہوگا پھر ایسا اثر
بام پر وہ دیکھکر وقت سحر شرما نہ جائین
جھلملاتے دیکھی ہین تارے جو ہنگام سحر
سیکڑون کی ہی شب وصل اور یہان فرقت کی رات
میرے رنگ رخ کا ایما ہے یہ صبح شام وصل
بام پر سوتے ہوئے پایا جو منھ کھولے ہوئے
کیون نہ دھمکائے عصاے کہکشان سے چرخ پیر
ہان کبھی کی وعدۂ وصلت پہ اُسنے کہہ نہین
گھر سے نکلا کون سا دیوانہ ہنگام سحر
میری دود آہ کا صبح شب وصلت اثر
ہجر کی شب چاہیئے دم توڑنے کے پہلے ہی
آخر شب آسمان پر ہے یہ ایماے سہیل

کیون نہو مطلع غزل کا مطلع انوار صبح
خط ابیض کیون نہ ہوتا باوہ گلزار صبح
جب ہوا لائی سنگھانے نکہت گلزار صبح
اس طرف رات اُسطرف دن بیچ مین دیوار صبح
خاک پاے رخش ہو گلگونۂ رخسار صبح
مہر طالب ہے اجازت کا پس دیوار صبح
سمجھے ہم یہ ہین گل پژمردۂ گلزار صبح
گر کوئی کہدے کہ لے ظاہر ہوے آثار صبح
دانۂ انجم کا سبحہ بہر استغفار صبح
شرم سے گردن جھکانا اور وہ اقرار صبح
اے فلک موج ہوا ہو سیلی رخسار صبح
خیر ابھی ہنس ہنس کے دیکھو میرا حال زار صبح
منھ نہ رکھے آفتاب اپنا سر رخسار صبح
سمجھے ہین اہل تماشا روزن دیوار صبح
اک دعا سے میرے ہی ظاہر ہون کیون آثار صبح
مین بھی تیرے ساتھ ہون اے قافلہ سالار صبح
مہر اُنکو تاکنے آیا سر دیوار صبح
ہجر کی شب ہو جو نالان طالب دیدار صبح
ہے تلوّن کی دلیل اقرار شام انکار صبح
کوچون مین خاک اُڑ رہی ہی بند ہین بازار صبح
دیکھ لے اے آسمان سانولا گیا رخسار صبح
توڑا اپنا آسرا اے شائق آثار صبح
منتظم ہون ہین سپے آرائش دربار صبح

خواب سے وقت طلوع اُٹھے جو وہ مُنھ دیکھنے
ہوکے قائم مہر ہو آئینۂ دیوار صبح

جانب مشرق جو دیکھی ہے شفق پھولی ہوئی
چرخ کو اُبلا ہوا خم سمجھے ہین میخوار صبح

گرتی میرے نالون کی ٹکر سے ہنگام سحر
رو کے سقفِ کہنۂ گردون کو ہے دیوار صبح

کس طرح مجکو بلائین خود وہ کیونکر آسکین
غیر کے گھر یاد آیا رات کو اقرار صبح

شام کو آئین گے وہ جاتے ہین گر وقت سحر
اب نہ مکرین گے گجر ہے شاہد اقرار صبح

بائع خورشید سے لے لیتے ہین ذرے تلک
کیا متاعِ حسن ارزان ہے سر بازار صبح

پنجۂ خورشید نے بڑھکر کیا آخر کو چاک
پردۂ شب مین نہان تھا جلوۂ رخسار صبح

ہجر کا دن مثل روز حشر ہے ہوگی نہ شام
یہ لب بام فلک سے سنتے ہین گفتار صبح

اے **فصاحت** دیکھکر خیرہ ہو چشم مہر بھی
پُر ضیا نواب عالیجاہ کا دربار صبح

ردیف خاے معجمہ

ملے ہاتھون مین خون ہے میرا شوخ
نہین مہندی کا رنگ ایسا شوخ

تجھسا کوئی حسین نہ ہوگا شوخ
شوخ بھی اور انتہا کا شوخ

ساون آیا تو ان حسینون مین
رنگا ہر ایک نے دوپٹا شوخ

میرے احباب کے ہنسانے کو
کیون اُٹھائین مرا جنازا شوخ

چار باتین یہ اُس حسین مین ہین جمع
کج ادا کج مزاج بانکا شوخ

دیکھو خورشید پر ہے چشمک زن
تو تو کیا نقش پا ہے تیرا شوخ

جب لڑکپن مین یہ شرارت ہے
وہ جوانی مین ہوگا کیسا شوخ

غم دشمن مین ہمنے جب چھیڑا
چپ رہا مُنھ سے کچھ نہ بولا شوخ

بزم سے ہمکو اب اُٹھائینگے غیر
کرتا ہے آنکھ سے اشارا شوخ

باغبان وہ ہے لالہ یہ مرا دل
دیکھ ان مین ہے رنگ کسکا شوخ

مطلع

رنگ رخ ہے تمھارا جیسا شوخ
کب گلو نکا ہے رنگ ویسا شوخ

مین نے سمجھایا گو اُسے کئی بار
میرے مطلب کی پر نہ سمجھا شوخ

اے فصاحت جہانمین ہین جو حسین
سب سے ہے شوخ تر ہمارا شوخ

مین غمزدہ ہون مجکو نہ اتنا ستائے چرخ
آہِ شرر فشان سے مری جل نہ جائے چرخ

گر دیکھے تو نورِ رخِ یار آسئے چرخ
پیری مین مہر و ماہ کی عینک لگائے چرخ

تو دہ بنا لیا ہے جو گردِ ملال کا
اپنی کمان سے تیر مجھی پر لگائے چرخ

ضایع کبھی یہ صبر نہ جائیگا دیکھنا
دُکھتے ہوے جگر کو نہ میرے دکھائے چرخ

دانتون مین تیز ہے دم تقریر یون زبان
تیغ اصیل کو کوئی جیسے چڑھائے چرخ

تسلیم کو حضور کی ہے یہ جھکا ہوا
کہدیجیے جو آپ تو سر کو اُٹھائے چرخ

یہ بہر فکر قوت بہرا اے کرے وہ ظلم
اچھا ادھر زمین اُدھر آنہ مانے چرخ

نیرنگی مزاج حسینان ہے کہہ رہی
ظلم اس قدر کرون کہ ستم بھول جائے چرخ

ہے کس قدر دنی کہ بدلتا نہین کبھی
تارے نہین چھنی ہوئی ہے یہ ردائے چرخ

مر کر بھی میرا اوج نہین ہے اسے پسند
اٹھے غبار بھی تو زمین پر بٹھائے چرخ

بعد فنا زمین بھی فصاحت نہ دیگی چین
جبتک رہے گی زیست سہو گے جفائے چرخ

ردیف دال مهمله

غلطان ہمیشہ دُر ہین سدا ہی عدن کی یاد
ناسور دلمین بنگئی دیکھو وطن کی یاد

دیوانے اور بلبلین ہین فصلِ گل مین قید
صحرا کا اُنکو دھیان ہے انکو چمن کی یاد

گر کر زمین پہ ٹوٹ گیا جام بزم مین
ثابت ہے آگئی کسی پیمان شکن کی یاد

ہے روح قبر مین کبھی دار السلام مین
بھٹکاتی پھرتی ہے اُسے کیا کیا بدن کی یاد

مال جہان سے کچھ نہ ملا ہم کو جز کفن
دنیا مین کھینچ لائی ہمین پیرہن کی یاد

اے داغ دل چمک کہ اندھیرا ہی قبر مین
اب شب ہوئی تو آئی ہے شمع لگن کی یاد

برگ شجر خزا نمین کھڑکنے سے یہ کھلا
کرتے ہین ہاتھ مل کے بہارِ چمن کی یاد

دونون کھنچین محال ہے تصویر یار مین
مانی کمر کو بھولے تو آئے دہن کی یاد

مین نے سفر کیا تو نہ ملنے کو میرے آئے
ہے مجھ کو بے مروتی اہل وطن کی یاد

بے اعتبار زیست تمھاری ہے غافلو
لازم ہے ہر گھڑی تمھین گور و کفن کی یاد

ہم خوف کھائین شام غریبان سے کیا بھلا
دل مین ہمارے آگئی صبح وطن کی یاد

گھبرا گیا ہے دل جو فصاحت کا ہند مین
آٹھون پہر ہے روضۂ شاہ زمنؑ کی یاد

عریان تھے وہ ہم زیست مین تھے جامۂ تن گرد
اب مرتے ہی غربت مین بنے خوب کفن گرد

ہم عاشقون کا خون بہا ہے جو زمین پر
گلگون ترے کوچہ کی ہے اے رشک چمن گرد

کس نے کہا دینے گئے کیون غیر کو مٹی
چہرے سے ذرا جھاڑیے اے مشفق من گرد

لیلی کے تجسس مین جو کی دشت نوردی
ہے قیس بگولے کی طرح سے ہمہ تن گرد

مرجاؤن جو مین زار ترے کوچہ مین آکے
ہو گور ترا نقش کف پا تو کفن گرد

صحرا مین برہنہ جو ہوا جوش جنون سے
مجنون کے لئے بن گئی پیراہن تن گرد

غازہ یہ بنے چہرۂ حوران جنان کا
تو رخ سے اگر جھاڑ دے اے مشفق من گرد

غربت سے پھر آئے جو ہم اللہ ری محبت
بڑھ بڑھ کے لگے جھاڑنے یاران وطن گرد

کہتی ہے یہ آراستہ ہو کر زن دنیا
دیکھے کوئی جوبن مرے آگے ہے دلہن گرد

لوٹے ہین عنادل جو زمین پر ارے گلچین
کیا گل نظر آئین تجھے بالکل ہے چمن گرد

کیون تم نے نقاب رخ شفاف الٹ دی
اس آئنہ پر جم گئی اے سیم بدن گرد

کون آیا ہی صحرا مین مرے پھر تہ شکار آج
اُٹھ اُٹھ کے چھپاتی ہے جو ہر ایک ہرن گرد

مرتا ہی کوئی وادی غربت مین جو شب کو
شبنم اسے دے جاتی ہی غسل اور کفن گرد

نسبت دو نہ انکے دُرِ دندان کی صفا سے
ہے آب گہر مین ملی اے اہل سخن گرد

کیا دادی غربت کا کہون حال مین تم سے
وہ دھوپ قیامت کی وہ اے اہل وطن گرد

ہمراہ رقیبون کے نہ گلیون مین پھرا کر
میلا کیے دیتی ہے یہ شفاف بدن گرد

قبرون مین ہوے دفن ہزارون ہی حسین آہ
جو تھے ہمہ تن آئنہ وہ ہین ہمہ تن گرد

کچھ اوس جو پڑ جاتی ہے گلزار مین شب کو
دھو لیتے ہین چہرے سے عروسان چمن گرد

غم ایسا حسین ابن علیؑ کا ہے فصاحت
ہے جس سے زمانے کا ہر اک رنج و محن گرد

کوئی بھی جب متحمل نہ ہوا میرے بعد
کی حسینوں نے کسی پہ نہ جفا میرے بعد

آپ بدنام بہت ہو بچے گا میرے بعد
نہ کسی اور سے کیجیے گا دغا میرے بعد

ہوا سجادہ نشین مین بس ہرگز مجنون
جانشین کوئی بھی میرا نہ ہوا میرے بعد

تو مری قبر کو پامال نہ کرنا ظالم
دل مین آئے جو ترے خوف خدا میرے بعد

ایک یہ میری وصیت ہے کہ تو اس گل تک
نہ پیام اوروں کے پہونچانا صبا میرے بعد

فاتحہ پڑھنے کو آئین گے سر قبر ضرور
مجکو بھولین گے نہ ارباب وفا میرے بعد

قتل کرکے مجھے پچھتایا بہت وہ ظالم
کوئی ناز اسکے اُٹھاتا نہ رہا میرے بعد

تو جہان مین شہ خوبی ہے اگر مین ہون گدا
دے گا کوئی نہ ترے در پہ صدا میرے بعد

مجکو صیاد نے چھوڑا کہ مین تھا قابل رحم
اب قفس سے کوئی ہوگا نہ رہا میرے بعد

قدر دان حسن کا اک مین ہی تو عشاق مین تھا
کوئی اُنکا نہ خریدار ہوا میرے بعد

غیر کے تلوے مین چبھ جائیگا کانٹا بنکر
در پہ یہ آپ کا نقش کف پا میرے بعد

کوئی دیکھے گا نہین میری طرح تھام کے دل
ترچھی چتون تری اور بانکی ادا میرے بعد

اے فصاحت کبھی اخوان جہان نے افسوس
بھول کر بھی نہ مجھے یاد کیا میرے بعد

ردیف ذال معجمہ

کھولو بازو سے ابھی یہ نہین اچھا تعویذ
غیر کا لایا ہوا تم نے جو باندھا تعویذ

رو دیا فاتحہ پڑھنے کو جو آیا کوئی
پُر اثر ہے مری تربت پہ کچھ ایسا تعویذ

دیکھیے اسکا اثر مجھ پہ ہو یا تجھ پہ ہو
میرے دشمن نے ترے گھر مین جلایا تعویذ

دیکھیے آج اسے بازار مین دیکھا مین نے
غیر نے تیرا طلائی جو چُرایا تعویذ

کبھی آکر نہ ملا مجھ سے وہ بحر خوبی
حُب کے لکھے ہین بہت سے لب دریا تعویذ

عاملو ہوگا نہ بیمار محبت اچھا
لاکھ تم اُسکے لیے لکھو شفا کا تعویذ

مجھسے اُلفت اُسے ہو جائے عداوت کے عوض
شانہ مین تو نے کوئی حُبّ کا نہ لکھا تعویذ

بولے زرگر پہ خفا ہو کے وہ ابتک تو نے
میری ہیکل ہی بنائی نہ بنایا تعویذ

یہ ضیا عقد ثریا مین بھی تو شب کو نہین
نقرئی جیسا چمکتا ہے تمھارا تعویذ

باندھا بازو پہ جو دن کو تو وہ آئے سرِ شام
اے فصاحت پڑا اثر تھا مرا کیسا تعویذ

(ردیف راے مہملہ)

وہ جو پہلو سے سرکنے لگے برہم ہو کر
دل مرا لینے لگا کش مکش غم ہو کر

در سے پھکوائین وہ لاش مرا برہم ہو کر
اقربا آئین جو آمادۂ ماتم ہو کر

آ گئے یاد مژہ اُسکی نہ رہی دم ہو کر
چھیڑتی ہو مرا دل نیشتر غم ہو کر

آپ منگواتے ہین لاتا ہون مین یوسف کی شبیہ
تیوریان اپنی بدلیے گا نہ برہم ہو کر

غم دشمن مین سنا اُس نے جو مرنا میرا
شادیانے بھی بجائے گئے ماتم ہو کر

ٹپکا گلزار مین بلبل کا جو اشک خونین
رنگ لایا عجب آلودۂ شبنم ہو کر

آ رہی ہے یہ شہیدون کے مزارون سے صدا
عمر جاوید ملی ہے ہمین بے دم ہو کر

عشق مین کاہ رُبا سے نہ مجھے دی سب نے مثال
جسم لاغر ہوا جب زردہ لہو کم ہو کر

دردمندون کے نہ دفتر مین رہا نام اپنا
سب کی نظرون مین سبک ہم ہوے بےغم ہو کر

اور بیدادگرون مین ہوے نازان کیا خوب
آپ معروف دل آزاری عالم ہو کر

نخوت حسن کو کم کیجیے ہے عید کا دن
ہم غریبون کے گلے ملیے ذرا خم ہو کر

خود پسندی ہو تو مجمع مین حسینون کے نہ جاؤ
ہو گا ہمسر جو کوئی آؤ گے برہم ہو کر

پڑا عکس اُس رخ رنگین کا تو گلشن مین رہے
سبز پھولون پہ گلابی دُرِ شبنم ہو کر

اُکھڑی باتون نے تری اور بھی مارا مجھکو
نزع کے وقت مرا اُکھڑا ہوا دم ہو کر

بھر گئے جتنے کلیجہ مین پڑے تھے ناسور
قطرۂ خون جو گرے قلب سے مرہم ہو کر

خوشخرام آیا کسی کا تو یہ بولا گلچین
باغ مین بادِ بہار آئی مجسّم ہو کر

فرض ہو تیری مدارا نہ مجھے اے یادِ حبیب
تو بھی اب دل کا لہو پینے کو آ غم ہو کر

ہوتے اُس رخ سے خجل رات کو گلہائے چمن
رہ گئی بات تو جادرِ شبنم ہو کر

دور سے راہ مین دیکھا نہ اُنھین غیر کے ساتھ
مجھ پہ احسان نظر نے یہ کیا گم ہو کر

نہ کر کچھ تو مرے رونے کو تو نے دیکھا
کہ ہے شاہد ترا دامان نگہہ نم ہو کر

گو کجی عیب ہے مشہور ہر اک شے کی مگر
حسن ان ابروؤں کا اور بڑھا خم ہو کر

بہر تعذیر وہ بہزاد کو بلواتے ہین
اپنے بگڑی ہوئی تصویر سے برہم ہو کر

جا کے برسات مین تڑپا دل زخمی جو مرا
گیلی مٹی بھری اس کو جبہ کی مرہم ہو کر

سوچتا ہون عوض بوسہ اُنھین اب کیا دون
بہلا سا دل نہ رہا پیش کش غم ہو کر

گھبرا کیا رحمت غفار نے مجھ عاصی کو
جب بڑھی یاس ہنروار جہنم ہو کر

عکس دے گا جو جواب اِسکا تو بگڑینگے حضور
آئنہ پر نہ نظر ڈالیے برہم ہو کر

دل غنچہ نہ ذرا رونے سے بلبل کے دکھا
بے اثر یہ بھی ہوا گر یہ شبنم ہو کر

نہین معلوم مین کس کا ہون مریض الفت
ناز کرنے لگی بازو پہ دعا دم ہو کر

تربت عاشق ناشاد پہ چھائی ہوئی ہی
حسرت و یاس زمانہ کی فراہم ہو کر

داہ رستے ہوے ساغر مین دیا ساقی نے
بادہ منھ تک مرے آیا تو مگر کم ہو کر

سچے دل سے کرین ہردوئی کے حکام کی مدح
اے فصاحت شعرا آج فراہم ہو کر

یہ فیصل ہوگا حق کے روبرو سچی شہادت پر
ہمارا اور اُن کا اٹھ رہا جھگڑا قیامت پر

معاذ اللہ عدو نے یہ کمر باندھی عداوت پر
ہٹا کر پھول کانٹون کو بچھایا میری تربت پر

کوئی معشوق نازان ہے جو مجھ عاشق کی الفت پر
عدو کمبخت کو کیون رشک آئے میری قسمت پر

غضب ہی آسمان کے دور مین اس شان و عظمت پر
لگائی جائے تہمت حضرت مریم کی عصمت پر

نہ کیون ہو عاشقی مین ہمکو افسوس اپنی حالت پر
کہ دل آیا بھی تو نا آشنا و بیمروت پر

نہ جب دو گام بھی تو چل سکا ساتھ اونکے گلشن مین
ہنسے کیا نازنینان جہان تیری نزاکت پر

تجھے اس کی خبر کچھ بھی نہین اے منعم غافل
قضا ہنستی ہی تیری عارضی اس شان و شوکت پر

کرین پامال یا ٹھوکر لگائین دیکھیے کیا ہو
لیے وہ غیر کو ساتھ آرہے ہین میری تربت پر

مین کس محبوب یکتا کا ہون عاشق جو تصدق ہین
ہزارون آرزوئین دشمنون کی میری حسرت پر

دکھاؤن کیا مین رضوان تجکو باغ کوچہ جانان
یہان آنا ترا موقوف ہے اُنکی اجازت پر

کبھی ہو گا نہ شہرہ قتل کرنے سے رقیبون کے
ترا نام آوری موقوف ہی میری شہادت پر

تحمل مجھسے ہوتے کا نہین احباب سے کہدو
نہ رکھین بار احسان کا مری نازک طبیعت پر

مجھے ہر دم ستانے سے تمہین کیا فائدہ ہو گا
یہ کیون شوخی یہ شوخی ہی شرارت ہی شرارت پر

یہ کی تدبیر اچھی دوستون نے اُنکے آنے کی
کیا کندہ عدو کا نام میرے سنگ تربت پر

ہمین ترغیب دیتا ہے یہی ہے قول رندونکا
کرین بادہ کشی خود اور الزام ابر رحمت پر

ارادہ دل مین وہ کرتے ہین جس کے قتل کرنے کا
تو اُسکا نام لکھ لیتے ہین انگشت شہادت پر

پھر اپنے دل مین وہ کچھ سوچکر توری بھی بدلینگے
ابھی تو مسکرائے میرے اظہار محبت پر

مجھے ظلمت نے گھیرا بے ہوا وہ بجھ گیا فوراً
پتنگے پھٹ پڑے اِتنے چراغ شام فرقت پر

فلک مین چاک ہین گرداب مین چکر ہین ایسے
جہان مین گردشون کا خاتمہ ہے میری قسمت پر

بسر کرتا ہے عزت سے جو عمر اپنی قناعت مین
تو رشک اسیر بھی بعض اہل جہان کو ہی فصاحت پر

اُٹھا کر ہاتھ خونریزی سے آکر میری تربت پر
کسی ظالم نے توڑا اپنا خنجر میری تربت پر

صفائی سے جو آئینہ ہے پتھر میری تربت پر
تو آیا کرتی ہے روح سکندر میری تربت پر

عزیز احباب ٹکراتے ہین جب سر میری تربت پر
لگاتے ہین وہ انکی ضد سے ٹھوکر میری تربت پر

چراغ و شمع ہی پھولون کی چادر ہے نہ تمگیرہ
سر شام اور کیا ہی خاک پتھر میری تربت پر

فرشتے آکے مجھ وحشی کو زنجیرون سے جکڑینگے
عجب ہنگامہ ہو گا روز محشر میری تربت پر

زمین پر پھینکدینے سے ہے وقت صبح کیا حاصل
وہ بھیجین توڑ کر ہیو لوکا زیور میری تربت پر

کبھی جہلت جو ہنسنے بولنے سے اونکو ہوتی ہے
تو آجاتے ہین وہ غیرون سے چھپ کر میری تربت پر

لگایا شامیانہ اپنا جب ابر بہاری نے
تو سبزہ نے بھی ڈالی اپنی چادر میری تربت پر

تیا اچھار کھا رندون نے مجھ میکش کے مدفن کا
بنا ہے لوح مین مینا و ساغر میری تربت پر

عزیز و ناز دیکھو ہاتھ رکھنے کے عوض اُسنے
پڑھا بھی فاتحہ تو پانون رکھکر میری تربت پر

فلک کا قول یہ پھر پھر کے ہے مرے سر پر
جہان مین ختم ہی گردش ترے مقدر پر

یہ سلطنت ہی کہ بیٹھا ہون یار کے در پر
ہما نہ آکے پھرے مجھ فقیر کے سر پر

یہ کون مرگیا سر پھوڑ کر ترے در پر
لہو برائے شہادت جما ہے پتھر پر

نہیں ہین حشر مین خالی ہمارے دونون ہاتھ
ہے ایک انکے گریبان پہ ایک خنجر پر

سیاہ تل نہین بالاے ابروا سے قابل
یہ رکھی ہے ید قدرت نے ڈھال خنجر پر

وہ تیز تیز نگاہین جو پڑتی ہین دم ذبح
تو باڑھ دوسری چڑھتی ہی اُنکے خنجر پر

شراب پی تو ہی کیا جانین کس کو ذبح کرین
اب اختیار نہین اُنکا دست و خنجر پر

ہم اس لئے تہ خنجر جھکائے ہین گردن
کہ بے ادب نہ گلا رکھے تیرے خنجر پر

جو بھیجا دوسرا نامہ یہ اُسنے شوخی کی
چھڑک دیا مرے قاصد کا خون کبوتر پر

جو لے کے خط نہ اوڑے وہ تو یہ اُڑا لیجائے
صبا کو اس سے مسلّط کیا کبوتر پر

جو قلب سخت پہ ہی تیری ہیب کی تختی
ظریف کہتے ہین پتھر رکھا ہے پتھر پر

اگر یوہین تمھین تکلیف سر کو دینا ہو
تو رکھو غیر کا زانو ہٹا کے پتھر پر

بلند ہے یہ لب کاسۂ گدا سے صدا
کبھی نہ بھول کے جانا بخیل کے در پر

سحر کو گھر مین پھر آنے کا اُسنے اذن دیا
جب آکے دھوپ گھڑی بھر پڑی رہی در پر

جو ناگوار ہو دربان سے کہہ اسے بھی ہٹائے
الگ ہون مین پہ مرا سایہ ہی ترے در پر

شراب پینے مین ہے شرط حکم پیر مغان
سبو پہ ہاتھ ہے میرا نگاہ ساغر پر

فقط جلانے کو واعظ کے اذن ساقی سے
لکھی دعاے قدح مغبچون نے ساغر پر

سر اپنا خشت خم مے سے پھوڑین ہم ہین وہ مست
جو لڑ کھڑانے مین پڑ جائے پاؤن ساغر پر

جو دیکھین غور سے تو میکشون کے تار نگاہ
عجب نہین ہی جو مژگان ہون چشم ساغر پر

خیال اُنکی نزاکت کا غیر نے نہ کیا
قسم کے واسطے قرآن رکھدیا سر پر

فقط وہ بال ہی کھولے تھے میری لاش کے ساتھ
صبا نے خوب کیا خاک ڈالدی سر پر

نہین بیٹھا ہے چپکا اے فصاحت رنج کے مارے
جفا تجویز کرتا ہو ستمگر میری تربت پر

گئے وہ صبح شب وصل تو اُڑا کر پھول
صبا نے کانٹے بچھائے ہمارے بستر پر

فلک نے اس سے کیا مجھ فقیر کو اعمیٰ
کہ رو سکون نہ کبھی اپنے ہی مقدّر پر

وہ حال زار پہ اغیار کے ہنسے گا خاک
جسے کہ رونا نہ آیا مرے مقدّر پر

خوش ایسے دونون ہوئے ایک لخط پہونچنے سے
کبوتر اُس نے ہوا صدقے مین کبوتر پر

جو مبتدی بھی پڑھے ای فصاحت اچھا شعر
تو فرض داد سخن ہے ہر اک سخنور پر

شراب اس نے پلائی جو ترش رد ہو کر
اٹک کے اُتری مرے حلق سے لہو ہو کر

مین زار باغ مین بھی اُنکے ساتھ رہا
مگر نگاہ سے غائب گلون کی بو ہو کر

کسی غنی کا بھی ارمان تمھاری اُلفت مین
نہ نکلے گا دل مفلس کی آرزو ہو کر

اشارہ کیون کرو ایذا دہی کا دشمن سے
تمھین نہ تجکو ستایا کرو عدو ہو کر

پھر آئے جلوہ گہ دوست سے وہی مایوس
گئے تھے جو ہمہ تن شوق و آرزو ہو کر

نہ بخیہ گر ابھی ہم وحشیون کے پاس سے جائے
کہ چاک ہون گے گریبان پھر رفو ہو کر

عجیب بات یہ سرکار عشق مین دیکھی
ذلیل ہم ہوئے خواہان آبرو ہو کر

وہ چشم مست ہوئی سرخ میرے قتل کے بعد
مگر شراب کا نشہ چڑھا لہو ہو کر

ہماری جلتی ہوئی ہڈیون کی قبر سے بو
گئی دماغ تک اُنکے اگر کی بو ہو کر

ترانہ سن کے گئے دو تو چار سنتے آئے
خلل پڑا تری راحت مین خوش گلو ہو کر

بلائے خود مجھے پیر مغان اگر مے سرخ
تمام جسم مین پھیلے مرے لہو ہو کر

نہ نکلے گی یہ کبھی خانہ باغ سے تیرے
رہے گی بو دل غنچہ مین آرزو ہو کر

گلا گھٹے گا بہت مجھ ضعیف وحشی کا
کھنچے گا کچھ بھی گریبان اگر رفو ہو کر

کرین گے قیس سے کل خوب بحث عشق و جنون
کہ آج رہ گئی تھوڑی سی گفتگو ہو کر

بھری تھی شیشۂ دل مین جو اُلفت ساقی
تو روح نکلی دم نزع مے کی بو ہو کر

وہ ہار دن کو نہ تم قبر غیر پر بھیجو ؏
رہے تھے رات کو جو زینت گلو ہو کر

وہ بن کے دوست کلیجہ مین چٹکیان لیتین
مگر دکھائین نہ دل کو مرے عدو ہو کر

جو شمع داغ جلائی ہے عشق نے دل مین
تو گرد پھرتی ہے پروانہ آرزو ہو کر

نکل گئی ہے جوتن سے مجہ اہل وضع کی جان
کسی شریف کا دے ساتھ آبرو ہوکر

یہ قول دوستو نکاہے کہ دشمنون کو تو کو
ملا نہ کچھ بھی فصاحت کے عیب جو ہوکر

پڑگئی ہے جو نگہ اُن کی کسی روزن پر
منھ چھپاتے ہین وہ شرما کے مرے مدفن پر

تھی کدورت نہ کسی سے بھی ہمارے دل مین
نصب ہو آئنہ پتھر کے عوض مدفن پر

واہ کیسا یہ رفوگر نے بنایا ہے رفو
خندہ زن چاکِ گریبان ہے مری دامن پر

سبز شیشے نہین میخانے مین یہ اے ساقی
زہر کھایا ہے مگر سب نے تری گردن پر

ہاے لاتا نہین جب پھولون کی چادر کوئی
شمع گل اپنے چڑھاتی ہے مرے مدفن پر

تیغ قاتل کو ہوا جوش محبت دم ذبح
بوسے لینے لگی منھ رکھ کے مری گردن پر

ان دوشالون پہ ہی سردی کی شکایت منعم
دیکھ اُنھین رات بسر کرتے ہین جو گلخن پر

بیچ مین رورہی ہے شمع بپا ہے ماتم
گرد پروانون کا حلقہ ہے مرے مدفن پر

حسن پراپنے تجھی کو نہین کچھ کبر و غرور
ناز کرتی ہے جوانی بھی ترے جوبن پر

قتل پھر کیجیے گا آپ رقیبون کو حضور
تیز کر لیجیے تلوار مری گردن پر

ذبح کرنے مین جو منھ پھیرا فصاحت اس نے
تیغ بھی چلتی ہے رُک رُک کے مری گردن پر

کہا قاصد سے نامہ دے کے مین نے بدگمان ہوکر
اگر غیرون کے خط لیتا تو جاتا تو یہان ہوکر

گرے ہم ضعف سے فرقت مین تو اشک روان ہوکر
چلے بھی گر نقاہت مین تو نبض ناتوان ہوکر

کبھی ہی مہربانی اور کبھی نامہربانی ہے
بدلتا ہے مزاج یار بھی رنگ آسمان ہوکر

گھٹا جوبن جو نکلا خط سبز اس گل کے عارض پر
تعجب ہے بہار اس باغ مین آئی خزان ہوکر

جواب اسکے دہن کا ایک بھی گل دے نہین سکتا
رہے غنچے سو وہ بھی تنگ آئے بے زبان ہوکر

گذر مجھ پیر کا ہو کوچۂ دلدار مین کیونکر
سنا ہے جائینگے سب باغ جنت مین جوان ہوکر

جو بھولے سے بھی اُسکا ہجر یاد آتا ہے جلسے مین
صداے قہقہہ منھ سے نکلتی ہے فغان ہوکر

تڑپ کر روح دردِ دل کے صدمے سے نکل جاتی
اگر مانع نہ ہوتا لب پہ نالہ پاسبان ہوکر

اگر اک ناتوان کا ساتھ چھوڑا رہرو و تو کیا
ہم اُٹھتے بیٹھتے پہونچینگے گرد کاروان ہوکر

شکایت عالم پیری مین کیون ہے قد پُرخم کی
جھکا اُتنا ہی تو جتنا اکڑ نا تھا جوان ہوکر

تصور تیرا اے پردہ نشین آنکھون مین رہتا ہے
ضیاے چشم بن کے سات پردون مین نہان ہوکر

کیا اُس تیر افگن نے نشانہ پہلے ہی ہم کو
رقیب رو سیہ دیکھا کیے زاغ کمان ہوکر

لحد کی پہلی منزل خوفناک اے دوستو کیا ہے
جو پہونچایا ہے مجھکو جمع مشل کاروان ہوکر

پس مردن جہان سے منعمون کی کشتیٔ تن کو
لئے جاتا ہے کیا غفلت کا پردہ بادبان ہوکر

وہ عاصی ہون کھُلے گا نامۂ اعمال جب میرا
سیہ کاری مری محشر مین پھیلے گی دھوان ہوکر

جلانا شمع مجھ اہل سخن کی قبر پر شب کو
کہ تنہائی مین بہلائے گی دل یہ ہم زبان ہوکر

جو ہنس ہنس کر لگائین تو نے تلوارین فصاحت کو
کھلے ہین پھول زخمون کے بدن پر بدّھیان ہوکر

جان دی شیفتہ زلف پری رو ہوکر
سانپ بھی قبر مین آئے ہین تو گیسو ہوکر

ہر جگہ عشق ترا رنگ دکھاتا ہے نیا
دل مین غم لب پہ فغان آنکھ مین آنسو ہوکر

جس طرح توڑ کے ہر پھول کو برباد کیا
یو ہین گلچین بھی پریشان رہے بو ہوکر

ہر طرح دل کو پھنساتے ہین حسینون کے بال
کبھی کاکل کبھی زلفین کبھی گیسو ہوکر

بادہ خواری مین مجھے ہوش رہا تو اتنا
نہ چھلک جائے پیالہ کوئی مملو ہوکر

بچگیا مین مگر آنکھین ہوئین اُسکی بیمار
نگہہ یار جو پلٹی کبھی جادو ہوکر

پردے اُڑنے لگے محمل کے تو لیلیٰ نے کہا
منھ چھپا لینگے پریشان مرے گیسو ہوکر

نشتر آرزو مین ہوگئین دل کیا ٹوٹا
غنچہ چٹکا تو یہ برباد ہوئین بو ہوکر

یاد دلواتے ہین وہ رخ مرے دیوان کے حرف
دائرہ چشم سیہ بن کے مدا برو ہوکر

اس لئے زلف صنم چشم سے وابستہ ہے
خوف یہ ہے نہ کہین رم کرے آہو ہوکر

یون ہے چشم تر عاشق پہ ہجوم مژگان
قافلہ جیسے چلے کوئی لب جو ہوکر

نکلین بھی آرزو وحسرت وامید تو یون
کوئی آہین کوئی نالے کوئی آنسو ہوکر

راہ مین ضعف سے مین زار گرا تھا لیکن
سایہ نے تھام لیا قوت بازو ہوکر

ہو گئی بزم معطر جو کھلا غنچۂ لب
بات نکلی دہن یار سے کیا بو ہو کر

گردش چشم حسینان کا پتا دیتے ہین
جو ہر آئینہ نقش سُم آہو ہو کر

کچھ نہ کچھ بن گئی اُسیر کہ جو یہ ہین بیتاب
آئے ہین دل کی طرف سے مگر آنسو ہو کر

سایہ اس سے قد نورانیٔ احمد مین نہین
کہ مجسم سر حور اپہ ہے گیسو ہو کر

باغ مین فصل خزان آئی کہ ڈاکا آیا
قافلے رنگ چمن کے جو لُٹے بو ہو کر

سرمہ آنکھون مین لگاؤ نہ ابھی کمسن ہو
نہ ٹپک جائے حیا آنکھ سے آنسو ہو کر

شوخیان کرتی ہین آنکھین تری آئینہ مین
کیا تعجب ہے جو لڑنے لگین آہو ہو کر

ظرف سب ٹوٹ گئے بہتی ہی دریا سے شراب
شیشۂ سبز رہے سرد لب جو ہو کر

تجھسے اغیار چھپائینگے جو مرنا میرا
تو خبر دینگے پریشان ترے گیسو ہو کر

قبر مین چھوڑ کے احباب نکیون ہون راہی
اُلفتین دل کی نکلجاتی ہین آنسو ہو کر

چرخ نے جھک کے مہ و مہر کے کاسون مین بھرا
جام چھلکا جو ترے حسن کا مملو ہو کر

اے فصاحت ہوئی ہی آمد و رفت اپنی عجیب
باغ مین بن کے بہار آئے چلے بو ہو کر

ہمین تو ناز اس دست خدا کی ہی محبت پر
کہ جسنے پاؤن کعبہ مین رکھا مُہر نبوّت پر

حزین احباب کیون بعد فنا ہین میری میت پر
جو دل بھر آئے تو رولین کسی بیکس کی تربت پر

دکھاؤن بے اجازت سیر کوے یار کی کیونکر
بہت ہے فخر رضوان کو بہار باغ جنت پر

کفن دو گز ہی ملتا ہے بمشکل زال دنیا سے
کوئی عاشق بھلا کیا جان دے اس ہیروت پر

خدایا قبر سے محشر مین آیا کون دیوانہ
کہ غالب نالۂ زنجیر ہے شور قیامت پر

تکبر توڑنے کو حق نے سایہ کر دیا پیدا
ہر اک بت کو جتا نہین نازہتا اپنی وحدت پر

غرور اپنی سیاہی پر ترے گیسو کو ہے تو ہو
مجھے بھی ناز ہے اپنی شب تاریک فرقت پر

کبھی یان ہی کبھی وان پاس اسکے ہی کبھی اُس کے
اگر سچ پوچھتے ہو منعمور کھتی ہی دولت پر

بوقت ذبح خنجر کی طرح مُنھ پھیر لو تم بھی
کہین تمکو نہ رحم آجائے میری چشم حسرت پر

تمھارے روبرو کیون چاند بدلی مین نہ چھپ جائے
کہ رشک آتا ہے بدصورت کو اکثر خوبصورت پر

ہماری قبر اس سے سجدہ گاہِ عاشقان ٹھہری
ہوا ہی نصب سنگ آستان یار تربت پر

طلب کرتا ہی شاید رنگ اُنکے روے رنگین سے
چمن مین شاخ پر گل ہی کہ کاسہ دستِ حاجت پر

بھروسہ اُسکو مجکو یاس وہ نازان ہے مین نادم
گنہگاری کو میری فوق ہی زاہد کی طاعت پر

نکالون کس کو کس کو ہین شب وصلت بہت کم ہے
اُمید ارمان پہ سبقت کرتی ہے ارمان حسرت پر

فصاحت بخش ہی دیگا خدا تیرے گناہون کو
بھروسہ ہے تجھے بارہ امامون کی شفاعت پر

لذتِ ضبطِ جفا ہو تجھے حاصل کیونکر
دلِ عاشق سے بدل جاے ترا دل کیونکر

لطف نظارہ ہو آئینہ کو حاصل کیونکر
چشم اعمیٰ ہو بھلا دید کے قابل کیونکر

یار ہے ابر ہے گلشن ہے مے گلگون ہے
جب یہ سامان ہون تو قابو مین رہے دل کیونکر

جمع جانباز ہوے آئی ہے عید قربان
دیکھین ملتا ہے گلے خنجر قاتل کیونکر

مین تو ہون کوچۂ جانان کی قضا پر عاشق
جا کے فردوس مین بہلے گا مرا دل کیونکر

جی مین آتا ہی تری تیغ نگہ سے پوچھون
ہوے اک وار مین زخمی جگر و دل کیونکر

بیچ مین دامن شمشیر ہوا ہے حائل
ذبح کے وقت ہو نظارۂ قاتل کیونکر

شعلہ اُٹھتے ہین پس مرگ مری تربت سے
فاتحہ کو کوئی رکھے گا انامل کیونکر

ذبح مین میرا تڑپنا نہین دیکھا جاتا
اپنا منھ پھیر نہ لے خنجر قاتل کیونکر

قول رزّاقیِ معبود ہے بے صبرون سے
دیکھو بھر دیتے ہین ہم کاسۂ سائل کیونکر

نہ تم آتے ہو مرے گھر نہ نکلتا ہے دم
تمھین بتلاؤ کہ آسان ہو یہ مشکل کیونکر

حسن کی دید مین ہم محو رہے اس درجہ
یہ بھی ثابت نہ ہوا لے گئے وہ دل کیونکر

سختیان آتے ہی تربت مین نکیرین نے کین
یہ بھی پوچھا نہ کہ ہو پہنچے سر منزل کیونکر

آتش عشق نے رہ رہ کے جلایا ایسا
آبلے پڑ گئے دکھلاؤن تمھین دل کیونکر

بارہا شیشہ کو پتھر سے لڑاتے ہین وہ
نئی شوخی ہے دکھاتے ہین مرا دل کیونکر

حاجتین کیون نہ فصاحت کی بر آئین یارب
تیری درگاہ سے محروم ہو سائل کیونکر

شب وصلت نہ جاؤ اپنے عاشق سے خفا ہوکر
رہی ہے جیتے جی بھی روح قالب سے جدا ہوکر

لئے ہمراہ فوجین حسرت واندوہ وحرمان کی
دلون مین عاشقون کے عشق آیا بادشا ہوکر

اگر اغیار کے گھر مجھ سے چھپ کر آپ جائینگے
خبر دیدے گا مجھکو درد دل میرا سوا ہوکر

طلب جب عاصیون کا قافلہ ہوگا قیامت مین
تو نالان آگے آگے سب کے مین ہونگا درا ہوکر

مرے محبوب سے دن رات مہر و ماہ کہتے ہین
ملا یہ نور ہم دونون کو تیرے نقش پا ہوکر

ذرا سا نور دیکھا دور سے غش آیا موسیٰ کو
نہین معلوم کیا ہوتا تمھارا سامنا ہوکر

بوقت نزع دیکھا خط سبز اُسکا تو جان آئی
اثر زہر ہلاہل نے کیا آب بقا ہوکر

سوال او ترک کرتے ہین لگا اک اور ہاتھ آکر
ہمارے زخم تن مثل کف درویش وا ہوکر

خدایا حاجتین اپنی کہون کس سے سوا تیرے
بھلا کس در پہ جاؤن مین ترے در کا گدا ہوکر

چمن پھولا جو اُس گل نے لگائین تن پہ تلوارین
دکھاتا ہے بہار اک ایک زخم اپنا ہرا ہوکر

کمر کے عشق نے تاثیر بعد مرگ دکھلائی
کہ عنقا استخوان کھانے کو آیا ہے ہما ہوکر

وہ زار و ناتوان ہون یون پہونچ جاتا ہون ہاتھ اُسکے
کبھی پھولون کی بو ہوکر کبھی رنگ حنا ہوکر

کیا ہے محو اُسکی انکھڑیون کی دید نے ایسا
نہین اب تک ہوئی ہے چشم نرگس بند وا ہوکر

لڑین آنکھین جو اسکی آئنہ مین وقت گردش کے
تو ہر اک دانہ جوہر کو پسیا آسیا ہوکر

نہین یہ سرو تو آیا تھا بہر سیر گلشن مین
چمن مین رہ گیا سایہ ترے قد کا جدا ہوکر

دہن پہ ہاتھ کیون رکھتے ہو بوسہ دیکے دندان کا
کہین در بھی سخی کا بند ہو جاتا ہے وا ہوکر

پہونچ جاے ترے دندان کی گر بحرین مین شہرت
بھنور سب موتیونکو پیس ڈالین آسیا ہوکر

فصاحت آرزو ہے اس سے شہ کے در پہ مرینگی
جنان مین جسم خاکی جاے خاک کربلا ہوکر

کرو باتین نہ تم بام مکان پر
فرشتے سنتے ہونگے آسمان پر

ترے افشان کے ذرّے گر کے بولے
زمین پر ہم ستارے آسمان پر

بھرے صیاد نے بالش مین اپنے
ہوے کب بلبلون کے رائگان پر

دیے میرے جو پیغام زبانی
دل اُمڈ اُمڈا قاصد کے بیان پر

کہینگے فارسی اشعار وہ کیا
جنھین قدرت نہین اُردو زبان پر

تپ غم نے گھلایا گوشت میرا
فقط ہے جلد ہی جلد استخوان پر

نہ چھوڑین گے لحد کو تا بفلک ہم
قیامت تک ہے قبضہ اس مکان پر

میان نجد جب لاتا ہے ناقہ
خفا ہوتی ہے لیلی ساربان پر

سر بام آپ گرمی مین نہ سوئین
کھلے ہین دیدۂ انجم آسمان پر

غضب ہے وہ کہانی سنتے سنتے
گرے بھی اونگھ کر تو قصہ خوان پر

ہجوم بلبلان ہے فصل گل مین
چمن مین آشیان ہے آشیان پر

جو وہ سرو سہی گلشن مین آئے
جھلین پنکھے کے بدلے قمریان پر

دوپٹہ کا ترے وہ رنگ ہے زرد
ہنسا کرتا ہے کشت زعفران پر

سلیمان[۱] گرا جاتا ہے دین فصاحت
ابھی پریون کے تخت اترین یہان پر

قطعہ

نہ کیون ہو فوق دندان کو فسان پر
رکھی باڑھ آپکی تیغ زبان پر

ہوا اپنا بہا ئین ہم وہان پر
پسینا آپکا ٹپکے جہان پر

پکڑ لے ہاتھ اے دست سبو بڑھ
کہ مست پیر چڑھ آئین دکان پر

حرم مین اسطرح توڑا بتون کو
چڑھے ہین دوش ختم مرسلان پر

جہان رکھا خدا نے دستِ قدرت
علیؑ نے پانو انکو رکھا وہان پر

نئی ضد ہے وہ فرماتے ہین مجھ سے
دکھا دو درد ہوتا ہے کہان پر

یہ شرمندہ ہے چہرے سے ترے مہر
کہ منھ پھیرے ہے چوتھے آسمان پر

ہوئی ڈھیلی قبائے تنگِ مجنون
ہمارے جسم زار و ناتوان پر

مرا دل جو حسین چاہے وہ لے لے
نہین قبضہ کچھ اس وقفی مکان پر

تری تصویر جب مانی نے کھینچی
تنگ آ کر دیا نقطہ دہان پر

دعا نکلی ادھر منھ سے ہمارے
کھلا باب اجابت آسمان پر

جھکے وہ ترکِ مژگان خط کی جانب
پڑے گا دن کو ڈاکا کاروان پر

یہ سقف کہنۂ گردون تھمی ہے
ستون دود آہ عاشقان پر

[۱] تخلص ہے شہزادہ مرزا سلیمان شکوہ بہادر کا ۱۲

چمن مین دیکھکر سنبل وہ بولے
فشار گور کیا کھتا ترا آواہ
کبھی سلجھائی تنین زلفین یہان پر
یہ زوران چند مشت استخوان پر

فصاحت ظلم یہ سرور پہ کم تھا
رہا سر مدتون نوک سنان پر

دل خبر دے گا میانِ زلف دلبر ٹوٹ کر
ہوتی ہے جھنکار شیشہ مین مقرر ٹوٹ کر

تاک کر دیکھا جو مجھ سے دل شکستہ مست نے
گر پڑے انگور کے خوشے زمین پر ٹوٹ کر

ہتھکڑی زنجیر بیڑی مجکو بھی پہنا دے تو
پھر وہان بنتا ہے اے حداد زیور ٹوٹ کر

اسقدر عشاق نے ٹکرائے سر در پر ترے
ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا چوکھٹ کا پتھر ٹوٹ کر

کل نہ جن ایوان مین تھا بالِ ہما کا بھی گذر
وان بچھے ہین آج زاغ و بوم کے پر ٹوٹ کر

بار سر پر غیبت رندان کا اے واعظ نہ لے
رہ نہ جائے سقف مسجد بیٹھ کے ممبر ٹوٹ کر

آؤ اپنے ہاتھ کا شانہ مین زلفون مین کرون
بال رہ جاتے ہین کنگھی مین الجھکر ٹوٹ کر

ہوگی برکت ذبح تو مجھ سخت جان کو کیجیے
سیکڑون نشتر بنینگے ایک خنجر ٹوٹ کر

دیکھو عاشق کی شکستہ خاطری اچھی نہین
شیشہ پھر جڑتا نہین اے بندہ پرور ٹوٹ کر

وائے قسمت قبر پر میری اندھیرا ہو گیا
اتنے پروانے گرے شمع لحد پر ٹوٹ کر

میکشو زاہد کا پردہ کھل گیا بازار مین
مے نکلی بہنے جو شیشہ زیر حیا در ٹوٹ کر

حال بتلائی دل نے خط مین بارا بھر دیا
گر پڑے گا بوجھ سے بالِ کبوتر ٹوٹ کر

شیشہ مے خوب چشم محتسب سے بچ گئے
خیر گذری میکشو و چار ساغر ٹوٹ کر

اسقدر پیارے خدا کو شبرؑ و شبیرؑ تھے
ہو گئے موتی کے دو حصے برابر ٹوٹ کر

وقت آرائش خفا ہو کر جو پھینکا یار نے
ساری قلعی کھل گئی آئینہ کا گھر ٹوٹ کر

اک علیؑ کے ہاتھ سے دو معجزے ظاہر ہوے
بنگیا خیبر شکن کیا خندق کا پل در ٹوٹ کر

ماہ نو سے ہے یہ ثابت چرخ ظالم ہے دنی
ہر مہینے پھر سے بنتا ہے یہ خنجر ٹوٹ کر

خیر مجھ عاشق کے ماتم مین نہ رکھین سوگ وہ
تو سہی جو خود بخود گر جائے زیور ٹوٹ کر

اے فصاحت لکھنے بیٹھونگا علیؑ کی مدح جب
آئینگے پھر قلم جبریلؑ کے پر ٹوٹ کر

بہارا ے باغبان اُنکی برس ایسی ہے جو بن پر
چمن کیا رنگ ہے خارِ سرِ دیوارِ گلشن پر

تپا باقی رہے کچھ گردشِ قسمت کا مدفن پر
کھدے تاریخ میری قبر کی، سنگِ فلاخن پر

نحیف و زار ہون مین پیرہن بھی تنگ کرتا ہے
گریبان اور خنجر پھیرتا ہے میری گردن پر

رہا ہو کر چمن مین بعد مدت کے جو آئی ہے
تو سجدہ شکر کا کرتی ہی بلبل گل کے دامن پر

نگاہِ شوق عاشق نے تری دیوار کو توڑا
ہر اک رخنہ یہ رخنہ ہی ہر اک روزن ہی روزن پر

غضب ہی دوست کے افلاس پر جو شاد ہوتے ہین
ہمین تو رحم ایسے وقت مین آتا ہے دشمن پر

گلوبند آپ اکدن کھول ڈالین میری خاطر سے
بہت طاؤس نازان ہین چمن مین اپنی گردن پر

فروغِ حسن سے عشاق کی آنکھین جھپک جاتین
عبث ڈالی نقاب اے یار تمنے روے روشن پر

چمن مین ہی ہجومِ بلبلان فصلِ بہار آئی
پھٹی پڑتی ہی شاخِ گل نشیمن ہے نشیمن پر

خدا جانے رفوگر نے رفو کیسا بنایا ہے
لب چاک گریبان ہنس رہا ہے میرے دامن پر

دم بخیہ لہو اے چارہ گر جاری نہین اُن سے
ہمارے زخم دل روتے ہین عریانیؐ سوزن پر

بنایا جسکو بندون نے اُنھین اپنا خدا سمجھا
ہتون کو پوج کر سمجھ بڑے عقل برہمن پر

اندھیرا ہو گیا تاثیر دیکھو تیرہ بختی کی
گرے یہ ٹوٹ کر پروانے میری شمعِ مدفن پر

گذر جاتا ہی جس رستے سے میرا شہسوار اکدن
ہزارون سجدے کرتے ہین نشانِ نعلِ توسن پر

نہین اغیار اب اُنکی جھلک بھی دیکھ سکتے ہین
ہماری آنکھ کے پردے پڑے رہتے ہین چلمن پر

سر اپنا کس طرح اے بے ستون فرہاد نے پھوڑا
نہین ہے ایک بھی دھبا لہو کا تیرے دامن پر

کدورت میرے قلبِ صاف مین پیدا نہین ہوتی
مثال آئنہ یکسان نظر ہے دوست دشمن پر

نہین خالی ہین کیفیت سے دونون ہاتھ وصلت مین
کہ ایک اُنکے گلے مین دوسرا شیشہ کی گردن پر

تمھارا قصرِ عالی حسن سے معمور ہے ایسا
بستر تو کیسے حورین ڈالتی ہین آنکھ روزن پر

بھلا پھولون کا تو کیا ذکر فصلِ گل جب آتی ہی
لیا کرتے ہین کانٹے نوک کی دیوارِ گلشن پر

تمھاری زلف آگے ابرؤن کے بل نہین کھاتی
یہ دو بچھو بلا کے ہین کہ غالب آسکے ناگن پر

عزیزو کوچۂ جانان مین دفن ایسی جگہ کرنا
کہ آنے جانے والے پاؤن رکھین میری مدفن پر

کرین وہ ذبح مجکو گر نزاکت ذبح کرنے دے
ابھی تو آستین اولٹی ہے خط کھینچا ہی گردن پر

بہت وہ لن ترانی تھی روز افزون یہ کرتے تھے
نکلکر خط بگڑا یون زوال آتا ہے جوبن پر

فصاحت زیست مین جو دوست ہردم ساتھ رہتے تھے
پس مردن نہین آتے وہ برسون میرے مدفن پر

اگر آئے ہو پڑھو فاتحہ عاشق کے مدفن پر
حیا آتی ہو تو کچھ ڈالدو تربت کے روزن پر

کوئی وان سے کہے احباب دیتے ہین مجھے مٹی
الگ تم ہٹ کھڑے ہو گرد پڑ جائے نہ دامن پر

ہمارے آگے ڈر سے چار آنکھین کر نہین سکتا
خدا کے فضل سے غالب ہے ایسا رعب دشمن پر

انھین منظور ہے مین سخت جان مشہور ہو جاؤن
اسی سے کند خنجر پھیرتے ہین میری گردن پر

ہمارے زخمہائے جسم تو بیجا نہین خندان
لب سوفار تک ہنستے ہین قاتل کے لڑکپن پر

نحیف و زار ہین تو ہون ہم انکے گھر مین بیو نکلینگے
کمند اپنے نگہہ کے تار کی پھینکین گے روزن پر

کفن احباب مجھ مقتول کے لاشے کو جب دینگے
شہادت نامہ لکھا جائے گا قاتل کے دامن پر

ہنسا کرتی ہی روز و شب مری تقدیر کی گردش
فلک پر جا کے گرداب پر سنگ فلاخن پر

جو دیکھی نجد مین مجنون کی تربت بے سر و سامان
چڑھائی چادر اک نقش سم آہو نے مدفن پر

نکلتے ہین وہ جس رستے سے بجلی کوند جاتی ہے
کوئی کیا خاک دیکھے جب نگہ ٹھہرے نہ توسن پر

کیا لیلیٰ پہ سایہ دود آہ قیس نے اس سے
بہت ہے دھوپ کی شدت زوال آئے نہ جوبن پر

میان حشر اس صورت سے ہون مین ساتھ قاتل کے
گریبان پر ہے دہنا ہاتھ بایان ہاتھ دامن پر

زیادہ ہوگا اسکا رنگ اوداہٹ اسکی کم ہوگی
مسی مالیدہ لب ہین گلیسان کیجے نہ سوسن پر

ہماری قبر پر آب آئے کوئی نہ دیکھے گا
جو ہو سبزے پہ شک تو وہ بھی خوابیدہ ہی مدفن پر

زمین سے جائے عیسیٰ رہ گئے چرخ چہارم پر
گھٹایا مرتبہ اپنا بھروسا کر کے سوزن پر

مرے آگے رقیبون کے گلے مین ڈال کر باہین
وہ خنجر دو دھرے پھیرتے ہین میری گردن پر

بلند ادنی ہین اعلیٰ پست نیرنگ جہان دیکھو
چمن مین پھول ہین کانٹے سر دیوار گلشن پر

خبر یون اس نے بھیجی نامہ بر کے قتل ہونے کی
لکھا ہے خط گلی کے خون سے قاصد کے دامن پر

محل عبرت کا ہے یہ سانحہ تجھ پر بھی گذرے گا
ارے غافل نہ ہنسنا چاہیئے تابوت دشمن پر

زبان حال سے یہ شمع گورستان مین کہتی ہے
اکیلی ایک شب مین روؤنگی کس کس کے مدفن پر

تن بسمل پھڑکنے سے یہ ثابت ہے اے قاتل
تمام اعضا کو بعد ذبح رشک آتا ہی گردن پر

فصاحت اس پہ بھی تھا حسن کا جلوہ نظر آتا
نقابین سات یوسف ڈالتے تھے روے روشن پر

نہین خط سیہ یہ مصحف رخسار جانان پر
ید قدرت نے دیکھو حاشیہ لکھا ہے قرآن پر

گھٹا دھوکے سے جسکو باغبان گلچین سمجھتے ہین
دھوان چھایا ہے یہ آہ عنادل کا گلستان پر

اگر ہون خار دامنگیر تو مشکل پڑے اُنکو
وہ کیون ہین مستعد پامالی گور غریبان پر

کسی تدبیر سے اُس در پہ شب کو جا نہین سکتا
اُٹھی غش ہو طاری پاسبان کوے جانان پر

ہوا تقسیم عاشق کا لہو یون ذبح ہوتے ہی
زمین پر کچھ ہے کچھ خنجر مین کچھ قاتل کے دامان پر

لیا ہے غیر نے بوسہ تمھارے مصحف رخ کا
اگر یہ جھوٹ ہے صاحب تو رکھو ہاتھ قرآن پر

نہین ہین عندلیب و فاختہ کے عشق کا قائل
وہ عاشق شمع کے گل پر نہ یہ سرو چراغان پر

جلے آنا ہی مری آہون کی لیکن شرط اتنی ہی
نہ پڑنے پائے گرد آئینہ رخسار جانان پر

مطلع
نہ کیون بجلی گرے ہر ایک وحشی بیابان پر
جو نیلی مسکرائے قیس کے جامہ گریبان پر

مطلع
ہمین بسمل نہین اک جامہ زیبی حسینان پر
ہزارون کے گلے کٹتے ہین روز انکے گریبان پر

مطلع
نہ اتنا آسمان نازان ہوا اپنے مہ تابان پر
ہزارون ذرے ایسے ہین زمین کوے جانان پر

کوئی کیا دھوپ مین آنے کو ہے جو سایہ کرنے کو
ہوا اروکے ہی لگا ابر کا گور غریبان پر

بڑھا نے لطف میخواری یہ امر اتفاقی ہے
گھٹا کا میکشو ہے فصل آجانا گلستان پر

کسی صورت رفوگر سے رفو جب ہو نہین سکتا
تو رکھ دیتا ہے عاجز ہو کے سر میری گریبان پر

رقیب بے ادب کو دیکھیے جھانک کر صاحب
قدم ہین آپ کی چوکھٹ پہ سر ہے پاسبان پر

مرے ماتم مین سر کھولا جو تو نے غیر گھبرا اُٹے
پریشان پڑتی ہین نظرین تری زلف پریشان پر

چھپا لینے کو بعد قتل میرے خون کے دھبے
لٹک کر دونون گیسو آگئے اُن کے گریبان پر

اگر ہون خار دامنگیر تو مشکل پڑے ان کو
وہ کیون ہین مستعد پامالی گور غریبان پر

برائے آزمائش پانون رکھکر دیکھے بلبل
کہ پھولون سے ہین نازک خار دیوار گلستان پر

لیے ہاتھون مین پتھر جمع اطفال دبستان ہین
لگایا ہے یہ کس نے قفل ابجد باب زندان پر

دل سوزان اگر تڑپا کرے گا ایستادہ رہ کر
گرے گی شب کو بجلی پاسبان کوے جانان پر

بھلا اے قیس ٹھہرے لیلی محمل نشین کیونکر
قدم ناقہ کے تو جمتے نہین ریگ بیابان پر

اندھیرا دھر میری قید سے ہو روشنی پھیلے
نقاب رخ اُلٹ کر ڈال دو زلف پریشان پر

جو تو اے غیر مر جاے تو وہ پردہ نشین نکلے
یہ اک حسرت مری بھاری ہے تیری لاکھ ارمان پر

نمک پاشی قاتل کا دیا مین نے جواب اچھا
کہ خون زخم دل لے کر چھڑکتا ہون نمکدان پر

لگے پامال کرنے وہ تو دھوپ آئی جلانے کو
پڑی سی آفت پر آفت سبزۂ گور غریبان پر

وہ اپنے گھر مین جب اُسکو بٹھا دین مین چلا جاؤن
بدل کر نام اسی سے مین نے رکھا نام دربان پر

ترے دیوانے کی میعاد پوری ہو گئی شاید
کھڑی ہین ملنے کو پریان ہزارون باب زندان پر

گلستان مین پئے آرام اک بالش بنایا ہے
خزان مین جنکے گلچین نے عنادل کے پریشان پر

ستمگارون مین قاتل کو ہمارے کر دیا رسوا
لہو رو رو کے تو نے اے فلک خاک شہیدان پر

پئے گلگشت دن کو دھوپ مین کوئی جو آیا ہے
ہوا بادل کے ٹکڑے کھینچے لاتی ہے گلستان پر

بہ حسرت دیکھتا ہے چشم مہر و ماہ سے جھک کر
فلک کو بھی ہے رشک افتادگان کوے جانان پر

چمن سے باہر آکر ذبح کر صیاد بلبل کو
نہ پڑ جائے لہو کی چھینٹ کوئی گل کے دامان پر

مقید ہونے اب تو شوق سے جائینگے دیوانے
رکھی ہے اک رنگلی تصویر مجنون باب زندان پر

پئے تسکین خاطر بلبلون کو قید کرتے ہین
قفس لٹکا دیا صیاد نے باب گلستان پر

ہمیشہ شادمان دیکھا وہان کے رہنے والونکو
نہین یہ آسمان شاید زمین کوے جانان پر

اثر یہ خون ناحق کا ہے جب وہ دیکھنے بیٹھے
لہو آنکھون سے ٹپکا فرد اسماے شہیدان پر

بلاے گھر مین مجھ نالانکو تو یہ چین سے سوئے
ترا احسان ہو مجھ پر مرا احسان دربان پر

سرہانے قبر کے سر کھولے کیون وہ رات کو بیٹھے
جما ہے شمع تربت کا دھوان زلف پریشان پر

شب وعدہ ہے اے ابر آب آئینگے وہ میرے گھر کیونکر
یہان کیا کام تیرا جا کے رو گور غریبان پر

مین وہ مظلوم ہون سب ظالمون نے ملکے مارا ہے
میان حشر ڈالون ہاتھ کس کس کے گریبان پر

کسی عالم مین وحشت کو نہ چھوڑا اوری عادت
رہا تصویر مین بھی ہاتھ مجنون کا گریبان پر

فراہم اے فصاحت کیجیے اچھی طرح دیوان
رہے جمعیت خاطر ان اوراق پریشان پر

ہم نقاہت مین وہان جائین تو جائین کیونکر
وہ نزاکت مین یہان آئین تو آئین کیونکر

بوے زلف اپنی وہ محفل مین سنگھائین کیونکر
کسی عاشق کو غش آئے تو اُٹھائین کیونکر

کھینچے لیتے ہو مرے پہلوؤن سے قلب و جگر
کس سے سیکھین تمھین آئین یہ ادائین کیونکر

اِس طرف درپئے آزار فلک ہے تم اُدھر
دو ستمگارون کی چوٹون کو بچائین کیونکر

کوئی تو اُس ستم ایجاد سے اِتنا کہدے
متحمل جو نہ ہو اُس پہ جفائین کیونکر

کہنہ سالی مین فلک کو بھی نہین جو معلوم
کمسنی مین اُنھین آئین یہ جفائین کیونکر

نہین معلوم کہ دل تھام کے یا ہنس ہنس کے
سنتے ہین وہ مرے نالون کی صدائین کیونکر

میرے تابوت پہ کہتا ہے یہ کوئی کمسن
کسطرح روئین اِنھین لاش اُٹھائین کیونکر

اور دن سے پوچھ کے جا اُنکے مکان تک قاصد
رشک مانع ہے پتا تجھ کو بتائین کیونکر

خود نمائی سے جو فرصت ہو اُنھین تو دیکھین
کرتے ہین اور حسین ناز ادائین کیونکر

آج ہم بزم مین بیٹھے ہین تو وہ اور رقیب
دونون یہ سوچ رہے ہین کہ اُٹھائین کیونکر

وہ جفاؤن سے تو مہلت نہین لینے دیتے
کرون جمعیت خاطر سے وفائین کیونکر

اگر آتا نہین عاشق کا ستانا تم کو
اپنے ہمجنسون سے پوچھو کہ ستائین کیونکر

قبر عاشق پہ ہے ہنگامہ بپا دفن کے بعد
حورین روکے ہین نکیرین کو آئین کیونکر

پھولون سے پوچھ رہا ہے مرے سوم مین وہ شوخ
رو رہے ہین جو یہان اُنکو ہنسائین کیونکر

غیر تو دیکھ چکے ہمکو بھی دکھلا دو ذرا
کرتے ہو شوخیون کے ساتھ ادائین کیونکر

کربلا کا تو ارادہ ہے فصاحت ہر وقت
جانے دیتی نہین قسمت ہمین جائین کیونکر

ہے فوق انھین ستم ایجادیون مین قاتل پر
نگاہ ناز کی چھریان لگاتے ہین دل پر

اُبھارا اِسنے تو مین آپ سے ہوا گستاخ
خطا معاف ہو قابو نہین مرا دل پر

سنبھل کے اے جگر خون شدہ تڑپ اسطرح
لہو کی چھینٹ نہ پڑجائے دامن دل پر

ادا و ناز سے آئے جو اُنکے سامنے تم
نہ پوچھو گذری ہے کیا پارساؤنکے دل پر

بتاتا جا کوئی اِسکا علاج بھی ظالم
لگائی چوٹ تو دیکھتے ہوے مرے دل پر

ستمگرون مین جگہ جبسے دی اُنھین تونے
تو ناز کرتی ہین اے رحیمان ترے دل پر

وہ آج ہنسکے فصاحت یہ مجھسے کہتے ہین
خبر بھی ہے کہ ہے قبضہ مرا ترے دل پر

اُف بھی کر سکتا نہین اب مین تری بیداد پر
ضبط نے ہے مہر کی میرے لب فریاد پر

مین اگر فریاد کرتا ہون کسی بیداد پر
اور تو اور آپ بھی ہنستے ہین مجھ ناشاد پر

گو اسیران قفس کرتے ہین چپکے چپکے آہ
ہو گران یہ بھی مزاج نازک صیاد پر

دیکھتا ہے چرخ جھک جھک کر مرے چہرے کا رنگ
صبر جب کرتا ہون مین عاشق تری بیداد پر

مدتین گذرین پیا تھا خون عاشق کا کبھی
لذت ابتک ہے زبان خنجر جلاد پر

ہجر کی راتون مین گھبرانے نہ دیگی دل مرا
ہے بہت مجھ کو بھروسا تیرے رخ کی یاد پر

کیا غضب ہے لوگ بعد دفن پتھر کے عوض
بھولے تیشہ نصب کرنا تربت فرہاد پر

ہجر کی شب آتے ہی جب بحث دونون مین ہوئی
غالب آیا قہقہہ اُن کا مری فریاد پر

قید اگر بلبل ہو تو ہنس ہنس کے گل کو چاہیے
دم بدم بجلی گرانا خانۂ صیاد پر

آفرین عشاق تو معشوق کرتے ہین عجب
دہر مین میرے تحمل پر تری بیداد پر

کانٹا گر ہم سخت جانون کے بدشواری گلے
آ گئی سرخی مسرت سے رخ جلاد پر

عاشقو اُن کی کمر سے اب جدا ہوتی نہین
تیغ نے تو کر لیا قبضہ عدم آباد پر

توڑ ڈالے گل خوشرنگ اگر تو بلبلین
سنجھین خود آ کر نشیمن سے کف صیاد پر

اور دنیا کے ستمگارون کا تو کیا ذکر ہے
چرخ ظالم بھی پھڑکتا ہے تری بیداد پر

اسکو مجھ مجرم کے چشم یاس پر آئے نہ رحم
میرے بدلے باندھو پٹی دیدۂ جلاد پر

پارچہ گر چادر شیرین کا ہاتھ آتا کوئی
لوگ پٹی باندھتے زخم سر فرہاد پر

بوم کا دل بھی لگے گر ویرانۂ عاشق مین جائے
بیٹھتا ہے کیون کسی کے خانۂ آباد پر

دل مین ہجر کی آتش فرقت نکلتے ہین شرر
پڑ نہ جائے کوئی میرے دامن فریاد پر

مرغ دل بے آب و دانہ ہین اسیر دام زلف
تم تو بے رحمی مین سبقت لے گئے صیاد پر

ظلم سے اُس نوجوان نے جب اٹھایا اپنا ہاتھ
آسمان پیر نے باندھی کمر بیداد پر

آپ آنکر میرا حال زار دیکھین تو سہی
خیر ابھی اچھی طرح ہنس لیجے مجھ ناشاد پر

ہٹ گیا وہ قتل کرکے تم نے روندی میری لاش
خوف بیدردی میں ہی تمکو کہیں جلا دیر

اور مجھ ارمان بھی اُمید رکھتے وقت نزع
ہاں اجل کو رحم آجاتا اگر شدادیر

خون کی چادر نے بھی پہنایا شاہانہ لباس
بنگیا تیشہ اگر جیغہ سر فرہادیر

اے فصاحت تیرے آگے کوئی منہہ کھولے گا گیا
انجمن مین رعب چھایا ہے ترا استاد پر

نہ اُس ظالم نہ اس چرخ برین پر
ہماری آہ پڑتی ہے ہمین پر

بٹھاؤ پاس کیون جب اُٹھ گئے غیر
پڑا رہنے بھی دو مجھ کو زمین پر

مری تربت مین آکر ہنس پڑی حور
کفن کے خلعت یے آستین پر

رقیبو وہ بھلا مجھ سے بگڑتے
مرے پردے مین غصہ تھا تمھین پر

بٹھاتی ہے چمن مین اُن کو بلبل
بچھاکر دامن گل کو زمین پر

دل زاہد سے جب نکلی سیاہی
وہی تو بنگئی گھٹا جبین پر

نہین کرتے شکایت اور حامل
ہماری لاش بھاری ہے تمھین پر

مریض زار کا بازو ہی کیا تھا
پڑھا الحمد گویا آستین پر

رقیب اور آپ کے آگے مٹائے
ہمارا نام لکھ لکھکر زمین پر

بلاکر اُس کو مے دیکھا نتیجہ
گرا نشہ مین غیر آخر تمھین پر

چھپاکر آنکھ پردہ ڈال دین گے
ہمین اُن کی نگاہ شرمگین پر

کسی پر یا تو پڑتی ہی نہ تھی آنکھ
پڑی بھی تو اسی پردہ نشین پر

نہین دیتا کسی کو داغ پر داغ
فلک کی مہربانی ہے ہمین پر

ترفع سمجھے ہو منعم کو پس مرگ
بنے تربت کسی اونچی زمین پر

چڑھائی تیوری اُسنے غیظ مین کیون
کہ ابرو آ گئے کھنچکر جبین پر

توکل کو ہے دعوی صبر کو ناز
تہید ستون مین مجھ گوشہ نشین پر

تم اس کمبخت سے خوش ہو کہ بیزار
بھلا جو زہر کھاتا ہے تمھین پر

خریدار و یہ کیا قیمت کے بدلے
لگائی تہمت اُس پردہ نشین پر

دیا قاتل کو جامہ چین نے جامہ
بنا کر سیکڑون تیغ آستین پر

ترا پتھر سا دل لے جائے گا وہ
رقیب ایسا گمان اُس نازنین پر

عدو اغیار بھی وہ بھی فلک بھی
غرض ان سب کا نرغہ ہے ہمین پر

چمن مین دھوپ ہے بیٹھے ہو کیون تم
پڑے گا سرو کا سایہ تمھین پر

ہماری آہ کے جھوکون سے پردہ
گرا بھی تو اُسی پردہ نشین پر

بنائی ایک مسجد شیخ جی نے
زبردستی برہمن کی زمین پر

ہمارے ہاتھ مین یون چٹکیان لو
نشان رہ جائے کچھ کچھ آستین پر

جوانی بہت بڑی ہے چشم بددور
حسینان جہان مین اُس حسین پر

نئی صورت کا ٹیکا بن گیا ہے
تمھاری زلف کا حلقہ جبین پر

ہمارے نزع کے وقت آئے تو ہو
نہ ہنس پڑنا نگاہ واپسین پر

قریب آیا اسی سے جلوہ گہ مین
مجھے غش کھا کے گرنا ہے تمھین پر

مری میت پہ یون آیا ہے کوئی
کہ سر پر خاک ہے افشان جبین پر

یہان گو ہین بہت شاعر فصاحت
مگر ہے رشک بعضون کو تمھین پر

گیا ہین سشتدرہین ای زہرہ شمائل دیکھکر
ہو گئی حیران تجھے محفل کی محفل دیکھکر

کہتی تھی لیلی کرے یہ اور جانب کیون نظر
قیس اپنا دل ہی دیکھے میری محمل دیکھکر

غم لگا بھرنے تو عاجز ہو کے مین نے چرخ سے
کہدیا اتنا ذرا گنجائش دل دیکھکر

اُٹھ گیا کوئی تڑپ کر انجمن سے آپ کی
کھل گیا مجھپر یہ چین فرش محفل دیکھکر

ذکر کیا اورون کا گھبرائے ملک بھی حشر مین
اک ہجوم دادخواہان گرد قاتل دیکھکر

بعد مرنے کے یہی شاید مرا تابوت ہو
قیس کرتا تھا گمان لیلی کی محمل دیکھکر

باغ مین لالہ نگاہ باغبان سے گر گیا
خون مین ڈوبا ہوا اے بلبل ترا دل دیکھکر

رات کو تارے جو چھٹکے ہین فلک پر مجھکو کیا
کیون مین اُس محفل کو دیکھون تیری محفل دیکھکر

پہلے تو ہم جان نثارون کو گمان ہی تھا مگر
اب یقین قتل ہے سامان قاتل دیکھکر

مین کرون کیون پیش کش اسکا یقین مطلق نہین
آپ اور پھر مجھکو دیدینگے مرا دل دیکھکر

کہہ رہے ہین یہ بھی کیا چھوٹا سا صحرا ہی کوئی
اپنے عاشق کا وہ خاک اڑتا ہوا دل دیکھکر

مین بہت مضطر ہون یا پروانہ اُنکی بزم مین
صاف اب کہدو تمھین اے اہل محفل دیکھکر

تیزیِ تیغ صفاہانی نظر سے گر گئی
برش تیغ نگاہ ناز قاتل دیکھکر

رو دیا دیوانہ کوئی اور کوئی ہنس پڑا
قیس کے تابوت کو ہمشکل محمل دیکھکر

گر نہ گنجایش ہوئی اتنی تو پھر کیا فائدہ
تیر بے گنتی لگانا تم مگر دل دیکھکر

دن دہاڑے نجد مین لیلی جو آئی ہے تو قیس
خوش ہے کیسا پردۂ بازیب محمل دیکھکر

چہرے سے دینا نہ دینا تم کو ثابت ہو گیا
میری صورت دیکھ لی اچھی طرح دل دیکھکر

انجم و مہ کا فصاحت چاہتے ہین فرق لوگ
میرے اعدا کو مگر میرے مقابل دیکھکر

حسب فرمایش حضرت خداوند نعمت صاحب عالم مرزا سلیمان قدر بہادر اعلی اللہ مقامہ

وہ اُس جوان کے ہاتھ آ گئے انقلاب مین تیر
بنے تھے جو فلک پیر کے شباب مین تیر

جو مجھ پہ دن کو لگاتے ہین وہ عتاب مین تیر
شرارے بنتے ہین گرمیِ آفتاب مین تیر

یہ کس نے آج لب جو لگایا آب مین تیر
مثال چوب ہوا خیمۂ حباب مین تیر

بشر کو چاہیئے پیری مین گوشہ گیر رہے
کمان ہو گیا وہ قد جو تھا شباب مین تیر

سکون ہوے تو پھر شوق سے لگانا تو
نہ پڑ سکے گا مرے دل پہ اضطراب مین تیر

چھڑی سے اُسنے ملایا جو پھول سا عارض
تو سمجھے دیکھنے والے کہ ہے گلاب مین تیر

بہم سوال جو ہون تو لگائین وہ اے غیر
ترے جواب مین خنجر مرے جواب مین تیر

لگائین رند جو اب میکدہ مین محتسب آئے
مع کمان رہین مخفی خم شراب مین تیر

جو قلب غیر کیا ہے ہدف تو کھینچ بھی لو
رہے نہ اُس کے دل خانمان خراب مین تیر

کمان ہو گئے جھک جھک کے اب وہ پیری مین
اکڑ اکڑ کے لگاتے تھے جو شباب مین تیر

وہ صیدگاہ مین یون آج بدحواس چلا
بھرے ہین لو عوض ترکش اُسکی ڈاب مین تیر

قلم شراب کی رکھ کر کہا یہ ساقی سے
اگر نہ دیکھا ہو دیکھو یہ ہے کباب مین تیر

کسیکی ترچھی نگہ اور نکیلی مژگان کا
خیال دن کو کیا کھاے شب کو خواب مین تیر

گل اپنے طالب دیدار کو دکھائین گے وہ
رکھے لپیٹ کے ہین آج سے نقاب مین تیر

کمان سے چھوٹ کے کچھ رہ گئے جو دلمین کبر
گنا جب اُسنے کئی کم پڑے حساب مین تیر

یہ خوف ہے جو یہ ہین وہ ہاتھ مین دم غیظ
کمان کانپتی ہے اور ہے اضطراب مین تیر

کیا ارادۂ صید افگنی جو اُس گل نے
کمان کے ساتھ بسائے گئے گلاب مین تیر

وہ دیکھے ترچھی نگہ سے تو یون مین آہ کرون
ہر ایک سمجھے کہ ہے تیرے جواب مین تیر

کلیجہ چھان دیا ایک گھونٹ نے ساقی
یہ ہے کشید کی تیزی کہ ہے شراب مین تیر

وہی عصا دم رفتار ہو گیا اُسکا
لگایا آپنے جس پیر کو شباب مین تیر

اُٹھین ہے پڑھنے مین بھی ناوک انگنی کا شوق
نشانیون کے عوض رکھتے ہین کتاب مین تیر

تمھارے ہاتھ کی پتلی چھڑی کا سایہ بھی
بیان نہر ہوا شیشۂ حباب مین تیر

جو حکم میرے سلیمان[1] کا اے فصاحت ہو
تو روز نظم کیے جاؤن مین شباب مین تیر

قدرت نہین ہے درد جگر کے بیان پر
دل کھینچ کے آگیا ہے جو میری زبان پر

کرتی ہے غزہ وقت رقم اپنی شان پر
کر غور اے دوات قلم کی زبان پر

حاسد جو مستعد ہین تو ہون امتحان پر
ہمکو ضرور ناز ہے اپنی زبان پر

خاموش ہی رہون مین بنے چاہے جان پر
اے عشق اُنکا نام نہ آئے زبان پر

جب تم سے مانگے بوسۂ رخسار آتشین
انگارہ ایک رکھدو عدو کی زبان پر

سوسن یہ طعن کرتی ہے گلزار مین ہزار
یہ ناز یہ غرور ذرا سی زبان پر

درماندگی صاحب جوہر کا کیسا علاج
مرہم کہان لگاتے ہین زخمی زبان پر

شبنم نے موتیون سے بھرا غنچہ کا دہن
آیا نہ رحم خار کی سوکھی زبان پر

نرمی سے کیون رہے نہ یہ دندان کی دبیل
اتنے عدو ہے سخت مسلط زبان پر

بے فائدہ ہے گذری ہوئی رنجشون کا ذکر
لائین نہ اب ملاپ مین ہم تم زبان پر

اللہ رے رتبۂ بن عمران بنے کلیم
پیار آگیا خدا کو بھی انکی زبان پر

اچھے ہین دونون بادۂ ناب و وصال یار
لذت کسی کی دل مین کسی کی زبان پر

[1] سلیمان تخلص شہزادہ مرزا ... نقد بہادر

منقار عندلیب مین ہے یا سمن کا پھول / یا چھالا آہ گرم نے ڈالا زبان پر

اپنی یہ خو نہین پہ تری ضد سے اے عدو / لانے پڑے کلام تسلی زبان پر

مین کیا برا بھلا کہون غیرونکو اور انھین / اک لب پہ خامشی کی ہے مہر اک زبان پر

جو چاہے یہ کرے نہین کچھ دل کا اختیار / موقوف ہے لڑائی صفائی زبان پر

آنسو نہ کوئی چشم کمان سے ٹپک پڑا / افسوس اُن کے تیر کی سوکھی زبان پر

اے سوسن اس سکوت پہ کیون ہو نہ طعنہ زن / بلبل کی اک زبان تری دس زبان پر

فریاد و آہ گریہ کا ہے مختلف اثر / اے عشق میری آنکھ پہ دلبر زبان پر

گنتی کے جتنے چاہنے والے تھے مر گئے / ہر وقت کو سنا تھا کسی کی زبان پر

ہم سوختہ تنون کا کوئی کر سکا نہ ذکر / ہے بھی اگر تو شمع کی جلتی زبان پر

کس بات کی نوید مجھے دی ہے عشق نے / کیا آیا میرا نام کسی کی زبان پر

آنکھیں ہین بند نزع مین رکھے ہون دلپہ ہاتھ / معشوق بے دہن کا سخن ہے زبان پر

تھی میرا نام لینے کی معشوقون مین قسم / آ ہی گیا پر ایک نہ اک کی زبان پر

منصور دار پر بھی انا الحق کہا کیا / قابو نہین کسی کا کسی کی زبان پر

پہلے پہل نہ لائین ملاقات مین حضور / فقرے کلیجہ کھینچنے والے زبان پر

زخمون کے منھ مین اسنے نمک بھر کے یہ کہا / ہنستے تھے میری تیغ کی سوکھی زبان پر

اشعار فارسی مین فصاحت ہون نظم کیا / قدرت نہین ہے ہمکو پرائی زبان پر

چھٹ پڑا بارش مین کوہ غم ہر اک میخوار پر / گنبد مسجد گرا میخانہ کی دیوار پر

شدتین تیرے نگہبان نے جو کین مجھ زار پر / مین لپٹ کر سایہ سے آیا تری دیوار پر

وہ خرامان ہون گے اب صحن چمن مین باغبان / کانٹے چن چن کے لگا تو باغ کی دیوار پر

اب یہ گستاخی و بیباکی ہے کیون اے آفتاب! / تیری چشمک اور اُنکی روزن دیوار پر

گو تمھارا عاشق بیمار زندہ ہے مگر / یاس ابھی سے چھا گئی ہر اک در و دیوار پر

بدر کی دیکھی جھلک جب شام کو بولا وہ ماہ / جھانکنے مجھ کو یہ کون آیا مری دیوار پر

لاکے باہر ذبح بُلبُل کو کیا صیاد نے ‏— اڑتے پھرتے ہین گلستان کی لبِ دیوار پر
خطرے دشمن کا پوشیدہ پروہین تو نہین ‏— اک کبوتر آکے بیٹھا ہے تری دیوار پر
پاس ہے مسجد تو واعظ کے بیان پر ہنسنے کو ‏— منہ بے پڑھ آئے ہین میخانہ کی دیوار پر
ہے بھی تیرے قصر کے پاس اسکا گھر تو کیون پڑے ‏— غیر کی دیوار کا سایہ تری دیوار پر
پست ہین اعلیٰ جہا نہین اسفلونکو اوج ہے ‏— ہین زمین پر پھول کانٹے باغ کی دیوار پر
جھانکنے انکو جو غیر آتا ہے تو میرا غبار ‏— اُٹھکے پردہ ڈالتا ہے روزنِ دیوار پر

غزل	ہم مشرف ہوکے دیکھ آے فصاحت آنکھ سے کربلا مین نور ہے ہر اک درودیوار پر	یک قافیہ

ہنستے ہین قاتل تمھارے ابروے خمدار پر ‏— کیون ہے تمکو ناز بل کھائی ہوئی تلوار پر
جلتی ہے رشک کے جو مجھسے نحیف وزار پر ‏— تیز تیز اُنکی نگاہین پڑتی ہین تلوار پر
ہے نگاہ تیز کو فوق ابروے خمدار پر ‏— کیا چھری ہے یہ کہ سبقت لے گئی تلوار پر
ہم تو رکھین گے ادب سے اپنی گردن زیرِ تیغ ‏— بے ادب رکھتے ہین سر اپنا تری تلوار پر
کند ہے یہ اس سے کٹ سکتا نہین میرا گلا ‏— مجھپہ کیون غصہ ہے برہم ہوجیے تلوار پر
آپ اتنے قتل کر سکتے نہین اک وار مین ‏— گر پڑے جانباز سب جتنے آپ کی تلوار پر
چمکی جب برق غضب قاتل کی میرے وقتِ قتل ‏— بچ گیا مین تو مگر آنچ آ گئی تلوار پر
دونون مصروف اپنے اپنے کام مین تھے وقتِ قتل ‏— اُنپہ تھی میری نگہ اُنکی نظر تلوار پر
آج بجلی کوند کر مقتل مین جب گرنے لگی ‏— روکا چالاکی سے قاتل نے اُسے تلوار پر
جوہرون سے جان کر شاخِ پُر از گل باغ مین ‏— ٹوٹے پڑتے ہین عنادل آپکی تلوار پر

	اے فصاحت روحین اعدا کی بوقتِ کارزار تھین تصدق حیدرِ کرار کی تلوار پر	

کی نظر تمنے جو تا دیر اُسکے حال زار پر ‏— سرخی آئی فرطِ عشرت سے رخِ بیمار پر
گل کو صدقہ کرکے اپنی آنکھ پر اُس شوخ نے ‏— باغ مین پھینکا تو چشمِ نرگسِ بیمار پر
آئین تو وہ دیکھنے دار الشفاے عشق مین ‏— رحم آہی جائے گا اُن کو کسی بیمار پر

چارہ گر بے سمجھے پرہیز و دوا کا اسقدر
بار کیون ڈالین مزاج نازک بیمار پر

دیکھتے ہی باغ مین آنکھ اُنکی نرگس کو پہ لطف
رحم آخر آگیا بیمار کو بیمار پر

دیکھتے ہو تم آسے ہنس ہنس کے کیا بیدرد ہو
لوگ حسرت سے نظر کرتے ہین جس بیمار پر

پوچھنے والا کوئی جسکا نہین جز بیکسی
کیا گذرتی ہے خدا معلوم اُس بیمار پر

نزع مین مجکو نگاہ تیز سے دیکھا حضور
آپنے پھیری چھری مرتے ہوے بیمار پر

نالہ کش طول مرض سے ہو نہ اسکے پاس کوئی
یارو اسکی چوٹ پڑتی ہے سر بیمار پر

باغ مین شبنم نہ شب کو کچھ ضرر پہنچا سکی
گل نے ڈالا اپنا دامن نرگس بیمار پر

دُر نہ جائے وقت آخر دیکھکر شکل قضا
اپنا پردہ ڈالے غفلت دیدۂ بیمار پر

جبین پا کر تیرے ممنون ہوتے سب تیماردار
گو سنا تیرا اثر کرتا جو مجھ بیمار پر

چارہ سازو سمجھو ہان تیماردارو سوچ لو
بار منت اور طبع نازک بیمار پر

وہ تشنج وہ پسینا موت کا آنا وہ کرب
اور اس پر وہ کشاکش نزع کی بیمار پر

اس ادا سے آپنے زانو پہ رکھا اُسکا سر
تندرستون کو ہوا رشک آپکے بیمار پر

اے فصاحت کیا کہون محفل مین اہل درد سے
قید مین جو سختیان تھین عائد بیمار پر

نالہ کش عاشق کو اُس کوچہ مین ہر دم دیکھکر
ہے عجب ہر ایک کو فردوس مین غم دیکھکر

جب ہمارے سامنے ہنسکر وہ غیرون سے ملے
رہ گئے حسرت سے سوے آسمان ہم دیکھکر

شاد تھے پیغمبرون کی فرد آدمؑ دیکھکر
سب نبیون مین محمدؐ کو مقدم دیکھکر

بھر بھر آئی تھین گو حورین مگر رونے لگین
میری لاشے پر پریزادون کا ماتم دیکھکر

جاتے ہین آنکھین پھرا اے نزع مین سوے عدم
بھر گئی نیت کچھ ایسی سیر عالم دیکھکر

تیغ سمجھے اُسکو بھی مظلوم کو دھوکا نہ ہو
قامت ظالم کو عہد شیب مین خم دیکھکر

ہیئے تو مرنے سے میرے شاد تھا قلب عدو
اُسکے دل کو اب ہوا صدمہ ترا غم دیکھکر

منہ بنا کر آئے وہ میرے سوم مین اسطرح
ہنس پڑے بیساختہ سب اہل ماتم دیکھکر

قہقہہ مارا ہر اک کبک دری نے باغ مین
صبح کے وقت اشک بے تاثیر شبنم دیکھکر

شربِ بادہ کی لگادیتا ہے تہمت مغبچو پر
ڈبڈبائی آنکھ بالکل ہو گئی وقتِ سحر
ہین وہ عاصی آنسوؤن سے دینگے چھینٹے روزِ حشر
دردمندانِ جہان مین ہی مرا پھوڑا اساول
آہ و نالہ کرکے تھامین کیون نہ ہم قلب و جگر
باغبان اپنی ریاضت ہیچ سمجھا باغ مین
آیا گلشن مین سمند اُنکا تو حیران ہو گیا
کیا تواضع کا ہماری دیدیا اُسنے جواب
موت مجکو یہ بشارت دیتی ہے ہنگام نزع
خون اُتر آیا مرے لاشے پہ چشم غیر مین
غیر ہے مغموم اُتنا ہی ہمارے حال پر

ساقیِ بدظن خم سے پرسنے مجھے خم دیکھکر
چشم آئینہ تری محفل کو برہم دیکھکر
ہم بھڑکتے شعلۂ نارِ جہنم دیکھکر
چرخ چارہ گر لگائے نشترِ غم دیکھکر
آپ کی اُٹھتی جوانی کا یہ عالم دیکھکر
تو نہا تو نیرِ عرق ریزی شبنم دیکھکر
باغبان بادِ بہاری کو مجسم دیکھکر
تجھے ہم جھکتے ہین اپنے سایہ کو خم دیکھکر
تو یہ عالم بھول جائیگا وہ عالم دیکھکر
ہاتھ اُس گل کے حنائی وقتِ ماتم دیکھکر
دیکھتے ہو جتنے خوش خوش ہین تجھین ہم دیکھکر

اے فصاحت مبتلائے رنج و غم کرتا ہی یہ
دو گھڑی بھی چرخ مجکو شاد و خرم دیکھکر

ہوا فخر اور دیوانونکو اب میرے قرین ہو کر
خبر دینگے مری دیوانگی کی ہوشیارون کو
غرور اچھا نہین اس درجہ صاحب ہوش ہین آ کر
رخِ نازک پہ بوسون کے نشان معلوم ہوتے ہین
تری توصیف اے ارضِ مدینہ کیا کرے کوئی
کسی شب اپنے گھر سے خانۂ تاریک عاشق مین
رقیبون کے دو نین رہ کے کیون تکلیف اٹھاتے ہو
نیا اک زلزلہ پیدا کیا کرتے ہین عالم مین
کرامت آپکی اے حضرتِ پیرِ مغان دیکھی
بکے بازار مین قیدی رہے زندان مین بھی آخر

ملا یہ مرتبہ مجنون کا سجادہ نشین ہو کر
جنون مین دھجیان دامن گریبان آستین ہو کر
یہ کیون یہ صورتون پر طعن کرتے ہو حسین ہو کر
مگر تم آج میرے پاس آئے ہو کہین ہو کر
شرف مین آسمان سے بڑھ گئی ہے تو زمین ہو کر
کبھی تم خوف کے مارے نہ آئے مہ جبین ہو کر
رہو راحت سے میرے خانۂ دل مین مکین ہو کر
ترے عشاق مردہ مضطرب زیرِ زمین ہو کر
مئے تلخ آئی ہم رندون کے منھ تک انگبین ہو کر
مصیبت پر مصیبت جھیلی یوسف نے حسین ہو کر

ہزاروں دہر مین آباد گھر برباد کر دینگے
ہوئین ہین قہر و آفت آنکی آنکھین سرمگین ہوکر

شکن سیرے ترٹپنے سے جو انکے فرش مین آئی
نکالا اپنی محفل سے مجھے چین بر جبین ہوکر

فصاحت حشر کے دن ہرگز ایسا ہو نہین سکتا
جلین دوزخ مین ہم شیدا اے ختم المرسلین ہوکر

غزل حسب فرمائش حضرت صاحب عالم مرزا سلیمان قدر بہادر اعلی اللہ مقامہ

آفاق مین فراغ سے دور اور شکستہ پر
مین ہون قفس مین باغ سے دور اور شکستہ پر

پروانہ انجمن مین ہے بیتاب و مضطرب
جلتے ہوے چراغ سے دور اور شکستہ پر

پریان بعجز [illegible] ہین اس رشک حور سے
نخوت ہے اب دماغ سے دور اور شکستہ پر

ساقی کی چشم غیظ و غضب سے ہے مرغ ہوش
میخانے مین ایاغ سے دور اور شکستہ پر

بھاری جو خط بندھا تو ہوا مرغ نامہ بر
اس کوچے کے سراغ سے دور اور شکستہ پر

امسال اوے پڑنے سے بلبل ہوا کہ زاغ
دونون ہین باغ و راغ سے دور اور شکستہ پر

حسرت زدہ یہ طائر دل ہے پڑا ہوا
اس گل کے خانہ باغ سے دور اور شکستہ پر

شاہین اوجاڑنے پہ ہو کیا خاک مستعد
ہے آشیان زاغ سے دور اور شکستہ پر

پروانہ بن کے صدقے ہو کیا حسرت وصال
ہے دل کی شمع داغ سے دور اور شکستہ پر

کیونکر ہو آکے طائر ادراک جاگزین
عاشق کے ہے دماغ سے دور اور شکستہ پر

قطرس رہا ہے قہر خداے جلیل سے
مدت تلک فراغ سے دور اور شکستہ پر

پروانہ آیا کب کسی بیکس کی قبر پر
شب بھر رہا چراغ سے دور اور شکستہ پر

بلبلین پڑھی ہین لینے کو اس عندلیب کے
کم بخت ہے جو باغ سے دور اور شکستہ پر

قرب شاہزادہ فصاحت رہ اور نہو
اس لعل شب چراغ سے دور اور شکستہ پر

ردیف زاے معجمہ

ہے کچھ ایسی حضرت ناصح کو ضد آتے ہین روز
بہر ترک عشق و الفت مجھ کو سمجھاتے ہین روز

کیا قیامت ہی مجھے اسطرح تڑپاتے ہین روز
غیر کے ہمراہ سیر باغ کو جاتے ہین روز

خانہ تاریک مین میرے حسین آتے ہین روز
مہربانی ہے جو مجھ پر جلوہ فرماتے ہین روز

فرقت جانان مین ہے آب وغذا انکی یہی
خون دل پیتے ہین عشاق اور غم کھاتے ہین روز

یہ نئی شوخی ہے اُنکی یہ نرالی چھیڑ ہے
جان کر اغیار سے وہ مجھکو لڑواتے ہین روز

گت بناؤ شیخ صاحب کی کسی دن میکشو
سوے مسجد میکدہ کی سمت سے جاتے ہین روز

غیر سے ایسا بڑھایا ہے اُنھون نے ارتباط
میرے گھر آئے نہ اکدن اسکے گھر جاتے ہین روز

وقت زینت ان حسین نازنین کو دہر مین
آئینے انداز و ناز و غمزہ سکھلاتے ہین روز

مجھکو ایذا دینے پر آمادہ ہین وہ اسقدر
دل جگر تیر مژہ سے اپنے برماتے ہین روز

جب مین کہتا ہون نہین پر جان جاتی ہی مری
زہر کھا کر مر بھی جاؤ مجھسے فرماتے ہین روز

ہم سے ملنے کا انھون نے یہ نکالا ہی طریق
گہہ مہینون ہی نہین آتے کبھی آتے ہین روز

غیر کے گر فصل باران مین وہ جا سکتے نہین
مینھ ہم اپنے دیدۂ گریان سے برساتے ہین روز

مین کچھ ایسے زار دربان کا نہین خوف وخطر
اُنکے گھر مین ہم لپٹکر سایہ سے جاتے ہین روز

مین بھی کچھ منھ سے کہون تو روٹھ جائینگے ضرور
ضد سے میرے سر کی وہ جھوٹی قسم کھاتے ہین روز

اے فصاحت ہمسے جو دیوانگان عشق مین
فاتحہ پڑھنے کو قبر قیس پر جاتے ہین روز

گر چھپائین گے دل مین اپنا راز
تو صفائی سے ہوگا افشا راز

نہ کسی پر کھلا سواے علیؑ
شب معراج مصطفےٰ کا راز

شرط الفت یہی کہ غیرون پر
نہ کھلے میرا اور تمھارا راز

پی کے مے انکو یہ چڑھے نشہ
کہ بیان کر دین اپنے دل کا راز

ہم سے مخفی کیا جو غیر کا رسم
کیون مری جان یہ بھی تھا کیا راز

نہ ہو معلوم آنکھ کو اس سے
گوشۂ قلب مین چھپایا راز

اس دہن کی صفت مین جو ہوئی نظم
وہ غزل میری ہے سراپا راز

کون جانے حقیقت اسکی بھلا
یا معما ہے وہ دہن یا راز

دوستون سے بھی اے فصاحت آپ
نہ بیان کیجیے گا اپنا راز عو

ردیف سین مہملہ

کیسا بے درد ہے وہ یار افسوس
روند ڈالا مرا مزار افسوس

توبہ ہم نے نہ کی گناہون سے
ہے یہی وقت استغفار افسوس

کہہ سکے کچھ نہ اُن سے نزع کے وقت
دل کی دل مین رہی ہزار افسوس

او ستمگر ترا خدنگ نگاہ
نہ ہوا میرے دل کے پار افسوس

عشق نے یہ کیا نحیف و ضعیف
پیرہن بھی ہے تن پہ بار افسوس

جھونکے باد خزان کے چلتے ہی
مٹ گئی باغ کی بہار افسوس

کبھی دامن تلک جو پہونچا بھی
اُس نے جھٹکا مرا غبار افسوس

کی نہ قدر شباب اے غافل
اب ہے پیری مین بار بار افسوس

میرے دیوان کی غزلین چوری گئین
لٹ گیا باغ پر بہار افسوس

وہ مرے نام کو مٹاتے ہین
پڑھ کے لوح سر مزار افسوس

ہو گریبان مین رفو کس سے
نہین دامن مین کوئی تار افسوس

بند پایا جو باب میخانہ
پھرے مایوس بادہ خوار افسوس

کوئی شوخ آکے رونے کے بدلے
ہنس رہا ہے سر مزار افسوس

دل اُنھین دے چکے تو ہے بیکار
دمبدم ہائے یار یار افسوس

شیخ جی آج گھر سے نکلے تھے
نہ ملا کوئی بادہ خوار افسوس

برگ یہ ہاتھ مل کے کہتے ہین
گئی گلزار سے بہار افسوس

قتل گہہ سے وہ ترک پھر آیا
نہ کیا میرا انتظار افسوس

جانے والون سے اعزا مین
نہ رہا ایک بھی ہزار افسوس

نزع مین دل سے ہم یہ کہتے ہین
اب بھی آیا نہ وہ نگار افسوس

کبھی سیدھی طرح نہ پیش آیا
ہم سے یہ چرخ کج مدار افسوس
اسے فصاحت اٹھے لطافت بھی
ستھے امانت کے یادگار افسوس

پرضیا ہے خال یہ پیشانی دلبر کے پاس
یا ستارہ اک درخشان ہے مہ انور کے پاس

ہجر جانان مین بہت پایا جو اُس کو بیقرار
پھر بہمدردی جگر آیا دل مضطر کے پاس

ذبح کرنے سخت جا نوکو چلے ہین آپ اگر
اک چھری بھی ڈاب مین رکھ لیجیے خنجر کے پاس

حملہ کرتے آپ پر جنگ اُحُد مین پھر قریش
گر علی بہر مدد رہتے نہ پیغمبر کے پاس

بزم رندان مین قریب خم سبو ہو ساقیا
بھر کے رکھ شیشہ شراب ناب کا ساغر کے پاس

جاکے انکی بزم مین کوئی نہ گستاخی کرے
بے ادب بیٹھے مودّب صاحب جوہر کے پاس

منعمون کو چوری جانے کا ہے دھڑکا اسقدر
شب کو بچھواتے ہین فرش خواب مال و زر کے پاس

جوشش سودا مین پہنانے آیا ہے مجکو یہ سب
بیڑیان ہتکڑیان زنجیرین ہین آہنگر کے پاس

آتش رشک و حسد سے کیون نہ محفل مین جلین
دور ہم ہین اور بیٹھے ہین عدو دلبر کے پاس

ہاے شب کو پاسبانون کی درشتی کے سبب
بستر اپنا ہم لگا سکتے نہین اُس در کے پاس

بزم مین اُس شاہ خوبان کی مجھے آتی ہے شرم

بیٹھون کیا مین عاشقِ نادار اہلِ زر کے پاس
جا کے مسجد مین ہم ایسے نوجوان دس بیس رند
وعظ پر واعظ کے ہنسنے بیٹھے ہین منبر کے پاس
ہے جنون مین ضعف اُٹھکر ٹکرین کیو نکر لگائین
لائے اک پتھر کوئی رکھدے ہمارے سر کے پاس
وہ جو آئین سُن کے مین بیتاب ہون اسواسطے
اک مکان دشمن نے بنوایا ہے میرے گھر کے پاس
اے فصاحت کربلا مین جا کے مرجاؤن اگر
میرا مدفن ہو مزارِ سبطِ پیغمبر کے پاس

ردیف شین معجمہ

ہے مدتون سے حسنِ خداداد کی تلاش
انسانو نہین ہے ایک پریزاد کی تلاش

گلزار مین جو شورِ عنادل سے ہین تنگ
گلچین و باغبان کو ہے صیاد کی تلاش

شیرین کو لائی ہے کششِ عشق بعدِ مرگ
ہے بیستون پہ تربتِ فرہاد کی تلاش

جوشِ جنون ہے مجکو تو احباب کو مرے
فصاد کی ہے فکر تو حدّاد کی تلاش

عاشق کو اپنے قتل کیا مل گیسا جہان
دیکھے تو کوئی اس ستم ایجاد کی تلاش

یون جستجو ہے کھوئے ہوئے شعر و نکی ہمین
ہوتی ہے جیسے گم شدہ اولاد کی تلاش

ملتا نہین جہان مین حسین کوئی رشکِ حور
کہنے سے تیرے اے دلِ ناشاد کی تلاش

تصویر مین ہے کوئی نہ کوئی ضرور نقص
ہر بِنزا جو اُنکو ہے بہزاد کی تلاش

مین سخت جان حلال نہ ہونگا چھری سے تو
جلاد کو ہے خنجرِ فولاد کی تلاش

منظور ہے مباحثۂ عشق اور جنون
ہے مجکو قیس و دامن) و فرہاد کی تلاش

غفلت مسافرانِ عدم کو ہے کس قدر
توشہ کی جستجو ہے نہ ہے زاد کی تلاش

معشوق کانِ دھر کے سنین اور مزا ملے
کی ہمنے اس لیے نئے فریاد کی تلاش

بلبل کے پھانسنے کو ہے ہر شاخ پر نگاہ
دیکھے تو کوئی باغ مین صیاد کی تلاش

درسِ جنون کے لینے کو لیلی کے عشق مین
برسون ہی قیس کو رہی اُستاد کی تلاش

غارت گر اسکی آنکھ ہے گردش نہ کیون کرے
ہے عاشقون کے خانۂ آباد کی تلاش

پھرتا ہے اشتیاقِ شہادت مین سر بکف
دن بھر ہے مہر کو کسی جلاد کی تلاش

جو بعد ظلم و جور ذرا رحم بھی کرے
ہے ہمکو ایسے بانیٔ بیداد کی تلاش

ازتی یہ فن ہمارا فصاحت جہان مین ہے
کیون ہمکو شاعری مین ہو اُستاد کی تلاش

مری جان جو کرے دل آپکا خوش
اُسی عاشق کو رکھین آپ ناخوش

جواب خط ہے اچھا جو ہوا خوش
وہان سے نامہ بر آیا مرا خوش

غم و رنج و الم مین عمر گذری
نہ مین اس دارِ دنیا مین ہوا خوش

رقیبون کو وہ اپنے ساتھ لائے
مین ہون اسطرح کے آنیسے کیا خوش

ہمارے قلب کو ہو رنج تو ہو
دعا یہ ہے رہے دل آپکا خوش

سوا رنج و الم دینے کے صاحب
بھلا کب آپنے مجکو کیا خوش

اُنھین تو کام ہے مطلب سے اپنے
نہین پروا کوئی خوش ہو کہ ناخوش

گلے مجھ سے ملے وہ غیر کے بعد
مین روزِ عید رنجیدہ ہون یا خوش

ہوا غم اسکا چرخ کینہ جو کو
کبھی مین اتفاقاً گر ہوا خوش

مصر ہے تو برائے ترک الفت
نہین عشاق تجھسے ناصحا خوش

رہے مغموم اُس کوچہ مین عاشق
کب اہلِ فردوس مین کوئی ہوا خوش

خبر سنتے ہی مرنے کی ہمارے
ہوا وہ کینہ جو بے انتہا خوش

ہمین دنیا مین کرنا چاہیئے ہے
وہ کارِ نیک جس سے ہو خدا خوش

اُسے انعام اگر دیتے رہین ہم
رہے دربان درِ دلدار کا خوش

جو دو تم حسن کی خیرات بوسہ
تمھارے در پہ ہو مجھسا گدا خوش

فصاحت نے غزل ایسی پڑھی آج
حسینون مین ہر اک سنکر ہوا خوش

ردیف صاد مہملہ

کرم فرمائین معشوق جہان خاص
ضیافت آج ہے میرے یہان خاص

جو مجھ عاشق پہ ہون وہ مہربان خاص
تو مہمانی کو اُن کی ہون مکان خاص

پڑے تیر حوادث مین ہی اک ہون
مری خاطر ہین جور آسمان خاص

نشست عام بھی اُس بزم مین ہے
وہان مین بیٹھون بیٹھے ہین جہان خاص

رقیبون کے علاوہ میری خاطر
نکالا اس نے طرز امتحان خاص

حرم سے پھر کے وان جائین نہ حجاج
وہ کوچہ ہے براے عاشقان خاص

ہے روز عید ہمکو ہو عنایت
شراب اے حضرت پیر مغان خاص

نہ ہمکو عاشقان عام مین گن
ترے شیدا ہین ہم ای جان جان خاص

ہمین سے کہتے ہین وہ دل کی باتین
ہمین ہین ایک اُنکے رازدان خاص

سنے کیون کوئی حال دل ہمارا
ہے اُنکے سننے کی یہ داستان خاص

دکھا کر دخت رز کہتا ہے ساقی
پری یہ ہے براے نوجوان خاص

کوئی کیا جانے ہے کیسی محبت
ہمارے اور اُنکے درمیان خاص

وہان پڑھیے غزل اپنی فصاحت
جہان ہون مجتمع اہل زبان خاص

دل کو ملتا ہے مزہ ہے یہ مرے کام کی حرص
باغ عالم مین جو ہے وصل گل اندام کی حرص

ساقیا بڑھ گئی ہے مجھسے آشام کی حرص
نہین اک جام کی ہے دل کو کئی جام کی حرص

سنگ برساتے ہین ان پر جو ہین بار آور نخل
کیا حریفون کو پڑی ہے ثمر خام کی حرص

جو کہ ممکن ہی نہ ہو شئے ہے عبث فکر اُوسکی
نہین اچھی یہ ہمارے دل ناکام کی حرص

مین تو کچھ درہم و دینار دیے جاتا ہون
بڑھتی ہی جاتی ہے قاصد تجھے انعام کی حرص

شہد سے بھی ہے کہین بڑھکے حلاوت اسمین
مجکو تیرے لب شیرین سے ہے دشنام کی حرص

خاک مین آبرو اپنی نہ ملا اے نادان
ہیچ ہے طمع زر و مال کی کس کام کی حرص

ایک مدت سے ہو نین خوگر غم الفت مین
پھر نہ کیون دہر مین ہو صدمہ و آلام کی حرص

چوبگنے دام طلب کرتا ہے دے کر اک جام
میکشو دیکھتے ہو ساقئ گلفام کی حرص

مجکو اس عمر دو روزہ مین یہ دونون ہین عزیز
ہے بجا دل مین ہے گر آبرو و نام کی حرص

روز خط آئے فصاحت سنون قاصد کا بیان
یار کی سمت سے ہے نامہ و پیغام کی حرص

ردیف ضاد معجمہ

سن کے مرنا مرا وہ شاد ہین دشمن کے عوض
قہقہہ مارتے ہین نالہ و شیون کے عوض

تند خو آپ کو کہتا ہے عدو لوگون سے
کاٹیے اُسکی زبان کو سر و گردن کے عوض

کہتی ہے باغ مین صیاد سے بلبل کہ اُجاڑ ٭٭٭٭
آشیان فاختہ کا میرے نشیمن کے عوض

بیوفا وہ تھا دفا مین نے کی اُس سے تازیست
روندے وہ قبر عدو کو مرے مدفن کے عوض

مین تو سائل نہ ہوا بوسہ کا طالب وہ ہوا
واہ تم مجھ پہ خفا ہوتے ہو دشمن کے عوض

عرصۂ حشر مین مل جائے وہ ظالم جو مجھے
ڈالون ہاتھ اس کے گریبان پہ دامن کے عوض

مجھ شرابی کا جو بتخانہ مین قبضہ ہو جائے ٭
مغبچون کو رکھون اطفال برہمن کے عوض

مین وہ عاشق ہون فرشتے بھی جو ترغیب دلائین
باغ رضوان کو نہ بدلون ترے گلشن کے عوض

ناسمجھ کیسے ہو تم مانگ رہے ہو اُس سے ٭
غیر کا قلب سیہ اس دل روشن کے عوض

اے خدا دین ہون سیم تنون کا وحشی
طوق چاندی کا ہو زنجیرین ہون آہن کے عوض

نظر بد سے رہے گوری کلائی محفوظ ٭ ٭ ٭٭٭
باندھے بازو پہ وہ تعویذ ہے جوشن کے عوض

بخیۂ زخم مین خط مجھ کو ملے اے جراح
اگر اُن کی مژہ تیز ہو سوزن کے عوض

کبھی صیاد جو پھولون سے قفس کو چھائے
بلبلین نغمہ سرائی کرین شیون کے عوض

ضو فگن لاکھ ہو پر مین تو نہ دیکھون اُسکو

بدر کے چہرے کو اُن کے رخ روشن کے عوض
در جانان پہ فصاحت نہین جا سکتے ہم
اذن آنے کا رقیبون کو ہے قدغن کے عوض

دیگر

وحشی ہون مستند نہین اُستاد سے غرض
مجنون سے مجکو کام نہ فرہاد سے غرض
حورین جنان مین قاف مین پریان بلاتی ہین
کچھ تو ہے تیرے عاشق ناشاد سے غرض
وہ تو ہے بے مروّت و بے رحم عاشقو
اور پھیر وفا کی اس ستم ایجاد سے غرض
بتلاتا ہے چمن مین عنادل کے آشیان
گلچین کی کچھ نہ کچھ تو ہے صیاد سے غرض
عاشق ہین اپنی چال کے طاوس و کبک باغ
مطلب گلون سے اُنکو نہ شمشاد سے غرض
تصویر لوح دل پہ ہے اُن کے کھنچی ہوئی
مانی سے ہم کو کام نہ بہزاد سے غرض
مطلب نہین ہے اور حسینان دہر سے
ہے مجھ کو تو اُن ایسے پریزاد سے غرض
رکھا نہ کوے عشق مین ہم نے کبھی قدم
اُٹکی نہین کسی ستم ایجاد سے غرض
ہے با خدا جو عشق حقیقی ہمین تو ہے
تیرے تصور اور تری یاد سے غرض
اچھا بھی گر ہو شعر کسی کا بُرا کہین

حسّاد و کینہ جو کو ہے ایذا دہی سے غرض
ہے کام دہر مین ہمین اعمال نیک سے
مطلب نہ مال و زر سے نہ اولاد سے غرض
جب سے ہوے اسیر قفس ہین وہ بدنصیب
نکلی ہماری کوئی نہ صیّاد سے غرض
بزم مشاعرہ مین فصاحت سنا کے شعر
ہم کو تو قدردانون کی ہے داد سے غرض

ردیف طاے مہملہ

شوقیہ بھیجتا ہے مجھے جب وہ یار خط — عشاق مین پڑھتا ہے میرا وہ یار خط
بھیجا نہ لکھ کے اُسنے مجھے ایکبار خط — مین نے رقم کئے ہین اُسے بے شمار خط
بھیجے جو وہ حسین مجھے بے شمار خط — غیرون کو مین دکھاؤن پئے افتخار خط
آئے گا جب شباب گھٹائے گا وہ ضرور — ایجان حسن رخ کی تمھارے بہار خط
حال اضطراب دل کا ہر اُسکو رقم کیا — کیون دست نامہ بر مین نہ ہو بیقرار خط
ہاتھ اسکا مس نہ ہو ترے رخ سے یہ حکم کے — حجام جب بناے ترا اے نگار خط
کیا خاک کوئی پڑھ کے سناے مین کیا سنون — آیا وہان سے میرے دم احتضار خط
مدت سے بیقرار ہون مین انتظار مین — آئیگا وان سے کب مرے پروردگار خط
رو رو کے زار زار اُسے تحریر ہم نے کی — دھوئیگا اسکے دل کی کدورت غبار خط
کیا ہے صلاح ہمدموا نغام کیا مین دون — لیکر وہان سے آیا ہے ناقہ سوار خط
نامہ جو وہ مجھے خط گلزار مین لکھے — مجکو دکھاے باغ سے پڑھکر بہار خط
لکھا جو اُن کے گیسوے مشکین کا مین نے صفت — گھر بس گیا مرا یہ ہوا مشکبار خط
اک شاہ حسن کو جو فصاحت ہی بھیجنا — لازم یہ ہے ہما کو مین دون ابکی بار خط

عشق مین اسکے امتحان ہی شرط
دل مین دیدون بھی وہان ہی شرط

ہجر مین بھر عاشق مہجور رہے
گریۂ و نالہ و فغان ہی شرط

ہون روان اشک تو ہو نالہ بھی
کہ جرس بھر کاروان ہی شرط

نہ کرے یہ درشت و سخت کلام
سچ ہے نرمی پے زبان ہی شرط

بھر آراستگیِ باغ و چمن کا
موسمِ گل مین باغبان ہی شرط

آہین پیری مین ہین تو قد بھی ہو خم
تیرون کے واسطے کمان ہی شرط

جب کہا مین نے جان نثار ہو نہین
بولا وہ شوخ امتحان ہی شرط

ہم نے تو حال دل لکھا ہی انھین
تیرا بھی قاصدا بیان ہی شرط

آئے جو اُس جہان مین اُسکے لیے
ستم و جور آسمان ہی شرط

میکدہ مین بصدق دل رندو
معیتِ حضرتِ مغان ہی شرط

گنجفہ مین جو ہارون دل دیدون
میرے اور اُن کے یہ کہان ہی شرط

سچ تو یہ ہے پئے ثبوتِ دہن
لبِ جانان پہ رنگ پان ہی شرط

میرے قصہ مین اسے فسانہ گو
ہان خوش اسلوبیِ بیان ہی شرط

دل مرا شاد کرتے پیری مین
عشقِ معشوقِ نوجوان ہی شرط

کیا فصاحت سناؤن اور کو شعر
داد دینے کو قدردان ہی شرط

ردیف ظاے معجمہ

جا کے مسجد مین سنے کون بیان واعظ
تیز خنجر سے زیادہ ہے زبان واعظ

راہ مین رندون نے دستار اُچھالی اُنکی
خاک مین آج ملی عزت و شان واعظ

پھینکو ٹوٹے ہوے میخانہ کے ظرف اُسکے یہان
رند و مسجد کے برابر ہے مکان واعظ

بیٹھ کر رندون مین کرتا ہی مذمت مے کی
نہین دنیا مین نڈر کوئی لسان واعظ

وعظ تو سنتے ہو رندو نہ یہ ہی اندیشہ
دل پہ تاثیر نہ کر جائے بیان واعظ

کھلیں ہین متقیون کے اوسے دھوکا دیکر
روز و شب چکھتی ہین ہم نعمت خوان واعظ

نکلے مسجد سے تو خون اُسکا بہائین مسکش
آج بھی نظر آتی نہین جان واعظ

راہ مین شیشہ دے چھینے گا مجھ سے کیا
مغبچو اتنی نہین تاب و توان واعظ

دور دور اور حکومت ہو جو میخوارونکی
تو جہان مین نہ رہے نام و نشان واعظ

خوش ہون رند ایسے کہ روشن کرین مسجد مین چراغ
فصل باران مین جو ڈھے جائے مکان واعظ

توبہ کی اپنے گناہون سے فصاحت نے بدل
رمضان مین جو سنا جا کے بیان واعظ

تھا یہ سینہ کے درمیان محفوظ
لے کے دل رکھنا میری جان محفوظ

شب کو منزل پہ گر قیام کرے
رہے ڈاکے سے کاروان محفوظ

چار جانب سے ابر گھیرے اگر
تو خزان سے ہو بوستان محفوظ

وہ عسس آگیا رکھو رندو
جام شیشے صبراحیان محفوظ

خشک تجھسے نہ وہ چمن مین ہوا
رہ گیا سرو اے خزان محفوظ

حلقۂ زلف مین کہ کاکل مین
دل رکھو وان رہے جہان محفوظ

تاک انگور تاکتے ہین مست
رکھے گلشن مین باغبان محفوظ

شرر ان آہون کے جو ہونگے بلند
نہین رہنے کا آسمان محفوظ

فضل پروردگار عالم سے
دل کے اندر رہے میری جان محفوظ

حق نے رکھی ہے میری نرم زبان
سخت دانتون کے درمیان محفوظ

لے گئے چور آخر اے منعم
مال تیرا رہا کہان محفوظ

لئے دزدیدہ ان نگاہون نے
رہے یہ دل جگر کہان محفوظ

کربلا مین رہون فصاحت اگر
کل بلاؤن سے ہون وہان محفوظ

ردیف عین مہملہ

حرص ہی یاقوت کی آنکو نہ گوہر کی طمع
نیاریون کو خاک چھنواتی ہی کیا زر کی طمع

بڑھتی ہی جاتی ہی روز و شب اسے زر کی طمع
ہی کہین محتاج سے بڑھکر تو انگر کی طمع

ہنس کے ساقی نے کہا مجھ رند سے اے تو سہی
بھیک منگوائے تجھے لبریز ساغر کی طمع

ٹکڑے میرے شیشۂ دل کے اُٹھا کرلے گئے
دیکھ دربان زہر دان کوے دلبر کی طمع

کچھ نہین حرص اور مجھ مسکین کو اور ہی بھی تو لبِ
ازدیاد الفت ساقی کوثر کی طمع

گو ردا اے کہنہ اوڑھے زاہد سالوس ہے
دل مین تو ہے پرُ زر اک عمامۂ سر کی طمع

ہے ضرر غافل نکرنا لذّت دنیا کی حرص
چیونٹیون کی جان لے لیتی ہی شکر کی طمع

کوشش و تدبیر سے سونا نہین ملتا مگر
اسپہ بھی ہوتی نہین کم کیمیا گر کی طمع

اک نہ اکدن مُنھ کی کھلوائے گی ہمکو دیکھنا
بوسۂ رخسارۂ زیبا سے دلبر کی طمع

جمع مال و زر کرے تو پھر نہ کیونکر اے بخیل
لکھی تھی روز ازل تیرے مقدر کی طمع

اے مسیحا گھر سے باہر آکے ٹھکرا دے ذرا
میرے لاشے کو ہے تیری ایک ٹھوکر کی طمع

دیکھ پہلے فصد کے منھ میری رگ کا کھل گیا
ہے یہ اے فصاد تیرے تیز نشتر کی طمع

واہ اے غافل تجھے اس چار دن کی زیست مین
ہے بہت مال و منال و لعل و گوہر کی طمع

اُسکو بھی گلگیر کردے گا جدا اے شمع بزم
ایک سر کٹوا کے کیون ہی دوسرے سر کی طمع

کل اُنھون نے بوسے جب مانگے تھے ہمسے تو کہو
تمنے کیونکر دی سزا غیرون نے کیونکر کی طمع

اے فصاحت جو ہین دنیا مین شریف و وضعدار
ہین فقط عزّت کے وہ خواہان نہین زر کی طمع

پھرتے کمال شوق مین ہین گرد روے شمع
پروانون نے بڑھائی ہے اور آبروے شمع

پروانون کی نظر مین گھٹی آبروے شمع
روشن ہے میرا داغ جگر روبروے شمع

شب کو ہماری قبر پہ کیا روشنی رہے
جھونکے ہواے تیز کے ہین جب عدوے شمع

عشاق کو جلاتے ہین وہ بھی اسی طرح
جسطرح سے پتنگے جلاتی ہے خوے شمع

گر آئینہ مین بینئ پر نور دیکھین آپ
روشن ہو ایک شمع ابھی روبروے شمع

گلگیر سے یہ رات کو پروانہ کا ہے قول
محفل مین روسیاہ ہے تو اے عدوے شمع

داغ جگر سے میرے نہ ہمسر ہو ماہتاب
عزت بھلا چراغ کی کیا روبروے شمع

سر کاٹتے ہیں شمع کا بیدرد اہل بزم
پروانوں کی انھیں ہو رعایت نہ روے شمع

عاشق کے دودِ آہ سے جب تیرگی بڑھی
دن کو ہر ایک کرنے لگا جستجوے شمع

معشوق کے دکھانے کو پروانوں کا ہے عشق
ہوتے ہیں بیقرار مگر روبروے شمع

گل ڈھونڈھیں بلبلیں مری تربت کیواسطے
پروانوں سے کہو کہ کریں جستجوے شمع

شب کو حضور رُخ سے اُلٹتے ہیں جب نقاب
پروانے اپنے پر سے چھپاتے ہیں روے شمع

دشمن کی بزم میں جو فصاحت وہ لائے ہیں
بیٹھے ہیں دل جلانے کو ہم روبروے شمع

ردیف غین معجمہ

احباب کیوں جلائیں مری قبر پر چراغ
روتی ہے شب کو شمع تو ہنستا ہے ہر چراغ

جلتے ضرور ہیں لحد قیس پر چراغ
شب کو ہر اک ہے غول بیابان مگر چراغ

دیکھو اندھیری رات میں ہے کیسی روشنی
ہیں نقش پاے یار سر رہگذر چراغ

اسکو خوشی ہوئی مرے مرنے کی اسقدر
صدہا جلے ہیں رات کو دشمن کے گھر چراغ

شب کو تو روشنی ہے اُسکی چار سمت
نام رفیع پر ہے فلک کے قمر چراغ

روشن کیا فتیلہ ترا پر نہ آئے وہ
اے عامل اب دکھائیگا کس شب اثر چراغ

مزار ہیں تو شب کو اندھیرا ذرا نہیں
لالہ کے جل رہے ہیں ادہر اور اودہر چراغ

مسجد کی خاطر اُسکو چُرا لائے شیخ جی
بتخانے میں جلایا برہمن نے گر چراغ

کچھ دیر شام کو جو جلا بھی تو بجھ گیا
روشن نہ رات بھر رہا مفلس کے گھر چراغ

تھا ساتھ غیر مجکو جلایا بس فنا
روشن کیا نہ اُسنے مری قبر پر چراغ

گھر میں ہمارا دم نہ گھٹے کیوں شب فراق
اسدری تیرگی نہ ہوا جلوہ گر چراغ

ساحل پہ شب کو اس رخ روشن کے عکس سے
ہر موج بحر شمع تھی ہر اک بھنور چراغ

گھیرا جو ظلمت شب فرقت نے میرا گھر
ہو کر پتنگ دُھننے لگا اپنا سر چراغ

رعشہ ہمارے سر کو ہے پیری میں اِسطرح
جسطرح جھلملاتا ہے وقت سحر چراغ

میری لحد پہ شام کو جب آئے فصاحت آئے لائے عزیز و دوست مرے پھول اگر چراغ

چارون ہم ہین جاوین جو ہین بادہ خوار باغ
بدلی ہوا ہے سرد ہے مے خوشگوار باغ
اچھلا ہے بہر سیر ترا اے نگار باغ
دنیا مین یون تو کہنے کو ہین بیشمار باغ
گو لکھنؤ کے شہر مین ہین بے شمار باغ
پر سیر اور دید کے قابل ہے چار باغ
ایسا ہے تیرا بھولا بھلا اے نگار باغ
اس پر تصدق اور فدا ہین ہزار باغ
باران مین نزہت اور طراوت جو بڑھتی ہے
ہر ایک کو دکھاتا ہے دونی بہار باغ
افسردگی ہو دفع اگر جاے سیر کو
رنجیدہ دل کے واسطے ہے غمگسار باغ
دعوت جو ہو حسینون کی ساقی کو بھی بلاؤن
باران کی فصل آئی ہے لون مستعار باغ
گلشت کو وہ آئے ہین ہمراہ غیر کے
اے عشق کیون نہ ہو مری آنکھون مین خار باغ
پانی چمن کی نہر سے لیکر نہائین آب
اور اپنی تازگی کا ہے اُمیدوار باغ
آئین حسین سیر کو ہو روح میری شاد
ہو بعد مرگ اگر مرے گرد مزار باغ
دیوان کو میرے دیکھے ہے شاعرون کا قول

صدہا چمن ہین غزلون کے ہے تیرے بہار باغ
لازم ہے گرد چہرۂ رنگین یار خط
لٹ جانے کا ہے خوف جو ہو بے حصار باغ
باران کی فصل اور وہ حسینون کا جمگھٹا
پھرتا ہے میری آنکھون مین لیل و نہار باغ
خوش قسمتی سے سب یہ بہم ہین مرے لیے
مطرب رباب ساقی گلفام یار باغ
ہیان وادئ نجف کا فصاحت ہون مدح گو
دے گا بہشت مین مجھے پروردگار باغ

ردیف فا

ابر آئے جیسے کشتِ خشک دہقان کی طرف
کیا نگہ جاے رخ پر نور جانان کیطرف
سنبل گلشن کا سارا بل نکلجائے گا آج
اے شب گیسو سیاہی پر نہ کرا اپنی غرور
لے گئی فردس مین مجکو تلاشِ کوے یار
قیس بولا کوہکن سے دونو سمت آباد ہین
باغبان مانع ہو کیون جب موسم گل جائیگا
دفن ہوتے ہی زمین نے جب کیا قصد فشار
بلبلو ہنستی ہو کیا میرے دل صدچاک پر
سچ ہی شرمندہ جوانون سے ہمیشہ پیر ہین
وحشیون کے چھوٹنے کی ہو خوشی اطفال کو
ہاے آتے ہی خزان نے کر دیا تاراج باغ
دیکھو احمد کو حبیب اپنا کیا اللہ نے

رحمت حق یون چلی ہے میرے عصیان کیطرف
خیرگی کرتی ہین آنکھین مہر تابان کیطرف
بال کھولے یار آتا ہے گلستان کیطرف
دیکھ تو میری شب تاریک ہجران کیطرف
ورنہ ہین کا ہکو جاتا باغ رضوان کیطرف
تو ہے کوہستان کی جانب میں بیابان کیطرف
جھانکنے کو بھی نہ آئینگے گلستان کیطرف
عاجزی و یاس تھی اک تازہ مہمان کیطرف
پہلے دیکھو تو ہر اک گل کے گریبان کیطرف
منھ کمان کرتی نہین تیر و نکے پیکان کیطرف
سنگ تا تھومین لئے آئے ہین زندان کیطرف
آج دیکھا بھی نہین جاتا گلستان کیطرف
پہلے سے اسکی توجہ تھی جو انسان کیطرف

رحم کر گلچین چھپا تا جا گلون کو توڑ کر
دیکھتی ہین بلبلین حسرت سے دامان کیطرف

چاک کرتا ہون جنون مین اسکو تو اسکو ہی رشک
دامن آجاتا ہی اُڑ اُڑ کر گریبان کیطرف

یہ گھٹا چھائی نہین ہی میکشو گلزار پر
آتش گل کا دھوان ہی چرخ گردان کیطرف

قیس بولا ہڈیان تھوڑی سی باقی ہین ابھی
شاید آجائے سگِ لیلی بیابان کیطرف

ایجنون وحشت ابھی جو تازہ تازہ ہی مجھے
رفتہ رفتہ ہاتھ پہونچا ہی گریبان کیطرف

دل فصاحت کا بہت گھبرا گیا ہی ہند مین
لیچل اے قسمت مزارِ شاہِ مردان کیطرف

ہمدمو دیکھو ذرا مژگان قاتل کیطرف
سیکڑون تیرونکا رخ ہی اک ہی دل کیطرف

بیشتر حق دعوی ہمارے خون کا جھوٹا ہوا
ہوگئے سب اہل محشر ہمارے قاتل کیطرف

چال سیکھی ہے نئی تیغ نگاہ یار نے
توڑ کر آیا کلیجہ کو مرے دل کیطرف

وہ سخی ہون شرم جب آئی نہ مجھے دینے کے وقت
پھیر کر منھ کو بڑھایا ہاتھ سائل کیطرف

ہوسکی جب بھی نہ تیرے عاشق نالان سے بحث
باغ مین گو قمریان بھی تھین عنادل کیطرف

کس بلا کی تھی کمند زلف لیلی مین کشش
نجد مین مجنون کھنچا جاتا تھا محمل کیطرف

تمنے رکھا ہاتھ ناحق بائین پہلو پر مرے
لو سمٹ آیا جگر کا درد بھی دل کیطرف

آج کل دینے کا تو کیا ذکر ہین ایسے بخیل
ہاتھ اپنے خود بڑھا دیتے ہین سائل کیطرف

ہے مجھے شوق شہادت آئے جب ہنگام نزع
دوستو منھ پھیر دینا کوے قاتل کیطرف

آج دھوکا دیکے پہلو سے مرے لیجائینگے
پڑ رہی ہے اُنکی دزدیدہ نگہ دل کیطرف

جوش وحشت مین جو یاد آتی تھی مجنون کو نماز
خاک پر سجدے کیا کرتا تھا محمل کیطرف

چارہ گر تجھسے کہون کیا حال اپنا عشق مین
چوٹ کھائی ہی جگر پر درد ہی دل کیطرف

مجمع عشاق مین کیا بے ادب ہے آئینہ
منھ تمھارے سامنے ہی پشت محفل کیطرف

قتل کر کے مجکو منھ موڑے ہوے جلتے ہین وہ
غیظ ہی سے دیکھین پر دیکھین تو بسمل کیطرف

اے فصاحت ظلم اٹھا کر اُس بتِ سفاک کے
پھر رجوع اپنے ہوے خلاقِ عادل کیطرف

ردیف قاف

مین تو اک انجام ہین ہون سمجھکر انجام عشق
کانپ جاتا ہون اگر لیتا ہی کوئی نام عشق

روز فرقت کٹ گیا صد شکر آئی شام وصل
بند کر دے ای خوشی دروازۂ آلام عشق

مین وہ عاشق ہون دعا کرتا ہون یہ اللہ سے
واسطہ اُس حسن کا کرنا بخیر انجام عشق

قطع کیجائے زبان اور کھینچا جائے دار پر
کسکی طاقت ہی جو اُنکے سامنے لے نام عشق

عاشقِ رند اپنے اپنے دل کا پیمانہ بھرین
دور گردون مین جو مملو ہو کے چھلکے جام عشق

حسن کی بازار مین اچھی طرح قیمت اُٹھے
ہو اگر کندہ نگین دل پہ مرے نام عشق

لے وقت نزع وہ جی بھر کے صورت دیکھ لی
جھوٹ سنتے تھے کہ ہوتا ہی بُرا انجام عشق

عاشقِ طفلِ برہمن جو ہین قشقہ کے عوض
لکھتے ہین صندل سے پیشانی پہ اپنے نام عشق

انس و جن تو کیا ملائک ہین بخوبی جانتے
گردشِ ہفت آسمان ہی ایک دور جام عشق

خوب رہنے کے لیے محفوظ گھر اُن کو ملا
سینہ مین دل دل مین چھالا چھالے مین آلام عشق

کیا عجب لوحِ مزار کوہکن پر عاشقو
لکھی ہو تم تفصیل سے کیفیت انجام عشق

جھیل جانا سختیان پر ہار نا ہمت نہ تم
عاشقو نکو یہ بہو نجتا رہتا ہی پیغام عشق

شادمانی و سرور و عیش ہین معشوق پاس
گھیرے ہین عاشق کو رنج و صدمہ و آلام عشق

اور قیدی تو رہا ہو جاتے ہین میعاد پر
پر نہین تا زیست چھٹ سکتا اسیر دام عشق

جسطرح منصور بہکا اور انا الحق بھی کہا
یون زمانے مین نہ چھلکے کوئی پیکر جام عشق

غیر حالت دیکھ کر میری یہ ناصح نے کہا
اب بھی کہنا میرا مان ای مبتلائے دام عشق

ہی بہت آراستہ گلہائے داغ زخم سے
خوب یہ کاشانۂ دل ہی بنے آرام عشق

کی سپرد اُسکی خوشی سے مین نے یہ جانِ عزیز
تیر قاتل کی زبانی آیا جب پیغام عشق

ہمتِ فرہاد کا شہرہ ہی ابتک خلق مین
واقعی آغاز سے اچھا ہوا انجام عشق

گھر سے گھر سے گھاؤ ڈالے ذکر کیا اک زخم کا
جبکے دلیر پڑگئی ادھی سی بھی صمصام عشق

ای فصاحت دل لگاؤ پھر کسی معشوق سے
پہلے تم اچھی طرح سے سوچ لو انجام عشق

مال کا ہی شوق کچھ مجکو نہ زر کا اشتیاق
ہی فقط وصلِ بتانِ سیمبر کا اشتیاق

دہنے پہلو مین چلا ہی بائین پہلو سے وہ تیر
دلسے ملکر ہی ملاقاتِ جگر کا اشتیاق

وصل کی ہی رات زلفونکو ہٹائین رخ سے آپ
ہی بھی گر تو آج کی شب اس سحر کا اشتیاق

بیٹھتے تھے حضرت یعقوبؑ آکر راہ مین
اسقدر کانونکو تھا نامہ بر کا اشتیاق

حشر کو لیکے ہین شعلے کیسے لینے کے لیے
عاصیو دیکھو ذرا نارِ سقر کا اشتیاق

شوق دیکھا ہی جو مشتاقِ نگاہِ ناز کا
واہ آپ انکو ہی خود اپنی نظر کا اشتیاق

ہی یہ ایا پھر گئین آنکھین جو میری وقت نزع
سیر اُدھر کی دیکھی سب اب ہی اُدھر کا اشتیاق

اس جہان مین تو کہین اُسکا نشان ملتا نہین
لیچلا ملکِ عدم اُنکی کمر کا اشتیاق

عاشقِ بے صبر کو مدت سے باغِ دہر مین
کب پھلے نخلِ تمنا ہی ثمر کا اشتیاق

جانبِ مشرق مری آنکھین رہین وا شام سے
ہجر کی شب مجکو ایسا تھا سحر کا اشتیاق

کسطرف جائیگا تو کعبہ یہ ہی وہ دیر ہی
اے دلِ گم گشتہ تجکو ہی کدھر کا اشتیاق

کہدے اے بت اپنے دربان سے کہ وہ مانع نہو
جبہہ سائی کو ہی تیرے سنگِ در کا اشتیاق

مضطرب رکھتے ہین یہ دو امر غربت مین مجھے
یادِ یارانِ وطن کی اور گھر کا اشتیاق

میرے اشعارِ غزل قابلِ سماعت کے نہین
مجکو ممنون کرتا ہی اہلِ ہنر کا اشتیاق

ہی یہ ایما مجھ سے آج اُنکی نگاہِ ناز کا
دل تو دیکھا شوق سے اب ہی جگر کا اشتیاق

سچ تو یہ ہی اور کوئی شوق پیری مین نہین
باپ کو ہی نوجوانیِ پسر کا اشتیاق

مین شبِ فرقت کسی کی بھی صدا سنتا نہین
ہی یہ مجکو بانگِ مرغانِ سحر کا اشتیاق

دیکھنے دو ڈھانکتے ہو منہ بھلا کیون بعد وصل
میری آنکھون کو ہی شرمیلی نظر کا اشتیاق

دیر تک دیکھا کرونگا نزع مین روئے علیؑ
میرے دلمین ہی فصاحت عمر بھر کا اشتیاق

دن رات اُٹھاتے ہین جو لطفِ بہارِ عشق
دونون ہمارے قلب و جگر ہین نثارِ عشق

داغون سے ہی یہ سینہ اگر لالہ زارِ عشق
تو آہِ سرد بھی ہے نسیمِ بہارِ عشق

کرتے ہین بعد قیس جو ہم کاروبارِ عشق
عشاق جانتے ہین ہمین رازدارِ عشق

جب دلکو داغ دیچکا پروردگار عشق
رکھا مری طبیعت نازک پہ بار عشق

گو آہ عاشقان کی اُٹھین آندھیان بہت
لیکن بجھا نہ کوئی چراغ دیار عشق

مین دلپہ ہاتھ رکھکے یہ بولا شب فراق
للہ مجھ سے باتین کر اے رازدار عشق

کیا خوشی خوشی مری تصویر مین بھرے
مانی کو ہاتھ آئے جو رنگ بہار عشق

تھے نامیو سنین وامق و فرہاد و قیس جو
تھا ایک بعد ایک کے شاہ دیار عشق

اُس نشتر مژہ کی کھٹک مین وہ حظ نہین
بھی ہے لذت خلش نوک خار عشق

رویا کیا مین جب تلک آیا نہ وہ حسین
باران اشک سے رہی دونی بہار عشق

رہبر کی احتیاج مرے شوق کو نہین
نکلی ہے ملک دل سے جو راہ دیار عشق

نالے کرے جو محرم اسرار وہ نہین
جو دم بخود ہو سمجھو اُسے رازدار عشق

عین شباب مین ترے عاشق کو آئی موت
کمبخت دیکھنے بھی نہ پایا بہار عشق

ہین مستعد حسینون کے عشوے کرشمے ناز
ڈانکا پڑیگا دن کو میان دیار عشق

اندازہ اُنکے حسن کا عشاق نے کیا
میزان چشم شوق مین رکھ رکھ کے بار عشق

اقلیم عشق کا ہون شہنشہ تو قیس نے
مجھسے خطاب پایا ہے شاہ دیار عشق

پھر کیون نہ اہل دہر کرامت کے ہون مقر
لاکھون دلون مین جبکہ چبھے ایک خار عشق

مدت ہوئی کہ ہمنے کیا عاشقی کو ترک
دو چار داغ قلب مین ہین یادگار عشق

آباد ہو گیا ترے عاشق کے دم سے پھر
کیسا تھا بعد قیس کے ویران دیار عشق

ممتاز و سرفراز کرے دیکھون کب تلک
دلکو مرے شباب مین ہے انتظار عشق

روئین نہ کیون فصاحت اُٹھین یاد کرکے ہم
پڑھ پڑھ کے فاتحہ سر لوح مزار عشق

تخلص شاعر نامی است ۱۲

ردیف کاف

لاش آتی ہے ترے کوچہ مین یار ایک ایک
آنکے جب دیکھئے بنتا ہے مزار ایک ایک

دھیان خط کا نہ سہی ہے ترے مژگانکا خیال
ہاے اس دلمین کھٹکتا تو ہے خار ایک ایک

آج ہم آپ پہ صدقے ہوتے ہین ای صاحب
گل عجب کیا جو ہو غیرون مین نثار ایک نہ ایک

باغبان ہی کی قضا آئیگی یا گلچین کی
غم سے مر جائیگا جاتی ہی بہار ایک نہ ایک

غیر کیا میری طرح آپ کا کہنا مانے
ہر گھڑی رہتا ہی جن سر پہ سوار ایک نہ ایک

دل ہو میرا کہ جگر تیر مژہ سے اپنے
کرتے ہین چشم زدن مین وہ شکار ایک نہ ایک

ہی خدنگ آہ کا بھی تیر دعا کے ہمراہ
ہوگا ان دونون مین اب عرش کے پار ایک نہ ایک

وعدہ کر کے نہین دل چاہتا جب آنے کو
ڈھونڈھ لیتا ہی بہانہ وہ نگار ایک نہ ایک

آرزو ہوتی ہی کشتۂ قسمت کبھی حسرت مردہ
بنتا ہی قلب مکدر مین مزار ایک نہ ایک

گو بہر طور حسینون سے بچایا مین نے
لیگیا دلکو مرے آخر کار ایک نہ ایک

تیری دیوار کے سایہ سے لپٹ کر ہر روز
گھر مین آتا ہی مگر عاشق زار ایک نہ ایک

چین سے قبر مین سویا نہ گنہگار ترا
دکھ سہا حشر تلک بعد فشار ایک نہ ایک

گر ہوا ابر کے دامن کو بچاتی نہ رہے
الجھے پھر باغ کی دیوار کا خار ایک نہ ایک

انکی تیغ نگہ ناز سے ہر چند بچاؤن
بٹہ ہی جاتا ہی مرے قلب پہ وار ایک نہ ایک

غمزہ ہی ناز ہی شوخی ہی ادا ہی تم مین
دل مرا لیگا انھین چارون مین یار ایک نہ ایک

آج کچھ شام سے عشاق پہ وہ برہم ہین
کھنچا جائیگا سحر کو سر دار ایک نہ ایک

باسی ہو جائے تو بھجوا دین مری تربت پر
انکی گردن مین پڑا رہتا ہی ہار ایک نہ ایک

تو سہی ابلق ایام کو شائستہ کرون
پھینک دیتا ہی یہ ہر روز سوار ایک نہ ایک

غیر بھی گھات مین ہی مین بھی اسی تاک مین ہون
لوٹے گا آپ کے جوبن کی بہار ایک نہ ایک

صورت آئینہ دنیا مین وہ خوش قسمت ہون
نظر آجاتا ہی گھر بیٹھے نگار ایک نہ ایک

بیٹھنے کب دیا شوخی نے تجھے سیدھی طرح
عیب ہوگا تری تصویر مین یار ایک نہ ایک

مٹی دینے مجھے آئیگا حسین کوئی نہ کوئی
دل کا آج اپنے نکالیگا غبار ایک نہ ایک

شمع کے رونے پہ جب پھول بہت ہنستے ہین
میری تربت پہ الجھ پڑتا ہی خار ایک نہ ایک

ہو رہا دونون کا غصہ ہو تمھارا کہ حجاب
آہی جاتا ہی دم بوس و کنار ایک نہ ایک

ای فصاحت فلک پیر کو ضد ہی ایسی
رنج دیتا ہی مجھے لیل و نہار ایک نہ ایک

نہین باقی ہمارے تن مین دم تک
بھلا کس طرح پہونچین گے عدم تک

جو مثلِ شمع روتا ہون شبِ ہجر
تو آنسو بہہ کے آتے ہین قدم تک

میانِ کوے قاتل جمع ہین لوگ
ہے آبادی فقط خنجر کے دم تک

ہمارے عشق مین بھی کیا کشش ہے
حسین کھنچ کھنچ کے خود آتے ہین ہم تک

جنابِ شیخ کو دے دے کے فقرے
حرم سے لائے ہم بیت الصنم تک

نہین عاجز ہین ان نالون سے کیا لوگ
بتنگ آئے ہین اب اہلِ عدم تک

جو حالِ ضعف لکھنے بیٹھتے ہم
روان ہوتا نہ کاغذ پر قلم تک

ذلیل آکر کیا پیری نے ہم کو
جھکا کر سر کو پہونچایا قدم تک

وہ خوش ہوتے ہین تو کہتے ہین مجھ سے
ستم کی مشق ہے تیرے ہی دم تک

رہے ہین گوش بر آواز اکثر
نہین آتی صدا ابھی اُنکی ہم تک

ہمارے ناتوان نالون کی آواز
صبا پہونچاتی ہے گوشِ صنم تک

دکھا کر تیغ بولا مجھ سے وہ ترک
ہے اتنا فرق ہستی سے عدم تک

نہ دی ہمکو کبھی پیرِ مغان نے
شرابِ ارغوانی کی قلم تک

رہیگا نام برق و موج و سیماب
تمھارے عاشقِ مضطر کے دم تک

میانِ دیر جب پھنکتا ہے ناقوس
پہونچتی ہے صدا بیت الحرم تک

دیا حکم اُسنے مین در پر جو پہونچا
زمین پر سجدہ کرتا آئے ہم تک

وسیع اقلیم عشق ایسی ہے یارو
جہا نہین جسکی سرحد ہے عدم تک

فلک پر تو پہونچتا ہے یہ نالا
یہ جا سکتا نہین بامِ صنم تک

تری تصویر کیا مانی نے کھینچی
ہزارون عیب ہین سر سے قدم تک

خوشی کے تو بھلا رہنے کا کیا ذکر
نہین اس اُجڑے دل مین کوئی غم تک

کہا کرتی ہے یہ منعم سے دولت
ترے قبضہ مین ہون تیرے دم تک

صفت مین آپکی پتلی کمر کے
رہی قاصر زبان ہو قلم تک

نقاہت اور نزاکت گو ہے مانع
پہونچ جاتے ہین ہم اُن تک وہ ہم تک

محبت اُس کمر کی بعد مُردن
گئی تھی مجھکو پہونچانے عدم تک

نہ کیون تقدیرِ جامِ مے پہ ہو رشک
کہ ہاتھون ہاتھ پہونچا اُس صنم تک

عدم کے رہروُن کا شوق دیکھو
کہین لیتے نہین رستہ مین دم تک

گریبان گیر ہو گیا کوئی اُس کا
نہ پہونچے ہاتھ بھی جسکے قدم تک

ہی آہِ گرم بُلبل سے چمن خشک
تر و تازہ نہین کوئی قلم تک

جو گھر تک جائینگے پہونچانے اُنکو
نہ پھر ہوش و حواس آئینگے ہم تک

لگا ہی ٹھٹھہ نہین ملتا ہے رستہ
تمھارے کوچہ سے بیت الحرم تک

کیا ہی قتلِ عام اُس ترک نے آج
بہے گا خون کا دریا عدم تک

ہمارا ہاتھ محشر مین خدایا
پہونچ جائے گریبانِ صنم تک

اگر دوڑے صبا تو بھی نہ پہونچے
تمھارے رخش کے پچھلے قدم تک

فلک کے دور مین نعمت کا کیا ذکر
نہ کھانے پائے ہم جی بھر کے غم تک

سمجھتے ہونگے عزرائیلؑ اتنا
مرا عہدہ ہی یہ زندون کے دم تک

یہ کسکی مدح لکھنے کا ہے ایما
جو کاغذ اُڑ کے آتا ہی قلم تک

نزاکت مین وہ آسکتے نہین گر
پہونچ جاتا ہی اُنکا ذکر ہم تک

کفن کے پارچے کیونکر بچین گے
بہت رہزن ہین یا ہستی سے عدم تک

فصاحت ہند مین ایسے ہین شاعر
عرب سے جنکا شہرہ ہے عجم تک

ہر طرح آپ پہ ہوتا ہی فدا ایک ایک
سادگی مین بھی نکلتی ہی ادا ایک ایک

مجکو ارمان جوانی مین جو تھا ایک ایک
رہتی تھی آٹھ پہر لب پہ دعا ایک ایک

آہ میری نہ سہی چرخ تو فریاد سہی
خشک کر دیگی ترا دستِ جفا ایک ایک

ہاتھونکو جوڑ کے سر رکھتے اگر پاؤن پہ ہم
بخشش ہی دیتا وہ بیرحم خطا ایک ایک

زیست مین آئینگے گھر پہ کہ لحد پر پسِ مرگ
دونون وعدون نہین کرینگے وہ وفا ایک ایک

چشمِ بلبل مین کھٹکنے کو چمن کے اندر
نہ اُڑا خار بھی رہنے دے صبا ایک ایک

گاہ ٹھکرا یا کبھی تیر نگاہون کے لگائے
لاکھ انکار کرین اُنسے رقیبون مین ہم
سکۂ داغ ہین دو قلب و جگر مین میرے
آپکی چال کا انداز اوڑانے کو ہے
تنگ ہوگا نہ گریبان اگر طوق سہی
دِلکو دسو جان سے مرغوب ہر وہ بت جسمین
سُرمگین آنکھونسے جب چلتی ہر وہ تیغ نگاہ
باغ سے دور ہی ہے جو نسحر بلبل کی
صبح سے آج ہر ناساز مزاج صیاد
لوٹ کر سرو اگر خشک خزان مین ہو جائے
وہ گلستان مین جو بکھرائینگے زلفین اپنی
بزم مین ہر کس و ناکس پہ کرین کیا وہ نگاہ
اِسطرح جان دون سہہ سہکے جفائین اُنکی
دست بوسی نہ سہی پائے مغان ہی چومو
رحم آیا ہر اُنھین غیر کی فریاد پہ آج
ہم جو مر جائین حسینون کے سبب کون ستم
ہائے جو گھر تھا پریزادونسے پہلے آباد
میرے ماتم مین بھی ہر پاس کسیکے ہر وقت
مجکو یہ جلدی پہنچ جانے خطِ شوق وہان
لب جو سیرِ حبابون کی وہ جبتک دیکھین
بعد مجنون ہوا وامق تو بس دامق ہم
صُلح گو کرتی ہر میری نگہ شوق اُنسے
لڑکھڑاؤن اگر اُٹھتے مین مین پیرِ لاغر

اُسنے کی مُردۂ عاشق پہ جفا ایک نہ ایک
دی گواہی پئے اثبات خطا ایک نہ ایک
ہوگا اب رائجُ اقلیم وفا ایک نہ ایک
کبکِ طاؤس چمن بادِ صبا ایک نہ ایک
تیرے دیوانہ کا گھونٹیگا گلا ایک نہ ایک
ناز ہو کوئی نہ کوئی تو ادا ایک نہ ایک
قتل ہو جاتا ہر بیجرم و خطا ایک نہ ایک
گُل اوڑالاتی ہر گلشن سے صبا ایک نہ ایک
شام تک ہوگا اسیر و نہین ہا ایک نہ ایک
باغ سے کھو دکے لے بہر عصا ایک نہ ایک
آئیگی تختۂ سنبل پہ بلا ایک نہ ایک
اُنکو مانع ہر عذر اور حیا ایک نہ ایک
بزم خوبان مین کہے ذکر وفا ایک نہ ایک
ہو مگر بادہ کشو فرض ادا ایک نہ ایک
حیلہ ڈھونڈھین گے پئے ترک جفا ایک نہ ایک
اپنا مطلب ہر تو کرتا ہر دُعا ایک نہ ایک
اب ہر ویران تو رہتی ہر بلا ایک نہ ایک
آئینہ شانہ مِسّی سُرمہ حنا ایک نہ ایک
عذر بار دا بھی کرتی ہر صبا ایک نہ ایک
بے ثباتی سے لڑے موج و ہوا ایک نہ ایک
ہر زمانے مین رہا اہل وفا ایک نہ ایک
ڈالدیتی ہر فساد اُنکی حیا ایک نہ ایک
تھامین فوراً مرا سایہ کہ عصا ایک نہ ایک

غلطی سے نہ بری ہو گا فصاحت کا کلام
بشریت کے سبب ہو گی خطا ایک نہ ایک

اعمال ساتھ دیتے ہین روزِ شمار تک
فرزند آیا بھی تو پدر کے مزار تک

بلبل پہ خشمگین نہین نرگس ہی کی فقط
اب انگلیان اٹھاتے ہین گلشن مین خار تک

پہنچا ہی باغ سے شررِ آہ عندلیب
ہو کر بلند دامنِ ابرِ بہار تک

ملتے ہی اشک شورِ عنادل پہنچ گیا
فوارۂ نہر باغ سے ابرِ بہار تک

بنت العنب کے پاس مین کیون جاؤن مغبچو
وہ خود ہی کھینچ کے آئیگی مجھ بادہ خوار تک

جیسے بہار آئی ہی گلشن مین گل تو گل
لیتے ہین نوک کی کس و ناکس سے خار تک

منکر نکیر ہی نہین عاجز پئے سوال
ہی تنگ اضطراب سے میرا مزار تک

ہی خیریت اسی مین کہ پہنچین نہ واعظا
تیرے کلام سخت کسی بادہ خوار تک

ہو صاف قلب کینہ و بغض و حسد تو کیا
دلمین نہین کسی کی طرف سے غبار تک

صیاد نے خزانین جو کترے ہین میرے پر
کیا وہ نکل نہ آئینگے فصلِ بہار تک

تو بہ بھلا تسلی و تسکین وہ دیگا کیا
جو خود ہی مضطر آیا ہی مجھ بیقرار تک

دامن مین بھر کے لائے ہین تو گرتے جاتے ہین
گلشن سے انکے پھول ہمارے مزار تک

گھیرے ہی چار سمت سے جو بیکسی و یاس
گل اک طرف نہین مری تربت پہ خار تک

دروازہ میکدہ کا جو کھولا ہی مغبچو
گرنا نہ بند آمدِ فصلِ بہار تک

فکرِ چراغ و شمع ہی کیون دن سے ہمدمو
جیتا رہونگا کیا مین شبِ انتظار تک

ہمراز ہین کے رنگ حنا یا کہ بوے گل
پہونچین ہی گے کسی نہ کسی طرح یار تک

مشہورِ دہر ہی مری تحقیق شاعری
پہونچی ہی یہ کلاہ سرِ اعتبار تک

مخلوق گن سکین نہ علی کی فضیلتین
گرتی رہین حساب جو روزِ شمار تک

رنج و غم و بلا و مصیبت پئے بشر
جھگڑے یہ سب ہین زندگیِ مستعار تک

بلبل قفس کو توڑ کے جائیگی سوے باغ
جیتی رہی جو آمدِ فصلِ بہار تک

کثرت سہی مگر ستم و ظلم آپ کے
پہونچے نہین ہین حدِ حساب و شمار تک

ساقی نہ مجکو دیگا نہ مین بڑھ کے لونگا آج
خود جام بادہ آئیگا مجھ بادہ خوار تک

ہٹی تو دینے مجکو ہوئے یہ وقت دفن
ہمنے نہ اپنے دلکا نکالا غبار تک

ڈرتی ہی خار دشت سے مرا دامن نہ چاک ہو
آتی نہین ہوا مری شمع مزار تک

رندان بادہ خوار کا مجمع ہی ساقیا
محفل مین دور جام ہی خوشگوار تک

گریانکی تیرے لاش نہ کوئی اگر اُٹھائے
لیجائے سیل اشک بہاکر مزار تک

ہم ضعف نے یہ دشت نوردی مین کر دیا
سر آیا ای جنون مرا جھک جھک کے خار تک

انگشت کے اشارہ سے تسکین ہو چکی
لاؤ تو ہاتھ میرے دل بیقرار تک

صحرا مین تیرے عدل کو پھیلا نون اے جنون
چھالون سے جب خلش نکرے نوک خار تک

مین عاشق اور زندہ رہونگا سحر تلک
شاید جیون تو نصف شب انتظار تک

کوچہ مین اپنے منعم بدظن کا ہی یہ حکم
دامن کو اپنے جھاڑ کے نکلے غبار تک

سرد آہین بھرتے آتے ہین جب وہ جلاکے شمع
بجھتی ہی آتے آتے ہمارے مزار تک

مین دادخواہ ہونگا فصاحت جو روز حشر
پہونچیگا میرا ہاتھ گریبان یار تک

ردیف کاف

رہتے ہین قیس حزین سے ہم نحیف و زار الگ
نجد کے بن سے ہی اپنا دشت وحشتناک الگ

خون تو خون بسمل جو ہونگا مین اُڑیگی خاک الگ
قتل کر کے مجکو ہٹ جانا ارے سفاک الگ

مائل جور و جفا ہی وہ بت سفاک الگ
مستعد ہین ظلم پر تیرے لیے افلاک الگ

شوخیان بالکل جدا ناز ای بت بیباک الگ
سب حسینون مین تری سج دھج الگ وہ ناک الگ

سردی و گرمی ہو یا برسات کوئی انمین ہو
ای گل تر چاہیئے ہر فصل کی پوشاک الگ

پھولونکی بدھی کا اُنکے واسطے کیا کم ہی بوجھ
بار جسم نازنین پر ڈالی ہی پوشاک الگ

لگئی ہی کوچۂ جاناں نہین ای باد صبا
ہان غبار غیر سے کر دے ہماری خاک الگ

وہ یم خوبی لب دریا نہانے کو ہی آج
بڑھ کے موجین کر دین ساحل سے خس و خاشاک الگ

میری گردن کی رگین اگر لپیٹین وقت ذبح
ہو گیا مُنھ کو پھیر اگر خنجر سفاک الگ

باتو نمین مصروف ہین اغیار خوش خوش انکے پاس
انجمن مین بیٹھے ہین خاموش ہم غمناک الگ

اور دیوانونکے مجمع سے کھڑے ہونگے ضرور
حشر کے دن تیرے وحشی گریبان چاک الگ

مجھ سے لڑوایا رقیبونکو اُسی نے بزم مین
گو ہے کہنے کو بظاہر وہ بت بیباک الگ

اُنکی چشم فتنہ زا کو دیکھ کر کہتے ہین لوگ
گردشین اسکی الگ ہین گردش افلاک الگ

اپنے بالونکو نہا کر اُسنے جب جھٹکا دیا
زلف پیچان سے ہوا میرا دل صد چاک الگ

میری ضد سے اُس شہِ خوبی کے پہلو مین نہ بیٹھ
تیری جا ہے غیر ہے مثل سگ ناپاک الگ

کہتا ہے غنچہ چٹک کر باغ مین صیاد سے
ہٹ گئے میرے پاس سے تو بلبلون کو تاک الگ

شمع کے آنسو لگن مین ہین اگ ملتے نہین
اور ہزارون سوختہ پروانونکی ہے خاک الگ

نسر طائر تو بھلا کیا بلبل سدرہ سے بھی
آشیانہ ہے ترا اے طائر ادراک الگ

پیش عادل کی ہے یہ شوخی نئی روز جزا
لو ستمگارون کے مجمع سے ہے وہ سفاک الگ

لیکے خط غیرونکے قاصد پڑھے سے اُسنے بشوق
پر ہمارے نامہ کو رکھا رہے چاک الگ

شب کو بھولو نہین بسا کر جب پہنتے ہین حضور
آپ الگ دل ہین لبھاتے آپکی پوشاک الگ

ساتھ میرے یہ گڑیگا تو نہ راحت پاؤنگا
ہین الگ مدفون زمین مین ہون دل غمناک الگ

بند و بست جسم خاکی پر بستر نازان ہے آج
عضو سے کُل عضو ہو جائیگا زیر خاک الگ

غیر سے کہدو نہاتے ہین وہ میرے ساتھ آج
ہٹ کے دریا کے کنارے سے اُڑا لے خاک الگ

شرط یہ ہے یون لگا جھٹکے تو اے دست جنون
جیب و دامن مین ہمارے چاک سے ہو چاک الگ

پھول کی تو نکہت گُل پر ہے غالب ہو گئی
باغ مین گو بادہ کش بیٹھے ہین زیر تاک الگ

گرد باد دشت کی دستار جامہ گرد کا
ہمسے دیوانونکی دُنیا بھر سے ہے پوشاک الگ

آرزوئین حسرتین یو ہین اگر بڑھتی رہین
اک نئی بستی بسائینگے تہ افلاک الگ

بعد مُردن بھی فلک دکھلا رہا ہے انقلاب
شیشۂ ساعت سے کیونکر ہو ہماری خاک الگ

مرگ عاشق کی خبر سُنکر یہین لیتے ہین وہ
اسلیے بھاری رکھے رہتے ہین اک پوشاک الگ

آنسوؤن سے میرے کیونکر ہو غبار دل جدا
یہ نہین ممکن کہ ہو پانی مین ملکر خاک الگ

ذبح مین تیزی خنجر کا جدا مجکو گلا — شکوۂ بیرحمی و بیدردی سفاک الگ
جب ہمارے پھولونمین اپنے پراے جمع ہون — سر جھکا کر بیٹھنا تو ای بت بیباک الگ
گر چلین جھونکے ہواؤن کے فصاحت بعد مرگ — ہو نہ دشت کربلا سے میری مشت خاک الگ

اپنے اقران مین فصاحت ہین سلیمان بیمثال
شان قامت ہی جدا زیبائی پوشاک الگ

تخلص شہزادہ مرزا سلیمان القدر بہادر مرحوم

ردیف لام

منھ سے پھر نام مرے گل کا نکالے بلبل — پہلے منقار کو پھولونمین لبسالے بلبل
باغ مین نغمہ سرا ہو جو مرا رشک چمن — شرم سے منھ کو گل تر مین چھپالے بلبل
کھدو آئی ہی بہار آتش گل ہی بھڑکی — آشیانہ شجر گل سے اٹھالے بلبل
مین اگر سینۂ پرداغ دکھادون اپنا — گل تو کیا باغ پہ بھی آنکھ نہ ڈالے بلبل
خندہ زن گل ترے رونے پہ بھلا کیون ہوتے — گرچہ تاثیر دکھلاتے ترے نالے بلبل
جور گلچین سے دعا گل کے لیے پھر کرتا — پہلے صیاد سے جان اپنی بچالے بلبل
اسمین اور گل مین ہی فرق آدمی و حیوانکا — اسکو ہم چاہین وہان چاہنے والے بلبل
گوش گل کو جو ہو زیور کی چمن مین خواہش — در شبنم سے بنائے ابھی جھالے بلبل
سرو کہتے ہین حفاظت کو ہم استادہ ہین — زر گل کو نہ گلستان مین چرالے بلبل
حسن کو حسن سے اور عشق کو ہی عشق سے ربط — شوق پھولونسے انھین ہمنے ہین پالے بلبل
باغبان کو تو کیا ہنس کے گلون نے بیہوش — تجکو صیاد نہ فقرونمین اوڑالے بلبل

سامنے اسکے فصاحت نہ کرون کیون مین فغان
روبروے گل کے کیا کرتی ہے نالے بلبل

منتظر ہے ترے آنے کی عبث ہر محفل — تاب نظارہ نہین دیکھے گی کیونکر محفل
کی جو سنسان مرے یار نے اٹھکر محفل — ہوگئی حلقۂ ماتم سے بھی بدتر محفل
جمع رندونکو کیا ہی تو پلا آکے شراب — ساقیا ہیچ ہے بے شیشہ و ساغر محفل

بخت چمکا ترا کی آئنہ بندی اُسنے
دیکھ لے ایک نظر آکے سکندر محفل

یار کے عشق کا اسرار نہ افشا ہو جائے
خط نہ دینا جو ہو غیرونکی کبوتر محفل

گوش ہر گل کے قرین پہنچتی ہی کیون بلبل
نہ کرے نالہ و فریاد کہ ہی کر محفل

آبدار آج سناتا ہون اُس ابرو کی ثنا
دیکھ لے تیغ زبان کے مرے جوہر محفل

نہین معلوم کہ وہ یار کدھر بیٹھا ہے
دیکھنے دیتی نہین اشک کی چادر محفل

یار کی جنبش ابرو نے کیا کیا بسمل
کہ پھڑکنے لگی مانند کبوتر محفل

بادہ خوارونکو ہی اک عید جو آئی ہی بہار
ہی کبھی باغ مین صحبت کبھی گھر پر محفل

بزم مین دیکھ کے اُس زلف کو نکلے مرے اشک
رات کو دیکھتی ہے لوٹتی اختر محفل

آج تو خیر گئے بزم رقیبان مین آپ
کل ضرور آئیے گا ہو گی مرے گھر محفل

کی تمنا ہی جو مرے یار نے تو دوری سے
دیکھتا ہو نہین لگائے ہوئے بستر محفل

ہی اثر آہ مین میری نہ رقیب آئیگا وہ
تجکو دعوی ہو جو اُلفت پہ کوئی کر محفل

کیا گواہونکی ضرورت جو ہوا بزم مین قتل
ہو گئی آپکے مقتول کا محضر محفل

واعظو بزم مین اپنی ہو بہت بکتے تم
کیون نہ اُٹھون کہ پھراتی ہی مرا سر محفل

مگر سے بزم مین اُسکے نہ رقیب اشک بہاے
چھوٹے بے آب نہین دیکھتی گوہر محفل

دست ساقی مین جو آتا ہی نظر خالی جام
اشکون سے چشم کے بھر دیتی ہی ساغر محفل

بچھ کے اُس بزم مین ہم فرش بنے پا انداز
آنے جانے مین لگا دیتی ہی ٹھوکر محفل

روح پیری مین جو نکلی تو پریشان ہین عضو
صبح برہم ہوئی کیا شمع بجھا کر محفل

۱
کیا مرے یار نے ہے زلف معنبر کھولی
اہی فصاحت جو ہے خوشبو سے معطر محفل

بلبل کرے ہزار تصدق چمن مین گل
گر جامہ حسین بنائے ترے پیرہن مین گل

آندھی کبھی اُٹھے جو مری آہ سرد کی
ہو شمع مہر گنبد چرخ کہن مین گل

غربت مین آج خار انھین یاد مین چبھے
گل کی ہی بات روندتے تھے جو وطن مین گل

صرصر چلی ہی آہ کی ہشیار رہ دلا
شمع حیات ہو نہ کہین قصر تن مین گل

افسوس اُنکی قبر پہ کانٹون کے ڈھیر ہین
جو نازکی سے رکھتے نہ تھے بستر ہین گل

ہمسر ہوا اُسکے شعلۂ رُخ سے جو بزم مین
پروانہ اُڑ کے شمع کو کردے لگن مین گل

عاشق سے کیا مثال ہو طاؤس کو بھلا
اُسکے بدن مین داغ ہین اسکے بدن مین گل

شاید ہو عشق بلبل و پروانہ مختلف
گریان ہو شمع بزم مین خندان چمن مین گل

منت کش کفن نہ ہوا بعد مرگ مین
چھلونکے اسقدر ہین سراپا بدن مین گل

من منھ مین سانپ کے ہو یہ سمجھون شب فراق
گلگیر سے جو شمع کا اپنے دہن مین گل

پھولونکی چادر آسکے لحد پر چڑھی تو کیا
داغون کی ہو بہار کھلے ہین کفن مین گل

کی ہمسری جو عارض گلرنگ یار سے
آئے ہین بنکے ہار بندھے ہین رسن مین گل

یہ اُسکے عاشقون کے دل داغدار ہین
لالہ کے ہین کھلے جو فصاحت چمن مین گل

شرف ملا یہ مجھے افتخار کے قابل
کہ خاکسار ہوا کوے یار کے قابل

لگائے وار نہ قاتل نے زور بازو سے
کہ زخم کوئی تو ہوتا شمار کے قابل

سرور تک نہ ہوا ایک جام مین ساقی
شراب دے ارے مجھ بادہ خوار کے قابل

تن بشر مین بھلا کس طرح نہ آتی روح
کہ تھا یہ باغ عناصر بہار کے قابل

جفا کو تو نے اگر ترک کر دیا تو کیا
وفا بھی تیری نہین اعتبار کے قابل

یہ آسمان نے مجھے زندگی مین پیسا ہے
کہ بعد مرگ نہین مین فشار کے قابل

دکھا کے آنکھ یہ کہتے ہین اُنکے روزن در
کہ تیری چشم نہین دیدیار کے قابل

تمھارے حسن کی ہو دیکھنے کی تاب کہان
فقط ہو آنکھ مری انتظار کے قابل

جو پیسا ہو فلک کو تو اس طرح پیسے
کہ سرمہ بن کے ہو نمین چشم یار کے قابل

تمھاری چال سے مین زار کیون نہ مرجاتا
زمین پہ نقش قدم تھا مزار کے قابل

پس فنا ہے جا دل پہ اے فصاحت داغ
یہ شمع ہے شب تار مزار کے قابل

کوئی نکل بھی جاتی ہو گر آرزوے دل
پھر شوق اُسکو کھینچ کے لاتا ہو سوے دل

پہلو مین رکھ لون غنچہ اگر آئے بوئے دل
لائی تو ہے چمن مین مجھے جستجوئے دل

اس تیر کو نہ کھینچتی گر آرزوئے دل
جا کر جگر کی سمت پلٹتا نہ سوئے دل

ہیکار روز پوچھتے ہو روبروئے دل
لو اب سنو تمھین ہو مری آرزوئے دل

رہتی ہے انکی یاد بھی ای آرزوئے دل
تو کیا ہے اسکی وجہ سے ہے آبروئے دل

پیکان تیر ابھی نہ مرے دل سے کھینچیے
لیتی کمال شوق مین ہے آرزوئے دل

کیون اپنے پہلو نپہ رکھے ہے رقیب ہاتھ
انکی نظر جگر کی طرف ہے نہ سوئے دل

مرجائین سات داغ تو پھر ندرون اٹھین
خون جگر سے پہلے کرون شست و شوئے دل

ایسی چلی سموم مری آہ گرم کی
آخر کو جل گیا شجر آرزوئے دل

ناسور داغ زخم الم درد آبلے
مین ایک انکے عشق مین اتنے عدوئے دل

گستاخ ہوکے یہ تمھین کیا جانے کیا کہے
دیکھو مجھے برا نہ کہو روبروئے دل

کوچے مین اسنے اپنے دیا ہے یہ حکم عام
اسکو نکال دو جو کرے جستجوئے دل

اس کش مکش مین کیون نہ نکلنا محال ہو
رنج و الم کی بھیڑ مین ہے آرزوئے دل

پہلو سے میرے دزد حنانے چرالیا
انکی نگاہ پڑنے بھی پائی نہ سوئے دل

گم ہو نہ یہ بھی کوچۂ الفت مین دوستو
رکھکر جگر پہ ہاتھ کرین جستجوئے دل

نکلین گے اپنے گھر سے نہ دونون کسی طرح
اک وہ حسین دوسرے یہ آرزوئے دل

تلوؤن سے اسکو روندنا ہے بت خدا سے ڈر
ہے عرش کے برابر اے آبروئے دل

زخمون مین زخم پڑتے ہین للہ رحم کھاؤ
ان تیز تیز نظرون سے دیکھو نہ سوئے دل

سمجھا دو ہم یہ رمز سمجھتے نہین ذرا
ہو تم ہماری جان پھر اے سر عدوئے دل

روشن ہوئی ہے خانۂ دلمین جو شمع داغ
پروانہ بن گئی ہے مری آرزوئے دل

کہتے ہین عاشقون سے نگہبان کوئے یار
آؤ جگر کو کھوکے کرو جستجوئے دل

کرتا ہے کاروان سرور و نشاط کوچ
آتا ہے لشکر غم و اندوہ سوئے دل

وہ حور کہہ رہا ہے مرا قصر ہے بہشت
عاشق یہان جو آئین تو ہے آرزوئے دل

ہے دلکو دل سے راہ وہ آگاہ ہو نجائین
انکی تمنا نہین نکرو روبروئے دل

تیر مژہ کا اُنکے ابھی تک ہی مُنھ اُدھر
رُخ اسطرف پھریگا تو آئینگے سوے دل

آج اُنکو ہمنے خط مین یہ القاب لکھدیا
مطلب کے دوست جان کے دشمن عدوے دل

مدت سے تھی جو گردِ کدورت جمی ہوئی
کی آبلون نے پھوٹکے کیا شستشوے دل

عاشق جو ہاتھ سینہ پہ رکھے ہے بعد مرگ
ایما یہ ہی کہ دلمین ہی آرزوئے دل

کعبہ کا شوق ہوتا ہی تو دیکھتے ہین ہم
سر کو جھکا کے ہیشم حقیقت سے سوے دل

جاتے ہین سجدے کرتے ہوے کوے یار تین
دیکھو ادب کے پردے مین ہی جستجوے دل

ہیشم اُمید رکھ نہ فصاحت سپہر سے
نکلے گی اسکے دور مین کیا آرزوے دل

نہین محتسب کو دکھانے کے قابل
یہ شیشے ہین مستو چھپانے کے قابل

وہ بولے جو مین نے بھرین ٹھنڈی سانسین
ہوے یہ بھی اُلفت جتانے کے قابل

مرا حال دل کہہ اسے داستان گو
یہ قصہ ہی اُنکے سُنانے کے قابل

جن آنکھون سے کل یار کو دیکھتے تھے
وہ ہین آج عینک لگانے کے قابل

سنوارونگا مین اپنے ہاتھون سے انکو
نہین آپکی زلفین شانے کے قابل

یہ گلچین طمع کیا چھوڑ دیتے
زرگل نہ دیکھا چورانے کے قابل

کہا دیکھکر شمع و پروانہ اُس نے
کہ عاشق ہین یو ہین جلانے کے قابل

چلے ہوکے وعظ رندون مین واعظ
رہو گے نہ وان جاکے آنے کے قابل

نکالا ہی تنگ آکے مکتب سے آخر
نہ تھا قیس میرے پڑھانے کے قابل

وہ قاصد سے کہتے ہین خط پرزے کرکے
کہ تو بھی ہی ٹکڑے اُڑانے کے قابل

دل مردہ کے حال کا مرثیہ بھی
ہی رونے کے لائق رولانے کے قابل

حبابون سے کہتی ہی یہ بے ثباتی
زمانہ نہین سر اُٹھانے کے قابل

مرے گھر پہ تکلیف کرکے وہ آئے
نہ سمجھے جو مجکو بلانے کے قابل

نہ کیون چھائے گورِ غریبان پہ حسرت
یہ قبرین نہین شامیانے کے قابل

نہین کیا اے بہار آتش گل کو مانون
نہین دست گلچین جلانے کے قابل

تری زلف پیچان نے ہین بل کی لیتے
ہوے سانپ بھی مار کھانے کے قابل

مرے داغ سودا کو سے آکے قارون
یہ درہم ہین تیرے خزانے کے قابل

نہ کیون دلمین تصویر جانان کو رکھون
اس آئینہ مین ہی لگانے کے قابل

صنم وصل کی رات جوڑے کو کھولو
یہ کوتاہ شب ہے بڑھانے کے قابل

نہ کیون وہ کمر اپنی پٹکے سے باندھین
یہ ہر راز ہے ہمسے چھپانے کے قابل

مزا صبر مین بعد ہے سب سے پہلے تلخی
اگر کھا سکون تو ہے کھانے کے قابل

نہ تم پانوسے میری تربت کو روندو
دبا ہون نہین مین دبانے کے قابل

مری لاش ٹھکرا کے بولا وہ عیسےٰ
اِسیطرح تھا یہ جلانے کے قابل

شراب و گزک دی ہی ساقی نے اتنی
نہ پینے کے لائق نہ کھانے کے قابل

نجے عیب ایطا سے خوب آئی فصاحت
کہ تھی یہ طرح دھوکے کھانے کے قابل

کیا مزا ہی تری تلوار مین حاصل قاتل
رقص کرتے ہین عجب حسن سے بسمل قاتل

یہ نہ کہہ کوئی نہین میرے مقابل قاتل
آئینہ دیکھ تو ہوجائیگا قائل قاتل

جب مین جانون کہ ہین دم عشق کا بھرتے اعدا
معرکہ مین ہون اگر میرے مقابل قاتل

قتل کا شوق یہ ہی تیغ کی سمجھا جھنکار
آئی وحشت مین جو آواز سلاسل قاتل

سر کی وہ تیغ مرے سر سے یہ فقرہ کہہ کر
ایسا مقتول نہین ہی مرے قابل قاتل

پھول دیکھے جو تری ڈھال کے گل بھول گئے
گرد پھرتے ہین گلستان مین عنادل قاتل

تیری تلوار کے مشتاق ہین یہ فرق جناب
خود چلے آتے ہین بڑھ کر لب ساحل قاتل

خال رخسار نے گولی ہی لگائی دل پر
میرے حق مین ترے عارض کا ہوا تل قاتل

ہی سوال اسکا کہ للہ لگا اور اک ہاتھ
زخم تن وا ہین مثال کف سائل قاتل

تا دم مرگ ہین محروم شہادت سے رہے
حشر کو اٹھین گے کہتے ہوے قاتل قاتل

آکے پیکان جو ترے تیر کا سینے مین لگا
آگئی جان یہ سمجھا کہ ملا دل قاتل

سر مرا کاٹ تو جلدی سے عدم دیکھون مین
ہون سبکبار تو پہونچون سر منزل قاتل

میری تو جان گئی اور ترا دل بہلا
سیر کی تونے بنا کر مجھے بسمل قاتل

حسرت دید فصاحت کو دم ذبح رہی
دامنِ تیغ رہا بیچ مین حائل قاتل

گستاخ بلبلین جو ہوئین روبروئے گل
سیلی بنی برائے ادب موج بوئے گل

وہ شمکو میری قبر پہ سونگھے جو بوئے گل
چشمِ چراغ مین بھی بڑھے آبروئے گل

انکو چمن مین دیکھ کے دیکھے جو سوئے گل
بلبل کو مین حلال کرون روبروئے گل

شاید چٹک کے بولے نہ پھر روبروئے گل
ہان طفل غنچہ سمجھے اگر آبروئے گل

اس رُخ کے آگے خاک نہین آبروئے گل
ہے سُرخ تو صبا کے طمانچون سے روئے گل

قمری نے بلبلون سے کہا روبروئے گل
جبتک ہے دست شاخ مین ہے آبروئے گل

کھلتا ہے جبکہ غنچۂ منقارِ عندلیب
گلشن مین پھیل جاتی ہے ہر سمت بوئے گل

بڑھ بڑھ گئے تازیانۂ سنبل صبا لگائے
گلچین چمن مین ہاتھ بڑھائے جو سوئے گل

کچھ بھی جواب دیگا نہ ہنس دینے کے سوا
بلبل ہزار نالے کرے روبروئے گل

ہے عندلیب زار کی روح انتظار مین
پھر مین سماؤن گل سے اگر نکلے بوئے گل

صیاد ذبح کرتا ہے جب صحنِ باغ مین
دم توڑتی ہین بلبلین مُنھ کرکے سوئے گل

پھولوں مین لیکے جائے کہ بزمِ نشاط مین
گلچین کے ہاتھ دہر مین ہے آبروئے گل

کیا کیا غرورِ حُسن پہ کرتا ہے بلبلو
آئینہ آبجو کا جو ہے روبروئے گل

کھولے وہ جعد گیسوئے مشکین جو باغ مین
ہو جائے سرد گرمیِ بازار بوئے گل

سُنکر چمن مین زمزمہ سنجیِ عندلیب
طاؤس رقص کرنے لگے روبروئے گل

گلزار سے نکل نہ سکے پھر کسیطرح
لپٹی رہے نسیم سحر سے جو بوئے گل

اُنگلی اُٹھائے خارِ تو ہر غنچہ مسکرائے
بُلبل چمن مین مُنھ کو بڑھائے جو سوئے گل

ہے شرط حُسنِ ذاتی اگر فقر ہے تو ہو
دیکھو پھٹے لباس مین ہے آبروئے گل

حکمِ صبا ہے بلبل و قمری یہ باغ مین
وہ دیکھے سوئے سرو نہ یہ دیکھے سوئے گل

شاخون نے جھک کے بلبلِ نالان کی لاش اُٹھائی
مُردا جو آشیان سے گرا روبروئے گل

غنچون کو دل گرفتہ جو دیکھا بہار مین
کیا کیا ہوئی چمن مین پریشان بوے گل

گلچین چمن مین دیکھ کے بلبل کا اضطراب
بند آنکھین کرکے ہاتھ بڑھاتا ہے سوے گل

بزم مشاعرہ ہے فصاحت معطر آج
گل ہین ہمارے شعر تو معنی ہین بوے گل

معلوم ہوگا باغ مین جاکر وقارِ دل
منھ پھوڑ کر جو مانگین گے غنچے بہارِ دل

جب آکے رنج و غم مین ہوا ہمکنارِ دل
تعظیم درد کے لیے اُٹھا غبارِ دل

کیون ہو نہ آسمان سے بڑھ کر وقارِ دل
انجم سے کچھ سوا ہون غمِ بیشمارِ دل

بالشت بھر زمین ترے کوچہ مین گر ملے
رکھ کر جگر پہ ہاتھ بناؤن مزارِ دل

سوسن سے اچھے داغ ہین لالہ سے بڑھکے زخم
پھر روندیگا دیکھ تو لیجے بہارِ دل

پژمردہ ہوگئے گل داغ آہِ گرم سے
وہ بھی گئی رہی سہی جو تھی بہارِ دل

منھ کو کلیجہ آکے یہ کہتا ہے ہجر مین
مجکو بھی دفن کیجیے قربِ مزارِ دل

انبوہ رنج و غم ہے رعایا گھر آپ بلے
ہے درد بادشاہِ میانِ دیارِ دل

اتنا تو اُس گلی مین ٹھہرنے دے پاسبان
رو لون مین تھوڑی دیر بناکر مزارِ دل

یاد اُسکی آئے شوق سے ارمان ہین تو ہون
پردا کریگا بیچ مین اُٹھ کر غبارِ دل

آیا جو ہین خیال اُس افشان کا رات کو
لاکھون جلے چراغ میانِ دیارِ دل

پُر داغ خود بھرا سپہ ہے ان گلرخون کا عشق
کس طرح باغ سے نہو دونی بہارِ دل

فوجِ مژہ کبھی تو چڑھائی نہ کر سکے
گر وہ نگہ بتائے نہ راہ دیارِ دل

بے عذر ہین حضور کو دیدون خوشی خوشی
گر دست نازنین سے اُٹھا لیجیے بارِ دل

احباب مٹی دے رہے ہین مجکو وقتِ دفن
دشمن اب اچھی طرح نکالین غبارِ دل

نکلے جو سینہ توڑ کے وہ سوزنِ مژہ
چھالون کو پھوڑ پھوڑ کے دھونا غبارِ دل

پُر درد اپنے قلب و جگر پر لگانے کو
عشاق لے گئے مری خاکِ مزارِ دل

معلوم ہوگی آپ کو تعداد عاشقان
زلفون نہین اپنی کیجیے صاحب شمارِ دل

پہلو مین میرے دل تو فصاحت نہین ہے آہ
پیکان کسی کے تیر کا ہے یادگارِ دل

تڑپ کر تھم گیا جب غیر کا دِل
بڑے نادان ہو تم سمجھے مرا دِل

وہ بولے مجھ سے لاؤ دوسرا دِل
وہی یہ ہے مرا پھیرا ہوا دِل

یہ کون آکر یکایک لے گیا دِل
ابھی تک تو مرے پہلو مین تھا دِل

کنارا جس سے کرتا تھا مرا دِل
الٰہی خیر اُسی پر آگیا دِل

انھین دو سمجھے ہین نافہم اغیار
ارے ہے ایک ہی میرا ترا دل

برا ہے امتحان رشک عیسےٰ
کہان سے لائے درد لا دوا دِل

نہین ایسی بھی دیکھی بر خلافی
ہم ایسے باوفا کا بے وفا دِل

اِدھر اپنا کلیجہ ہم نے تھاما
اُدھر وہ وقت پاکر لے گیا دِل

مرے پہلو سے وہ اُٹھے یہ کہہ کر
خبر تجکو نہین یہ بھی لیا دِل

وہ دزدیدہ نظر پڑنے لگی جب
جگر کی آڑ مین چھپنے لگا دِل

ہوا ہون بعد مین بوسے کا سائل
تمھین نے پہلے مانگا ہے مرا دِل

ہنسے بولے جو مجھ سے دو گھڑی تم
مبارک ہو تمھین پر آگیا دِل

طلب کرکے قریب پردہ تو نے
بڑھایا صاحب معراج کا دِل

چمن مین دیکھ کر غنچے وہ بولے
یہ نازک ایسے ہین جیسے مرا دِل

مجھے رونے دو چپکے چپکے ہمدم
کسی سے کیون بتاؤن کیا ہوا دِل

قسم تمکو مرے پُر درد نالو
دُکھانا اِک نہ اِک بیرحم کا دِل

زیادہ مجکو تڑپانے سے حاصل
ہنسی بس ہو چکی دیدو مرا دِل

ہوے تھے جب ازل کے روز تقسیم
تمھارے ہاتھ آیا تھا مرا دِل

اشارہ ہے یہی سینہ زنی سے
نہین پر تھا مرا دُکھتا ہوا دِل

وہ گو کہتے نہین کچھ منھ سے لیکن
طبیعت ڈھونڈھتی ہے چلبلا دِل

حسینو نہین ہین یون تو سب کے دل سخت
معاذاللہ پھر اُنھین آپ کا دِل

جو اب سینہ مین بھڑکے آتش ہجر
نہ اتنا بھی کہو اُف اُف جلا دِل

تماشا دیکھنے آئے ہین اغیار
وہ جوڑینگے مرا ٹوٹا ہوا دل

تیرے ناوک کی حسرت مین یہ پھیلا
کہ سینہ مین کلیجا بن گیا دل

وہان سے اے قاصد اسکو بھی سے لیے جا
تجھے رستہ بتاتا جائے گا دل

وہ دست نازنین مین بن گے کیونکر
بہت بھاری ہے یہ حسرت بھرا دل

نگاہین کھینچتی ہین جب کسی کی
کلیجے سے لپٹتا ہے مرا دل

رقیبون سے وہ بولے بعد میرے
تھین سب ملکے بہلاؤ مرا دل

وہ پر ارمان ہون میرے کالبد مین
کلیجا بنتے بنتے بن گیا دل

ذرا دو چار لے لین چٹکیان آپ
تڑپنے کو ترستا ہے مرا دل

فصاحت سے نہایت ہے محبت
الٰہی خوش رہے نوشاد[ع] کا دل

ہو نظر مین اُسکے دونی عزّت و توقیر گل
گر سنے بلبل دہان غنچہ سے تقریر گل

مسکرا کر باغ مین بلبل سے کہتا ہے وہ شوخ
آج ہمنے خوب دیکھا رنگ بے تاثیر گل

میری تربت سے اُٹھا کر اُسنے سونگھا دیر تک
شمع کی قسمت سے اچھی ہے کہین تقدیر گل

ہنس رہا تھا پہلے وہ بیدرد پھر رونے لگا
میرے پھولونمین جو سونگھی بوے پر تاثیر گل

گلعذارونکی نگاہونمین بڑھے توقیر گل
کھینچ دے مانی پر بلبل سے گر تصویر گل

پاے ناز کس سے وہ اپنے روندتے ہین باغ مین
دیکھے کن آنکھون سے بلبل حالت تغیر گل

فاختہ قمری چمن مین بعد مرگ عندلیب
دونون جنسیت سے ہین گلشن مین دامنگیر گل

ہے گلستانمین اگر منظور بحث حسن و عشق
تم خطا ثابت کرو بلبل کی مین تقصیر گل

پہلے مژگان عنادل کا بنالے مو قلم
کھینچ لے بہزاد پھر اچھی طرح تصویر گل

حسب فرمائش شہزادہ مرزا سلیمانقدر بہادر مرحوم و مغفور

گلعذاران جہان رکھتے ہین ہر وقت اپنے پاس
اے فصاحت اوج پر ہے کسقدر تقدیر گل

لاؤن وصف چشم لکھنے کو مگر شاخ غزال
ہے برائے کلک منظور نظر شاخ غزال

جب مکان سجنے کو لین مول اہل زر شاخ غزال
کیون گران قیمت نہ ہو مثل گہر شاخ غزال

دھوپ سے جلتی ہے قبر قیس پر شاخ غزال
نقش سم فرضی ہے اک چادر اگر شاخ غزال

ع۔ تخلص راجہ نوشاد علیخان صاحب بہادر مرحوم ۱۲

طپش سے کھاتی ہی پیچ و تاب ہر شاخ غزال
کیون ہی تیری آنکھ کی ترچھی نظر شاخ غزال

ہو درست اشعار مین معنی سے ہر شاخ غزال
سو طرح سے کیئے بخوف خط شاخ غزال

آگ لگی ہو آئینہ خانہ مین گر شاخ غزال
عکس پڑ کر بیشمار آئین نظر شاخ غزال

نجد مین محمل کا پردا پھاڑ کر شاخ غزال
پیچلی ہی گوش لیلا کے گہر شاخ غزال

ہی مکان سجنے مین مطلوب اُنکو گر شاخ غزال
لائین ہم شہر ختن سے ڈھونڈھ کر شاخ غزال

آج کل اُس قاتل خودسر کو ہی شوق شکار
کیون نہو پھر کار دو خنجر کا گھر شاخ غزال

تیری بارش کا نہ صحرا مین اثر کچھ بھی ہوا
ہی اُسی صورت سے خشک ای ابر تر شاخ غزال

وحشیون نے قیس کو دیکر کفن بعد فنا
رکھے تھے بدلے جریدے کے مگر شاخ غزال

اک نہ اک گلزار و صحرا مین ہی محروم ای بہار
ہی یہان سرو سہی وہان بے ثمر شاخ غزال

پھرتے رہتے ہین فقیرانہ ترے وحشی چشم
مرگ چھالا دوش پر زیب کمر شاخ غزال

قصر عالیشان منعم کے لیے لاتے ہین لوگ
کیا سمجھ کر لائین مجھ وحشی کے گھر شاخ غزال

چاہیئے بیمار چشم یار کی تکمید کو
پھر دفع شدت درد جگر شاخ غزال

دونون ابرو سے کسی خوش چشم کے وقت شکار
بل کی لیتی ہی رہی صحرا مین ہر شاخ غزال

ہوگا قاتل سرمہ دنبالہ دار اُس چشم کا
خواب مین شب کو مجھے آئی نظر شاخ غزال

شانہ بنوانے کو اپنا گر طلب لیلا کرے
لائے مجنون فخر سے بالائے سر شاخ غزال

آج کل اُس صید افگن کے مکان مین ہی مگر
زینت و زیبائش دیوار و در شاخ غزال

آہ سوزان سے ترے وحشی کی شب کو دشت مین
جلتی ہی مانند مشعل تا سحر شاخ غزال

نجد مین گر بعد دفن قیس اگر ممکن نہ تھا
قبر پر وحشی جلاتے توڑ کر شاخ غزال

ہوگیا ثابت چرا کر ذبح آہو کو کیا
نکلی خون آلود جب زاہد کے گھر شاخ غزال

نجد مین مجنون جو چشم شوخ لیلا دیکھ لے
بڑھ کے برچھی مارے اُنگلی آنکھ پر شاخ غزال

طول اندھیرے کو سوا حد سے جو صحرا مین ہوا
پہونچی پھر چمک تا جیب سحر شاخ غزال

دفن ہوے قیس تو پھر نقش سم چادر چڑھائین
قبر پہ پہلے کھودے جھک جھک کے ہر شاخ غزال

نجد مین لیلی کے ناقہ کی مگس رانی ہی فرض
ریشہ ریشہ ہو کے بنجائے چنور شاخ غزال

روندنے کو مانگی لیلانے تو سینہ چھید کر
لیگئی لو قیس کے قلب و جگر شاخ غزال

کس سے دون بالائے چشم اُس شوخ ابرو کو مثال
کہدیا آخر کو قصہ مختصر شاخ غزال

قلب مجنونکا لہو ہوتا جو وحشی آزمائین
قبر مین در آکے نکلے خون مین تر شاخ غزال

نجد مین اے صاحب محمل اُدھر ہے قبر قیس
وہ جھکی ہے خاک اُڑانیکو جدھر شاخ غزال

اے فصاحت ہے یہ بدبین سے سلیمانکا کلام
دیکھ یون کہتے ہین ارباب ہنر شاخ غزال

ردیف میم

سسلیئی موج مے سے ہون قابل سزا کے ہم
خم پر شراب کے جو گرین لڑکھڑا کے ہم

گر اذن ہو تو غیرون کی آنکھین بچا کے ہم
لے لین بلائین رخ کی ترے پاس آ کے ہم

مارے ہوے کبھی نہین اپنی قضا کے ہم
کشتہ ہین تیرے غمزہ و ناز و ادا کے ہم

ہون دونون ہاتھ اُنکے گریبان و تیغ پر
یون روز حشر سامنے جائین خدا کے ہم

ہنس ہنس کے آج غیر سے باتین جو اُسنے کین
کچھ بس نہ تھا تو رونے لگے سر جھکا کے ہم

وہ بے بلائے آئینگے اُسکی خبر نہ تھی
پچھتا رہے ہین آج قضا کو بلا کے ہم

توبہ بھی کرتے رہتے ہین یارب گنہ کے ساتھ
لائق ہین عفو کے نہین قابل سزا کے ہم

بیٹھے ہین کوے یار مین رونے کیواسطے
اس دل کی ایک چھوٹی سی تربت بنا کے ہم

بالش ہین اپنے بھرنے کو وہ مانگتے ہین آج
پیدا کرین کہان سے پر اتنے ہما کے ہم

اے رشک دیکھ دیکھ کے اغیار رو دیے
یون ہنس پڑے کسی کو گلے سے لگا کے ہم

قول شباب مجھ سے ہے کرلے ہماری قدر
غافل نہ تیرے پاس پھر آئینگے جا کے ہم

چپکے سے میرے کان مین وہ بولے وقت دفن
نازک نہ اب رہے ترا تابوت اُٹھا کے ہم

مجرم بھلا تم اپنا سمجھتے ہو کیون بتو
ہین بھی گنہگار تو اپنے خدا کے ہم

بیکار آزماتے ہو بیداد کر کے تم
ہین ابتداے عشق سے عادی وفا کے ہم

دلکو ہمارے اپنی طرف کھینچتا ہے وہ
قائل ہوے ترے اثر نقش پا کے ہم

غصہ سے کہنی ہوتی ہی جو بات بزم مین
غیر ونپہ ڈھال دیتے ہین تمکو سناکے ہم

اے پیر میکدہ جو فصاحت تو کیسی شرم
لیجائین خم شراب کا سر پر اُٹھا کے ہم

ضعف مین گر کے نہ اُٹھے در دلدار سے ہم
کم ہے کب کسی بیٹھی ہوئی دیوار سے ہم

روز بازار جہان مین یہ کفن کہتا ہے
نقد جان لیتے ہین قیمت مین خریدار سے ہم

کیون تنگ اُسکے اُٹھین محفل اغیار سے ہم
راز کی باتین اشارو نمین کرین یار سے ہم

اپنا سر رگڑینگے اتنا کہ نظر آئیگا عکس
کام آئینہ کا لینگے تری دیوار سے ہم

رونقِ باغ گیا کون کہ گل کی صورت
نکلے ہین چاک گریبان کیے گلزار سے ہم

روبرو اُسکے کھڑے رہنے بھی پاتے نہین آب
صاف اگر پوچھو تو بدتر ہین گنہگار سے ہم

چوٹین پڑتی ہین حسینونکی برابر ای چرخ
اگر اپنے کو بچاتے ہین ترے وار سے ہم

خونِ اغیار سے یہ تیغ تو آلودہ ہے
قتل ای ترک ہون اب دوسری تلوار سے ہم

باغبان مجھ سے یہ کہتے ہین جو آیا ہو وہ گل
تم تو تم آج نکالے گئے گلزار سے ہم

مرض عشق حسینان کو برا کہتے تھے
جب تک آگاہ نہ تھے لذتِ آزار سے ہم

آج وہ قتل سزا سوچتے ہین یہ دلمین
پوچھ لین وجہ خطا اپنے گنہگار سے ہم

جا بکینگے مصر کے بازار مین ساتھ اُنکے اگر
بخشین گے حضرت یوسف کے خریدار سے ہم

تو ہمین قتل کرے یا نہ کرے ای قاتل
کیا ہو گر شوق مین لپٹین تری تلوار سے ہم

لطف پھر ہوتا فصاحت سخن آرائی کا
پاتے مہلت جو کبھی دنیوی افکار سے ہم

اسکی کاوش سے جدا ہو تو گئے یار سے ہم
خیر لینگے عوض اب چرخ ستمگار سے ہم

چاک کرکے ابھی سینہ کو اسے پھینکین بھی
عاجز آئے ہین علاج دل بیمار سے ہم

جانب باغ کبھی جاتے ہین میخانہ سے
طرف میکدہ گہہ جاتے ہین گلزار سے ہم

دے نہ اللہ سزا حشر مین کہتا ہو وہ بت
خود سمجھ لینگے یہان اپنے گنہگار سے ہم

ہمنشین یاس جمع ہوتا نہین فرقت مین کوئی
رات بھر کرتے ہین باتین در و دیوار سے ہم

چودھوین رات مقابل تو ہوا ہی ای بدر
اب نہ ملنا جو نقاب اُٹھین رُخ یار سے ہم

سر کے آئینہ تو دیکھین دم تزئین اُنکو
سخت عاجز ہین اب اس پیچ کی دیوار سے ہم

واہ بے بوسہ دیے مانگتے ہین دل صاحب
تنگ ہین آپ سے لہلوٹ خریدار سے ہم

سیر کو جاتے ہین جب وہ تو بجاتے ہین اُنھین
باغ مین چشم بد نرگس بیمار سے ہم

دو گھڑی کو بھی نگہبان جو ٹھہرنے دیتے
تاکتے جھانکتے اُنکو در گلزار سے ہم

آج چہرے سے نقاب اُٹھی تو بکھرین زلفین
اب بھی محروم رہے آپکے دیدار سے ہم

غیر تو بزم مین بیٹھے ہوے ہین پاس اُنکے
سر جھکائے ہین کھڑے دور گنہگار سے ہم

کیا خبر ہوش رہے یا نہ رہے وقت اجل
کہہ رکھین لاش اُٹھانے کے لیے یار سے ہم

جبسیہ پر چھائین تھی اُنکی دم رخصت شب وصل
اپنا سر پھوڑ رہے ہین اُنہی دیوار سے ہم

امتحان گاہ مین وہ کہتے ہین جو سر کے گا
پاؤنکو سر کے عوض کاٹین گے تلوار سے ہم

بکزبان اُنسے یہ ہے قول اطبائے جہان
سیکھے ہین تند مزاجی ترے بیمار سے ہم

کہتے ہین وہ جو سزا دینے کے بعد آئیگا رحم
بخشوا لینگے خطا اُلٹے گنہگار سے ہم

تو گرفتار ہین آئین قفس کیا جانین
ابھی آئے ہین تڑپتے ہوے گلزار سے ہم

آج یون تذکرۂ حشر پہ وہ کہتے ہین
تو سہی وان بھی چھپین طالب دیدار سے ہم

خواہش وصل پہ کیا جانین خفا ہو کہ نہو
متفکر ہین کہین یا نہ کہین یار سے ہم

اُنسے باز آر ہین یہ پوچھتی ہین شوخ آنکھین
کچھ اشارو نمین کہین تیرے خریدار سے ہم

غم پہ غم روز فصاحت یہ دیا کرتا ہے
اب تو شاکی ہین بہت چرخ ستمگار سے ہم

عاشقو تم پہ نہ ہوگی اب ذرا تاثیر غم
ہو مبارک غم سے برگشتہ ہوئی تقدیر غم

بعد میرے اُنکے دلبر کیون نہو تاثیر غم
لگتے ہین دونون میر البخت اور تقدیر غم

ہمدمو ظاہر ہوئی اُلفت مین یہ تاثیر غم
دلمین میرے داغ ہے گویا نشان تیر غم

جب اُڑے گرد کدورت بھی ہوا ہوئے آہ سے
دل کے آئینہ مین لکھنا چاہیے تصویر غم

رزق تو ہی اور دیوانونکی خاطر ای جنون
میری قسمت مین فقط ہے دانۂ زنجیر غم

اے خوشی بس ایک میرے دلمین آنے کے لیے
ان دنون اللہ ری فکر و کوشش تدبیر غم

نکلے وہ جنت سے مین نکلا ہون کوے یار سے
پہنچی ہے آدم سے لیکر مجھ تلک تاثیر غم

اور عالم بھر کی تصویرون سے شکوہ کیا غرض
مجھ سا جو رنجور ہو دل دادۂ تصویر غم

میرے دلپر مشق ناوک افگنی کر اے فلک
تودۂ گرد کدورت ہے برائے تیر غم

کیون دلا کس سے کہون مست مے عشرت ہین سب
کون سنتا ہے حسینو نمین بھلا تقریر غم

دلمین جب آیا مرے گرد آ سکے ارمان ہین پھر
درد بھی اٹھا پے تعظیم کی توقیر غم

اے جنون آواز ہوتی ہے سلاسل مین ضرور
پر گرانی کے سبب ہے بے کھدا زنجیر غم

اے فلک اس امر مین مجکو تعجب کیون نہو
ہے ہزارون عاشقون کے قلب مین اک تیر غم

تعزیت میرے اعزا سے مری کی سینے خوب
روشنائی کے عوض سرخی سے کی تحریر غم

نزع کے وقت آئے اب مین تمسے کہہ سکتا نہین
سن لو اورونکی زبانی اب مری تقریر غم

غیر کے ساتھ آئے جب وہ ہم ہنسے بھی روے بھی
شادمانی کی بھی کچھ تاثیر کچھ تاثیر غم

پھر لگائین مجکو شمشیر نگہ پہلے حضور
سوچ لین ہون زخمی تیغ ملال و تیر غم

آدم و یعقوب و یوسف کے دلونمین یہ ہا
ہے جہانمین انبیا کے وقت سے توقیر غم

یون کھڑا ہون مین سراپا درد کوچے مین ترے
میرا سایہ ہے تری دیوار پر تصویر غم

شادمانی و مسرت دو نون ملکر کیا عجب
ہون کبھی مقراض بہر ناخن تدبیر غم

آرزوون کو مری دلمین ستائے گا اگر
سیلی تار نفس بھی ہے پئے تعذیر غم

رو کے پڑھتے ہین فصاحت وہ خط مرگ رقیب
مجھ سے پڑھوائین تو ہنس ہنسکر پڑھون تحریر غم

اے صنم آئینہ اک ایسا بنائین ہم تم
دیکھے جو شکل کو اپنی نظر آئین ہم تم

غیر کی قبر پہ گر شام کو جائین ہم تم
جو سوا شمع کے روتا ہو ہنسائین ہم تم

عشق اور حسن کے نشہ نے کیا ہے بیہوش
روز حشر آئے تو پھر ہوش مین آئین ہم تم

دیکھ کر انکو یہ آپسمین ہے پر یونکا قول
سیکھین یہ ناز یہ غمزے یہ ادائین ہم تم

غیر کی قبر پہ ہے یاس اداسی حسرت
دور سے دیکھ لین نزدیک نہ جائین ہم تم

کبک سے کہتے ہین طاؤس جو دیکھی ہو وہ چال
نہ وہ سمجھے نہ اُسے کچھ ہو شکایت نہ ملال
وحشیو وہ نظر آتا ہو گریبان ہلال
بعد مدّت کے ملاپ آج ہوا ہو صاحب
غیر بدین کی نہین لاش اُٹھاتا کوئی
قول صیّاد ہو جلاد سے سیکھین چل کر
حسرت ارمان سے کہتی ہو مرے دفن کے بعد
عاشقو روٹھے ہین اظہار محبت پہ وہ آج
عشق اور حسن زمانے مین عجب جوہر ہین
کیون رہے صفحۂ عالم پہ کہ مہمل ہو رقیب
عاشقو روز جفاؤن کا وہ کرتے ہین شمار
غیر کو بزم مین دو جام شراب آج اُسوقت
عاشقو آج دل اُسنے جو لئے ہو یہ غرض

ہین خجل کاش زمین شق ہو سمائین ہم تم
غیر کا مرتبہ اِس طرح گھٹائین ہم تم
چاک کرنے کے لیے ہاتھ بڑھائین ہم تم
اگلے قصّون کو زبان پر بھی نہ لائین ہم تم
آؤ ہندو کا یہ مردہ ہے جلائین ہم تم
کسی معشوق سے ظلم اور جفائین ہم تم
کوئی روزن ہو اگر قبر مین جائین ہم تم
حسن کا واسطہ دے دے کے منائین ہم تم
یہ کوئی عیب نہین ہین جو چھپائین ہم تم
صورتِ حرفِ غلط اِسکو مٹائین ہم تم
یاد آئین تو لکھین اپنی وفائین ہم تم
کہ یہ بیہوش ہو جب ہوش مین آئین ہم تم
کہ تڑپتے ہوے کل مانگنے آئین ہم تم

شعرا کہتے ہین گر داد سخن ہے منظور
اے فصاحت اُنھین اشعار سنائین ہم تم

سامنے غیر کے گر باغ سے آئین ہم تم
بیجیا ہو اُسے محفل مین بنائین ہم تم
بولین آپسمین دوائین جو بڑھا میرا مرض
آج اُس در سے اُٹھایا جو ہمین دربان نے
عاشقو پوچھتے ہین اُنکی گلی کو یہ کیون
مے دوا کے لیے کیون شیخ کو دین بادہ کشو
عقل ادراک سے کہتی ہو اگر چاہین لاکھ
عاشقو عشق کرے زار تو مطلب نکلے

سب سمجھے کچھ اور جو قرآن بھی اُٹھائین ہم تم
آج غیر آئے تو مسند پہ بٹھائین ہم تم
کیون مؤثر نہین تعویذ دُعائین ہم تم
ضعف سے درد یہ بولا کہ بٹھائین ہم تم
حاجیون کو نہ بتا ٹھیک بتائین ہم تم
گر یہ مرتا ہو تو پانی نہ پلائین ہم تم
کُنہ ذات اُسکی کسطرح نہ پائین ہم تم
پاس بیٹھین پہ نہ اُن کو نظر آئین ہم تم

جان دی غیر نے ہان سُن لیا خاموش رہو
اِسکا مرنا بھی ہے اک راز چھپائین ہم تم

اِن وفاؤنسے سوا ہون تو کرین پھر شکوے
عاشقو پہلے گنین اُنکی جفائین ہم تم

غیر کا نامہ و پیغام دیا قاصد نے
کاٹ کر اُسکی زبان ہاتھ جلائین ہم تم

دلِ عشاق لین اُس حُسن سے کہتا ہے شباب
شوخیان ناز نگہ غمزے ادائین ہم تم

عاشقو عید کے دن نکلینگے پھر وہ گھر سے
سال بھر در پہ پڑے ٹھوکرین کھائین ہم تم

عیب واعظ نہین معلوم کسی کو رندو
لکھ کے پرچہ درِ مسجد پہ لگائین ہم تم

پھر یہ سب شب کو بہم ہون تو مزا وصل کا ہے
باغ مے چاندنی مہ سرد ہوائین ہم تم

کہتا ہے ایک سے ایک آئی ہے مجھ زار کو موت
لاش معدوم ہے بستر کو اُٹھائین ہم تم

بلبلین کہتی ہین آپسمین کہ پھر ہون نہ جُدا
دلمین غنچے کے جگہ ہو تو سمائین ہم تم

تخلیہ ہین تو نہین کاتبِ اعمال آئے
دیکھتے جائین ذرا داہنے بائین ہم تم

عیدگاہ آئے ہین جسطرح سے ہے ہاتھ مین ہاتھ
حشر کو پیشِ خدا بھی یونہین جائین ہم تم

اُس ستمگر کا فلک سے ہے فصاحت یہ قول
وہ جئے خاک کرین جسپر جفائین ہم تم

کہتے ہین گل خجل ہین نکل کر چمن سے ہم
کیا اُنکے آگے جائین پھٹے پیرہن سے ہم

سوزِ تپِ فراق مین عاجز ہین تن سے ہم
جلتا ہے ہمسے پیرہن اور پیرہن سے ہم

جیتے اگر قفس سے پھرینگے تو آئین گے
ہو ہمصفیر و جاتے ہین اب تو چمن سے ہم

اس درجہ موت کی ہے تمنا فراق مین
سیتے ہین جامہ غیر کے تارِ کفن سے ہم

ہمجنس حال جانتے ہمجنس کا ہین خوب
تیری کمر کے بھید کو پوچھین دہن سے ہم

پایا نہ کوئی گلُ دل خون گشتہ سے سوا
لائے تھے ایک پھول ملا نے چمن سے ہم

پھر خراج کہتے ہین اُنکے لبون سے دانت
تم لو یمن سے لعل گہر لین عدن سے ہم

کیا پہنین منعمو نکا اوتارا ہوا لباس
پوشاک وہ سمجھتے ہین بدتر کفن سے ہم

کہتے ہین باغبان کہ بہار ابکی پھٹ پڑی
شاخین ہزارون باندھین کہان تک رسن سے ہم

پروانے کا تو قول ہے یہ جل کے شمع سے
نکلین گے ساتھ صبح کو تیری لگن سے ہم

نقشہ بنائین گے ترے روے صبح کا
رنگ سفید لینگے گل یاسمن سے ہم

لخت جگر کا آبلۂ دل سے قول ہے
تو آنکھ سے روان ہو تو نکلین دہن سے ہم

ہتکڑیان بعد مرگ احبا نے ڈالدین
دیوانے ہین نہ ہاتھ نکالین کفن سے ہم

استادہ ہوکے مثل نگہبان ہے قول سرو
اک پھول چوری جانے نہ دینگے چمن سے ہم

رنجیدہ ہمکو شام غریبان کرے گی کیا
خوش ہین یہان خیال سواد وطن سے ہم

وہ زار ہون کہ قول یہ سب دوستون کا ہے
پہچانتے ہین تمکو فقط پیرہن سے ہم

جامہ نہ اک نصیب نیا جیتے جی ہوا
باز آئے اے فلک ترے دو گز کفن سے ہم

جب کر چکے وہ رقص تو زہرہ نے یہ کہا
چنین لین ستارے آکے تری انجمن سے ہم

عاشق جو ہین تو کرتے ہین ماتم تمام رات
پروانونکے نکال کے لاشے لگن سے ہم

پرسش یہ حال دوست کے دیگی جواب سخت
کیا خاک پوچھین گور و ریدہ دہن سے ہم

کہتے ہین پھول باندھے گئے دربدر بکھرے
کیا کیا ہوے تباہ نکل کر چمن سے ہم

غربت مین ہین علیل ہون اچھا کہے جو کوئی
سب خیریت ہے آتے ہین تیرے وطن سے ہم

مطلب نہ خط جام کا حل ہوگا ساقیا
پوچھینگے لاکھ شیشۂ پنبہ دہن سے ہم

کہتے ہین بخیہ گر کہ رفو کی جگہ نہین
اے فقر اب تنگ ہین اس پیرہن سے ہم

بلبل وہ ہین قفس کی جو تنگی سے دم گھٹا
بہلے خیال وسعت صحن چمن سے ہم

قبضے مین موت کے جو سمجھتے ہین زیست کو
رکھتے ہین کپڑے باندھ کے اپنے کفن سے ہم

للہ جلد آکہ مدد کا یہ وقت ہے
لے غش نکالے جاتے ہین صحن انجمن سے ہم

سرسبز و سرخ رو ہون فصاحت ہین فصیح
امداد چاہتے ہین حسینؑ و حسنؑ سے ہم

کیونکر ملائین چرخ کے مہر مبین سے ہم
وہ نقش پاے روشن اٹھاکر زمین سے ہم

فرمانتو نہین ہون نہ خجل اس حسین سے ہم
قارون کا گر خزانہ نکالین زمین سے ہم

کی اپنی جا سے کب حرکت کیجے یار مین
سر کا یا زلزلے نے تو سرکے زمین سے ہم

بستر لگاکے کوچۂ جانا نہین بیٹھ جائین
پھر یہ چھین آسمان کا ارادہ زمین سے ہم

کچھ قبرین اُس گلی مین دھنسی ہین تو کچھ بلند
بیٹھین الگ نشیب و فراز زمین سے ہم

گر فقر مین برہنہ کرے گا فلک تو کیا
لپٹینگے تڑپ کے گرد کی چادر زمین سے ہم

بیتابی اپنی اور فشار اُسکا بعد مرگ
ہمسے زمین ہو گئی عاجز زمین سے ہم

برسائینگے گلی مین ترے آنسوؤنکا مینھ
خاک اسکی اُڑ کے جانے نہ دینگے زمین سے ہم

اُس کوچہ مین گرے ہین کلیجہ پہ کھا کے چوٹ
لپٹے رہین گے دھوپ مین جلتی زمین سے ہم

جب تک وہ قبر غیر پہ پڑھتے ہین فاتحہ
دامن اُٹھائے رہتے ہین اُنکا زمین سے ہم

تعریف ناقصونکی فصاحت نہین پسند
داد کلام چاہتے ہین کاملین سے ہم

ردیف نون

دل اُس بت سے لگایا ڈھونڈھکر بیتے خدائی مین
زن دنیا بھی ہے شاگرد جسکی بیوفائی مین

خدا نے نعمتین دین اے ہما ہمکو گدائی مین
میسر ہڈیان تجکو ہوئی ہین بادشائی مین

لکھون مین خط مین کیا ہے دلکو دسے اے قاصد
اُسے معلوم ہے جو حال ہے میرا جدائی مین

اگر عشاق مجھ ایسے زمانہ مین ہزارون ہین
ارے صاحب تم ایسے بھی بہت ہونگے خدائی مین

پڑی ہے پاؤنمین زنجیر دود سنبل پیچان
چمن سے جا نہین سکتی کہین بلبل رہائی مین

کوئی جان اپنی خود دیتا ہے کوئی قتل ہوتا ہے
غضب ہین قہر ہین وہ نیچی نظرین کج ادائی مین

تصور کرکے آنکھونسے عنادل امتحان کرلین
رہائی ہے اسیری مین اسیری ہے رہائی مین

حنا کا عطر ہوتا ہے خجل پوشاک مین صاحب
جب آتا ہے پسینا آپکے دست حنائی مین

تو نادان ہو تم کیا فائدہ بیکار چھپتے ہو
تمھین تو ڈھونڈھ لینگے ڈھونڈھنے والے خدائی مین

عنادل نغمہ سنجی بھول کر نالے لگے کرنے
اسیری کی مصیبت یاد آئی جب رہائی مین

پیمبر نامہ بر کو اُنکے کیون عاشق سمجھتے ہین
معاذاللہ توبہ کیا خدا ہین وہ خدائی مین

لگن ہے تخت شعلہ تاج ہے خدام پروانے
کسی کو شک نہین اے شمع تیری بادشاہی مین

عزیزو خواب مین مجکو نظر آئینگے وہ کیونکر
اُسے سمجھاؤ جسکو نیند آتی ہو جدائی مین

انھین کو توڑ کر بھجوا دین مجھ بیکس کی تربت پر
وہ باسی ہار شب کے کیون لپیٹے ہین کلائی مین

کوئی اہل وفا کیون ای فصاحت انکو چاہے گا
اگر سمجھین تو خود انکا ضرر ہے بیوفائی مین

وہ آنکھین دیکھنے ہمسے نحیف و زار بیٹھے ہین
مریضونکی عیادت کے لیے بیمار بیٹھے ہین

غنی سب کرسیونپر وان سر دربار بیٹھے ہین
زمین پر تنگدست و مفلس و نادار بیٹھے ہین

مجھے وہ قتل کر کے گھر مین بولے لاش پھکوا کر
اب آئین باری باری جو پس دیوار بیٹھے ہین

در میخانہ وا ہی پر کوئی اندر نہین آتا
گھٹا آلے تو جائین منتظر میخوار بیٹھے ہین

نرالی شوخیان ہین انکے کوچہ مین حسینونکی
کیے بند اپنی آنکھین طالب دیدار بیٹھے ہین

اگر دار الشفاے عشق مین آئے تو خیر آئے
وہان وہ کیون کھڑے ہین جس جگہ بیمار بیٹھے ہین

خطا کیا ہمنے کی ہی جو بڑے تیور ہین دربان کے
ادب سے روبروے آستان یار بیٹھے ہین

کسیکے دید بازونکو جو بیٹھے راہ مین دیکھا
وہ یہ سمجھے کہ میرے طالب دیدار بیٹھے ہین

ہم ایسونکو اٹھا سکتا نہین تو کوے جانان سے
زمین پکڑے ہوئے ای چرخ کجرفتار بیٹھے ہین

بہت سہل اور معشوقونکا اپنی راہ پر لانا
منانا انکا ہی دشوار جو بیزار بیٹھے ہین

تری بے اعتنائی نے اُٹھایا سبکو محفل سے
بنانیوالے بگڑی بات کو دو چار بیٹھے ہین

در گلزار پر صیاد و گلچین موسم گل مین
پئے تاراجی و بربادی گلزار بیٹھے ہین

یہ اُس دربار مین ہی ضبط کی تاکید عاشق سے
نہ نکلے جاؤ بیجا مُنھ سے کچھ سرکار بیٹھے ہین

اُنھین قرب مکان یار سے دربان اُٹھاتا ہی
جو بے ایماے چشم روزن دیوار بیٹھے ہین

عجب خواب پریشان رات کو ہم دیکھ کر اُٹھے
کہ اپنے بال کھولے وہ سر بازار بیٹھے ہین

کوئی ہر چار جانب دیکھ کر محشر مین یون بولا
وہ گوشے مین ہمارے طالب دیدار بیٹھے ہین

جو تو ہٹ جا زمین شق ہو یہ سب کے سب سما جائین
مری تربت پہ تیرے ساتھ جو اغیار بیٹھے ہین

کھڑے ہو کر کسی کے آستان پر ہم یہ چلائے
وہان آنے کی حسرت ہی جہان سرکار بیٹھے ہین

مری بزم سوم سے رونیوالے تو اُٹھے رو کر
فقط ہنسنے ہنسانے کیلیے دو چار بیٹھے ہین

نشست اُنکی ہو یا برخاست مطلب سے نہین خالی
جگر اکر دل اُٹھے ہین لیکے جان زار بیٹھے ہین

ہوئی جاتی ہے آسان اے فصاحت نزع کی مشکل
مدد کرنے جناب حیدر کرار بیٹھے ہین

ترے نزدیک دلبر رکھ کے ہاتھ اے یار بیٹھے ہین
کلیجہ کے لہو کو تھوک کر بیمار بیٹھے ہین

گھٹا کے منتظر اے چرخ کجرفتار بیٹھے ہین
رکھا ہے بیچ مین خم گرد سب میخوار بیٹھے ہین

نہین خود اے مسیحا یہ نحیف و زار بیٹھے ہین
بٹھایا درد نے ہے اُٹھ کے تو بیمار بیٹھے ہین

جو پوچھا اُسنے کیون یہ عاشقان زار بیٹھے ہین
تو سب در پر پکار اُٹھے پئے دیدار بیٹھے ہین

بہت خوش خوش ہم اپنے گھر پہ لیجانیکو آئے تھے
الٰہی خیر وہ تو آج کچھ بیزار بیٹھے ہین

جو بھڑکی آتش گل باغ مین ورا اڑ گئے طائر
نہالو نیر فقط کچھ مرغ آتشخوار بیٹھے ہین

جناب شیخ پر کیا جانے میخانہ مین کیا گذری
برہنہ بے ردا و جبہ و دستار بیٹھے ہین

ہوئی اُس در پہ بعد یاس ہے اُمید کچھ ایسی
کہ اُٹھکر دفعتاً پھر طالب دیدار بیٹھے ہین

پیا ہے بادۂ نخوت جنھون نے بزم عالم مین
خبر کچھ دین و دنیا کی نہین سرشار بیٹھے ہین

شب معراج احمدؐ اپنے دل مین کہتے تھے مردم
ملک وان جا نہین سکتے جہان سرکار بیٹھے ہین

وہ رشک عیسیٰ آتا ہے ادب آموز ہو تو ہی
اُٹھا دے بڑھ کے اے درد اُنکو جو بیمار بیٹھے ہین

نہ خلوت گاہ مین چلنے کے یون مجھ سے اے یار اگر
ارے یہ کیا غضب کرتا ہے تو اغیار بیٹھے ہین

جو بھیجا حق نے جنت مین تو واعظ کو صدا آئیگی
کنار حوض کوثر دیکھ ہم میخوار بیٹھے ہین

نہ جانے کون سے مول اُنکو قیمت اُنکی کیا ٹھہرے
خریدار آرہے ہین وہ سر بازار بیٹھے ہین

نہ معلوم اُنکے مُنھ پر کہدیا کیا صاف صاف اسنے
وہ آئینہ سے رخ پھیرے ہوئے بیزار بیٹھے ہین

ادب کہتا ہے بزم یار مین بے صبر عاشق سے
اُدھر منھ کر کے تو آہین مگر سرکار بیٹھے ہین

ٹہل کر سو بختیا کیا ہے دکھا دریا دلی ساقی
جو خم اک سانس مین پی جائین وہ میخوار بیٹھے ہین

چھلک دے کھلا دو پھر ایک اک کو بار ہا ری غرفہ سے
گنو تو پہلے کتنے طالب دیدار بیٹھے ہین

ترش روئی جو کی محفل مین آج اُس رشک عیسیٰ نے
صحیح آہ آہ کر کے اُٹھ گئے بیمار بیٹھے ہین

فصاحت پڑھ بصد آداب دربار سلیمانین
ترے اشعار سننے کے لیے سرکار بیٹھے ہین

غزل در یک قافیہ

وہ یون مجھ سخت جان کے قتل پر تیار بیٹھے ہین — کہ لیکر دوسرے بھی ہاتھ مین تلوار بیٹھے ہین
نہین اُٹھتے وہ بہر قتل تو رہنا ذرا شاہد — جھکائے سر کو اپنے ہم تو ای تلوار بیٹھے ہین
اب اُس دربار مین ہوگی طلب ہم سخت جانونکی — وہ رکھ کر روبرو خنجر چھری تلوار بیٹھے ہین
وہ کل تو جان نثار و تیغ چمکا کر ٹہلتے تھے — یہ کیا ہی آج کیون مقتل مین بے تلوار بیٹھے ہین
حسینانِ ستمگر اُنکی محفل مین جب آئے ہین — ادب سے چوم کر اُس ہاتھ کی تلوار بیٹھے ہین
نئی شوخی لڑکپن مین یہ ہی میرے ڈرانے کو — تہ دامن وہ رکھ کر اک گلی تلوار بیٹھے ہین
کھڑے تھے جو مجھے گھیرے ہوئے جانبازِ مقتل مین — اُٹھائی ہی جو تو نے غیظ مین تلوار بیٹھے ہین
ٹہلتا ہو نہین لیکر تیغ یون جو چاہیے کہئے — مگر تصویر مین تو آپ بے تلوار بیٹھے ہین
یہ مطلب ہے کہ اپنے ہاتھ سے اپنا گلا کاٹو — الگ ہٹ کر مجھی کو دیکے وہ تلوار بیٹھے ہین
قسم کھا کر یہین نہ نیت کرینگے قتل وہ کس کو — اکہ رکھ کر پاس قرآن آئینہ تلوار بیٹھے ہین

فصاحت سے کہا ساری غزل مین قافیہ تیرا
دلون پر شاعرون کے سکے ای تلوار بیٹھے ہین

نکلکر اپنے گھر سے عید گہہ مین جا بنوائے ہین — مری ضد سے وہ گردن مین عدو کے ہاتھ ڈالے ہین
عجب عنوان صاحب بحث کرنیکے نکالے ہین — مسیحا نے جلائے ہین جو تمنے مار ڈالے ہین
جدا کر سر مرا گردن سے جلد اے خنجر بران — وہ میری سخت جانی سے پشیمان ہونے والے ہین
تغافل کیش معشوقون سے اتنا کوئی کہہ آئے — تمہین جو دیکھکر جیتے ہین اب وہ مرنے والے ہین
نہ جانے کون بحرِ حسن ساحل پر نہاتا ہے — کہ پانی سے سر اپنے ہر دم آبی نکالے ہین
مین اپنا دردِ دل یون کہہ رہا ہون بزم خوبان مین — اُن ایسے سُننے والے اپنا اپنا دل سنبھالے ہین
جو دُود آہ میرا اسقدر اونچا ہو کے پھیلا ہی — سیہ ہی چہرۂ مہتاب انجم چرخ کالے ہین
کسی کے عشق مین ہی نام ہی نام اپنی آبرو کا — اگر تاثیر کرنے والے کچھ ہین کبھی تو ٹالے ہین
بھلا کون اور ٹوٹی بوتلین مسجد مین پھینکیگا — جناب شیخ کوئی ہو نہ ہو میخانے والے ہین
جو بعد مدت آگئے بھی ہین وہ میری شب وعدہ — پر اپنے قصے چھیڑے ہین نئے جھگڑے نکالے ہین

مرے گھر مین اثر یہ ہے شب تاریک فرقت کا
کہ خود بھی ہے سیہ اور شمع کے آنسو بھی کالے ہین

دھوان ایسا گھٹا ہے آہ بلبل کا گلستان مین
کہ دن کو یاسمن کے پھول جتنے ہین وہ کالے ہین

برابر لڑکھڑاتے ہین جو دونون نشۂ مے مین
ہمین دست سبو رندانہ ہے ہم اُنکو سنبھالے ہین

ہے قول آسیا رازق تو مجبور رزق دیتا ہے
مگر قسمت مین انسان کی مرے مُنھ کے نوالے ہین

مؤثر شمع کا گریہ ہو گیا گلہاے تربت پر
کہ یہ اک رونیوالی اور اتنے ہنسنے والے ہین

کسیکا وصل اے گردون گوارہ ہی نہین تجکو
کہ تیرے دور مین تو درمیان دل لب کے نالے ہین

فصاحت وادیٔ شعر و سخن مین ہے اُنھین لغزش
جو اُستادون کے جادہ سے قدم باہر نکالے ہین

دینار مطرب اسمین نہین کیا درم نہین
طنبور کا تو بزم مین خالی شکم نہین

مانا کہ میرے دلمین کوئی خار غم نہین
پھر کیسی یہ کھٹک ہے جو جین ایکدم نہین

ہین اور بھی پر اسکے سوا کوئی غم نہین
سب آج اُنکی بزم مین ہین ایک ہم نہین

تم چلتے چلتے راہ مین بے قصد ٹھہرے کیون
دیکھو کوئی مزار تو زیر قدم نہین

لایا مین اپنا ٹوٹا ہوا دل تو بولے وہ
ناقص ہے جنس اسکے خریدار ہم نہین

رہگیر اُنکے کوچہ مین جاتے ہین سر کے بل
یہ وجہ ہے زمین پہ جو نقش قدم نہین

قبر و بنہ سرکشون کے اُگے تو ہین کچھ درخت
لیکن براے نام بھی شاخون مین خم نہین

اے دوست بخش یا کہ نہ بخش اختیار ہے
تیرے سوا کسی کے گنہگار ہم نہین

سر کا نہ گو چمن بہ ہزار آئین آفتین
مانند سرو کے کوئی ثابت قدم نہین

کیون لکھتے لکھتے گیسوؤنکا وصف تھم گیا
سطرین تو کچھ سلاسل پاے قلم نہین

سُرمہ لگا یا اُسنے جب آنسو ٹپک پڑے
کیونکر کہون کہ غیر کے مرنے کا غم نہین

اس عہد مین بدل گیا گو شاعری کا رنگ
باہر مگر احاطہ سے اپنا قدم نہین

پھر غور کر کے دیکھ لے مسجد نہ کھود شیخ
محراب کیطرح کوئی دیوار خم نہین

قبضہ کیا ہے ملک سخن پر بزور تیغ
تلوار ہاتھ مین ہے ہمارے قلم نہین

جب پوچھا کون خانۂ دل بے چراغ ہے
بولے جناب عشق وہ ہے جسمین ہم نہین

جھنجھلا کے میرے سینہ پہ رکھا جو تمنے ہاتھ
لو اور بھی زیادہ ہوا درد کم نہین

سارے بدن کا خون کھنچ آیا ہی قلب مین
اب اس سے بڑھکے کوئی مدارات غم نہین

مصرع کسی کی سیف پہ یہ ہم نے لکھ دیا
تلوار اُس کمر کی یہ ہے جسمین خم نہین

اعدا کے شر سے ہمکو **فصاحت** ہو خوف کیا
شاگرد دوست اپنے بہت سے ہین کم نہین

پیش کش کیا کرین مال اور نہ زر رکھتے ہین
تمپہ صدقے جو کیا تھا وہی سر رکھتے ہین

شرم بندون کی کچھ اللہ کا ڈر رکھتے ہین
روزہ رکھنا نہین منظور مگر رکھتے ہین

یان تو دونو نہین کوئی بھی نہین ای حضرت عشق
جنکے پہلو مین نہین دل وہ جگر رکھتے ہین

آئینہ ہوگیا غربال دم آرائش
تھر کا توڑ ترے تیر نظر رکھتے ہین

ہم ادب سے تہ شمشیر گلا رکھین گے
بے ادب آپکی تلوار پہ سر رکھتے ہین

آبلہ ہوکے نہ پھوٹے وہ ہی دل پاس اپنے
خون ہوکر نہ بہے جو وہ جگر رکھتے ہین

باغ مین منعم بے فیض کے ہین خوب شجر
جو نہین کھانے کے لائق وہ ثمر رکھتے ہین

دیکھکر گور غریبان کو بھر آتا ہے دل
جتنی قبرونپہ ہین تعویذ اثر رکھتے ہین

تھوڑی دیر اور نہ جا باغ سے ای سرو روان
نخل جھک جھک کے ترے پاؤنپہ سر رکھتے ہین

ہاتھ رکھا ہی کلیجہ پہ عدو کے اُسنے
دلمین آتا ہی کہین ہم بھی جگر رکھتے ہین

کوئی مرتا ہی تو کیا کوئی تڑپتا ہی تو کیا
آپ تو سارے زمانے کی خبر رکھتے ہین

کام کرنے کی نہین تیغ زبان حاسد
پاس ہم اپنے خموشی کی سپر رکھتے ہین

جو تمھین پر فقط آیا ہی وہ دل ہی اپنا
جو کسی پر نہین پڑتی وہ نظر رکھتے ہین

اپنے دل تھامے ہین سن سن کے حسینان جہان
ای **فصاحت** مرے اشعار اثر رکھتے ہین

الٰہی دفن ہون مین کربلا مین
ملے یہ خاک بھی خاک شفا مین

مرے گھر آتے ہی وہ ہنس کے بولے
بڑی تاثیر ہے تیری دعا مین

مقیم اس طرح ہین دنیا مین انسان
مسافر جیسے رہتے ہین سرا مین

نقاب اُلٹے گی آب چہرے سے اُنکے
مری آہون کی شرکت ہے ہوا مین

برہمن دیکھ سایہ اپنے بُت کا
دوئی کا عیب ہی تیرے خدا مین

خط اُسکو بھیجکر کیون مین نے آہین
کبوتر کی تباہی ہے ہوا مین

فقیرون پاس شاہ آتے ہین کھنچکر
اثر یہ ہے نقوش بوریا مین

اُٹھے ہین پاس سے وہ کیا کرین ہم
کلیجہ کو سنبھالین دل کو تھامین

ہوا ناسور اِس دل پُر آرزو مین
کنوان بھی تو مناسب ہی سرا مین

پڑے دانے مری قسمت کے جتنے
بنے دندان وہان آسیا مین

ہماری قبر سورہ پڑھ کے روندی
وفا بھی ہی شریک اُسکی جفا مین

ابھی تک ہاتھ مین رکھے ہون دلبر
بھرا تھا درد سائل کی صدا مین

فصاحت رُعب سے تھرّائے اعضا
جو پہونچے روضۂ شیر خدا مین

دل مچل کر مرے پہلو مین بہلتا ہی نہین
طفل جب کوئی بگڑتا ہی سنبھلتا ہی نہین

ہاتھ رکھتا ہون جگر پر تو ٹھہر جاتا ہی
دل یہ کمبخت سنبھالے سے سنبھلتا ہی نہین

آج بے سمجھے مخاطب ہین رقیبون سے وہ
آتش رشک سے گویا کوئی جلتا ہی نہین

کونسا وقت تھا تم گھر پہ مرے کب آئے
پھر یہ کہتے ہو کہ وعدہ مرا ٹلتا ہی نہین

میکشو کیا کرین واعظ سے عوض لین کیونکر
کبھی مسجد سے تو کمبخت نکلتا ہی نہین

آتش عشق سے پھنکتے ہین مرے قلب و جگر
دیکھ لو پھر یہ نہ کہنا کوئی جلتا ہی نہین

کہتے ہین دیکھ کے نشہ مین فلک کو میخوار
خم یہ مدت سے بھرا ہے پر اُبلتا ہی نہین

لوگ بے دیکھے لیے دیتے ہین جانین اپنی
خیر المسی مین ہی وہ پردیسے نکلتا ہی نہین

غیر پاس اُنکے نہ آیا نہ گئے وہ سب جھوٹ
سایہ کیطرح کسی وقت مین ٹلتا ہی نہین

دل مضطر کو مرے خاک سنبھالینگے حضور
آپ سے اپنا دوپٹہ تو سنبھلتا ہی نہین

تربتین سیکڑون پامال ہوئی جاتی ہین
لاکھ سمجھاؤ یہ وہ دیکھ کے چلتا ہی نہین

باغبان آتش گل کا ہی فقط نام ہی نام
ہاتھ یا دامن گلچین کوئی جلتا ہی نہین

مجمع عام مین کیا کہہ کے پکارین وہ مجھے
نام مشکل ہی مرا منھ سے نکلتا ہی نہین

میرا تابوت گرا پڑتا ہی اُس کوچہ مین
لاکھ یارون نے سنبھالا یہ سنبھلتا ہی نہین

مجکو یہ رنج کہ لیلیٰ کو برا کہتے ہین لوگ
اُسکو ضد ایسی کہ یہ نام بدلتا ہی نہین

کربلا جانے کی حسرت ہی فصاحت مجھے پھر
کیا کرون بس مرا تقدیر سے چلنا ہی نہین

تباہ مثل غبار رہ یارب مین جہان خراب مین ہون
جو پیس ڈالے فلک تو سرمہ کسی چشم پرآب مین ہون

ہم ایسے آئے جو سوختہ تن پکار اُٹھا جلکے یہ جہنم
عذاب اُنپر بھلا کرون کیا کہ مین تو خود ہی عذاب مین ہون

اگر شب ہجر آئیگی بھی پھریگی یا یوہین میرے گھر سے
قضا کو مین زار کب ملونگا کہ اک شکنج خراب مین ہون

رقیب نے اُنکے ساتھ اگر ستم کیا مجھپہ شاد ہوکر
سمجھ کے یہ میری قبر روندی کہ مین بھی داخل ثواب مین ہون

نہ کوئی مونس نہ کوئی ہمدم عزیز کیسے رفیق کیسے
اجل نہین میرے پاس آتی جو مین کسی کے عتاب مین ہون

جو بحث عشق و جنون ہوئی مجھسے تو خجل ہوکے قیس بولا
سوال ایسا کیا ہی تمنے کہ سنکے عاجز جواب مین ہون

کنار دریا برائے تفریح جب گیا مین ہوا یہ بولی
اسیر ہون نکلون کس طرح مین ابھی طلسم حباب مین ہون

حریص مجھ سا نہو گا میکش بھری نہین میری نیت ابتک
جو خم کئی لوٹین آج آتا تو غرق جیسے شراب مین ہون

وہ فرد خود لکھ کے گن رہے ہین یہ دل مین ہی کہدون اے فصاحت
شمار عشاق مین نہ کیجئے حضور مین کس حساب مین ہون

اُسکی وقعت مری نظر مین نہین
جو کشش حسن مین ہے زر مین نہین

ہم مین تنہا مثال آئینہ
غیر کی جا ہمارے گھر مین نہین

اُنکی تصویر پر یہ مین نے لکھا
کوئی ایسا جہان بھر مین نہین

کیا لڑکپن کا بھی زمانہ تھا
اب وہ شوخی تری نظر مین نہین

چرخ کی دیکھو ضد شب فرقت
چاندنی ہے یہ میرے گھر مین نہین

حال سُن سُن کے میرا ہنستا ہے
رحم قلب پیامبر مین نہین

جیسی گردش ہے میری قسمت مین
چاک مین چرخ مین بھنور مین نہین

جب مین جاتا ہون کہتے ہین دربان
جاؤ سرکار اپنے گھر مین نہین

سب مدارات غم مین صرف ہوا
اب لہو نام کو جگر مین نہین

خط مین ہے حال بیقراریٔ دل
رعشہ کیون دستِ نامہ بر مین نہین

ذبح کے وقت ہائے کچھ بھی اثر
میری حسرت بھری نظر مین نہین

ہین خدنگِ نگاہِ یار بہت
اتنی وسعت دل و جگر مین نہین

گردش چرخ کیا ہوئی موقوف
آج دوران میرے سر مین نہین

آنکھین اچھی ہین آپ کی صاحب
پر لگاوٹ ذرا نظر مین نہین

ہے یہ بیشک حصار ملکِ عدم
سچ ہے ٹپکا تری کمر مین نہین

ہم ہین دنیائے دون مین خوش قسمت
داغ کمبخت کے جگر مین نہین

سوؤن کیا پھیل پھیل کر مین فقیر
ہائے اتنی زمین گھر مین نہین

سرکشی کیا کرین فصاحت ہم
کبر و نخوت ہمارے سر مین نہین

ہے یہ مطلب جو تری بزم مین آتا ہون نہین
بات جو تجھ سے بگڑتی ہے بناتا ہون نہین

ہے برس کر یہ مرے دیدۂ پر آب کا قول
اُٹھتی ہے گرد کدورت تو بٹھاتا ہون نہین

بادہ خوازی نہ چھٹی ہے نہ چھٹے گی مجھ سے
اے واعظ ترے چھینٹو نہین کب آتا ہون نہین

لیکے تلوار وہ فرماتے ہین مجھ سے دمِ قتل
اپنی گردن کو جھکا ہاتھ اُٹھاتا ہون نہین

قاصدا اس دل بیتاب کی تسکین کے لیے
بارہا خط مین وہ لکھتے ہین کہ آتا ہون نہین

ہجر کا حال جو ہے آپ کو سننا منظور
خیر دل تھامیے ہاتھون سے سناتا ہون نہین

اے فصاحت جو مری عمر ہوئی ہے آخر
کربلا کی طرف اب ہند سے جاتا ہون نہین

غزل

پاس وہ بیٹھے ہین اب تو اضطرار اچھا نہین
دیکھ اے دل اُنکو ہوگا ناگوار اچھا نہین

شمع کا سر کاٹا آخر بزم مین گلگیر نے
سچ ہے اتنا گریۂ بے اختیار اچھا نہین

غیر کی تعظیم کرتے ہو نہ ہو گستاخ یہ
دیکھو سمجھاتے ہین اتنا انکسار اچھا نہین

ہاتھ مین تلوار بل ابرو پہ غصہ کی نگاہ
بن سنور کر یون نکلنا ای نگار اچھا نہین

وصل کی شب مختصر ہی روز فرقت ہے طویل
رنگ یہ لائے گردش لیل و نہار اچھا نہین

دوستو دور جائینگے سر کا دو میرے پاس سے
بیٹھنا اُنکا بوقت احتضار اچھا نہین

کب سے کفنائی ہوئی رکھی ہی یارو میری لاش
دفن بھی کردو اب اُن کا انتظار اچھا نہین

دل سے میرے کہکے یہ رخصت ہوا اُنکا خیال
جاتے ہین ہم یہ مکان تنگ و تار اچھا نہین

پھینک دونگا تجکو پہلو چاک کر کے ای جگر
تو بھی ہی دل کی طرح سے بیقرار اچھا نہین

بد زبان بد خلق بد خو مین **فصاحت** سب کے سب
دل لگائین کس سے ہم کوئی نگار اچھا نہین

کسی کے حال پریشان پہ کچھ نظر ہی نہین
کوئی مرے کہ جیے آپ کو خبر ہی نہین

شب فراق مین الجھتا ہو (؟) رہے دل مجھ سے
یہ رات وہ ہی کہ جس رات کی سحر ہی نہین

یہ آج کیا ہی جو دل تھام کر چلے آئے
حضور کہتے تھے نالو مین کچھ اثر ہی نہین

خموش بیٹھا ہی تصویر کھینچے کیا بہزاد
دہن بھی اُنکا ہی معدوم کچھ کمر ہی نہین

در قفس کو تو اب کھولتا نہ تھا صیاد
ہم اُڑکے کیا طرف باغ جائین پر ہی نہین

جناب عشق یہ کہہ کہکے دل بڑھاتے ہین
سوائے نفع محبت مین کچھ ضرر ہی نہین

ہمارا مرنا بھی عشق کمر مین ہی اک راز
کہ برسون گذرے پر احباب کو خبر ہی نہین

برائے نام وہ قاتل جہان مین ہین مشہور
جو تیغ لین بھی تو باندھین کہان کمر ہی نہین

اُٹھا جنازہ مرا دھوم سے ہوئے سب جمع
وہ گھر مین بیٹھے ہین گویا اُنھین خبر ہی نہین

ضرور میری طرف سے کہا رقیب نے کچھ
حضور آج تو وہ لطف کی نظر ہی نہین

معین ہونگے **فصاحت** کے چاردہ معصوم
اسی سے روز قیامت کا کچھ خطر ہی نہین

بیباک مثل روح کے کوئی حسین نہین
رگ رگ مین گو جہ گرد ہی پردہ نشین نہین

اُنکو مرے تڑپنے کا ای دل یقین نہین
کیا تو نہین گواہ کہ شاہد زمین نہین

سچ ہی کہ شوخیان ہین حسینونکی یادگار
نظرونمین سبکی پھرتے ہین اور پھر کہین نہین

بیٹھی ہی قبر غیر مری خاک کا ہی ڈھیر
ہی خوب وہ گلی پہ برابر زمین نہین

مرنا ہمارا سُن کے وہ ہنس ہنس کے غیر سے
اس طرح پوچھتے ہین کہ گویا یقین نہین

تخصیص کچھ نہین اَرِنی کہکے ای کلیم
ہم بھی ہین اُنکی دید کے طالب تمھین نہین

تم دیکھو میرے سینہ و قلب و جگر مین تیر
پہلے ہی مین تو ڈھونڈھ چکا ہون کہین نہین

خانہ نشین جو صاحب جوہر نہ ہو تو کیا
کچھ پائے بند حلقۂ خاتم نگین نہین

ہنستے تھے ہوشیارون کو بیہوش جان کر
اَب سوچتے ہین ہوش مین شاید ہمین نہین

جامہ گلون کو کیسے پہنائے بہار نے
دامان و جیب دونون ہین پر آستین نہین

رند حریص آئے گا کیا کوئی ساقیا
مینائے می مین درد ہی پر تہ نشین نہین

ہوگا بُرا ابھی کہتے ہین عاشق تو کہنے دو
معشوق بیوفا ہین سبھی اِک تمھین نہین

جام شراب میکدے مین آفتاب ہے
کہتا ہی کون پاک یہان کی زمین نہین

کاہیدگی جسم گئی دوستو کہان
بالیدگی ہی کیسی کہ تنگ آستین نہین

سارے جہان کو چشم تصور سے دیکھ آئے
ہمسے چھپا ہوا کوئی پردہ نشین نہین

جو کچھ تھا ہوگیا وہ مدارات غم مین صرف
اَب خون بوند بھر بھی بدن مین کہین نہین

ظالم فقط حضور نہین آسمان بھی ہے
مظلوم ہین بہت سے جہان مین ہمین نہین

ہم اور آپ دیکھتے ہین ساتھ آئینہ
اَب مُنھ پہ مُنھ نہین کہ جبین پر جبین نہین

شعر و سخن کا خاک **فصاحت** کو لُطف ہو
افسوس ہی لطافت جنّت مکین نہین

تم قتل عام کرکے ہو آئے یقین نہین
کیونکر کہون کہ سینے مین تر آستین نہین

یہ حُسن اتفاق جو تم دیر کرکے آئے
دلمین جگہ ہی بزم مین تو جا کہین نہین

مین نے کہا جب اُنسے کہ ہون طالب وصال
چپکے سے سر جھکا کے وہ بولے نہین نہین

دیکھا نہ آسمان نہ ادب سے اُٹھایہ سر
ہان اسقدر ہی یاد وہان یہ زمین نہین

آئینہ لیکے دیکھ لو مِتنا ہے اور بھی
پھر آنکھین چار کرکے نہ کہنا کہین نہین

کوچہ مین اُنکے دفن ہوے عاشق اسقدر
مردہ نکلی اَب ہی خاک وہ اصلی زمین نہین

تصویر اُسنے دیکھ کے یوسفؑ کی یہ کہا
گر ہین یہی حسین تو پھر مین حسین نہین

رُخ سے ہٹے تو غیر کو ہو خوف قتل کیون
اُنکی نقاب اُلٹی ہوئی آستین نہین

یون اضطرار قلب کو میرے سمجھئے جھوٹ
ہاتھ اپنے دلپہ رکھ کے تڑپئیے یقین نہین

دیکھین بہار اُنکی بھی جاتے ہین گر وہ باغ
کچھ پھول میری قبر پہ بھی ہین وہین نہین

نفرت ہے غیر جنس کے بھی اتحاد سے
خاتم ہین اُنکے وصل نگین سے نگین نہین

صاحب حجاب آئینہ خانے مین ہو عبث
تمکو تو اُستنے دیکھ رہے ہین ہمین نہین

آج اُنکو ہمنے نامہ لکھا پر نئی طرح
مطلب ہے لفظ لفظ مین اور پھر کہین نہین

تابوت غیر اُٹھالین تو قائل کرون اُنھین
اے تو سہی وہ خود کہین ہین نازنین نہین

مُنھ کرکے اُنکے گھر کیطرف کہہ رہا ہون مین
دم توڑتا ہون پاس ہین سب اک تمھین نہین

اتنی بلائین آکے شب ہجر بھر گئین
گھر مین مجھے تڑپنے کی جا اب کہین نہین

آغوش مین جو اُسکے حسین ہین مزا رہا
حسرت ہی آسمان کو مین کیون زمین نہین

وہ پیش آئینگے نہ فصاحت اگر یہ لطف
بے اعتنائیون کا بھی مجکو یقین نہین

تو سہی یون اتحاد اے دلربا پیدا کرون
آپکی آواز مین اپنی صدا پیدا کرون

شرط یہ ہی تم بھی نو ایجاد کرنا کوئی ظلم
سب وفاؤنسے نئی جب مین وفا پیدا کرون

پوچھتے ہین جب جناب عشق مین کس دلمین اُون
شوق کہتا ہی کہ مین جسمین مزا پیدا کرون

منزلون چلتا تو ہی تو گو کہ تھم تھم کر سہی
مین کہان سے اتنی طاقت اے عصا پیدا کرون

میری جانب اعتنا کرکے اُنھین سننا پڑے
ایسی ہیئت وقت عرض مدعا پیدا کرون

رفتہ رفتہ دلمین گھر یادبتان نے کرلیا
زاہدا اب کس طرح خون خدا پیدا کرون

کرتے ہین ماتم وہ میرا کہہ رہی ہے نازکی
تو سہی ہاتھون مین سُرخی بے حنا پیدا کرون

ہم تڑپتے ہین تو وہ کہتے ہین ہنسکر غیر سے
مین کہانسے اسکا دل کھویا ہوا پیدا کرون

کہتے ہین وہ نالہ کش رہتے ہین عاشق زیر قصر
شب کو سونے کے لیے گھر دوسرا پیدا کرون

کھینچنے بیٹھا ہی تصویر اُنکی مانی ہی یہ قصد
تو سہی اُنمین نہ جو ہو وہ ادا پیدا کرون

بھر گئی ہین شوخیان چشم بت بیباک مین
آنکھوںنے آنکھین لڑا کر مین حیا پیدا کرون

طبع رنگین پوچھتی ہی ای فصاحت وقت نظم
گر اجازت دو تو رنگ اپنا جُدا پیدا کرون

گھر ترے پیکان کے رہنے کا نیا پیدا کرون
دِل ہی سینہ مین تو دمین بلا پیدا کرون

صاف کہیئے ضبط یا دلمین مزا پیدا کرون
کیون جناب عشق ان دونو مین کیا پیدا کرون

جان دینا یون تو بدنامی ہی اُنکے عشق مین
کوئی مر جانے کا حیلہ ای قضا پیدا کرون

ظلم وہ ایجاد کرتے کرتے آخر تھک گئے
خود ہی کہتے ہین کہ اب دلمین وفا پیدا کرون

گر اجازت دیجئے تو لیکے بوسے بار بار
آپکے سیب زنخدان مین مزا پیدا کرون

چشم جانا نمین نہ پلوٹن سرمہ کا دُنبالہ مین
نرگس بیمار کی خاطر عصا پیدا کرون

اک محبت آپکی ہی اک عداوت غیر کی
آپ ہی فرمایئے اِس دلمین کیا پیدا کرون

ہی یہ دلمین اُنکے جو کوئی نہ عاشق سہ سکے
مشورہ کر کے فلک سے وہ جفا پیدا کرون

چاہیئے ہین اُس شہ خوبی کو بالش کے لیے
کسطرح اتنے پر و بال ہما پیدا کرون

کچھ دنون سے ہاے اُنکے دلمین آئی ہی یہ بات
سب پکار اُٹھین قضا کو وہ ادا پیدا کرون

یہ اشارہ ہے سمند خوش خرام یار کا
بدچلن ہو نمین جو رفتار صبا پیدا کرون

عشق سے سینے جو پوچھا کب کرون فریاد ظلم
بولے اُٹھا مین اُنکے دلمین جب وفا پیدا کرون

ایک ابرو اُن کا پیدا کر کے خالق نے کہا
اب مناسب ہے کہ تجھ سا دوسرا پیدا کرون

ہر قدم پہ ہی یہ ایمائے عصا مجھ پیر سے
تم کرو نا پید مین جو نقش پا پیدا کرون

یہ زمین کوچہ قاتل سے آتی ہے صدا
جذب ہو خون شہیدان تو حنا پیدا کرون

کہتی ہی اُنکی جوانی شوخیان آنکھونمین ہین
ڈالکر مین نیند کا پردا حیا پیدا کرون

اُنکے در پر ای فصاحت ہی یہ مجھ سائل کو فکر
درد ہو جسمین بھرا ایسی صدا پیدا کرون

اب وہ شوخی نہین وہ حسن وہ انداز نہین
آپ کو ناز تھا جس ناز پہ وہ ناز نہین

نزع کا وقت ہی مین دیکھون تمھین تم مجکو
آؤ کچھ خیر ہے صاحب یہ دم ناز نہین

شعرا کہتے ہین اُس بُت کا دہن ہی معدوم
اور اگر ہے بھی تو کس کام کا آواز نہین

ای نگہبان در یار بظاہر لیون رل
غیر سمجھین کہ مرے اور ترے ساز نہین

ہم اسیران کہن خاک اُڑینگے صیّاد
طائرِ روح مین بھی طاقتِ پرواز نہین

نغمہ ساز مغنی کو بھلا خاک سُنین
ہم جسے آواز کے عاشق ہین وہ آواز نہین

آج کس طرح وہ محفل مین ہین مصروفِ غنا
گرمیِ روشنیِ شعلۂ آواز نہین

قاصدا مین نہین قائل کہ خدا ہی وہ بُت
تو بھی سہی پر صاحبِ اعجاز نہین

ایک بوسہ مجھے تم دیکے نہ جہان جتاؤ
دل سی شی مین نے تمھین دی ہی مگر ناز نہین

کیا کہون کیا ہی یہ کیون دلمین چھپائے ہو نہین
گو کہ پیکان ترا کچھ روح نہین راز نہین

قصر جانان کے سُنا ہی کئی دروازے ہین
لایا اُس در پہ مقدر ہمین جو باز نہین

نوحہ خوان ہو کے مری قبر پہ نادم ہین وہ
غیر تو غیر ہین گنبد بھی ہم آواز نہین

مطمئن تازہ اسیرون سے عبث ہی صیّاد
حوصلہ ہو تو قفس مانعِ پرواز نہین

حسب فرمائش نواب	جاؤ اب محفلِ جانان مین **فصاحت** ہر روز کوئی غماز نہین کوئی در انداز نہین	میر اصغر حسین صاحب

منتظر ہی آپ کس دن آئیے گا باغ مین
دیدۂ نرگس ہی اک چشم تمنا باغ مین

سُنتے سُنتے باغبان بلبل کا نالا باغ مین
سُرخ ہی غصّہ سے ہر اک گل کا چہرا باغ مین

بلبلون سے ہی یہ نرگس کا اشارا باغ مین
کچھ خبر بھی ہی تمھین صیّاد آیا باغ مین

بلبلو نکا دل دُکھانا فرض کیا تھا باغ مین
آپ نے پھولو نکو کیون تلوؤنسے روندا باغ مین

گر کے شاخونسے ہین ڈوبے نہر مین ای رشک گل
تو نے شرمندہ کیا پھولو نکو ایسا باغ مین

غنچے پیمانے بنے ہر ایک گل ساغر ہوا
وہ گلِ تر پھول چُننے کو جو آیا باغ مین

گریۂ بلبل کی بارش کا ہی شور ای باغبان
دیکھ برقِ خندۂ گل کا تڑپنا باغ مین

بن پڑی ہی عاشقونکی آج کل کرتے ہین دید
سیر کرنے کو حسین آتے ہین کیا کیا باغ مین

معصیت ہے گھر مین رہنا آئی پھر فصلِ بہار
میکدے مین آج کل میخوار ہین یا باغ مین

بے اثر ہین دو نوا ای بلبل کوئی سُنتا نہین
میری فریاد اُس گلی مین تیرا نالا باغ مین

پہلے اُسنے چشم پوشی کی جو رستے مین بلا
آئے وہ تو شرم آلودہ نگہہ سے بار بار
پھٹا بااچھا تھا دل صد چاک بُلبُل کے لیے
پھر اشارو نمین کہا مجھ سے کہ آنا باغ مین
بلبل و گُل کا نیاز و ناز دیکھا باغ مین
ناحق ای گلچین گُل صد برگ توڑا باغ مین

ای فصاحت آج فاخر نے بلایا ہی تمھین
پڑھ کے اپنی یہہ غزل، اُنکو سنانا باغ مین

نکالے سب گئے گر کوئی اُس انجمن مین نہین
ہمارا ذکر تو کیا شمع بھی لگن مین نہین

سوال وصل پہ ہان نکلے یا نہین نکلے
زیادہ بات کی گنجائش اُس دہن مین نہین

گناہگار ہین خاک اچھی طرح مُنھ کو چھپائین
غضب تو یہ ہی کئی چادرین کفن مین نہین

کیئے رقیب نے کیا خاک نالۂ سوزان
زبان مین چھالے نہین آبلے دہن مین نہین

تمام صرف ہوا میہمانیٔ غم مین
کہ بوند بھر بھی کہین خون میرے تن مین نہین

فنا کے بعد ہی کیا بیقرار لاشس مری
مگر سحاب مین ہی برق مین کفن مین نہین

ملاتے آپکی رفتار سے ہم اُسکی چال
یہ اتفاق کہ طاؤس ہی چمن مین نہین

بہار جاتی ہی آنے کو ہی خزان گلچین
ہوا بدل گئی وہ رنگ ہی چمن مین نہین

ادھر تو عالم غربت مین مضطرب ہو نمین
قرار اُدھر مرے احباب کو وطن مین نہین

حضور دیکھ لیا بس یہی ہین غمزۂ و ناز
سوا مرے کوئی بیتاب انجمن مین نہین

کرامت اُسنے دکھائی لگا کے تیر مجھے
کہ زخم تن مین ہین سوراخ پیرہن مین نہین

بھری ہی دلمین ہمارے جو آتش فرقت
اُسی کا شعلہ اُٹھا ہی زبان دہن مین نہین

سفر سے آکے وطن مین جو پھر رہا ہون نمین
تو جانتا ہون سفر مین ہون پھر وطن مین نہین

ڈری یہ باغ مین بلبل کی گرم آہون سے
چہار سمت ہوا ہے مگر چمن مین نہین

حسب فرمائش نواب — سید علیخانصاحب بہادر

دلِ معین[1] نہ شگفتہ ہوا ای فصاحت کیون
چمن مین بھول ہین احباب انجمن مین نہین

چھُری یہ رکھ کے گلا پائمال کرتے ہین
نئی طرح سے وہ مجکو حلال کرتے ہین

یہ مین نے فرض کیا دل مرا نہین صاحب
پھر آپ کونسی شی پائمال کرتے ہین

[1] معین تخلص ہے ایک نواب صاحب کا ۱۲

سُنی رقیب کی تو سرگذشت ہنس ہنس کر
سنبھالو دلکو ہم اب عرضِ حال کرتے ہین

نہ پوچھو دلمین جب ان واعظون کے آتی ہی
حرام چیز کو کیسا حلال کرتے ہین

وہ میری قبر پہ سبزے کو رَوندکر بولے
جو سر اُٹھاتا ہی ہم پائمال کرتے ہین

شروع عشق ہی کیا جانین کس سے پوچھین ہم
کہ اُنسے وصل کا کیونکر سوال کرتے ہین

جو بادشہ متمکن ہین قصر مین تو کیا
فقیر گوشہ نشین ہین کمال کرتے ہین

شراب جب نہین ملتی وہ رند مفلس ہین
ہم اپنی آنکھونکو ردرو کے لال کرتے ہین

حضور منعم بے فیض اپنے پاؤن کو ہم
دراز صورتِ دستِ سوال کرتے ہین

رقیب پھر رہے ہین گرد کچھ سمجھتے ہو
تمھارے سایہ کو یہ پائمال کرتے ہین

مقابلہ کے لیے کاملون سے ہین موجود
جو غور کیجئے ناقص کمال کرتے ہین

سُنا ہی ہمنے کہ ہی ذکرِ عیش نصف عیش
اسی سے ہجر مین ذکرِ وصال کرتے ہین

برائے حضرتِ مہدی دُعا فصاحت کر
کہ قدر و عزتِ اہلِ کمال کرتے ہین

وہ بُلبلون کو چمن مین حلال کرتے ہین
سفید پھولونکو اِس طرح لال کرتے ہین

ہم اپنے دلمین تو ذکرِ وصال کرتے ہین
وہ چُپکے بیٹھے ہوے کیا خیال کرتے ہین

ہم اپنی حسرتِ مردہ کو سینہ مین گاڑین گے
کہ جمع قلب مین گرد ملال کرتے ہین

غضب تو یہ ہی لگی قبرِ غیر کی ٹھوکر
وہ اُٹھے میری لحد پائمال کرتے ہین

نقاہت اور نزاکت مین چلتے پھرتے ہین
حضور آپ بھی ہم بھی کمال کرتے ہین

چھری کو دیکھتے ہی دم رقیب کا نکلا
اب آپ مُردے کو ناحق حلال کرتے ہین

زمین کو اب جو نہ ہو زلزلہ تو پھر کب ہو
رقیب لاش مری پائمال کرتے ہین

ہم اُنسے مانگنے آئے تھے بوسۂ رخسار
وہ اُلٹے دل کا ہمین سے سوال کرتے ہین

کسیطرح نظر آئینگے اے فصاحت وہ
تصور آنکھ سے دل سے خیال کرتے ہین

یہ کسی سے بھی نہ ہو جو گلِ تر کرتے ہین
کہ پھٹے کپڑے و نمین ہنس ہنس کے بسر کرتے ہین

مغبچے بند جو میخانہ کا در کرتے ہین
رند الگ بیٹھ کے حسرت سے نظر کرتے ہین

بھول کر صحبتِ واعظ مین نہ جانا رندو
خیر ہی وعظ کے دو فقرے اثر کرتے ہین

رازِ الفت سے نہ ہوا اپنا پرایا واقف
وہ مجھے دیکھ کے کیون نیچی نظر کرتے ہین

بزم مین آپنے کیا بات اشارے سے کہی
لوگ سرگوشی ادھر اور ادھر کرتے ہین

دوستو جاکے عدم مین نہ ذرا گھبرانا
ہم بھی آنے کو ہین سامان سفر کرتے ہین

انکے دروازے کے دربانونکا دستور یہ ہے
جو مرے چھوڑ کے سر اُسکی خبر کرتے ہین

ہوش اتنا تو ہمین بیخودئ عشق مین ہے
تھام کر ہاتھونسے دل اُنپہ نظر کرتے ہین

ہم غزل مین جو لگا چکتے ہین باغ مضمون
چمن آرا سے طلب رنگ اثر کرتے ہین

چھانٹ لیتے ہین ہزارون مین وہ دو چار ہی داغ
سیکڑون ہون تو پسند ایک جگر کرتے ہین

غیر کے اور مرے بیچ مین وہ بیٹھے ہین
آج دیکھون نگہ لطف کدھر کرتے ہین

اپنی زلفونکو ہٹا کر رخِ پرنور سے وہ
شام وصلت کو مری ضد سے سحر کرتے ہین

کھولتے پھلتے ہین دنیا مین فصاحت وہی لوگ
خم تواضع سے جو سر مثلِ شجر کرتے ہین

ہجر کی رات ہم اس طرح بسر کرتے ہین
شام سے ہائے سحر ہائے سحر کرتے ہین

پیار سے دیکھین کدھر دیکھتے ہین وہ سر بزم
ہم فقط اُنکی نگاہون پہ نظر کرتے ہین

عمر بھر پاؤن نکالا نہ جنھون نے گھر سے
آج سنتے ہین کہ دُنیا سے سفر کرتے ہین

سنکے بلبل کی فغان باغ مین گھبرا گئے وہ
اب مین سمجھا مرے نالے بھی اثر کرتے ہین

بجلی گرتی ہے اُدھر خرمنِ جان پر میرے
باتین ہنس ہنس کے وہ غیرونسے ادھر کرتے ہین

پہر سے آنکھین لڑا لیتے ہین پہلے عاشق
پھر تمھارے رخِ روشن پہ نظر کرتے ہین

آہین کین نالے کئے روئے زمین پر تڑپے
شغل یہ ہجر کی شب چار پہر کرتے ہین

زاہدونکو جو حسین راہ مین ملجاتے ہین
دو نگاہین ہین گناہ ایک نظر کرتے ہین

نقش محب آہ دُعا نالہ یہ چارون شب ہجر
ایک ہوتے ہین تو اس دل پہ اثر کرتے ہین

سیکھنا چاہیئے مردونسے قناعت زندو
حشر تک ایک ہی چادر مین بسر کرتے ہین

منزلِ قبر مین جاتا ہے جب انکا عاشق
جا کے حور و نکو نکیرین خبر کرتے ہین

جو ہے آئینہ مین پھیلائیگا وہ پاؤن ادھر
آپ نخوت سے عبث پاؤن اُدھر کرتے ہین

سردی آتی ہے فصاحت تو ہم ایسے فقرا
رات ساری لبِ تنور بسر کرتے ہین

بڑھا کر اُنسے اُلفت دردِ سر کب مول لیتے ہین
حسینون سے فقط ہم دو گھڑی ہنس بول لیتے ہین

اجل سر پر کھڑی ہے زندگانی کا بھروسا کیا
غنیمت جانئے اسکو جو کچھ ہنس بول لیتے ہین

ہمارے پاس جب وہ قاتل خونریز سوتا ہے
کمر سے تیغ ہم سمجھا بجھا کر کھول لیتے ہین

سمجھ لیتے ہین جسکا حسن جتنا تم مین ہوتا ہے
ہم آنکھونکی ترازو مین حسینو تول لیتے ہین

ہمین ثابت ہوا گلشن مین یہ غنچے چٹکنے سے
ضرورت ہو تو کچھ بے زبان بھی بول لیتے ہین

تمہارے گیسوؤن پر صدقہ کرنیکے لیے صاحب
ہمین ملتا ہے جتنا مشک و عنبر مول لیتے ہین

کبھی ہندی مین اہلِ فرس باتین کر نہین سکتے
زبان فارسی پر ہند والے بول لیتے ہین

قفس کو لیکے اُڑنیکا ارادہ جبکہ ہوتا ہے
پر اپنے پہلے اے صیاد بلبل تول لیتے ہین

دُعائین مانگ کر درگاہ مین جب بندھتا ہون مین
بچا کر میری آنکھ اغیار حیلہ کھول لیتے ہین

نئی تدبیر سوجھی ہے پئے اثبات یکتائی
ہزارون آئنہ وہ توڑنیکو مول لیتے ہین

درِ زندان پہ اطفال دبستان جمع ہو ہو کر
ملا کر حرف فوراً قفل ابجد کھول لیتے ہین

خدا نے دی ہے میزان چشم کی کیا خوب مردم کو
کہ جسکی جسقدر ہو آبرو یہ تول لیتے ہین

اُنھین مین منہ دلا کر یون بڑھاتا ہون شب عشاق
بھلا دیکھون تو کیونکر آپ جوڑا کھول لیتے ہین

صفت لکھتے ہین جب اُن انکھڑیونکے گہرے کاجل کی
سواد چشم آہو مین سیاہی گھول لیتے ہین

عبث ہے ذکر یوسف اور خریداران یوسفؑ کا
کہین تمسے نہ بکتے ہین نہ ہمسے مول لیتے ہین

دمِ افطار ملجاتی ہے مے جب ہمسے رندونکو
تو آنکھین بند کرکے اپنا روزہ کھول لیتے ہین

فصاحت عشقبازی چھوڑ دی گو ہمنے پر اب بھی
کھلونے والون سے مٹی کی گڑیان مول لیتے ہین

وہ زنجیرون مین جب زلفونکے وحشی کو جکڑتے ہین
ہمارے سعی گیسو بڑھ کے اُنکے پاؤن پڑتے ہین

ترے سودائیون سے جو کہا تو نہین بگڑتے ہین
مگر وہ بھی ہین دیوانے کہ دیوانونسے لڑتے ہین

مزاج اُنکا نزالا ہی خفا ہوتے ہین لڑتے ہین
بنا تا ہون میں زلفین اُنکی وہ مجھ سے بگڑتے ہین

ارادہ ہی ہمارا اُس زمین پر جاکے مرنے کا
جہان دس بیس مردے عاشقونکے روز گڑتے ہین

پہنتے ہین علی بندآج اپنی دست رنگین مین
مگر زنجیر سے در دحنا کو وہ جکڑتے ہین

کوئی منصف لگا دے جاکے سب جھیے برابر کے
سگان کوے جانان ہڈیونپر میری لڑتے ہین

عجائب رنگ ہی دار الشفاے ملک اُلفت کا
جو اچھے ہو کے اُٹھے ہین وہ کل بیمار پڑتے ہین

چلے وہ دیکھنے اُسدم مریضانِ محبت کو
سنا جب سبکی نبضین چھوٹتی ہین دم اکھڑتے ہین

سنے ہین گو کہ وہ معشوق پر یہ بھی نہین آتا
کسی سے روٹھتے ہین کسطرح کیونکر بگڑتے ہین

چمن مین جب گلون کے توڑنیکا قصد کرتا ہی
بڑھا کر پاؤن بلبل ہاتھ گلچین کا پکڑتے ہین

یہ نوبت ہی چمن مین جوشش فصلِ بہاری کی
نوا سنجی مین اب بلبل کے مُنھ سے پھول جھڑتے ہین

ہوا سے اُڑکے اُنکی زلف پر جب لف آتی ہی
سمجھتا ہون مین اپنے دل مین یہ دو سانپ لڑتے ہین

تعجب ہے کہ اُس گردن کو نازک کہتے ہین شاعر
ہزارون عاشقونکے ہاتھ جس گردن مین پڑتے ہین

دکھاتے ہین وہ سبکو آپ ہی تصویر یوسف کی
پھر اُس پر جو کوئی تعریف کرتا ہی بگڑتے ہین

فصاحت وہ خفا ہوتے ہین یا خوش ہوتے ہین دیکھین
جبین ہم اپنی ابتو اُنکی چوکھٹ پر رگڑتے ہین

دل بہل جائیگا اُنکا مرا دیوان دیکھین
جسپہ سو باغ فدا ہین وہ گلستان دیکھین

ذبح ہوتا ہی مرا خون کی چھینٹونسے ثبوت
لوگ اُس ترک کا دامان و گریبان دیکھین

پردہ گر بیچ سے ہٹ جائے تو آئینہ کی طرح
ٹکٹکی باندھ کے ہم بھی رُخ جانان دیکھین

شبکو پروانہ یہ کہتا ہی تڑپ کر سر بزم
لوگ کیون میرے سوا شمع کو عُریان دیکھین

دل پسے دیکھنے والونکے اُٹھے بیٹھ کے یون
ہائے کیا ہو جو اُنھین لوگ خرامان دیکھین

شام عید آئی یہ دیوانون سے ہی حکم جنون
مہ نو دیکھ کے سب چاک گریبان دیکھین

زور کیا اپنا **فصاحت** جو زمانہ دکھلائے
کیون نہ ہم عاجز و مجبور پریشان دیکھین

ہجر مین دل لاکھ بہلاؤ بہلتا ہی نہین
یہ عجب غم ہی کہ جو ٹالے سے ٹلتا ہی نہین

کوچۂ جانا نکا عاشق ہون جنا نہین لائے کیون
ہی فرشتو دل تو میرا یان بہلتا ہی نہین

اور تھوڑی دیر لطف ذبح ملجاتا نہ مجھے
پر وہ خنجر حلق پر رک رک کے چلتا ہی نہین

شعلۂ رخسار جانان نے خجل ایسا کیا
آج کوئی شمع پر پروانہ جلتا ہی نہین

رحم کھا کر چاندنی چھٹکی ہی میری قبر پر
ہون وہ بیکس کوئی چادر تک بدلتا ہی نہین

دیکھ لو منھ سے فصاحت کے نکلتا ہی دھوان
تم تو کہتے تھے کہ دل پہلو مین جلتا ہی نہین

غزل

جنا ہون اور نہ کچھ سبزۂ مزار ہون مین
خوشا نصیب کہ یون پائمال یار ہون مین

یہ رنگ طبع کا ہی قول پائدار ہون مین
نہین ہی بیم خزان جسکو وہ بہار ہون مین

تڑپنے والونمین انکے ہنسی ہوائی بجلی
جو تیری طرح سے تھم تھم کے بیقرار ہون مین

میان حشر فرشتے عذاب کے نہ بڑھین
وہ دے سزا ابھی مجھے جسکا گناہگار ہون مین

ہے اُس گلی مین دل مردہ کا مرے ایا
نہ مجھے بھی دفن کرے کوئی بے مزار ہون مین

فدائے شمع ہی محفل مین جیسے پروانہ
جو حکم ہو تو یہین آپ پر نثار ہون مین

اُمنگ کہہ رہی ہی یہ کسی کے جوبن کی
جسے نہ دیکھ سکے کوئی وہ بہار ہون مین

یقین ہی دیدۂ گرداب غور سے دیکھے
جو ساتھ موج کے دریا مین بیقرار ہون مین

ضرور کشتۂ شمشیر ناز بھی ہون گا
ابھی تو زخمی تیر نگاہ یار ہون مین

ہے قول آئینہ کب ہون کسی کے عکس کا گھر
بنانے والے کا ہان فرضی اک مزار ہون مین

گیا جناب لطافت نے انتقال افسوس
فصاحت ابتو امانت کا یادگار ہون مین

ظاہر مین شیفتہ کسی رشک قمر کے ہین
باطن مین ہم فریفتہ اپنی نظر کے ہین

آہ شرر فشان مین جو ٹکڑے جگر کے ہین
وہ پھول اس شجر کے یہ پھل اُس شجر کے ہین

پوشاک بدلی سرمہ لگایا بنائے بال
آج اس طرح حضور ارادے کدھر کے ہین

پیتے ہین ہم شراب بھی توبہ بھی کرتے ہین
لائق بہشت کے ہین نہ قابل سقر کے ہین

دل بھی جگر بھی سینہ بھی عاشق کا ہی فگار
شعبہ کئی حضور کے تیر نظر کے ہین

یہ وجہ ہی جو بھاری ہی مرنیکے بعد لاش
ارمان میرے دلمین بھرے عمر بھر کے ہین

ہو خیر اُسی نظر کا ہمین پھر ہی اشتیاق
مارے شروع عشق سے ہم جس نظر کے ہین

بھڑکے گی دل جگر مین مرے آتش فراق
پہلو ابھی تو گرم اِدھر اور اُدھر کے ہین

عشاق کے گھرونمین اندھیرا ہی رات کو
وہ چاند ہی سہی مگر اپنے ہی گھر کے ہین

بولے فصاحت آج وہ سُنکر ہمارے شعر
موتی پروئے یہ کسی اہل نظر کے ہین

قاضی و محتسب نہین زندہ عسس نہین
مژدہ ہو میکشو کوئی ابکی برس نہین

نازک دماغ قافلہ والون مین کون ہی
چپ چپ ہی جسکی وجہ سے نالان جرس نہین

رائج ہی ظلم ایک تو اقلیم حُسن مین
پھر اُسپہ یہ غضب کوئی فریادرس نہین

صیاد نے بھرے ہین اسیرو بہت سے پھول
اب گلفروش کا یہ سیدھے قفس نہین

ہمتو پناہ مانگتے ہین اس کے نام سے
اِک تیغ ہی کھنچی ہوئی سینِ ہوس نہین

کس طرح چاک دامنِ دلمین رفو کرون
سوزن کوئی بہم پے تارِ نفس نہین

کیا کھل کھلا کے ہنستے ہین قبر رقیب پر
مجھ پہ ہی زور بھولو نپہ کچھ اُنکا بس نہین

آگے مجھے بڑھاتا ہی کیون میر کاروان
تکلیف راہ سے ہومین نالان جرس نہین

دریائے غم مین آب ہی کوئی دم کا میہمان
یہ ہی ہو حباب مین دلمین ہوس نہین

یہ بھی ہی ناز دوست جو پنہان ہی آنکھ سے
دلمین اُسی کی آمد و شد ہی نفس نہین

ہم بلبلون کے نالۂ سوزان سے جل گیا
گرداب فقط دھوان ہی دھوان ہی قفس نہین

دو چار قافیون مین فصاحت کہی غزل
کافی ہے اور اِس سے زیادہ ہوس نہین

پاس وہ دلبرِ مغرور نہین
جان گر جائے تو کچھ دور نہین

وہ حسین اور وہ دستور نہین
تم سے ملنا ہمین منظور نہین

دو قدم پر ہے چلے آؤ تم
قبر عاشق کی تو کچھ دور نہین

ید بیضا مرے ساقی کو ملا
ہاتھ مین ساغر بلور نہین

زیست ہی تلخ فصاحت ہر دم
جب سے وصلِ بتِ مغرور نہین

ازل سے تھا یہی مجھ بے سر و پا کے مقدر مین
گریبان چاک چھالے پاؤن مین داغ جنون سر مین

ہوا ہے اب تو عالم صید گہ کا اُسکے خنجر مین
ہر اک کا مرغ جان پھنستا ہے اُڑ کر دام جوہر مین

شبِ فرقت مری تاریک و ہیبتناک ہے ایسی
کہ دہشت کے سبب سے چاندنی آتی نہین گھر مین

رفو کر پہلے پھر ہمسر کر اُس پوشاک سے بلبل
لگا کر تار اشکون کے گریبان گلُ تر مین

ملا وحشت سے اپنی بار یہ پھل باغ عالم مین
ثمر کا مجکو ملتا ہے مزا لڑکون کے پتھر مین

در و دیوار مین گرمی ہے اُنکے شعلۂ رخ سے
حمل مین آفتاب آیا کہ وہ آئے مرے گھر مین

جنون کے سلسلہ کو قتل کر کے قطع کر ڈالا
ہمارا ہاتھ قاتل کا گریبان ہوگا محشر مین

عجب عبرت کی جا ہے یہ ہوا انجام دنیا مین
ہزارون ٹھوکرین پڑتی ہین جم کے کاسۂ سر مین

مثالِ آسمان پیسا لحد نے بعد مرنے کے
زمین سے بھی ملی راحت نہ ہمکو گور کے گھر مین

قفس مین ہجر گلُ سے بلبلِ لاغر جو مر جائے
تو اے صیاد کفنانا اُسے شبنم کی چادر مین

جو نکلی روح تن سے ساتھ چھوڑا غم نے بھی میرا
رہے مہمان کیا جب صاحب خانہ نہ ہو گھر مین

مثالِ مہر و مہ چمکین گے گور تیرہ مین آخر
فصاحت داغ دل اپنے غم شبیر مین

ساتھ غیرون کو لئے وہ مرے گھر آتے ہین
خیر ہو دیکھیے آمادۂ شر آتے ہین

سامنے آنکے دانتون کے اگر آتے ہین
آب دیدہ دُرِ شہوار نظر آتے ہین

اسقدر حسن کا جلوہ ہے بسا آنکھون مین
دیکھتے ہم ہین جدھر آپ نظر آتے ہین

قتل کرنا مرا منظور ہے اُنکو شاید
گنجفہ مین بھی جو شمشیر کا سر آتے ہین

رات کو غیر کے گھر رہ کے ہوے ہین وہ خجل
شام کے بھولے ہوے وقت سحر آتے ہین

آپنے بزم رقیبان مین بلایا ہے ہمین
خیر تھامے ہوے ہاتھون سے جگر آتے ہین

چھوڑ کر مجکو عدم دوست گئے کتنی جلد
نقش پا تک بھی نہین انکے نظر آتے ہین

سست اعضا ہوئے بالونمین سفیدی آئی
چونک پیغام سفر وقت سحر آتے ہین

جان عاشق کی نہ لے جلد ٹھہر جا دم بھر
اب سنا ہی کہ وہ ای دردِ جگر آتے ہین

کیون نکیرین کی پرسش کا فصاحت ہی خوف
لیئے امداد شہِ جن و بشر آتے ہین

ساتھ ہونے پہ وہ تیار نظر آتے ہین
بخت خفتہ مرے بیدار نظر آتے ہین

جو صعوبت مین مصیبت مین ہمارا دین ساتھ
دوست ایسے کہین دو چار نظر آتے ہین

عشق مژگان نہین گیا دشت تو اللہ رے نصیب
سیکڑون کوس نہین خار نظر آتے ہین

قد موزون جو گلستان مین دکھاتا ہی وہ گل
سرد سب قمریونکو دار نظر آتے ہین

آپکے جھانکنے کا دلمین جو کرتا ہون خیال
گھورتے روزنِ دیوار نظر آتے ہین

تجکو وحشت مین قسم دیتا ہون باقی نرہین
تار دامن مین جو دو چار نظر آتے ہین

دام زلفونکا بچھایا ہی جو اُسنے رخ پر
مرغ دل سب کے گرفتار نظر آتے ہین

کیا دو عملے مین ہین عشاق رخ و چشم ترے
کبھی اچھے کبھی بیمار نظر آتے ہین

بارہا دیر مین کعبہ مین کلیسا مین گیا
اب وہان بھی نہین ای یار نظر آتے ہین

ہو گئی نزع کی مشکل بھی فصاحت آسان
دیکھ وہ حیدرِ کرار نظر آتے ہین

جوانی جا چکی ہوائے فصاحت کن خیالونمین
سیہ کاری کو چھوڑو اب سفیدی آئی بالونمین

چھپائین کیون نہ وہ اپنا رخ شفاف بالونمین
سحر کو آئینہ منھ دیکھتا ہی اُنکے گالونمین

کبھی گورِ غریبان مین وہ آئے تو یہ شور اُٹھا
خوشا طالع کہ ہم بھی ہین تمھارے پائمالونمین

رہِ میخانہ سے واعظ اگر پیاسے نکلتے ہین
شراب اکثر عوض پانی کے مین دیتا ہون پیالونمین

جنون بیفائدہ صحرا کی پھر رغبت دلاتا ہی
ابھی دو چار کانٹے ہین مرے تلوونکے چھالونمین

شب فرقت ہون تنہا درد ہی ہو کاش پہلو مین
مین گھبراتا ہون کوئی تو مرا دل بہلانیوالونمین

بھلا بادام و نرگس کو تری آنکھونسے کیا نسبت
بلا تشبیہ کہنا چاہیئے ایسی مثالون مین

ہوا اُسکو بھی گل کردیا چرخِ ستمگر نے
فقط اک شمع تھی میری لحد پر رونیوالون مین

فقیرو تمکو سیاحی کی تکلیفین مبارک ہون
مین گھر بیٹھے جہانکی سیر کرتا ہون خیالون مین

عجب برعکس پروانون کی اُلفت کا اثر دیکھا
جو گردِ شمع پھرتے ہین وہی ہین جلنے والون مین

فصاحت بحث کیا بلبل کریگی مشق تو کرلے
کلیجہ مُنھ کو آئے ہے وہ تاثیر اپنے نالون مین

کچھ اسکے سوا ہم نہین جانتے ہین
جو دل لیگیا اُس کو پہچانتے ہین

نصیحت کو عشاق کب مانتے ہین
وہی کرتے ہین دل پہ جو ٹھانتے ہین

کہانتک سہی جائین اُنکی جفائین
شکایت کرو تو برا مانتے ہین

مین کس طرح نالے کرون اُنسے چھپکر
کہ وہ میری آواز پہچانتے ہین

وہ اُستاد ہون ملکِ عشق و جنون مین
مجھے قیس و فرہاد بھی مانتے ہین

نہ کچھ دردِ فرقت کا احوال پوچھو
ہمین خوب اِسکے مزے جانتے ہین

تری آنکھین کہتی ہین مژگان دکھاکر
یہ وہ تیر ہین جو جگر چھانتے ہین

جو گذری ہے عشاق پر کچھ نہ پوچھو
ستم وہ اُٹھائے کہ دل جانتے ہین

محبت کی سو بار کرتے ہین توبہ
مگر حوصلے دل کے کب مانتے ہین

فصاحت وہی تو ہین اچھے جہان مین
جو اپنے کو سب سے برا جانتے ہین

برابر ہوگئے کیا عاشق و معشوق شہرت مین
وہ اپنی نازکی مین فرد ہم یکتا نقاہت مین

اعزا اقربا نے ساتھ چھوڑا جب مصیبت مین
قناعت ہوگئی میری شریک حال عسرت مین

نہ شمشیرِ قاتل خم ہوئے شوقِ شہادت مین
نمازی جسطرح جھکتے ہین محرابِ عبادت مین

برے ہین یا بھلے ہین ہم نہ ناصح تجکو اس سے کیا
وہ ہے مختار بھیجے ہمکو دوزخ مین کہ جنت مین

تلون طبعی اُس معشوق کی کیا لطف دیتی ہے
عداوت ہے محبت مین محبت ہے عداوت مین

تری تلوار ہے یا کوئی پھولونکی چھڑی قاتل
تعجب کیون نہ ہو خوشبو ہے گلہائے جراحت مین

غل و زنجیر مین جکڑا مجھے اس سے فرشتون نے
مری دیوانگی سے حشر برپا تھا قیامت مین

نہ پوچھو حال یارو چار دن کی زندگانی کا
بسر کی آرزو مین شوق مین ارمان مین حسرت مین

فلک سے شکر ہے دو گز زمین کا بھی نہین طالب
وہ لاغر ہون گرا جاتا ہون خود گرد کدورت مین

فصاحت اہلبیت طاہرین کی مدح گوئی کر
کہ بدلے بیت کے اک بیت ہو تعمیر جنت مین

کالعدم دونو ہوے ایسے نشان ملتا نہین
وان کمر گم ہے یہان مین ناتوان ملتا نہین

اللہ اللہ کیا زر گل پا کے نخوت بڑھ گئی
موسم گل مین دماغ باغبان ملتا نہین

راہرو ملک عدم کے کسقدر جاتے ہین جلد
گرد تو کیسی قدم کا بھی نشان ملتا نہین

داغ دل درد و الم رنج فراق دوستان
دور مین کیا کیا ترے اے آسمان ملتا نہین

لخت دل تیرے چمن سے ہم ملانے لائے تھے
کوئی پھول اس رنگ کا اے باغبان ملتا نہین

ہے یہ شاخ نیر ہجوم گل چمن مین اے بہار
عندلیبونکو مقام آشیان ملتا نہین

خط ہمارا لیکے در پردہ بڑھاتے ہین وہ شوق
کہتے ہین قاصد سے کہدینا مکان ملتا نہین

یار کرتا ہے جفائین آسمان کرتا ہے ظلم
کوئی ان دونو کو مجھسا سخت جان ملتا نہین

اے دہن تو مین نہ کیون دانت آئی پیری کی سحر
صبح ہوتے ہی سرا مین کاروان ملتا نہین

لطف تنہائی ہو سچل لامکان کے اس طرف
سنتے ہین اے بیکسی کوئی وہان ملتا نہین

دیکھ اے غافل غنیمت جان کر قدر شباب
جب بچھڑتا ہے تو پھر یہ میہمان ملتا نہین

یا علی کس سے مدد چاہے فصاحت دہر مین
کوئی ہمسا دستگیر بیکسان ملتا نہین

جو دل گیا ہے جگر تو ہو یار پہلو مین
ابھی ہے کوئی تو مرا دوستدار پہلو مین

دکھا کے یار کو سیماب نامہ بر کہنا
کہ اس طرح سے ہے دل بیقرار پہلو مین

بنا ہے قیس مجاور مین وہ ہون دیوانہ
بجائے تکیہ ہے میرا مزار پہلو مین

ہجوم حسرت و ارمان کہان رہے یارب
عطا ہون دل مجھے دو تین چار پہلو مین

وہ کون دل ہے کہ جسمین تیرا عشق نہین
بھڑک رہا ہے یہ شعلہ ہزار پہلو مین

فلک نے گرد کدورت سے بھر دیا ایسا
یہ دل ہے یا کوئی مشت غبار پہلو مین

خیال یار ہی کہتا کہاں مین ہون
ہزار ہا ہین دل اُمیدوار پہلو مین

عجیب بات وہ کہتے ہین دل مرا دیکر
کہ چند روز رکھو مستعار پہلو مین

شب فراق نہ گھبراؤن ای فصاحت کیون
نہ دوست ہی نہ کوئی غمگسار پہلو مین

دو تو نام کو اس دہر مین انسان ہون مین
ہمہ تن آرزو و حسرت و ارمان ہون مین

ہار لپٹے ہین جو بلبل کی تسلی کے لیے
اب قفس کو ہی یہ دعوی کہ گلستان ہون مین

مجھ سیہ بخت سے یہ فتنۂ محشر کا ہی قول
ایک ادنی سا ترا خواب پریشان ہون مین

اب تو پیوند بھی جامہ مین نہین ہو سکتے
اس سے ای فقر یہ بہتر ہے کہ عریان ہون مین

دفتر کاتب اعمال ابھی دھو جائین
منفعل ہو کے گناہونپہ جو گریان ہون مین

ہاتھ ملتے ہین وہ مہندی کے بہانے پس قتل
یہ تو کیونکر کہین منھ سے کہ پشیمان ہون مین

خاک سے میری ہزارون ہی بنے قوالے
حیف صد حیف پس مرگ بھی گریان ہون مین

حسرتین مُردہ جو تھین گرد کدورت مین ہین دفن
دل نہین ساتھ لیے گور غریبان ہون مین

شمع کہتی ہی کہ ہون گور غریبان مین خجل
سیکڑون قبرین ہین کس قبر پہ گریان ہون مین

رمضان بھر جو قناعت سے بسر کرتا ہون
یہ بھروسا ہی کہ اللہ کا مہمان ہون مین

شادی و غم سے ہی یہ حال فصاحت میرا
کبھی خندان ہون جہان مین کبھی گریان ہون مین

خفا کیون ہوتے ہو منھ سے اگر شعلے نکلتے ہین
ہماری کیا خطا تمنے جلایا ہی تو جلتے ہین

ترے بیمار و لاغر جب کبھی گھر سے نکلتے ہین
بہت آہستہ نبض ناتوان کی طرح چلتے ہین

نمانونگا کبھی قلب جگر بے شبہہ جلتے ہین
مری آنکھون سے اب تو گرم گرم آنسو نکلتے ہین

ہمارے منھ سے ہیبتناک وہ نالے نکلتے ہین
بھلا زندونکا تو کیا ذکر مُردے بھی دہلتے ہین

مزا پوچھے کوئی اُن عاشقون سے سوز پنہان کا
اگر کیطرح جنکے استخوان رہ رہ کے جلتے ہین

خدا کے گھر مین جاکر چھپ رہین زاہد سے کہدو
کہ ہم سے رند میخانہ سے پی پی کر نکلتے ہین

گریبان پھاڑتا ہون چھوڑ کر صحرا نوردی کو
تھکے ہین پھرتے پھرتے پاؤن تو اب ہاتھ چلتے ہین

ہم ایسے دلسے ہین عاجز کہ ہر صورت پہ ہین راضی
نہ روا ہے شمع آکر بزم مین ہم دردمندونکی
جگر کا قول ہے دل کا دیا ہے ساتھ ہمنے بھی
سُنی فریاد پروانہ تو بولی شمع محفل مین
نکلواتے ہین جب وہ سینۂ عاشق سے تیر اپنے
ہم ایسے سوختہ تن جب بہائے جاکے دریا مین
اکیلا مین اُدھر وہ بانی بیداد اُدھر گردون
ادا ہے ناز ہے انداز ہے عشوا ہے شوخی ہے
مرے ارمانو نمین اور اُس حسین مین بماز ہے شاید
عجب برعکس پروانو نکی اُلفت کا اثر دیکھا
نہین بیوجہ گردش آسیا کو روز و شب رہتی
گرادی ٹکرون سے اے جنون دیوار زندان کی
ہوائے آہ گرم قیس کا قائل نہین کوئی
جہا نمین زلزلہ آنے کا ہے اے یار یہ باعث
اگر ہان بھی کہین اقرار وصلت پر نہین سمجھون
حسد سے کیون مبدل ہوگیا ہے رنگ گرد نکا
سر عشاق ہین وہ کاٹتے اس تیز دستی سے

خریدے کوئی تو بیچین جو بدلے تو بدلتے ہین
کہ تجکو دیکھکر اور آنکھ سے آنسو نکلتے ہین
وہ اُس پہلو مین جلتا ہے ہم اس پہلو مین جلتے ہین
اکیلا تو نہین جلتا ارے ہم بھی تو جلتے ہین
محبت دیکھنا قلب و جگر لیکر نکلتے ہین
پکارے مردم آبی کہ ہم پانی مین جلتے ہین
کچھ اسکے وار چلتے ہین کچھ اُسکے وار چلتے ہین
وہ کیا شے ہے کہ جسپر عاشقونکے دم نکلتے ہین
نہ وہ گھر سے نکلتا ہے نہ یہ دلسے نکلتے ہین
جو گرد شمع رہتے ہین وہی سر پھر کے جلتے ہین
غم فرہاد مین پتھر کف افسوس ملتے ہین
نکلنے والے جو دیوانے ہین وہ یون نکلتے ہین
کہ پردے محمل لیلے کے اُڑتے ہین نہ جلتے ہین
لحد مین عاشق مضطر ترے کروٹ بدلتے ہین
کہ اُنکی بات مین دو طرح کے پہلو نکلتے ہین
کسی حسرت زدہ کے شاید آج ارمان نکلتے ہین
کہ نبضین چھوٹتی ہین بعد پہلے دم نکلتے ہین

حسب فرمایش جناب نواب	طریقہ شمع سے سیکھا فصاحت سوز اُلفت کا زبان سے کچھ نہین کہہ سکتے چپکے چپکے جلتے ہین	میر محمد حسین خان فصاحت مرحوم

سب اُسی شمع پہ عاشق ہین بھلا جانتے کون
ایک ہی بات ہے ہم کون ہین پروانے کون

نازِ زندونکی مذمت پہ نہ کر اے واعظ
تجھسے دیوانے کے بکنے کا بُرا مانے کون

جائزہ لیتا ہے ہر اک کا جنون آئی بہار
کون ہشیار رہین اس فصل مین دیوانے کون

معرفت پر تری موقوف ہے میری بھی شناخت
جب تجھے کو نہ مین جانون مجھے پہچانے کون

خم کوئی لاتو ابھی منھ سے لگا لون ساقی
بھر کے ہر بار پئے نشہ مین پیمانے کون

نکلے پروانہ رسائی تری محفل مین ہوئی
جاتے ہین بھبیس بدلکر ہمین پہچانے کون

اقربا دیتے ہین کیون ترک محبت کی صلاح
ہوش ہی مین نہین اپنے ہون کہا مانے کون

کوئی معبود علی کو ہی سمجھتا کوئی عبد
جز خدا اور پیمبر انھین پہچانے کون

بے نیازی کی ہوئی ہی جو تبونکو عادت
ناز یہ اُنکو سکھاتا ہی خدا جانے کون

ای فصاحت تجھے شہرت کی ہی بیکار ہوس
تو بھی شاعر ہی کوئی تجکو بھلا جانے کون

اُڑ جائے کیون نہ یہ تو اسیر قفس نہین
صیاد میرے ہوش یہ کچھ تیرا بس نہین

دُنیائے پیر زال کا کچھ مجھپہ بس نہین
مین ای بخیل مست شراب ہوس نہین

صیاد کے دکھانیکو یون تڑپین بُلبلین
کچھ تنگ آشیان سے زیادہ قفس نہین

تدبیر سے ہر ایک کو قابو مین لائے ہم
پر آپ پر فلک پہ مقدر پہ بس نہین

چپ ہو کے دو گھڑی تو مِنین اہل کاروان
اتنی بھی دردناک فغانِ جرس نہین

ٹکڑے جگر کے مُنھ سے نہ کیون نکلین ہجر مین
پھرتا ہی خنجر آمد و رفت نفس نہین

رنج و ملال آبلہ و داغ زخم و درد
سب کچھ ہی میرے دلمین یہ کوئی ہوس نہین

صیاد مر گیا ہون اُٹھا میری لاش کو
تابوت مجھ اسیر کا ہی اب قفس نہین

گلگیر کاٹتا ہی سر شمع بزم مین
حسرت سے دیکھتے ہین پتنگے یہ بس نہین

کیا کاروان ملکِ عدم کا پتا لے
پیچھے نہین غبار تو آگے جرس نہین

اللہ ری ناتوانی بیمار ہجر یار
حد ہو گئی تحمل بارِ نفس نہین

تخصیص ایک رُخ کی نہین ہی کہین پڑے
میری نگاہِ شوق یہ کچھ انکا بس نہین

دریائے اشک مین ہی جو بلبل کے تیرتا
صیاد یہ حباب ہے گویا قفس نہین

بیشک ہے اپنا ظاہر و باطن فصاحت ایک
دلمین تو کیا زبان پہ بھی لفظ ہوس نہین

تابان گلے مین طوق جو اُس سیمبر کے ہین
رُخ چاند سا قمر ہی یہ ہالے قمر کے ہین

نالے ہمارے روکین سگے آہ رقیب کو
یہ پاسبان رات کو بابِ اثر کے ہین

کعبہ کی راہ بند ہے یا بتکدہ کی ہے
یہ لوگ جمع اُنکی گلی مین کدھر کے ہین

بھیجا ہے اُسنے خوب مرے نامہ کا جواب
خط پُرزے پُرزے ہاتھ قلم نامہبر کے ہین

دن بھی فراق کا ہی غضب رات بھی ہی قہر
مشتاق پہلے شام کے تھی اب سحر کے ہین

بیجا ہین ہم فقیرون سے یہ ناز یہ غرور
گر آپ بادشاہ ہین تو اپنے گھر کے ہین

تصویر پشت آئینہ پر ہے جو آپ کی
مشتاق ہم اِدھر سے زیادہ اُدھر کے ہین

حورین بہشت مین ہین تو پریان ہین قاف مین
دل سے تو پوچھ لون کہ ارادے کدھر کے ہین

دل تڑپے گر تو کون سنبھالے فراق مین
یہ دونون ہاتھ تھامنے والے جگر کے ہین

بعد فنا نجف مین فصاحت لحد بنے
جاگیر کی ہوس نہ طلبگار زر کے ہین

گل تر بھی ہین مگر اُنکے گنہگارون مین
بے سبب بندھ کے نہین آئے ہین یہ ہارونمین

وہ سمجھ جائینگے لایا ہون دل و جان و جگر
کیا کہون مُنھ سے کہ مین بھی ہون خریدارونمین

ہو نہین عشاق مین محسوب یہ تقدیر کہان
کاش لکھین وہ مرا نام گنہگارونمین

آئنہ کی نہین حاجت ہمین صبح شب وصل
اُٹھکے مُنھ دیکھتے ہین یار کے رخسارونمین

ہار یاقوت کے تیار کیے اُنکے لئے
گوندھکر لخت جگر آنسوؤنکے تارونمین

بڑھ گئی آتش گل ابکی چمن مین ایسی
شک نہو پھول ملادو اگر انگارونمین

دل دُکھانے کی مرے خوب نکالی تدبیر
نام غیرونکے لکھے یار نے دیوارونمین

عشق نے کی عجب اک حالت ثالث پیدا
ہے تمہارا اپنا صحیح نہین نہ بیمارونمین

آبلے میرے یہ پھوٹے ہین کہ سیراب ہے دشت
سبزی آئی ہی طراوت کے سبب خارونمین

آنکی افشان کے جو ذرے ہین زمین پر گرتے
آسمان شب کو ملاتا ہی اُنھین تارونمین

حشر مین دید کا وعدہ ہے رہینگے محروم
ہم گنہگار کھڑے ہونگے گنہگارونمین

بار بار آئنہ دیکھا نہ کرین آپ حضور
کہین دھبا نہ لگے چاند سے رخسارونمین

استخوان کھاتے ہین مجھ سوختہ جانکے تو ہما
دیکھنا آبلے پڑ جائینگے منقارونمین

ہمسری ساعد پر نور سے تیرے نہ کرے
شمع لٹکائی گئی اسلئے بازارونمین

نہین داغون کی جلن دل مین کدورت کے سبب
بجھ گئی راکھ سوا جب ہوئی انگارون مین

ہاتھ تنے عاصی تری رحمت نے ہین بخشے دم حشر
پارسا کہتے ہین ہم بھی ہین گنہگارون مین

ابر و باغ و مے و معشوق سے ہی لطف حیات
ہائے یان ایک میسر نہین اِن چارون مین

فرش گل خار تھا جن ہڈیونکو زیست مین کل
آج وہ ہین زغن و زاغ کی منقارون مین

بڑھتی جاتی ہی تری آنکھون مین یون شرم حیا
پرورش جیسی ہو اطفال کے گہوارون مین

عشق بلبل کا اثر اور گلون پر کیسا ہو
نکلے ہین چاک گریبان کیئے بازارون مین

کربلا پھر کہین ہو جائے فصاحت کو خدا!
نام تحریر ہو پھر شاہ کے زوارون مین

ظلم پنہان ہین لب یار سہے جاتے ہین
ضبط کرتا ہون مگر اشک بہے جاتے ہین

مجمع عام ہے منہ پھیر و ادھر بھی للہ
اسطرف طالب دیدار رہے جاتے ہین

میر گریہ ترے رونے سے ہے دونا اے شمع
شب تو کیا دنکو بھی یان اشک بہے جاتے ہین

بے سبب اشک ہمارے نہین سرخی مائل
آبلے پھوٹ گئے دل کے بہے جاتے ہین

داستان کی جو وہ کرتے ہین کبھی فرمائش
حال دل ہم بھی کہانی مین کہے جاتے ہین

اے فلک تیری جفاؤنکا تحمل نہ رہا
وہ ستم کرتے ہین ایسے کہ سہے جاتے ہین

وعدۂ وصل پہ آتے ہی نہ تھے وہ مرے گھر
آگئے ہین اب تو بہر رات رہے جاتے ہین

خون کے آج یہ قاتل نے بہائے دریا
لاشے مقتل سے شہیدونکے بہے جاتے ہین

قبر پر کہتے ہین مجھ اہل سخن کی احباب
چین سے سوتے ہو یا شعر کہے جاتے ہین

ہجر ہین سو بھی گئے ہم تو نہ رونا چھوٹا
بند آنکھین ہین مگر اشک بہے جاتے ہین

جذ ہوئی ہجر مین رونیکی کہان کے آنسو
ابتو ڈھیلے مری آنکھونکے بہے جاتے ہین

شاعر و داد سخن چاہئے دل بڑھتا ہے
خون گھٹتا ہے تو دو شعر کہے جاتے ہین

کہدو تھم تھم کے ذرا حامل تابوت چلین
ہائے تھک تھک کے سب احباب رہے جاتے ہین

اے خوشا حال خوشا بخت فصاحت جو لوگ
کربلا سے کبھی آتے ہین نہ گہے جاتے ہین

پھر تڑپے بدلے رقص کے طاؤس باغ مین
سوزش ہو دو گھڑی بھی اگر ایک داغ مین

روشن ہے داغ کیا دل بلبل کا باغ مین
لائے کا بھی شمار رہے شب کو چراغ مین

کیا عندلیب زار بھلا اُڑ کے جا سکے
پھیلے ہوئے ہین جال رگ گل کے باغ مین

ساقی کا میکدے مین تکلف تو دیکھنا
روغن کی جا شراب جلائی چراغ مین

ملتا ہے جنکو دور فلک مین اُٹھا کے رنج
دینار کا شمار وہ کرتے ہین داغ مین

ابکی یہ انقلاب ہوا آتے ہی بہار
طاؤس دشت مین ہین تو آہو ہین باغ مین

آج اُسنے قتل کرکے ہمین کی جو روشنی
لیکر ہمارا خون بھرا ہر چراغ مین

منعم شراب پیکے نہ بدمست اور ہو
نشۂ ابھی تو زر کا بھرا ہے دماغ مین

خونین سرشک ملکے جو روئی ہین بلبلین
پانی گلابی آج ہوا نہر باغ مین

کیا کہتے ہو قرار نہ آتا رقیب کو
ہر دلمین داغ پر نہین سوزش ہو داغ مین

قائل ہو نمین کرامت فصل بہار کا
اگر ہو مسیح نرگس بیمار باغ مین

وہ اپنے گھر مین دین جو مجھے روشنی کا حکم
لکھا ہوا جلاؤن فتیلہ چراغ مین

کیا شاد شاد بلبل شیراز کی ہو روح
تحریر بوستان جو ہو دیوار باغ مین

ساتون جہنمون مین بھی ہوگی نہ اتنی آگ
جتنی بھری ہے ایک مرے دل کے داغ مین

مجھ میکش حریص کی مٹی سے گر بنے
بھر دے کوئی شراب تو ہو خشک ایاغ مین

پروانونکو ذلیل کیا شب کو آپنے
بدلے لگن کے شمع جلائی چراغ مین

سر سے جو اُنکی آنکھونکا ملجائے تو بھرون
ناسور پڑ گیا ہے مرے دل کے داغ مین

غزلین کہین زیادہ فصاحت جو آجکل
ضعف آگیا بہت مرے قلب و دماغ مین

تری چتونکو خوبان سے رخ فتنہ گر سمجھتے ہین
فلاخن تجھکو سیارونکو ہم پتھر سمجھتے ہین

جو اہل وضع ہین کیا مال سیم و زر سمجھتے ہین
فقط اک آبرو کو بے بہا گوہر سمجھتے ہین

کوئی جا دون سے پوچھے قیس کی صحرا نوردیکو
جو گذرین کوہکن پر سختیان پتھر سمجھتے ہین

لگا ہو نکو مژہ کو ابرو دنکو آپکے عاشق
سنان و تیر و تیغ و دشنہ و خنجر سمجھتے ہین

تجھے بھی اے لحد مہمان نوازی چاہیئے کرنا
قیامت تک رہینگے ہم تو اپنا گھر سمجھتے ہین

تمیز انکو مرے دل اور قلب غیر مین کیا ہو
کہ جو پتھر کو شیشہ شیشے کو پتھر سمجھتے ہین

کرامت حضرت پیر مغان کی تو نہین سیکھی
ابھی ہم رند معنی خط ساغر سمجھتے ہین

چمن مین امر و نہی عشق گو ہین گوش گل سنتے
مگر قمری کو واعظ سرو کو ممبر سمجھتے ہین

پڑھا کرتے ہین اکثر فاتحہ خوش ہو کے صنعت پر
ہم آئینہ کو فرضی قبر اسکندر سمجھتے ہین

بصد انصاف گر پوچھو تو اپنی پردہ پوشی سے
پراے عیب کو ہم ڈھانکنا بہتر سمجھتے ہین

تکبر سے وہ کہتے ہین جلا کر مردۂ عاشق
ہم اعجاز مسیحائی کو اک ٹھوکر سمجھتے ہین

کسی کا اے برہمن کام کچھ نکلے تو قائل ہون
بتو تمکو تو خدا کہتا ہے ہم پتھر سمجھتے ہین

رہے ہین بے اجازت جو غم و رنج و ملال آ کر
یہ سب شاید دل عاشق کو وقفی گھر سمجھتے ہین

دہن وا ہوتے ہی لٹجاتے ہین گوہر مضامین کے
جو گویا ہین وہ خاموشی کو قفل در سمجھتے ہین

مین عاشق ہون پہ ان عشاق مین گنتی نہین میری
معاذ اللہ جو قاصد کو پیغمبر سمجھتے ہین

نہین ہے بات کی برداشت ہم نازک مزاجونکو
طبیعت کے کشیدہ ہونے کو خنجر سمجھتے ہین

حسینونکو جہا مین لذت دیدار ملتی ہے
ہم آئینہ کو بھی گویا سخی کا گھر سمجھتے ہین

وہ جھوٹی قسمین کھاتے ہین ہزارون باتون مین
معاذ اللہ کیا قرآن کو میرا سر سمجھتے ہین

فصاحت ہم رگڑتے ہین جبین اس در کی چوکھٹ پر
اُسے صندل براے دفع درد سر سمجھتے ہین

گئے احباب عدم کوئی بتاتا ہے کہ نہین
دیکھنا خاک پہ نقش کف پا ہے کہ نہین

بے ادب بیٹھ گیا جا کے رقیب گستاخ
اُس سے کیا کام تری بزم مین جا ہے کہ نہین

ملک الموت جو ملجائین تو اتنا پوچھون
مرض ہجر سے عاشق کی قضا ہے کہ نہین

جب اکھاڑا در خیبر تو صدا آتی تھی
کافرو دیکھو علی دست خدا ہے کہ نہین

آکے بالین پہ دم نزع وہ فرماتے ہین
اب کبھی صورت نہ دکھانے کا گلا ہے کہ نہین

ہمسری کرکے اس ابرو سے ہوا کیا بدنام
مہ نو دیکھ لو انگشت نما ہے کہ نہین

ادہر شیفتۂ قد کو وہ سمجھاتے ہین
یہ بھی کرتے نہین تحقیق خطا ہے کہ نہین

پہلے اک جام مے ہوش ربا پی لیجے — بعد مین آپ سے پوچھونگا حیا ہے کہ نہین
فصل گل آنے کی پہچان ہے یہ میخوارو — دیکھ لو جاکے در میکدہ وا ہے کہ نہین
ملکے تلوون سے جو پھینکا مرا دل اُسنے کہا — بیقراری کا کہو اب بھی گلا ہے کہ نہین
مُنھ عبث پھیرے ہو پوچھو تو وفا سے اپنی — ذبح کرنا مجھے اِسطرح روا ہے کہ نہین
عشق مین حال یہ میرے نہ ہنسو بے دردو — کبھی تمپر بھی کوئی وقت پڑا ہے کہ نہین

ذکر عشاق یہ یون پوچھتے ہین اُنسے لوگ
باوفا کوئی فصاحت سے سوا ہے کہ نہین

بڑھے گا درد پھر قلب و جگر مین — جو کچھ تخفیف ہو گی درد سر مین
ہماری آہ ہجر سیمبر مین — پھری برسون تمنائے اثر مین
بھری ہین شوخیان سارے جہان کی — ہماری طبع مین اُن کی نظر مین
جو وہ تھم تھم کے جائین غیر کے گھر — کھٹک رہ رہ کے ہو میرے جگر مین
فلک پھر اپنی گردش سے ملائے — کمی ہو جب مرے دوران سر مین
خوشی دل مین جو صبح عید کی تھی — بنائین اُسنے زلفین رات بھر مین
حیا و شوخی و قہر و عنایت — سبھی کچھ ہے کسیکی اک نظر مین
بہلائے شمع نے اُتنے ہی آنسو — جلے پروانے جتنے رات بھر مین
نکلکر مہر کے تار شعاعی — اُلجھتے ہین گریبان سحر مین
گھڑی بھر کے لیئے آئے وہ اے آہ — اثر یہ بھی ہے کیا کوئی اثر مین
نہ ضایع آتش فرقت ہوائے عشق — بچے جو دل سے وہ بھر دے جگر مین
لہو ہو کر بہا کیون دل ہمارا — کوئی جادو تھا کیا ان کی نظر مین
فلک دے گوہر انجم آنکھین نذر — اکھٹا کر گے دامان سحر مین
ہو احسن ملیح یار کو ناز کا — نمک بھر کر مرے زخم جگر مین

سیہ کاریکو چھوڑو اے فصاحت
سفیدی آچکی ہے موئے سر مین

شکر کرتا ہون یہ بدنامی مقدر مین نہین
عیب سب ہین پر تکبر کی ہوا سر مین نہین

چاہتا ہون پھیل جائے میرے ارمانونکی بھیڑ
اتنی گنجائش بھی تو میدان محشر مین نہین

نقش پائے یار کی جیسی ہے تربت پر بہار
واقعی یہ کیفیت پھولونکی چادر مین نہین

تیری ہمت جتنی ہو ساقی پلائے جا شراب
اپنے منھ سے کیا کہون ایک ساغر مین نہین

کہدیا ہوتا کسی نے کاش یہ شداد سے
دیکھنی سیر ارم تیرے مقدر مین نہین

ہجر مین آنکھین کھلی رہتی ہین تارون کیطرح
میرے نیند آنیکی ساعت کوئی شب بھر مین نہین

دید کے قابل ہے ساقی حرص مجھ میخوار کی
پی شراب اسطرح سے تلچھٹ بھی ساغر مین نہین

آپنے تو وعدۂ دیدار کو پورا کیا
پر کسیکو دیکھنے کا ہوش محشر مین نہین

دوستو دھوکے سے وہ آکر نہ پھر جائین کہین
نام تو کندہ مرا مرقد کے پتھر مین نہین

آئین کیا رند خراباتی تری مسجد مین شیخ
کچھ سواے بوریا اللہ کے گھر مین نہین

صندلی اپنا دوپٹہ وہ سونگھا کر کہتے ہین
میری خاطر سے نہ کہنا درد تو سر مین نہین

استخوان مجھ دل جلے کے دیکھ کر بولا ہما
رزق تو پایا مگر کھانا مقدر مین نہین

ہے بعینہ دیدۂ مخمور جانان تو مگر
ساقیا نشہ کے ڈورے چشم ساغر مین نہین

کون کہتا ہے وہان آرام سے ہوگی بسر
سنتے ہین ہم شمع تک بھی گور کے گھر مین نہین

شیخ کیون جاتا ہے میخانہ سے گھبرایا ہوا
دیکھو بوتل تو چھپائے کوئی چادر مین نہین

شیشۂ دل توڑ ڈالے سیکڑون شیخ خلق نے
بد زبانی مین وہ سختی ہے کہ پتھر مین نہین

شوق نے میرے کہا جب ایکدن ہوگا وصال
بیوفائی آنکی بول اٹھی مقدر مین نہین

رات بھر مجھ ناتوان نے لی ہین صدہا کروٹین
ہمدمو دیکھو کوئی کانٹا تو بستر مین نہین

اے فصاحت عاشقونکا جائزہ وہ لیجیے
واے محرومی ہمارا نام دفتر مین نہین

بیکار ہم حسینون کے آگے حقیر ہین
دل ابتلک جوان ہے کہنے کو پیر ہین

خوش ہوکے مست برہنگی مین فقیر ہین
کیا خوشنما بدن پہ نقوش حصیر ہین

پیتے مے ولاے جناب امیر ہین
ہم رند مست بادۂ خم غدیر ہین

فرہاد و قیس کیون نہ رہین دشت و کوہ مین
معزز دل ملک عشق کے یہ دو وزیر ہین

ناساز ہی طبیعت صیاد آجکل
ہونگے رہا قفس سے جو بلبل اسیر ہین

ضبطی کریگا خانہ زاہد کی کیا عسس
عمامہ ہی ظرف وضو ہین حصیر ہین

کہند و سیمجھ کے تیر حوادث فلک لگائین
ہم عاشقونکے پاس بھی آہونکے تیر ہین

آنکھونکو اختیار سیاہ و سفید ہے
تم شاہِ ملک حسن ہو یہ دو وزیر ہین

کیا ملک جسم مین ہے عناصر کا انتظام
ہے روح بادشاہ یہ چارون وزیر ہین

کوچے مین انکے جب سے نہین سائلونکی روک
عاشق ہزارون بھیس بدل کر فقیر ہین

صیاد بلبلون سے نہ گلشن کا حال پوچھ
برسون گذر گئے کہ قفس مین اسیر ہین

عاشق کے دلکو ابرو و مژگان حضور کے
تلوارین ہین سنانین ہین خنجر ہین تیر ہین

اے آسمان تو بھی یہ انداز سیکھ لے
وہ جتنے ظلم کرتے ہین سب دلپذیر ہین

چوری خدا کے گھر مین کرے کون زاہدا
مسجد مین اک چراغ ہے یا کچھ حصیر ہین

ملک شریعت نبوی مین ہو کیا خلل
یاران ایک بادشاہ کے بارہ[12] وزیر ہین

انکو طریق عشق مین کل اختیار ہے
اعضا مرید حضرت دل سبکے پیر ہین

رتبہ دیا یہ حسن خداداد نے تجھے
دنیا کے بادشاہ ترے در کے فقیر ہین

جھگڑا نکالتے ہین یہ ہر روز اک نہ ایک
کیا بانی فساد تمھارے مشیر ہین

جو چاہین مجھ سے پوچھین نکیرین قبر مین
کیا ڈر مرے معین جناب امیر ہین

محروم صید گہ مین کسیکو نچھوڑئے
ترکش مین آپکے ابھی دو چار تیر ہین

محشر مین شرم بخشنے والے کے ہاتھ ہے
رحمت وسیع ہے تو گنہ بھی کثیر ہین

اس دام زلف مین ہو دلونکا شمار کیا
گنتی مین جتنے بال ہین اُتنے اسیر ہین

بلبل یہ ہون کہ سنکے مری نغمہ سنجیان
منقارین اپنی بند کیے ہمصفیر ہین

لین کس سے آہ جا کے فصاحت سخن کی داد
ہین میر و میرزا نہ انیس و دبیر ہین

جو رزق قسمتِ عاشق مین ہے وہ پاتا ہون
قوائے صبر و تحمل کے تلخ کھاتا ہون

بتون کے جور و ستم سے جو تنگ آتا ہون
دعا کو سامنے خالق کے ہاتھ اٹھاتا ہون

وہ بولے پاؤن سے ملکر مرا دل مردہ
مسیح سے نہ بچے جو اُسے جلاتا ہون

ہوا فساد جو عشاق مین تو وہ بولے
مین آب تیغ سے یہ آگ ابھی بجھاتا ہون

پہونچ کے کعبہ مین اے شیخ منتظر رہنا
ابھی مین دیر برہمن سے ہو کے آتا ہون

ظروف میکدہ ٹوٹین کہین نہ میخوارو
سنبھالو مجکو مین نشہ مین لڑکھڑاتا ہون

عجیب بات ہے کہتا ہے فخر سے وہ بت
خدا بناتا ہے بندونکو مین مٹاتا ہون

کلام پھلتا ہے تو اعتراض ہوتے ہین
مثال نخل ثمردار چوٹ کھاتا ہون

جہانمین قول ہے زر کا نہ کیون ہو قدر مری
ہزار عیب مین انسان کے چھپاتا ہون

جو راہ کعبہ کی حجاج پوچھتے ہین کبھی تو
بتا مین کوچۂ دلدار کا بتاتا ہون

تمھارے ہاتھ سے مجروح ہونیکی ہے یہ حرص
کہ زخم کھائے کوئی مین نظر لگاتا ہون

مجاورت کے لیے کربلا مین ہند سے مین
خدا نے چاہا فصاحت اگر تو جاتا ہون

نہین معلوم ہر اک خاک پہ سر ہے کہ نہین
دوستونکو مری مرنے کی خبر ہے کہ نہین

آنکی دزدیدہ نگہ پہلوئے نیبر ہے کہ نہین
عاشقو ڈھونڈھو تو قلب اور جگر ہے کہ نہین

مجکو دکھلا کے یہ کہتے ہین وہ صبح شب وصل
خالِ رُخ رشک وہ نجم سحر ہے کہ نہین

دیکھتے جاؤ جو اٹھلا کے چلے ہو گھر سے
حشر برپا اک ادھر اور ادھر ہے کہ نہین

بولے جھنجھلا کے وہ در پر جو پڑے دیکھا مجھے
اُٹھ کے جائے کہین کمبخت کا گھر ہے کہ نہین

رخ مری سمت سے پھیرا تو ہے پر کیا معلوم
انکی اغیار پہ بھی ترچھی نظر ہے کہ نہین

پوچھے راہیِ عدم سے کوئی ہمراہ ترے
توشہ کچھ ہے کہ نہین زاد سفر ہے کہ نہین

آزمانے کے لیے سنتے ہین رندلے واعظ
کہ تری وعظ کے فقرونمین اثر ہے کہ نہین

دل پہ رکھے ہوے ہاتھ آئے ہو گھبرائے ہوے
سچ بتاؤ مرے نالونمین اثر ہے کہ نہین

دیکھو تو غیر کو تمنے جو اُٹھائی ہے تیغ
وہ مری طرح جھکائے ہوے سر ہے کہ نہین

ہے غضب سینہ سے ڈھلکا ہے دوپٹہ سر بزم
نگران غیر ہین کچھ تمسکو خبر ہے کہ نہین

مجکو سمجھا کے یہ کہتے ہین فصاحت احباب
آپ بھی سوچیے اُلفت مین ضرر ہے کہ نہین

واہ ہاتھ ان کے بہر طور چلے جاتے ہین
مل چکے مہندی اب اس دلکو ملے جاتے ہین

پاؤن رکھتے ہوے رہگیر چلے جاتے ہین
دل ہزارون ترے کوچے مین ملے جاتے ہین

ہم تجھے ہجر مین اے سوز درون مان گئے
استخوان شمع کے مانند جلے جاتے ہین

کوچۂ عشق کی راہون سے نہین ہم واقف
جسطرف دل لیے جاتا ہے چلے جاتے ہین

ہوتی ہے میرے لیے تیغ نگہ پر صیقل
یہ سبب ہے جو وہ آنکھونکو ملے جاتے ہین

جانب میکدہ اُٹھی ہے وہ گھنگھور گھٹا
غل مچاتے ہوے میخوار چلے جاتے ہین

روٹھنے مین بھی تو شوخی نہین جاتی اُن کی
چُپکے بیٹھے ہین مگر دل کو ملے جاتے ہین

ہاے کیا ہو گئے یارب وہ بتون کے جوبن
دوپہر تو یہ نہین ہین جو ڈھلے جاتے ہین

داغ سوزان سے چھڑاتا ہون مین بچا ہا یارو
پھر یہ فریاد نہ کرنا کہ جلے جاتے ہین

آپ کی چال تو مستانہ بہت اچھی ہے
دل مگر دیکھنے والونکے ملے جاتے ہین

توبہ اے گرمی خورشید قیامت توبہ ہو
اب نہین تاب گنہگار جلے جاتے ہین

میرے مرتے ہی نہ کیون ہون متفرق احباب
شمع بجھتی ہے تو پروانے چلے جاتے ہین

بار بار اُن سے شب وصل لپٹتا ہون جو مین
ہار مین پھول جو ہین مفت ملے جاتے ہین

شمع لائی ہے جو پروانے تو آزردہ نہ ہو
دیکھتے جاؤ یہ دم بھر مین جلے جاتے ہین

یون نہ منھ پوچھو اگر پڑ گئی ہے گرد نظر
دیکھو دونو گل رخسار ملے جاتے ہین

کل نہ تم غیر کو پھولون مین بسانے دیتا
آج پوشاک مین ہم عطر ملے جاتے ہین

مجھ کو ہے شومئی تقدیر فصاحت مانع
کربلا قافلے ہر روز چلے جاتے ہین

مین جسے سہہ نہ سکون وہ تری بیداد نہین
تو جسے سُن کے ڈرے وہ مری فریاد نہین

غل مچایا جو عنادل نے تو وہ کہنے لگے
آج ہم آئے تو لو باغ مین صیاد نہین

مجھ سے کیا پوچھتے ہو میری وفاؤن کا شمار
گنتی کیا اپنی جفاؤن کی تمھین یاد نہین

ظلم کرکے جو پشیمان ہو ستمگر وہ کیا
قتل کرکے جسے رحم آئے وہ جلاد نہین

اہل حیرت کو امان ہی ضرر دشمن سے
مرغ تصویر کو کچھ دہشت صیاد نہین

جب کہا اُن سے کہ کل وعدہ تھا کیا سوچئے تو
نازسے بولے ترے سر کی قسم یاد نہین

باغ کا ذکر کیا کرتے ہین آ بسمین اسیر
دہشت برہمیِ خاطر صیاد نہین

دیکھکر حال مرا اُن سے یہ کہتے ہین لوگ
اُسپہ یہ ظلم جسے طاقت فریاد نہین

یاد ہے شمع پہ پروانون کا صدقے ہونا
ہم بھی تو گرد پھرے تھے ترے یہ یاد نہین

کیون نہ شیرینِ ترے ہاتھون سے اُوڑے رنگ حنا
یہ تو کچھ سرخیِ خون سرِ فرہاد نہین

کیون نہ گھبرائے بھلا کنج قفس مین بلبل
پرورش یافتۂ دامن صیاد نہین

چاک کرنے کو بڑھا ہی تو بڑھے پنجۂ غم
آہ کیا بخیہ کن دامن فریاد نہین

نامرادی ہے عبث ڈھونڈھتی رہنے کی جگہ
کیا جہان مین لحد عاشق ناشاد نہین

ساکن کوچۂ دلدار فصاحت خوش ہین
یہ بھی کیا خلد ہے جسمین کوئی ناشاد نہین

سچ ہے اُن بندون کا دنیا مین بھلا ہوتا نہین
مہربان جن پر نصیری کا خدا ہوتا نہین

ہم غریبون کا کبھی نالہ رسا ہوتا نہین
خشک چرخ پیر کا دست جفا ہوتا نہین

کیونکر اُس کے پاس پہونچے عاشق زار نحیف
بوے گل بنتا نہین رنگ حنا ہوتا نہین

ہمسری کرتے ہین اُس دندان سے دریا مین گہر
ہر بھنور کیون پسینے کو آسیا ہوتا نہین

ہم نے مانا ہے نہایت تلخ لقمہ صبر کا
بارہا کھایا مگر منھہ بدمزا ہوتا نہین

غیر کو بوسہ دیا تو نے بھری محفل مین آج
اُسپہ یہ طرہ کہ شرمندہ ذرا ہوتا نہین

عالم پیری مین جو چلتا نہین راہ صواب
پانؤن کیون وہ خشک مانند عصا ہوتا نہین

دور ہین اُنکے درِ مہر و وفا مسدود ہے
بند باب ظلم و بیداد جفا ہوتا نہین

پھولونکا ہنسنا اگر کا جلنا رونا شمع کا
شام ہوتے ہی مری تربت پہ کیا ہوتا نہین

گر ضرر اپنا کرے تو اورون کو پہونچائے نفع
جبتلک پتھر نہ ترشے آسیا ہوتا نہین

قیدیو سن رکھوا تو ہے یہ آئین قفس
چُپ رہے میری طرح جو وہ رہا ہوتا نہین

ہو فقیر اگر کوئی مہمان تو آسائش نہ ہو	بادشاہ کے گھر مین کوئی بوریا ہوتا نہین
دام ہین شاید لکیرین بھی کف صیاد کی	کیون پریدہ طائر رنگ حنا ہوتا نہین
پاسبان سے قصہ جھگڑا غیر سے دربان سے جنگ	جب ہم اُس کوچے مین جاتے ہین تو کیا ہوتا نہین
مشک زخم دل ہین عاشق نے بھرا تو لطف کیا	بے نمک چھڑکے تڑپنے کا مزا ہوتا نہین

کہتے ہین لوگ آجکل سنکر فصاحت کا کلام
شعر اچھے ہوتے ہین لیکن مزا ہوتا نہین

گرسوز داغ کب دل بیتاب مین نہین	دیکھو نفاق آتش و سیماب مین نہین
باغ آسمان کا شب کو کھلا بھی تو لطف کیا	خوشبو تو نام کو گل مہتاب مین نہین
گردش کرے ہزار مرے بحر اشک مین	لیکن شمار چرخ کا گرداب مین نہین
مسجد مین مے جو شیخ نے پی ہے تو زلزلہ	دیوار مین نہین ہے کہ محراب مین نہین
کیون مردہ حسرت اس دل بیتاب مین گڑی	تربت تو کوئی معدن سیماب مین نہین
اے قبر تو نہ مجکو دبا سکتی اسطرح	افسوس یان کوئی مرے احباب مین نہین
گلشن مین انکے خوب کھلا چاندنی کا پھول	ایسی شگفتگی گل مہتاب مین نہین
جو انتظار مین ہو سکے بغیر خواب	اس آنکھ سے کب اشک روان خواب مین نہین
ملے یہ عکس کیا ترے دندان کا پڑ گیا	اب کچھ بھی گرد موتیون کی آب مین نہین
بیت یہ میری آکے ہنون خندہ زن عدو	اتنا اثر بھی گریۂ احباب مین نہین
ہم عاشقون کی خاک کے ملنے سے گرد شین	جو گرد باد مین ہین وہ گرداب مین نہین
مہندی لگا کے پاؤن مین آرام کیجیے	جانا حضور کو تو کہین خواب مین نہین
کیا تیز و تند کھنچنے کا قائل ہون ساقیا	چھالا زبان موج مے ناب مین نہین
کچھ ان دنون جگر مین ہین وہ بیقراریان	کمبخت جو مرے دل بیتاب مین نہین
محتاج جمع کیا کرین جاڑے کیو اسطے	گرمی تو بنئہ کف سیلاب مین نہین
کہتے ہین شب کو پاؤن وہ رکھکر پلنگ پر	دھبا تو کوئی چادر مہتاب مین نہین
افشان لگا کے دیکھیے منہ ہر باغین	جوہر حضور آئنۂ آب مین نہین

دریا مین سیر شعلہ جوالہ دیکھ لو
ضو اُسکے رخ کی رات کو گرداب مین نہین

تیر جفاے چرخ فصاحت غضب کے ہین
محفوظ کوئی عالم اسباب مین نہین ۷

بے یار شمع یون ہی فانوس انجمن مین
ہو دل جلے کا مردہ جسطرح سے کفن مین

کپڑے ہمارے ثابت رہتے نہین ہین تنہین
دست جنون سے صدہا ہین چاک پیرہن مین

نالے جو آتشین ہین صحرا مین ہمنے کھینچے
اُترا ہے مُنھ چڑھی تپ ہر شیر نر کو بن مین

حلقے سے زلف جانان کے دل بچے کا کیونکر
ہے زہر اثر دہے کا اس سانپ کے دہن مین

آئی قضا ادا سے ٹھوکر سے جی اُٹھے ہم
کیا فتنہ قیامت ہی آپ کے چلن مین

تصویر یار کھینچی تو عقل ہو گئی گم
مانی نے تنگ آکر نقطہ دیا دہن مین

اعضا کو یاد کر کے زلفون مین دل ہی گتنا
مین تو یہان پھنسا ہون احباب ہین وطن مین

سینہ پہ داغ عصیان سوزان ہوے جو مرکر
بھاہا تہا شہادت نامہ مرے کفن مین

کیسی ہی ہو مصیبت ہوتی ہی جلد آسان
تاثیر ہے فصاحت کیا نام پنجتن مین ۸

جب تلک معجز بیان ہوتا نہین
نامور شاعر یہان ہوتا نہین

بے جھکے آفاق مین انسان کو
اوج مثل آسمان ہوتا نہین

وہ مرے لاشے کو کاندھا دے چکے
کیا سبب اب کیون روان ہوتا نہین

کیون بتائین آپ اسے طرز جفا
ملتجی تو آسمان ہوتا نہین

اس مژہ کی پھانس اب کھٹکی وہان
درد سینہ مین جہان ہوتا نہین

صورت عنقا نہ ہو گر بے نشان
نام مشہور جہان ہوتا نہین

تو کمی کرتا نہ ظلم و جور مین
مین بتنگ اے آسمان ہوتا نہین

رو سکین اے شمع ہم کیا پیش یار
جب ترا آنسو روان ہوتا نہین

اے حباب عشق اجازت دیجیے
ہم سے اب ضبط فغان ہوتا نہین

جب تلک انسان نہ ہو سوز و گداز
شمع بزم دوستان ہوتا نہین

دیکھ لین اُسکی ستم ایجادیان
اشک کیون آنکھون مین آکر بھر گئے

پھر بھی شاگرد آسمان ہوتا نہین
اُلٹا دریا تو رواں ہوتا نہین

وصل مین بھی ہجر کے اندیشہ سے
مین فصاحت شادمان ہوتا نہین

یہ عارض ایسے ہین گل ہمسری کی تاب نہین
ترے چمن مین ہین سب پھول پر گلاب نہین

چمن مین اُسکو عنادل سے کچھ حجاب نہین
کہ روے شاہد گل پر کوئی نقاب نہین

لکھا ہی اُنکے مرقع پہ ہم نے یہ مصرع
جہان مین صاحب تصویر کا جواب نہین

بلند دن کو ہوئی ہین جو میری سرد آہین
تو گرم موسم گرما مین آفتاب نہین

شراب پیتا ہی چھپ چھپ کے زاہد مکار
ہی شرم بندون سے اللہ سے حجاب نہین

چلے نہا کے وہ دریا کا دل اُمنڈ آیا
یہ ڈبڈبائی ہوئی آنکھ ہی حباب نہین

بناتے اس دل زخمی کے سیکڑون چھاہے
یہ دستیاب ہمین آپ کی نقاب نہین

بلا کے رندونکو دھوکا دیا ہے ساقی نے
بندھا ہی منھ یہ ہین خم کا مگر شراب نہین

ہے میکدہ تراخخانۂ فلک سے رفیع
یہ ساقی اسمین کوئی جام آفتاب نہین

ہمارے دلمین ہین ناسور داغ چھالے زخم
یہ عشق کی ہی عنایت کہ اضطراب نہین

سوال دید جب اُس در پہ جا کے ہم نے کیا
جواب آیا تجھے دیکھنے کی تاب نہین

تمھارے سامنے کیا آئین لوگ ڈرتے ہین
مگر کھنچی ہوئی تلوار ہی شباب نہین

مسیح چرخ چہارم پہ مستعد ہین مگر
علاج دافع گرمی آفتاب نہین

وہ منھ کو پھیر کے بولے جو شمع کو دیکھا
برہنہ آئی ہی کمبخت کو حجاب نہین

جب اُن سے پوچھا کہ کس دلمین آپ ہتے ہین
تو بولے سوچ کے جس دلمین اضطراب نہین

نقاب رخ سے الٹ کر وہ کہتے ہین شب کو
اگر نہ ماہ سے چھپے تو یہ آفتاب نہین

وہ کیونکر آئے ہوا کیا نہ پوچھ یہ اے غیر
بیان کرنیکے لائق ہمارا خواب نہین

ہوا سے پوچھو کہان کاروان موج اُترا
کنار بحر کوئی خیمۂ حباب نہین

حضور دیکھ لین آئینہ مین تو پھر یہ کہین
زمانے بھر مین مری بزم کا جواب نہین

ہرن کی آنکھ کو دیکھا تو ہنسکے وہ بولے — بھری ہوئی ہین فقط شوخیان حجاب نہین
ٹھہر کے تمنے لب جو دکھا دیا اعجاز — تمھارے سایہ کو موجون مین اضطراب نہین

وہ بے قصور خفا رہتے ہین فصاحت سے
خطائین کرتے ہین اغیار پر عتاب نہین

خموش و بے حرکت ہی جو بزم دشمن مین — زبان ہے میری دہن مین کہ لاش مدفن مین
پسند بر ہنگی خار و نکو ہی گلشن مین — حیا جو ہوتی تو چھپتی گلگون کے دامن مین
نہ کچھ بھی فرق رہا یاسمین و سوسن مین — دھوان گھٹا مری آہون کا ایسا گلشن مین
فقط ہے نام ہی نام اگلے بادشاہون کا — جو دیکھئے تو نہین ہڈیان بھی مدفن مین
حریف کو نہ بتا رمز فن شعرا اے دوست — نہ اپنے ہاتھ کی دے تیغ دست دشمن مین
جو باندھتے ہین وہ صندل مین رنگ کر رومال — تو مار زلف لپٹتے ہین اُن کی گردن مین
ہزار آہ عنادل کی آندھیان اٹھین — چراغ لالہ بجھا رات کو نہ گلشن مین
مجھے ایسے دوست سے مل اتنا اسطرح اے دوست — کہ کچھ تو فرق رہے مجھ مین اور دشمن مین
مری لحد مین دھندھلکا رہا قیامت تک — ملی بیاض کفن جب سواد مدفن مین
میان بحر جہان بے ثبات ہون مین بھی — ہوا حباب مین ہے دم نہین مرے تن مین
وہ بدگمان نہ کبھی آیا فاتحہ پڑھنے — کیا جو مور نے روزن ہمارے مدفن مین
حباب اُڑتی ہے بط مے محتسب کے آتے ہی — پناہ لیتی ہے پیر مغان کے دامن مین
خزان مین گل ہوے ہین اتنے خاک گر گر کر — کہ اُٹھ رہا ہے شفق گون غبار گلشن مین
مرقع ایسا کوئی کھینچین مانی و بہزاد — کسی کے ہاتھ پڑے ہون ہماری گردن مین
فصاحت ایک ہو گر نظم دوست پر ایراد — ہزار عیب نکالون کلام دشمن مین

واعظا تو جو تہیدست ہے زردار نہین — ہیچ یہ سب تری قسمت کے ہین دستار نہین
گل کھلے ہین مرے دیوانون مین اشعار نہین — جسمین ہو دخل خزان کا یہ وہ گلزار نہین
باتین چلا کے رقیبون سے کرین وہ گھر مین — جسکا کھٹکا ہے انھین وہ پس دیوار نہین
آج کل دور تبا نین ہے یہ اندھیر نیا — وہ بھی کمبخت ہے مجرم جو گنہگار نہین

ٹکڑے ٹکڑے دم زینت نہ کرے تیر نگاہ
صاحب آئینہ پھر آئینہ ہے دیوار نہین

غیض مین جو کسی عاشق کیطرف بڑھ کے رُکے
وہ ترا ہاتھ نہین وہ تری تلوار نہین

یون نظارہ کیا ہم نے تو خطاوار ہوے
چھپ کے جو آپ کو دیکھے وہ گنہگار نہین

بادہ خوارون کی طرح جھوم رہے ہین اشجار
باغبان واہ یہ میخانہ ہے گلزار نہین

مُنھ لپیٹے ہوے سایہ مین پڑا ہون مین زار
جھانکے وہ شوق سے کوئی پس دیوار نہین

چین ابروے صنم گو مجھے مجرم ٹھہرائے
کہتی ہین نیچی نگاہین کہ گنہگار نہین

قبر کیون کھدتی ہے مجھ زار کی مرنیکے بعد
کیا فصاحت کوئی نقش قدم یار نہین

نہ یہ رنجیدہ ہون مجھسے کسی عنوان دل مین
رکھ سکین دوست تو رکھین مرا دیوان دل مین

بھیڑ کر کے تو بہت آئے تھے ارمان دل مین
ہوئے گھُٹ گھُٹ کے پھر آخر کو پریشان دل مین

نامرادی ہی کہتی ہو کہ نکلا تو کیا ہائے
لطف تو یہ ہے کہ دل کا رہے ارمان دل مین

آیا اس خانۂ تیرہ مین کسی کا جو خیال
کردیا داغون کی کثرت نے چراغان دل مین

آرہی ہے لب سوفار کو اسے ترک ہنسی
کیا بُری طرح گڑا تیر کا پیکان دل مین

آپ ہی زہر کھلا کر جو مجھے مارا ہے
مُنھ سے کہتے نہین کچھ ہین وہ پشیمان دل مین

وہ صنم پوچھتا رہتا ہے یہ اکثر مجھ سے
کیا سمجھتے ہین ہمین گبر و مسلمان دل مین

جیسے ترکش کوئی تیرون سے بھرا رہتا ہے
یون سما جائین ترے ناوک مژگان دل مین

پھر تمنا ہو نکلنے کے عوض رہنے کی
تمھین پنجاؤ مری جان جو ارمان دل مین

راحتین دینے کی تو کچھ نہین تم سے امید
چٹکیان بھی تو نہ لو رہ کے مری جان دل مین

دونون لپٹے ہوے ہین یون نہین کچھ بھی تمیز
دل ہے پیکان مین تمھارے کہ ہے پیکان دلمین

درد آمیز جو پڑھتا ہے فصاحت اشعار
یاد رکھتے ہین انھین اور سخندان دلمین

مدتون گھبرا چکے اب مطمئن ہم کیون نہ ہون
ظلم ان کے حد سے بڑھ جائین تو پھر کم کیون نہون

صبحدم تن کل عروس آراستہ ہوتا ہے باغ
گوش ہر گل مین در خوش آب شبنم کیون نہون

ملک سخن مین جیسا فصاحت کو لطف ہے
ایسا کسیکو منصب و جاگیر مین نہین

گلے لگا کے جو اس فتنہ گر کو دیکھتے ہین — حیا کے پردے مین نیچی نظر کو دیکھتے ہین
ہم اپنے پہلوؤن مین دل جگر کو دیکھتے ہین — کہان پڑا ترے تیر نظر کو دیکھتے ہین
وہ یون بتاتے ہین بے دیکھے زخم و داغ کا حال — کہ جیسے خوب ہمارے جگر کو دیکھتے ہین
رکھے ہوے ہین جو بت جا بجا قرینے سے — جناب شیخ برہمن کے گھر کو دیکھتے ہین
میان بزم مخاطب جدھر وہ ہوتا ہے — ہم اسکی بات کو سنکر نظر کو دیکھتے ہین
وہ دل جو روند چکے ہین تو ہی لحاظ اتنا — مری نگاہ بچا کر جگر کو دیکھتے ہین
سنبھال لیتے ہین وہ جلد کیو نکر اپنا دل — جو دفعتاً تری ترچھی نظر کو دیکھتے ہین
وہ مجھ مریض کو کوسینگے یا کھلا ئینگے زہر — ابھی دعاؤ دوا سے اثر کو دیکھتے ہین
بلائین لینے کبھی بڑھتی ہی جو زلف رسا — الجھتے ہی تری موے کمر کو دیکھتے ہین
وہ جسکو چاہینگے کھلجائے گا کبھی نہ کبھی — ہم ایسی تاڑنے والی نظر کو دیکھتے ہین
اوداس ہوتی ہین سب محفلین جہان کی مگر — گلون کی بزم شگفتہ سحر کو دیکھتے ہین
جو شک ہی اور کسیکی لگی نہ ہو تصویر — مرے مکان مین وہ دیوار و در کو دیکھتے ہین
وہ آستان بہ نشان آج جبہ سائی کا — ہٹا کے پاؤن سے میری ہی سر کو دیکھتے ہین
اُجاڑ دیتے ہین اُسکو فلک کی رائے سے وہ — کہین کسی کے جو آباد گھر کو دیکھتے ہین
کرینگی تیغ سے کیا ٹکڑے ٹکڑے عضو بدن — وہ سر سے پاؤن تلک نامہ بر کو دیکھتے ہین
وہ شب کے جاگے ہوے محو خواب ہین سر بزم — ادا مین سونے کی عاشق سحر کو دیکھتے ہین
غضب ہے رحمت حق پر نہین کسی کی نگاہ — سب اہل حشر اُسی فتنہ گر کو دیکھتے ہین
کئی حسین جو بیٹھے ہوے ہین پاس اُنکے — وہ بدگمان ہین تو میری نظر کو دیکھتے ہین
وہ تاک جھانک کی عادت گئی مگر اب بھی — کبھی کبھی کسی رشک قمر کو دیکھتے ہین
ہماری آنکھو نپہ غفلت کا پردہ ڈالی ہی موت — رقیب نشہ مین اُس بیخبر کو دیکھتے ہین
بہار تیرے گل نقش پا کی گلشن مین — شجر جھکائے ہوے اپنے سر کو دیکھتے ہین

وہ رے کے چٹکیان اُٹھتے ہین پاس سے تو ہم
الٹے دلے ہوے قلب و جگر کو دیکھتے ہین

سنبھالتے ہین دوپٹہ وہ اپنے سینے پر
ادھر اودھر جو کسی کی نظر کو دیکھتے ہین

سنا سنا کے فصاحت ہر ایک شعر اپنا
مشاعرے مین ہم اہل نظر کو دیکھتے ہین

اے گل مری نظر مین تری آبرو نہین
معشوق میرا تیری طرح کو بکو نہین

تاب مقابلہ اُسے اے ماہرو نہین
چاند آسمان پہ ہے پہ ترے روبرو نہین

ہر وقت ہی ہنر پہ نظر عیب جو نہین
جو دوست کا ہے دوست ہم اسکے عدو نہین

مُنھ کرکے اُسکے گھر کیطرف نزع مین کہا
افسوس اجل قریب ہے اور پاس تو نہین

لائے ہین پھول توڑ کے ہم باغ بھر کی جان
پھر تم ہماری ضد سے یہ کہتے ہو بو نہین

جتنی شراب تو نے لنڈھائی ہے محتسب
اتنا بہانے کو ترے تن مین لہو نہین

جنبش لب سوال کو سائل کی ہو تو خیر
گرہاتھ پھیل جائے تو پھر آبرو نہین

خون ایک تو بہایا ہے مجھ بے گناہ کا
پھر اُسپہ یہ ستم کہ پشیمان تو نہین

صیاد تو نے قید کئے اور سب طیور
گلزار مین اسیر فقط مرغ بو نہین

اے ترک تیری تیغ برہنہ کیو اسطے
کیا میان ہی لباس ہے میرا لہو نہین

سرکار عشق مین ہین جو دربار رس وہ لوگ
کہتے ہین بے ذلیل ہوے آبرو نہین

معلوم بھی کسیکو نہ ہوگا پیو تو شیخ
ایسی شراب کھینچی ہے مین نے کہ بو نہین

کل سامنے تھی اورون کے میری وفا کی مدح
کیون صاحب آج غیر ہی کے روبرو نہین

بدلی ہوئی ہے ایسی ہوا باغ دہر کی
مہندی مین اب وہ رنگ گلو مین وہ بو نہین

شعلے تپ فراق سے تن مین بھڑک گئے تمیز
رگ رگ مین میری آگ بھری ہے لہو نہین

دھوکا ہوا گلے سے جو پٹے لپٹے معاف کر
دیکھا تھا ہمنے خواب مین جسکو وہ تو نہین

پیش مغان پئے طلب مے نہ کیون بڑھائین
خشک اپنا ہاتھ صورت دست سبو نہین

لیجا اُسے اُڑا کے ؛ للہ اے صبا
سارے چمن کی جان ہے پھولونکی بو نہین

فقر اسقدر بڑھا کہ نیا ہوگیا لباس
جامہ مین اپنے کوئی جگہ بے رفو نہین

چاہا اگر خدا نے تو دیکھین گے ہم بہشت
شداد کیطرح ہمہ تن آرزو نہین

کھا کھا کے غم نہ خون جگر متقی ہین
کیا شرع مین شراب نجس ہے لہو نہین

ناسور کیون پڑا مرے دلمین گہر کیطرح
مین تو گرہ مین باندھے ہوے آبرو نہین

یہ کیا زبان تیغ نے چپکے سے کہدیا
قاتل دہان زخم سے باہر لہو نہین

بدنفس ہمکو یون نہ فصاحت برا کہین
ہے فن کی چھیڑ چھاڑ کسی سے کے عدو نہین

وحشت ہے دل کو ہجر کے رنج و ملال مین
ہم آج تو ضرور ہین آنکے خیال مین

قول دہان کیسۂ زر ہے یہ اے بخیل
حصہ ہے کچھ فقیر کا بھی تیرے مال مین

موسے کو لن ترانی اودھر سے ملا جواب
کچھ بوے عجب تھی ادنی کے سوال مین

گھبرا کے اے فلک خوشی کو پکار اٹھون
کب سے گھرا ہون مجمع رنج و ملال مین

پھر اس سے اپنی آنکھون کی تعریف سنئے آپ
اللہ نطق دے جو زبان غزال مین

صیاد یہ نہ جان کہ بلبل کو آئی موت
جسکی پڑی ہوئی ہو چمن کے خیال مین

یون ہاے ہاے کہہ کے نہ دل تھامتے تھے ہم
جبتک ادا شریک نہ تھی انکی چال مین

جب دیکھی نجد مین سگ لیلی کی جست و خیز
مجنون نے خاک ڈالدی چشم غزال مین

آخر ہے سال خم ہمین اتبک نہین ملا
پیر مغان سے وعدہ تھا آغاز سال مین

مہلت جو مجکو عالم پیری مین عمر دے
دفتر لکھون مین ایک جوانی کے حال مین

رندو حرام چیز کھلا کر کرو حلال
واعظ کرے جو بحث حرام و حلال مین

دیتا ہے آسمان یہ لیتا نہین وہ ترک
قبضہ نہین یہ نقص ہے تیغ ہلال مین

بے اعتنائیون کو کسی کی نہ پوچھین دوست
نکلے گا کچھ کا کچھ مرے منھ سے ملال مین

کیا اس زبان سے حکمت صانع کا وصف ہو
دل تو ہے تنگ اور ہے وسعت خیال مین

اس کم سخن سے چاہیئے یون خواہش وصال
پہلو جو اب سننے کا نکلے سوال مین

پھیلے ہوے تھے فتنے زمانے مین جسقدر
وہ سب سمٹ کے آگئے ہین انکی چال مین

دوران سر بھنور کو ہے مضطر ہے موج آب
ہمجنس ہین یہ فرق ہے دونو کی چال مین

ہنس ہنس کے عاشقون سے یہ اُنکے چمن کے پھول
کہتے ہین ہمکو بھول نہ جانا وصال ہین

کیونکر نہ ہو کلام فصاحت کا معتبر
غزلین پڑھی ہین صحبت اہل کمال مین

آنکھون کے بوسے لینے کو اے یار آئے ہین
پرہیز توڑنے ترے بیمار آئے ہین

کیا بے نقاب وہ سر بازار آئے ہین
آنکھونکو بند کرکے خریدار آئے ہین

جلاد و لائے تو ہو۔ یہ ان سے یہ پوچھ لو
کیا حکم ہے حضور گنہگار آئے ہین

کرتی ہے غنچو نسے اشارہ یہ چشم جام
در میکدہ کا کھولدو میخوار آئے ہین

للّٰہ آؤ سامنے لینا ہے گر قصاص
محشر مین اب تمھارے گنہگار آئے ہین

نکلا نہین ہے خط رخ رنگین یار پر
کانٹے پئے حفاظت گلزار آئے ہین

واعظ خدا کے واسطے دروازہ کھولدے
مسجد مین توبہ کرنے کو میخوار آئے ہین

وہ بولے دیکھی بھیڑ جو بازار حشر کی
کیا خوب یان بھی میرے خریدار آئے ہین

کوچہ مین تیرے نقش کف پا ہین یا نہین
قبر اپنی اپنی ڈھونڈھنے ہم زار آئے ہین

کیا جائین گھر سے جاکے نگہ کس سے لڑ گئی
نکلے تھے تندرست پہ بیمار آئے ہین

بنت العنب کی تاک مین صدہا ہم ایسے رند
کھنچ کھنچ کے تا بہ خانۂ خمار آئے ہین

نرگس کی ہر نگاہ ہر انگور کیطرف
گلشن مین قرب تاک جو میخوار آئے ہین

کوچہ بھی اُنکا وادی ایمن سے کم نہین
نعلین اُتارے طالب دیدار آئے ہین

کہتی ہین آنکھین اُنکی اشارے سے عاشقو
ہم لائے ہین تو یہ سر بازار آئے ہین

اپنی کمند زلف پہ نازان وہ کیون نہون
کھنچ کھنچ کے منزلون سے خریدار آئے ہین

ساقی سے کہدو بزم مین لبریز جام لائے
نازک مزاج بھی کئی میخوار آئے ہین

احباب کو نہ ہم نظر آئے تو قبر تک
بستر سمیت لے کے تن زار آئے ہین

بیکس ہون بعد مرگ خطیرہ بنائے کون
میرا مزار گھیرنے کو خار آئے ہین

دربان سزا وہ دینے کو آئینگے در پہ خود
اتنا پکار دے کہ گنہگار آئے ہین

بہلے گا دل کبھی نہ قصائے شب فراق
بہلانے کیون مجھے مرے غمخوار آئے ہین

کس سے ہم اضطراب مین پوچھین بتاے کون
یہ چٹکیون سے دل کو مسلتا ہے ہاے کون

یون بات بات پر جو وہ روٹھین مناے کون
پہلو مین کھینچ کھینچ کے اُنکو بٹھائے کون

تلوار قتل کرنے کو میرے اُٹھاسے کون
نازک ہین سب حسین مجھے آزمائے کون

وہ بھی کھنچے ہوے ہین کشیدہ ہی تیغ بھی
اب روز عید ہمکو گلے سے لگائے کون

وقت مصیبت اُنکا گلا شکوہ کیا کرون
اپنے ہی جب شریک نہین تو پرائے کون

بیزار وہ بھی ساقیِ گلفام بھی خفا
باہین گلے مین ڈال کے اب پلائے کون

سرد آہین کرکے شمع کو تو وہ بجھا گئے
جار اشک اب ہماری لحد پر بہائے کون

عشاق مین ہمارے ہی ہاتھ آگئی یہ چال
قدمو نپہ گر کے اُنکو گلے سے لگائے کون

شب کو مرے مزار پہ اک شمع بھی نہیں
کمسن ہے طرز رونے کا اُسکو سکھائے کون

چپکے الگ کھڑے ہین حسینان نازنین
بھاری بہت ہے میرا جنازہ اُٹھائے کون

چونکے جو خواب ناز سے گھبرا کے بولے وہ
رونے کا غل ہے مرگیا کمبخت ہائے کون

سرکین رقیب بزم مین تو ہم بھی دیکھ لین
بیٹھا ہوا ہے آڑ مین یہ سر جھکائے کون

ٹھکرا کے قبر کہتے ہین وہ تم تو مر مٹے
ان شوخیون پہ ہمکو گلے سے لگائے کون

تابوت رک گیا ہے فصاحت کا راہ مین
یہ دیکھتا ہے بام سے گردن جھکائے کون

حاجت رواے خلق بھی مشکل کشا بھی ہین
حیدر نبیؐ کے خویش بھی دست خدا بھی ہین

بت گو کہ سنگدل ہین پہ حاجت روا بھی ہین
جو اُنکو سجدے کرتے ہین اُنکے خدا بھی ہین

جنکو قتیل خنجر ابرو وہ سمجھے ہین
کچھ لوگ اینین بسمل تیغ ادا بھی ہین

باہین گلے مین ڈال کے پھیرے ہین منھ کو وہ
ہین مہربان ہمین پہ ہمین سے خفا بھی ہین

مطلع

سب پیر و مغان بھی نہین با خدا بھی ہین
بتخانے والے رند بھی ہین پارسا بھی ہین

آیا تمھارے در پہ کوئی بے ادب ضرور
دیکھو نشان سجدہ مین کچھ نقش پا بھی ہین

بیٹھے ہوے ہین آج جھجکو کونین اسطرح
اورونکو بھی وہ دیکھتے ہین خود نما بھی ہین

روندے نہ پاؤن سے نہ ملے تمنے ہاتھ سے
کیا ان دلونمین کچھ دل بے مدعا بھی ہین

ہم نے جو بیمروت و بیرحم اُنھین کہا
وہ مسکرا کے بول اُٹھے ہم بیوفا بھی ہین

سب عاشقون سے ناز ہی اُٹھوائیے نہ آپ
دو چار انمین قابل مشق جفا بھی ہین

یون تو ہے بال بال ہمارا گناہ گار
رحم آئے گر اُنھین تو ہمین بخشیا بھی ہین

یہ کہکے دل بڑھاتے ہین میرا احباب عشق
ان بیوفا حسینونمین کچھ باوفا بھی ہین

گو شاہ ملک عشق فصاحت ہین ہم مگر
خیرات بوسہ دے جو کوئی تو گدا بھی ہین

دم دفن شانہ ہلاتے نہین
مین کیا جی اٹھون وہ جلاتے نہین

رقیبون کو دل سے بھلاتے نہین
ہمین اک انھین یاد آتے نہین

سکھاتا ہے جھک جھک کے کیون آسمان
اُنھین کیا ستم کرنے آتے نہین

نہ یہ تہمت انپر لگائے کوئی
مین روتا ہون خود وہ رُلاتے نہین

مرے قتل کو ہاتھ اُٹھائینگے کیا
نزاکت سے جو آنکھ اُٹھاتے نہین

مجھے ضعف مین درد قلب و جگر
بٹھاتے ہین دونون اُٹھاتے نہین

خریدار یوسف اُنھین دیکھ کر
ہین خاموش قیمت لگاتے نہین

کلالون کی ضد میری مٹی سے ہے
کوئی ساغر مے بناتے نہین

شکایت وہ سمجھین گے ہنگام ذبح
اسی سے تو ہم لب ہلاتے نہین

مگر کوچۂ یار بھی ہے عدم
کہ جاتے ہین جو پھر کے آتے نہین

لگاتے ہین دل اُنسے اے غیر ہم
تری طرح تہمت لگاتے نہین

وہ کیون روندتے ہین ہماری لحد
دبا جو ہو اُس کو دباتے نہین

مری ہڈیون کو سگ کوے یار
فقط سونگھ لیتے ہین کھاتے نہین

مسلکر مرے قلب مجروح کو
وہ چپ ہو گئے مسکراتے نہین

ترے تیر دلمین بھرے اسقدر
کہ ترکش مین اتنے سماتے نہین

فصاحت وہ محفل مین میرے سوا
کسیکو خود اُٹھکر اُٹھاتے نہین

ذرا بھی وصل مین جب دست گستاخ اپنے ہٹتے ہین
اُکرسے اُنکی ٹرکا ڈاب خنجر سب پلٹتے ہین

دل عشاق اب گھبرا گئے ہین دم اُسے لٹتے ہین
کسی کے ظلم ہین اُتنے ہی بڑھتے ہین نہ گھٹتے ہین

ہم انکو خط یہ خط اب لکھتے لکھتے ہوگئے عاجز
کبوتر پھر کے آیا ہے نہ قاصد ہی پلٹتے ہین

کیا تھا قتل پہلے اُسنے جانبازونکو چُن چُن کر
شمار اب اپنے جانبازونکا کرتا ہے تو گھٹتے ہین

کسیکی برہمی سے عاشقون کے نام دفتر مین
اگر دو چار لکھے جاتے ہین دس بیس کٹتے ہین

دھوان ایسا گھُٹا ہی انکے گھر مین میری آہو نکا
حیا کیسی وہ اب گھبرا کے خود پردے اُلٹتے ہین

گھر اپنے جاتے جاتے جلوہ گہہ مین وہ چلے آئے
ہم ایسے بدنصیبون کے مقدر یون پلٹتے ہین

رقیب آکر چڑھائے گا تو میری روح تڑپے گی
مین باز آیا عزیز و کیون وہ لاشے سے لپٹتے ہین

غضب کے تیز ہین گرمی مین آنکے خنجر ابرو
پسینا پوچھ لیتے ہین جو عاشق ہاتھ کٹتے ہین

برائے ہمکشی وہ نازنین آیا ہی ساحل پر
حباب بحر کے معکوس ساغر ہم اُو لٹتے ہین

مرا جذب محبت جب کشش اپنی دکھاتا ہے
بھری محفل مین خود ہی بڑھ کے وہ مجھسے لپٹتے ہین

جو ہے تقدیر برگشتہ تو میرے بے اثر نالے
وہانتک جاتے جاتے صورت جادو پلٹتے ہین

گذر جاتی ہین کیسی جلد راتین عیش و عشرت کی
مصیبت کی ہین جو دن وہ بڑی مشکل سے کٹتے ہین

ہلال و بدر کے مانند ہم بھی دور گردون مین
کبھی گھٹ گھٹ کے بڑھتے ہین کبھی بڑھ بڑھ کے گھٹتے ہین

ہمارے ہی لئے تو کم سنی مین تیغ اُٹھائی ہے
ہمین سے پوچھتے ہین آستین کیونکر اُلٹتے ہین

مجھے وہ چھیڑتے بھی ہین تو یون صبح شب وصلت
سنبھال اپنا کلیجا دیکھ ہم پہلو سے ہٹتے ہین

صفائی کیا کرینگے یہ ترے دندان سے پس پسکر
گہر تو اپنے ہی گرد یتیمی مین خود اٹتے ہین

فصاحت دفن کرکے مجلو کیا اُلفت کا جوش آیا ہے
گئے تھے ہنستے وہ روتے ہوے اب کیون پلٹتے ہین

یہ سچ ہی حور کا اُن سے مقابلا تو نہین
جو حسن ہو بھی تو کیا غمزہ و ادا تو نہین

نہ جھجکو آئینہ خانہ مین عکس سے اپنے
یہان بس ایک تمھین تم ہو دوسرا تو نہین

حسین سنتے ہین اور اعتنا نہین کرتے
مری فغان کسی درویش کی صدا تو نہین

مری طرف سے وہ منھ پھیر کر یہ بولے آج
یہ جیسا سمجھے ہین ہم ویسے بیوفا تو نہین

برا وہ کہکے مجھے غیر سے یہ پوچھتے ہین
ترے قریب ہے جو اُسنے کچھ سنا تو نہین

یہ کون کہتا ہے آنکھین ہین شرمگین اُن کی
بھری ہوئی ہین نری شوخیان حیا تو نہین

ہمارے لب پہ ہے فریاد وآہ و نالہ مگر
سمجھ اِسکو غنیمت ترا گلا تو نہین

شب وصال ہماری اگر گھٹے تو گھٹے
فلک کے دور مین دن ہجر کا بڑھا تو نہین

ہے اپنی بزم کی آراستگی کا غیر کو شوق
خیال انجمن آرائی وفا تو نہین

خطا معاف شروع شباب مین جو تھا
اب آپ کی کسی گالی مین وہ مزا تو نہین

ٹھہر ٹھہر کے قدم کیون اُٹھاؤن پیری مین
مین ناتوان سہی لاغر سہی عصا تو نہین

حواس ہوش خرد دل جگر تو لیگئے وہ
یہ سوچ لین مرے پاس اور کچھ رہا تو نہین

خدا کے بندو بُرا یون کہو نہ بے سمجھے
خدا خدا کرو بت ایسے بے وفا تو نہین

اُٹھا کے آنکھ نہین دیکھتے وہ عاشق کو
غرور اسکو سمجھتے ہین ہم حیا تو نہین

بھلا کلام فصاحت کیطرح مانے کون
عدو کی غزلین سب اچھی سہی مزا تو نہین

ہین بہت سے خوبرو کس کس پہ یہ دل قربان کرین
کس سے ہم لے عشق وعدہ لین کسے مہمان کرین

باغ مین یہ آج مثل بلبل نالان کرین
توڑ کر گل کو نثار چہرۂ جانان کرین

گو ہے مشکل جبر لیکن دل پہ ہم ایجان کرین
آج خاطر سے تمھاری غیر کو مہمان کرین

سرنگون کرنے کو مغرورون کی اک صورت یہ ہے
بار رکھین یار پر احسان پر احسان کرین

چھوڑ کر سر ہم سے وحشی خون کی چھینٹون سے اب
ایجون نقش و نگار خانۂ زندان کرین

وضعدارونکو مرے بارے مین اب یہ فکر ہے
کچھ نہ ہو معلوم اسکو اسطرح احسان کرین

دیکھنے آتا ہے دیوانونکو اپنے وہ پری
بند آنکھونکو نگہبانِ درِ زندان کرین

عاشق و معشوق دونون رازدار عشق ہین
مین جو پوشیدہ نہین کرتا وہی پنہان کرین

جا دیجارات بھر بگڑے ہین وہ ایک ایک بات پہ
جان آفت مین پھنسائین تو اُنھین مہمان کرین

سُن کے مرنا میرا اب یہ سوچتے ہین دلمین وہ
کسطرح اُٹھوائین اِسکی لاش کیا سامان کرین

ہیچ ہے بے امداد رحمت وہ اُبھر سکتا نہین
غرق دریاے ندامت مین جسے عصیان کرین

پائین ہم وحشی غبار قیس سے کے ذرے اگر
مردمان دیدہ ہائے روزن زندان کرین

اُنکے در پر جو ہمارے دلمین ہر مُنھ سے کہین
کب تلک پاس مزاج نازک دربان کرین

ماہر ان فن ہین کیون دزدان فن سے مطمئن
دولت مضمون خزانہ کی طرح پنہان کرین

منت احباب ہے مجکو قبول اس شرط سے
دلسے اپنے محو کرتے جائین جو احسان کرین

ہم سے دیوانے پڑھین گر جوش وحشت مین نماز
اپنا رخ قبلہ سمجھکر جانب زندان کرین

خبر اُس پردہ نشین کے دلمین آئی تو یہ بات
حسن دلکش دیکھنے کی شے ہے کیون پنہان کرین

اے فصاحت دوست تو اصرار کرتے ہین مگر
ہم پریشان خاطری مین جمع کیا دیوان کرین

ابر کو جب کھینچکر لائی ہوا برسات مین
شامیانہ قبر گریان پر ہوا برسات مین

گل مقابل اُنکے رخ سے کیون ہوا برسات مین
پڑ رہی ہی سیلئ موج ہوا برسات مین

دل جلے کرتے ہین آہ شعلہ زا برسات مین
اس سبب سے گرم چلتی ہی ہوا برسات مین

باب میخانہ ادھر وا ہو گیا برسات مین
اس طرف گلشن کا دروازہ کھلا برسات مین

لطف ملنا چاہیئے جیسا وہ گرمی مین نہین
میکشی کا ہی مزا جاڑے مین یا برسات مین

جب ہماری بارش گریہ ہوئی باران کے ساتھ
آیا سیلاب اسقدر دریا بڑھا برسات مین

اُٹھ کے ملجائے دھوان گر خانۂ خمار کا
اور بھی متوالی ہوجائے گھٹا برسات مین

یاد ہے وہ رعد کے نعرہ پہ بجلی کی کڑک
وہ مرے نالے پر اُنکا قہقہا برسات مین

کچھ خصوصیت نہین میخانہ و گلزار کی
ہونگے جلسے میکشی کے جابجا برسات مین

ہو زمانے مین الٰہی سو طرح کا انقلاب
پر نہو معشوق سے عاشق جدا برسات مین

اے فصاحت باغ مین نظارہ بازی کو چلو
آتے رہتے ہین حسین مہ لقا برسات مین

تازگی سبزہ پہ رونق باغ پر آتی نہین ہو
ابر تر کو کھینچ کر جب تک ہوا لاتی نہین

ہو کے عریان رات کو فانوس مین آئی نہین
خود تڑپتے ہین پتنگے شمع تڑپاتی نہین

روئے گا کیا غیر حالت پر رقیبونکی وہ شوخ
جب مرے حال پریشان پہ ہنسی آتی نہین

شام سے تا صبح وا رہتی ہین لے دربان پلک
دیکھتی ہی اور کو نیچی نگاہون سے وہ آنکھ
یونہتو باغ کوئے جانان مین پہنچنا ہی محال
کھلکھلانا دیکھکر پھولونکا میری قبر پر
وہ طبیعت مستقل دی ہی مجھے اللہ نے
ہجر کی شب کہتی ہی پچھلے پہر یہ مجھسے شمع
رحم جس دل مین نہو اُس سے حذر کرتے ہین ہم
مست دوڑے جاتے ہین جسطرح میخانہ کی سمت
ہے ان آنکھون مین تصور اُنکے خواب ناز کا
آپ کیا جانین مرے نالونمین کیسا درد ہی
التجا کرنے سے اچھا نالۂ پُر درد ہے
سیر یہ دیکھین تو بیٹھین اور تھوڑی دیر وہ
لو مرے دل کی کشش اب ہوگئی اُنکی طرف
خوش ہو اے دل پھر ہوئی امید تجکو وصل کی
مین فرشتو اُنکا عاشق ہون نکالو حور کو
غیر اور میرے جنازہ پر نہ ہنستا دوستو

چشم اختر ہین تری آنکھین کہ نیند آتی نہین
جس سے شرمانا ہی لازم اُس سی شرماتی نہین
میری سرد آہونین ملکر کیون ہوا جاتی نہین
ڈھانک کر مُنھ رو ہی دیجے گر ہنسی آتی نہین
جو مصیبت مین پریشانی مین گھبراتی نہین
کچھ مجھی سے کیجیے باتین جو نیند آتی نہین
ڈرتے ہین اُس آنکھ سے جو آنکھ شرماتی نہین
جلد جلد اسطرح متوالی گھٹا آتی نہین
لخت دل آتے ہین اشک آتے ہین نیند آتی نہین
پوچھیے اُن سے جنھین را تو تکو نیند آتی نہین
وہ بھی آتے ہین ہماری بات بھی جاتی نہین
ہوک اُٹھکر درد کی کیون مجکو تڑپاتی نہین
مجکو لیجاتی ہے وان اُنکو یہان لاتی نہین
یہ تو اچھا ہے کہ اُنکی آنکھ شرماتی نہین
مجکو تربت مین ستانے آئی ہے جاتی نہین
اُنکا رونا دیکھکر اسکو ہنسی آتی نہین

اے فصاحت کھلتے ہین کیا کیا گل مضمون تو
طبع اپنی کس زمین مین رنگ دکھلاتی نہین

دیا ہمنے تو دل اُنکو محبت اُسکو کہتے ہین
ہوا جب حشر برپا چال سے انکی زمانے مین
کہا تصویر یوسف دیکھکر اُسنے تکبر سے
ہمارا دل کبھی تھا گھر تمناؤن مرادون کا
بہار آتے ہی ٹکڑے ٹکڑے کین لوہے کی زنجیرین

اُنھون نے لے کے دل ڈالا عداوت اسکو کہتے ہین
پکارا فتنۂ محشر قیامت اسکو کہتے ہین
غضب ہے میرے عاشق خوبصورت اسکو کہتے ہین
مگر اب حسرت مردہ کی تربت اسکو کہتے ہین
جنون ہے نام اسکا جوش وحشت اسکو کہتے ہین

کھنچا کرتی تھی تلوار اُنکی تو عشاق سے پہلے
وہ خود کھنچے ہین اب تاثیر صحبت اسکو کہتے ہین

نہ ایسا جانتے تھے ہم تجھے اے درد کیا کہنا
کسی پہلو نہین آرام شدّت اسکو کہتے ہین

پکارا حسن اُنکو مصر کی بازار مین لا کر
خریدار آکے دیکھین اچھی صورت اسکو کہتے ہین

پھڑا کر مہندی اپنے ہاتھ کی غیرونکا خون ملکر
وہ مجھ سے بولے دیکھو شوخ رنگت اسکو کہتے ہین

جو بعد مدت اپنے گھر سے وہ نکلا تو ہم بولے
تمنا آرزو ارمان حسرت اسکو کہتے ہین

جو مجکو اُن سے پوچھا غیر نے تو ہنسکے فرمایا
ہمارے عاشقو نہین ہی فصاحت اِسکو کہتے ہین

شکر خدا بتون سے تو ہم ملتجی نہین
وہ دل ملا کہ جسمین تمنا کوئی نہین

کہتا ہی کون قبر پہ میری کوئی نہین
حسرت نہین امید ہی نہین بیکسی نہین

سر بھی نہین جگر بھی نہین قلب بھی نہین
لے لیجے ہمکو آپ سے پیارا کوئی نہین

لایا بھی شوق بزم حسینان مین گر تو کیا
دل جسکو ڈھونڈھتا ہی ہمارا وہی نہین

دل نے یہ کہہ کے اور بھی تڑپا دیا ہمین
تو کیا اُس انجمن مین ترا ذکر بھی نہین

اچھا ہوا جو لیتے گئے اپنے ساتھ وہ
پہلو مین دل جگر نہین تو درد بھی نہین

یون بولے وہ مرقع یوسف ؑ کو دیکھکر
اُنکی بھی خیر اچھی ہی صورت بری نہین

شیشے سے لپٹے جاتے ہین جو نوجوان مست ہین
سمجھائے کون دختر رز ہے بری نہین

لاتے ہین میرے شوق سے وہ بے نقاب آئین
بند آنکھ کی ہی پھیری اجل نے کھلی نہین

پھر کس سے باتین کر رہے ہین جبکہ چپکے وہ
خلوت مین اُنکی مین بھی نہین غیر بھی نہین

اُسکو بھی تو نہ اذن ملا گھر مین آنے کا
دھوپ آکے جب تلک ترے در پر پڑی نہین

کیا خوب آج غیر کے اور اُنکے درمیان
چلمن نقاب شرم کا پردا کوئی نہین

سمجھا ہی توبہ توبہ خدا اپنے کو وہ بت
قاصد تجھے تو دعوی پیغمبری نہین

یون دے رہا ہی رات کو تسکین مجکو درد
گر تو نہین وہان تو کوئی اور بھی نہین

اے چرخ کھا کے سنگ حوادث خموش ہون
کہنا نہ یہ کہ چوٹ ہماری سہی نہین

وہ وقت نزع روکتے ہین کھینچتی ہی موت
اے روح تجھ پہ ایسی مصیبت پڑی نہین

صبر و قرار و ہوش و حواس و دل و جگر
اک بار سُن کے میرے سوال وصال کو
اُنکو سنبھالے سب مرے لاشہ کے ساتھ ہین
اہل سخن یہ مین نفصاحت جو کی نگاہ
حیران دیکھ دیکھ کے لوگ انجمن کے ہین
صیاد کوستے نہین تجکو قفس مین ہم
باد خزان چلی ہی تو ہم عندلیب زار
غربت مین بیوفائی مردم سے یہ کھُلا
دست جنون کی وجہ سے تربت مین بعد مرگ
ہجران کشیدہ عاشق ناکام بدنصیب
ہدل کے قول دیدۂ مشتاقِ عاشقان
عشاق نوجوان کو مٹانا بگاڑنا
فصل خزان مین فرج عنا دل کے واسطے
آہین بھی کرتے ہین جو مری یا دمین تو یون
دو چار شخصون کا تو فصاحت ہی ذکر کیا
ہم بھول ہین اگر تو انھین کے چمن کے ہین
وہ جانے والے کوچۂ نادک فگن کے ہین
پر سوز آہ فاختہ سے شب کو باغ مین
پھینکے تھے اُس نے ٹوٹے ہوے جو قبا کے بند
مانی نے کھینچا ہاے مرقع یہ کسطرح
ایماے چشم نرگس شہلا ہے باغ مین
بھر کر جو رکھدیے ہین الگ تو نے ساقیا
دانتون سے لب دباے ہو کیون مرگ غیر مین

یون لے رہے ہو جیسے ہمارا کوئی نہین
یہ کیا حضور لب پہ کبھی ہان کبھی نہین
جنت مین حور قاف مین کوئی پری نہین
اس فن مین مجھ سا ہیچمدان تو کوئی نہین
کچھ چپکے چپکے ذکر تمھارے دہن کے ہین
آپس مین ذکر وسعت صحن چمن کے ہین
اوڑنے مین ساتھ طائر رنگ چمن کے ہین
اچھّون سے اچھے دشت بُرے بھی وطن کے ہین
اللہ کتنے پارچے لپنے کفن کے ہین
یہ نام ملک عشق مین مجھ خستہ تن کے ہین
خوش قسمتی سے فرش ہم اُس انجمن کے ہین
مدت سے ہتھکنڈے یہی چرخ کہن کے ہین
خنجر بنے وہ خشک جو پتے چمن کے ہین
مین جسطرف ہون رُخ ادھر اہل وطن کے ہین
پیرو بہت سے آپ کے طرز سخن کے ہین
اور ہین چراغ بھی تو اُسی انجمن کے ہین
جن لوگون کے لباس مشابہ کفن کے ہین
ہمشکل سرو تھا تو نہین شمع لگن کے ہین
بعد فنا وہ بند ہمارے کفن کے ہین
دونون لب رقیب قریب اُس دہن کے ہین
ہے ان گلونکی قدر جو اندر چمن کے ہین
یہ اتنے جام کیا کسی تو بہ شکن کے ہین
انداز یہ بگاڑنے والے دہن کے ہین

کیا باغبان ہے فصل بہاری مین ہوشیار — گُل اک طرف سے گنے ہوے پتے چمن کے ہین

آہ ہو نکا یون گھٹا ہے دھوان گور تنگ مین — سب پارچہ سیاہ ہمارے کفن کے ہین

غربت مین اسکے رہتے ہین مشتاق میرے کان — کوئی یہ کہدے ہم بھی تمھارے وطن کے ہین

چارونطرف گلون کی صفین دیکھ باغبان — پہرے یہ کیا طلسم بہار چمن کے ہین

روکا تھا کھینچکر ترا دامن کسی نے کیا — اِسکے گواہ چاک ترے پیرہن کے ہین

مُنہ موتیون سے منعم مغرور اگر بھرے — اہل زبان یہ سمجھین کہ چھالے دہن کے ہین

غربت سے پھیر کر مجھے تقدیر لے تو جاے — موقوف میرے آنے پہ جلسے وطن کے ہین

داد کلام دی ہے فصاحت جنھون نے خوب
ممنون ہم تو دل سے اون اہل سخن کے ہین

بو نکل کر گل سے یون بعد سحر ملتی نہین — کور ہو کر چشم کو جیسے نظر ملتی نہین

کون کہتا ہے کہ اُسکی رہگذر ملتی نہین — وہ تو ملجاتی ہے پر دل کی خبر ملتی نہین

لے لیا ہو دل زبردستی جو پہلو سے مری — آنکھ بھی اب تیری اے بیداد گر ملتی نہین

سچ ہے خال انور صبح گلوے یار سے — تیری بھی تو آنکھ اے نجم سحر ملتی نہین

تیری بھٹی پر بھی مے ملتی ہی لیکن اے کلال — رند پی سکتے ہین جتنی اُس قدر ملتی نہین

اے جناب عشق دل کی بیقراری کے سبب — کچھ بھی ہمکو لذت درد جگر ملتی نہین

کیا مداوا کر سکے گا میرا تو وقت اخیر — ابتو میری نبض بھی اے چارہ گر ملتی نہین

بحر غم مین جب تلک انسان نہ غواصی کرے — اشک کی اک بوند بھی مثل گہر ملتی نہین

اپنا قبضہ پھیل کر گلشن کی بیلون نے کیا — بیٹھنے کی جا کہین زیر شجر ملتی نہین

دل کی دھڑکن سے مجھے اور وہ بھی غیرونکے یہان — کیا ترے چھپ چھپ کے جانے کی خبر ملتی نہین

کچھ نہ پوچھو انتہا ہوتی ہے جب افلاس کی — اور تو اور آگ بھی مفلس کے گھر ملتی نہین

خار صحرا کا یہ ایما ہے سواے آبلہ — کوئی بھی دستار اپنی زیب سر ملتی نہین

فکر عقبیٰ کی بدلجمعی فصاحت کیا کرین
ہمکو دنیا کے علائق سے مفر ملتی نہین

ملون اُس ہٹ سے جو ہو فضل خدا ساون مین
دل ہے حسرت زدہ ارمان بھرا ساون مین

ساقیا اب مۓ گلگون سے چھکا ساون مین
دیکھ اُٹھی وہ سیہ مست گھٹا ساون مین

رند بیمار کو ہو جلد شفا ساون مین
مے مین بھگوا کے مغان دی جو دوا ساون مین

گایا جھولے پہ جو وہ مہر لقا ساون مین
سال بھر جو نہ سنا تھا وہ سنا ساون مین

دل کو کرتی ہے خنک سرد ہوا ساون مین
لطف دیتی ہی دھوان دھار گھٹا ساون مین

ہون جو مین سوختہ تن دفن تو باران سے بھی
ہو نہ سبزہ مری تربت کا ہرا ساون مین

کیون برستا نہ رہے باغ پہ ابر رحمت
ہے ہر اک شاخ شجر دست دعا ساون مین

دُرد ساقی نے پلائی کہ پلایا ہے زلال
بادہ خوارونکو نہ یہ ہوش رہا ساون مین

کچھ نہ گرمی کی ہے تکلیف نہ سردی سے گزند
معتدل باغ کی ہی آب و ہوا ساون مین

نازنینون کے کبھی ہاتھ نہ باندھے جائین
پیسی جائے جو نہ بجرم حنا ساون مین

دیدۂ نرگس بیمار پر آیا ہے ورم
ہے مضر باغ کی ٹھنڈی جو ہوا ساون مین

وصل معشوق پریوش ہو کہ مے نوشی ہو
کیفیت دونون کی سر مین ہی پا ساون مین

برق و باران کا ہوا لطف فصاحت سب گم
میرے رونے پہ جو وہ شوخ ہنسا ساون مین

مرے بدل رہی ہی قضا کوئے یار مین
کیا جانین کون دفن ہو کسکے مزار مین

دیکھین گے باغ حسن شباب نگار مین
گلشن کی سیر چاہیئے کرنا بہار مین

دیکھا جو برشگال کی شبہائے تار مین
ہے شمع برق خیمۂ ابر بہار مین

جیسا سیاہ گھر ہے مرا ہجر یار مین
توبہ نہ ہو گی تیرگی ایسی مزار مین

میخوار سمت میکدہ جائین کہ سوی باغ
در دونون وا ہین آمد فصل بہار مین

کھودین قبور قیصر و دارا و جم اگر
شاید کچھ استخوان ہون کسکے مزار مین

اُٹھکر غبار سرخ چمن کا ہوا کے ساتھ
دوڑا ہر رنگ خون رگ ابر بہار مین

گرمیٔ خون آبلۂ پا نے اے جنون
تیزی بڑھا دی نیشتر نوک خار مین

عاشق مزاج ہمکو سمجھکر پس فنا
حورونکا جمگھٹا ہے ہمارے مزار مین

وہ اپنے منہ پہ ملکے ذرا آزمائین تو
پاے پُر آبلہ نے مرے جان ڈالدی
مرکر بھی تو سکون نہین مجھ بیقرار کو
یارب پڑے نہ دھوپ نہالان باغ پر
ساقی کے خط سبز کا پر تو نہین پڑا
چشمک زنی جو مہر پہ کرتے ہین الفلک
للہ انھین اوڑاکے الگ کرتے اے صبا
شادی ہے وصل بلبل و گل باغ مین ہے کیا
نرگس کی چشم کور ہے دیکھے چمن مین خاک

غازہ کا ہے خواص ہمارے غبار مین
اک بوند بھی لہو کی نہتھی جسم خار مین
سیماب چاہ مین ہے کہ مردہ مزار مین
نشو و نما ہو سایہ ابر بہار مین
گویا ملا ہے زہر مے خوشگوار مین
ذرے بہت ہین ایسے ہمارے غبار مین
ذرے ہین خاک غیر کے میرے غبار مین
مہندی لگی ہوئی ہے ہر انگشت خار مین
جو کچھ لکھا ہے لوح طلسم بہار مین

سہواً اگر کوئی خطا بھی فصاحت جو مجھسے ہو
آئے کبھی نہ فرق مرے اعتبار مین

یکتائے جہان تو مین ہون فدا تو اور نہین مین اور نہین
جو تونے کہا وہ مین نے کیا تو اور نہین مین اور نہین
تو جان مری جان حکم ترا بر سو نہین یہ مجھ کو حال کھلا
تو ہی تو ہے میرے دلمین بسا تو مجھسے نہ مین ہون تجھسے جدا
جلوہ سے کسیکے طور جلا موسیٰ نے نہ اتنا منہ سے کہا
جب قیس سے لیلیٰ نے یہ کہا تو کون ہے اپنا نام بتا
مین گم جو ہوا تو مجکو ملا ہستی سے عدم تک مین آیا
ایدوست نہین تو مجھ سے جدا رگ رگ مین ہے میری تو ہی بسا
جب عرش برین پر کوئی گیا اے صل علی ای صلی علا
نام اُسکا جو لیکر مین تڑپا کانو نمین مرے یہ آئی صدا
ہر قطب کا دل ہے صاف ایسا ابدال کے قلب سے ہے کہتا
اے عرش کے رہنے والے یہ کیا موسےٰ نے تو دیکھا جلوہ ترا

غزل [illegible] حسب فرمائش

پردے کو دوئی کے جلد اُٹھا تو اور نہین مین اور نہین
کس بات پہ ہے تو مجھ سے خفا تو اور نہین مین اور نہین
لے اچھی طرح پہچان لیا تو اور نہین مین اور نہین
پھر کسلئے پردہ مجھسے کیا تو اور نہین مین اور نہین
قربان ترے یہ کیسی ادا تو اور نہین مین اور نہین
وہ بولا زبانسے انا لیلیٰ تو اور نہین مین اور نہین
تو لاکھ چھپا پر ڈھونڈھ لیا تو اور نہین مین اور نہین
ہر وقت جیون کیون نام ترا تو اور نہین مین اور نہین
پر دیکھے اُدھر سے آئی صدا تو اور نہین مین اور نہین
کب ساتھ ہے چھوڑا مینے ترا تو اور نہین مین اور نہین
اک نور کے دونون ہین شیدا تو اور نہین مین اور نہین
کیون دیدسے مین محروم رہا تو اور نہین مین اور نہین

سودائے محبت ہی جو بڑھا عریانیٔ تن سے کیون ہو حیا
مین پہنے ہوے ہون جامہ ترا تو اور نہین مین اور نہین

بتخانہ ہی کیا کعبہ کیسا کیا چیز ہی کفر اسلام ہی کیا
بیہوش ہون پر ہی ہوش اتنا تو اور نہین مین اور نہین

ہجر آہ رہا ہستی مین صدا جب آیا عدم مین وصل ہوا
اب حال مجھے ایدوست کھلا تو اور نہین مین اور نہین

ایدوست اُدھر ہی نور ترا کب عکس ادھر ہے تن ہی مرا
آئینۂ وحدت دیکھ لیا تو اور نہین مین اور نہین

یہ رنگ فصاحت دیکھ لیا الفت کا تھین کچی ہی لپکا
ہے قول یہی ہر صوفی کا تو اور نہین مین اور نہین

اے صنم ایسی ہی عظمت تری بیگانو مین
برہمن پڑھتے ہین کلمہ ترا بتخانون مین

قامت یار کے آزاد غلامو نمین ہے سرو
سنبل باغ ہے زلفونکے پریشانون مین

مسجدونمین تو نہین اتنی اذان کی آواز
جسقدر شور ہے ناقوس کا بتخانون مین

روح عاشق کے تجسس مین تری ہی ایدوست
دن کو ہے بلبلون مین رات کو پروانون مین

شب مہتاب مین ساقی سے کہا مستون نے
آج مے دے ہمین بلور کے پیمانون مین

دل مین یاد اُسکی ہی اور گرد ہی ارمانکا ہجوم
اک پری گھر گئی ہی سیکڑون دیوانون مین

دیکھا مے ہمسے حریفون کو اُسی مین ساقی
اک جو پیمانہ ہے رستا ہوا پیمانون مین

بعد میرے جو حسین زلفین بنانے بیٹھے
بال سُلجھے نہ اُلجھتے ہی رہے شانون مین

عزت و وقعت و عظمت ہی فصاحت تیری
شاہزادون مین رئیسون مین سخندانون مین

لطف اگر یہ بت بیرحم ذرا کرتے ہین
سر جھکائے ہوے ہم شکر خدا کرتے ہین

یون مرے صبر کا اندازہ کیا کرتے ہین
روز وہ اپنی جفاؤن کو گنا کرتے ہین

پہلو اغیار کی باتو نمین شکایت کے ہین
یون نہ وہ سمجھین جو سمجھین تو گلا کرتے ہین

وہ تو اس بات سے واقف نہین ہم ہین آگاہ
غیر چھپ چھپ کے اُنھین دیکھ لیا کرتے ہین

داغ سودا دیا مجنونکو تو فرہاد کو زخم
ہمکو کیا حضرت عشق آپ عطا کرتے ہین

رہگذر مین دل اُفتادہ کے تڑپانے کو
شوخیان آپکے نقش کف پا کرتے ہین

ہاے کس ناز سے وہ لپٹے ہوے روتے تھے
اب مری قبر سے غیر اُن کو جدا کرتے ہین

وہ مری لاش پہ یہ پوچھتے ہین اورون سے	جنکو رونا نہین آتا ہی وہ کیا کرتے ہین
سامنے داور محشر کے مگر ہم سے دور	کچھ اشارون مین حسین عذر جفا کرتے ہین
یہ جمال آپکا دیکھا نہین جن لوگون نے	حسن یُوسف کا وہی ذکر سنا کرتے ہین
اے فصاحت وہ ہمین بھولے ہوے بیٹھے ہین	ہم تو ہر وقت اُنھین یاد کیا کرتے ہین

ترے رخ سے ہمسر تھے جو گل چمن مین	وہ باندھے گئے اس خطا پر رسن مین
بیان کیا ہو انکے ثبوت دہن مین	ہماری زبان کو ہی لغزش سخن مین
سر شمع جب کٹ کیا انجمن مین	گرے جل کے صدہا پتنگے لگن مین
تری خوب تصویر مانی نے کھینچی	ہے آنکھوںنین شوخی تبسم دہن مین
عنادل سے کچھ مُنھ پھلاے ہین غنچے	شگوفہ یہ کیا تمنے چھوڑا چمن مین
برا خواب دیکھا جو غربت مین ہم نے	یہ تعبیر دی خیریت ہو وطن مین
نسیم سحر آکے جانے نہ پاے	اگر لپٹے پھولون کی نکہت چمن مین
بنی چشم یعقوب مین پھر بصارت	بسی تھی جو یوسف کی بو پیرہن مین
لیاقت نہ ہو بات کرنے کی جس کو	وہ خاموش بیٹھا رہے انجمن مین
بہت آج غربت مین ہی دل فسردہ	کوئی میرا شاکی ہے میرے وطن مین
پس مرگ دیکھا عجائب وہند ھلکا	ملی شام مدفن جو صبح کفن مین
پڑے چشم نرگس نہ اُس اُنکھڑیون پر	گرے آڑ مہندی کی ٹٹی چمن مین
نہائین جو دریا مین ہم سوختہ تن	گہر آبلہ ہو صدف کے دہن مین
پس میر وسودا رہے ناسخ آتش	یہ دو حکمران تھے دیار سخن مین
ہے غربت مین اتنی ہی منھ پر اداسی	بحالی تھی چہرے پہ جتنی وطن مین
یہ فانوس مین شمع جلتی ہے گویا	مرا جسم سوزان نہین پیرہن مین
کہین گم شدہ دل نہ میرا ملے گا	اگر تیری زلف شکن در شکن مین
بھلا ہو ترا ساقیا پیکے دیکھی	نئی کیفیت ہے شراب کہن مین
مجھے کس کی صورت نظر آئی یارب	کہ حیرت سے تصویر ہون انجمن مین

ملی ظلمت گور مین وہ بھی آخر
رہی کب سفیدی کفن کی کفن مین

سفر مین مرے ہم تو روسے اجنّا
لحد ایک فرضی بنا کر وطن مین

پڑھے عاشقانہ وہ شعراے فصاحت
پسند آ گئے سب کو بزم سخن مین

فرقت ساقی مین کیون لی آتش تر ہاتھ مین
یہ ہتھیلی کا پھپولا ہے کہ ساغر ہاتھ مین

آزمائش کو جو لون مین پارۂ زر ہاتھ مین
کیا عجب برگشتہ بختی سے ہو پتھر ہاتھ مین

قتل صدہا اک اشارہ سے ہوے ہر ہاتھ مین
اُنکی انگشت شہادت ہی کہ خنجر ہاتھ مین

ہون وہ میکش دیکھتا ہون جب مین چشم مست سے
بادہ خوار و کھنچکے آ جاتا ہے ساغر ہاتھ مین

ہے جو یہ منظور اُنھین شہرت ستمگاری کی ہو
وہ لئے پھرتے ہین مجھ مقتول کا سر ہاتھ مین

قاتلو نمین ہی نزاکت کا جو دعوی آپ کو
تیغ ہلکی لیجیے اے بندہ پرور ہاتھ مین

گو کہ فرقت ہی مگر پھر بھی ہی کچھ لطف وصال
ہے تصور آنکھ مین تصویر دلبر ہاتھ مین

اُس کے دامن تک یہان تو دسترس ممکن نہین
لینگے قاتل کا گریبان روز محشر ہاتھ مین

جوشش سودا مین سویا بھی تو مجنون اسطرح
ایک پتھر سر کے نیچے ایک پتھر ہاتھ مین

اُس شہ خوبان کو نذر اسطرح دینا قاصدا
اپنا سر رکھنا مرے خط کے برابر ہاتھ مین

دل مرا آج اُسنے ہنس ہنس کر جلایا اسطرح
پھول لایا قبر دشمن کے مری گھر ہاتھ مین

دیکھا مہندی تو لگاتے پر نہ یہ دیکھا کبھی
خون عاشق کا حسین ملتے ہین کیونکر ہاتھ مین

وہ نہانے اُترے دریا مین تو پردہ کرنے آئے
مردم آبی لیے پانی کی چادر ہاتھ مین

قتل کرکے بعد ذلت اُسنے عزت دی مجھے
پاؤن سے ٹھکرا کے لاشہ لے لیا سر ہاتھ مین

آج تصویر اپنی کھنچوائی ہی یون اُس ترک نے
چشم غیض آلودہ بل ابرو پہ خنجر ہاتھ مین

گوری گوری تھی ہتھیلی کیون لگایا تمنے داغ
آبنوسی لے کے شانہ اے سمن بر ہاتھ مین

تو کرامت گر دکھا تو شیشہ اے پیر مغان
محتسب سے پھر نہ ٹوٹے ہو یہ پتھر ہاتھ مین

بھیڑ مین جنت کی کوثر تک تو آنا ہی محال
ہاتھ لینا میرا یا ساقی کوثر ہاتھ مین

اے فصاحت کربلا مین یہ ہوئی افراط شوق
ایک دامان شہادت تھا بہتّر ہاتھ مین

اسیرون پر بس اتنا رحم یہ صیاد کرتے ہین
زیادہ جو پھڑکتا ہے اُسے آزاد کرتے ہین

اُدھر مشق ستم گر بانیِ بیداد کرتے ہین
ادھر صبر و تحمل کا سبق ہم یاد کرتے ہین

وہ خواب ناز سے چونکے تو یون ارشاد کرتے ہین
یہ کیون عشاق آدھی رات کو فریاد کرتے ہین

حسینو تم کو خوش کرتا ہے جو تم رنج دیتے ہو
ہمین جو رنج دیتا ہے ہم اُسکو شاد کرتے ہین

وہ جانبازونکو اپنے گھاٹ پر تلوار کی لاکر
روانہ جانب شہر عدم آباد کرتے ہین

جوانی کا زمانہ بھی بہت اچھا زمانہ تھا
غضب ہے قدر پہلے کچھ نہ کی اب یاد کرتے ہین

فلک کو تو عبث بدنام کر رکھا ہی لوگون نے
جہانین تم ستم کرتے ہو یا جلاد کرتے ہین

کلس مسواک کا ہی گنبد دستار زاہد پر
طبیعت دار جو ہین کچھ نہ کچھ ایجاد کرتے ہین

تعجب کیا جو بعد مرگ نکلے قبر سے عاشق
اگر آکر کوئی کہدے وہ تجھ کو یاد کرتے ہین

پھڑکتے ہین جو بسمل دیر تک تو موت کہتی ہے
یہ کیون برہم مزاج نازک جلاد کرتے ہین

وہ صحرا ڈھونڈھکر پیدا کیا ہی وحشیو ہم نے
جہان کانٹے بھی کار نشتر فصاد کرتے ہین

ستمگر ایک ہو گر مہربان تو دوسرا بگڑے
فلک رنج اُسکو دیتا ہے وہ جسکو شاد کرتے ہین

مرا تیر دعا باب اثر تک پھر پہونچتا ہے
کئی نالے نکلکر مُنھ سے جب امداد کرتے ہین

بتادے اے اجل تو ہی نہین یہ حال کچھ کُھلتا
ہمارے بعد ہمکو دوست کیونکر یاد کرتے ہین

پھڑکتے ہین فصاحت ہم بسان طائر بسمل
بہارِ بوستانِ کربلا جب یاد کرتے ہین

مجھے جب ہمصفیرانِ گلستان یاد کرتے ہین
تو رُخ حسرت سے سوے خانۂ صیاد کرتے ہین

قفس مین ہوتے ہین نالان نہ ہم فریاد کرتے ہین
فقط کچھ شکوۂ بیرحمیِ صیاد کرتے ہین

یہ صیادِ جہان بھی کیا ستم ایجاد کرتے ہین
اسیرون کے پرونکو نوچ کر آزاد کرتے ہین

خفا ہوتے ہین وہ عشاق جب فریاد کرتے ہین
کوئی اُن سے یہ پوچھے آپ کیون بیداد کرتے ہین

ہمین اخفاے راز عشق مین ایجاد کرتے ہین
کوئی سنتا نہین اب اس طرح فریاد کرتے ہین

جو سنگ آستانِ قصرِ شیرین ہمکو ہاتھ آئے
ابھی تیار لوح تربت فرہاد کرتے ہین

مزاج اُسکا کہین برہم نہ ہو ہم کسطرح پوچھین
وہ یون چپ بیٹھے ہین جیسے کسیکو یاد کرتے ہین

اسیرونکو کچھ ایسا انس ہی جو وقتِ آزادی
بحسرت دیر تک نظارۂ صیاد کرتے ہین

کلیسا و کنشت و دیر و کعبہ مین جہان دیکھا
طریقے ہین الگ پر سب تجھی کو یاد کرتے ہین

غنیمت عاشقو سمجھو لڑکپن ہی تو نادان ہین
ابھی واقف نہین وہ کس طرح بیداد کرتے ہین

قیامت ہے اُجاڑی ہین دلون کی بستیان تنہے
کچھ ایسے بھی ہین ویرانونکو جو آباد کرتے ہین

فصاحت کیا کہین اک انقلاب دہر ہی یہ بھی
تلامیذ آبروافزائیِ اُستاد کرتے ہین

چھوٹ اُنکے رخ کی ہے گلزار مین
نور چشم نرگس بیمار مین

اک حسین کی حسرت دیدار مین
دم رُکا ہے دیدۂ بیمار مین

قتل کر اُتنے ہی عاشق اپنے تو
جتنے جوہر ہین تری تلوار مین

دیکھتے ہین مُنھ عروسان چمن
آبجو ہے آئینہ گلزار مین

دیکھئے یوسفؑ پیمبر کو بھی حسن
لے ہی آیا مصر کے بازار مین

مضطرب دل کو جو پھیک آیا ہونمین
زلزلہ ہے کوچۂ دلدار مین

خواب سے اٹھکر وہ قاتل صبح کو
دیکھتا ہے اپنا مُنھ تلوار مین

اور بازارونمین جنس دل گران
یہ ہے ارزان حُسن کی بازار مین

یون ہی اُسکی زلف کے حلقہ مین دل
جیسے چھالا ہو دہانِ مار مین

چُبھتے ہین تلوونمین میرے مثل خار
نقش پاے غیر کوے یار مین

ہان کہا اُسنے مرے وعدہ پہ یون
پہلوے انکار ہے اقرار مین

تھامتے ہین دل حسینان جہان
کیا اثر ہے داغ کے اشعار مین

ہم ہین غمگین اے فصاحت آجکل
کیا ہو فکرِ شعر اور افکار مین

دی ہے ساقی نے شراب اتنی سی میخانے مین
میرے چلو کے برابر نہین پیمانے مین

دوستو دیر جو ہے اُسکے یہان آنے مین
جلدی کیون کرتے ہو میت مری اُٹھوانے مین

سبزہ رنگ آیا کوئی پینے جو میخانے مین
بادۂ سرخ ہی بلور کے پیمانے مین

بُت یہ سونے کا چُرا لینگے برہمن ہشیار
بھیس بدلے ہوۓ شیخ آتے ہین تبخانے مین

عاشقونمین ہمین اسچھے ہین کہ مجرم ٹھہرے
نازک اس ہاتھ سے ہے لطف سزا پانیمین

قصۂ مجنون کا سنے کوئی تو نیند آتی ہے
برخلاف اسکے اثر ہے مرے افسانے مین

میکشی کے لیے آیا جو کوئی سیمین تن
نقرئی جام نکالے گئے میخانے مین

دخت رز کو نہین شوخی سے قرار ایک جگہ
خم سے شیشہ مین گئی شیشہ سے پیمانے مین

پھول سے چہرہ پر انکے ہوئی عاشق بُلبُل
گل نیا پھولا یہ گلشن کی ہوا کھانے مین

بلبین انگور کی چھائی ہوئی ہین سایہ ہی
دھوپ آتی نہین ساقی ترے میخانے مین

میرے پاس آ کے ابھی کہتے ہو گھر جاتے ہین
واہ اسطرح کا آنا ہے کوئی آنے مین

بلبلین کھنچ کے نشیمن سے چلی آتی ہین
کچھ کشش ایسی ہو صیاد تری دانے مین

شب ہجر آتے ہی ظلمت نے جو گھیرا اُسکو
چاندنی میلی ہوئی میرے سیہ خانے مین

شب کو مسجد سے نکلوا ئے گئے ہین رندو
شیخ کمبخت کو پڑ رہنے دو میخانے مین

گردن شیخ مین تو ڈال گئے دُہرے زنار
برہمن کھینچے لیے جاتا ہے تبخانے مین

عمر آخر ہوئی اب جلد فصاحت چلیئے
آپکو دیر ہے کیون سوے نجف جانے مین

ناز بیجا ہے گیا عشق کا آزار کہان
اے مسیحا ہوئے اچھے ترے بیمار کہان

قدر دان حسن خدا داد کا اے یار کہان
ہین حسین تمسے بہت ہم سے خریدار کہان

کعبہ و دیر مین یا سوے کلیسا اے دوست
شوق مین جاے ترا طالب دیدار کہان

آکے پوچھے گا فرشتون سے وہ بت روز جزا
عرصۂ حشر مین ہین میرے گنہگار کہان

شعرا کیسے ہین نافہم کہ دیتے ہین مثال
کبک کی چال کہان آپکی رفتار کہان

کوچۂ یار بھی ہی مصر کا بازار بھی ہے
حسن کی جنس کو لین جانکے خریدار کہان

رحمت حق سے یہ پوچھین گے ملک حشر کے دن
خلد وہ ہی یہ سقر جائین گنہگار کہان

تربت غیر پہ زینت ہے نہ رونق یارو
دیکھو تو ہین گل نقش قدم یار کہان

کچھ بتا دو کہ مین دل تھامے ہوے آؤن وہان
اُٹھ کے پہلو سے مرے جاتے ہو اے یار کہان

لب تسنیم پہ پوچھین کہ کنار کوثر
ساقیا حشر کو آئین ترے میخوار کہان

جاؤ بھی تیر یہ کس طرح لگایا تم نے
رہ گیا دل ہین کلیجہ سے ہوا پار کہان

آئے اُس انکھڑیو مین وصل کی شب گہری نیند
طالع ایسا ہے فصاحت مرا بیدار کہان

مشورے میرے ستانے کی رہا کرتے ہین
جاؤ بھی کیا یہی ارباب وفا کرتے ہین

پھر کے کوچون مین خبر سب کی لیا کرتے ہین
بادشاہون سے نہو جو وہ گدا کرتے ہین

دید بازونکو تو یان قتل کیا کرتے ہین
دیکھین وہ حشر کے انبوہ مین کیا کرتے ہین

رو رہے ہین وہ جنازے سے مرے لپٹے ہوے
غیر کمبخت اُنھین ہنس ہنس کے جدا کرتے ہین

سجدہ گہ جان کے ہمکو رکھین عشاق جبین
یہ اشارہ ترے نقش کف پا کرتے ہین

بندے اور مصلحت مالک تقدیر مین دخل
جو مقدر مین نہین اسکی دعا کرتے ہین

کون کہتا ہے اِنھین پردہ نشین عالم مین
یہ حسین تو مری آنکھونمین پھرا کرتے ہین

نیکنامی بھی خدای مین ہے بدنامی بھی
نہ وفا کرتے ہین یہ بُت نہ جفا کرتے ہین

زندگی مین تو حسین دل سے بھلائے ہوے تھے
مرگئے اب تو ہمین یاد کیا کرتے ہین

ہے یہ منظور اُنھین عاشق سہے دم لیکر
ظلم تھم تھم کے تو رہ رہ کے جفا کرتے ہین

پی کے مے گرتے ہین مستی مین خم بادہ پر
ابھی ہم چال دم لغزش پا کرتے ہین

کس کی جرات یہ کہے اس ستم ایجاد سے کون
قبر و نکو روندتے ہین آپ بُرا کرتے ہین

دار فانی مین غم انجام جو ہے شادی کا
تو جلا جل کف افسوس ملا کرتے ہین

محفل شعر مین جاتے ہین فصاحت جب ہم
دل سے توصیف و ثنائے شعرا کرتے ہین

جا کے ذرہ خاک عاشق کا مکان یار مین
مردمک بنتا ہے چشم روزن دیوار مین

باغبان نے کس کی آمد سنتے ہی گلزار مین
طرۂ سنبل لگایا لالہ کی دستار مین

میکشون کو دھوپ کی ایذا نہین گلزار مین
کرتے ہین آرام دن کو سایہ اشجار مین

دونون ہین معدوم دکھلائی نہین دیتا کوئی
کچھ نہین فرق اُس کمر اور میرے جسم زار مین

ہو جو عاشق حسن پر دل سے وہی برباد ہو
ہے بڑا اندھیر اے عشق آپکی سرکار مین

ہین کہان دربان نگہبان بڑھکے جلدی روکدین
آرہی ہے کعبہ کی وہ بھیڑ کوے یار مین

دشت مین جاتا جو میرے پاؤنکے چھالے کا خون
مجنون برسون رہی لذت زبان خار مین

میکدے مین آئے گا کون آج رندِ بیقرار
مے جو ساقی نے بھری ہے جام مینا کار مین

دختِ رز کی عقد کو پیرِ مغان سے خود کہے
ساقیا اتنی جسارت ہے کسی میخوار مین

اے فصاحت یہ دعا حق سے ہو جب ہو وقت نزع
دم مرا نکلے ولاے حیدرِ کرّار مین

ہم یہ مستورہ رہتا ہے دربان و نگہبان مین
نہ حجّاج آئین کعبے سے پلٹ کر کوے جانان مین

ہمین افتادہ اک مدت سے ہین کیا کوے جانان مین
پڑا ہے بے ستون پر کوہکن مجنون بیابان مین

خلل آئے نہ وقت صبح خواب ناز جانان مین
نسیم آتی ہے تو آئے بے پاؤن گلستان مین

مجھ ایسے عاشق آئین بخطراب کوے جانان مین
پڑی ہے خاک اُڑ اڑ کر مری چشم نگہبان مین

خجل ہے ہمسری کر کے تمھارے ناخن پا سے
ہلال آسمان سر اپنا ڈالے ہے گریبان مین

ہوا ہے دفن شاید اسمین کوئی مضطرب عاشق
یہ کیون اک زلزلہ سا ہے زمین کوے جانان مین

بگولے بہر تعظیم اُٹھے لینے کو بڑھے وحشی
وہ دیوانہ ہون جب مین نے قدم رکھا بیابان مین

لگایا ایک جھٹکا ایسا دستِ جنون تو نے
نہین ثابت کوئی تار آستین دامن گریبان مین

درخشانی یہ اپنی کیون ہے اے مہر فلک نازان
مجھ ایسے ہین بہت ذرّے زمین کوے جانان مین

جہان چاہے چلے لیلی اُتر کر اپنی محمل سے
کہ نازک پھول سے کانٹے ہین مجنونکی بیابان مین

یہی حسرت فصاحت اور یہی اپنی تمنا ہے
بنے تربت ہماری روضۂ شاہ شہیدان مین

کیا یہ بھی راز ہے کہ نہان ہے عیان نہین
پھر کس کی ہین وہ جان اگر میری جان نہین

قتل اُسنے وان کیا مجھے کوئی جہان نہین
شاہد نہین زمین گواہ آسمان نہین

اشکونکے ساتھ آہ کا میرے دھوان نہین
ہے کاروان یہ گرد رہ کاروان نہین

پھول اسمین مجتمع ہوے ہین رنگ رنگ کے
گلدستہ ہے یہ محفل اہل زبان نہین

بالکل اس آہ شعلہ فشان نے جلا دیا
اب ہے فقط دھوان ہی دھوان آسمان نہین

کوچہ مین اسکی جمع ہین سب عاشقان پیر
کیا خوب ہے بہشت یہ کوئی جوان نہین

ہوش اتنا مجکو بیخودیٔ عشق مین نہین
دل مین جگر مین درد کہان ہی کہان نہین

کیا جانین وہ نرالی جفائین نئے ستم
کیونکر کہون کہ اُنکا شریک آسمان نہین

بُلبُل سے کیا چٹک کے کرے گفتگو بھلا
غنچہ کے تو دہن ہی دہن ہی زبان نہین

کعبہ سے پھر کے آئے ہین کوچہ مین تیرے جو
کہتے ہین جیسی بھیڑ یہان ہی وہان نہین

ساقی ضرور گھورینگے بنت العنب کو ہم
پابندیٔ اجازت پیر مغان نہین

عاشق کے دلمین دیر و حرم مین کنشت مین
اے دوست ہر مقام مین ہے تو کہان نہین

میرے تڑپنے سے تو زمین کو ہے زلزلہ
نالون نے کیا کیا خبر آسمان نہین

لو وقت قتل خون نے مرے تر بتر کیا
اب تو تمھاری تیغ کی سوکھی زبان نہین

ہٹ جا چمن سے بُلبُل و گل مین وصال ہی
اتنا لحاظ بھی تجھے اے باغبان نہین

منصور کو اِسی نے چڑھایا ہے دار پر
کیونکر کہون کہ دوست ہی دشمن زبان نہین

لی ہے جو تیغ میان سے یہ بھی تو دیکھ لو
ہی کون اور کون دم امتحان نہین

یہ طالب وصال وہ دیتے ہین گالیان
قابو مین میرے دل ترے بس مین زبان نہین

لو مفلسی نے رنگ طبیعت بدل دیا
مین ہون جوان تو کیا ہون مرا دل جوان نہین

اٹھکر ہماری وادیٔ وحشت سے گردباد
کیا مثل تاج زیب سر آسمان نہین

پھر کیا یہ کوے یار مین پھیلا ہے رہرو
مانا یہ مین نے آہ کا میری دھوان نہین

کعبہ مین بتکدے مین کلیسا مین طور پر
ہر جا ہین تیرے دید کے طالب کہان نہین

اسپر بھی آفت آتی مرے اضطراب سے
اچھا تو ہی زمین کا شریک آسمان نہین

اک قول آپ کا کہ گھڑی بھر مین کچھ کا کچھ
جو بات کہکے پلٹے وہ میری زبان نہین

توڑا ہمارا شیشۂ دل پہلے آپ نے
جوڑا پھر اسطرح کہ کہین پر نشان نہین

مُردے کو ٹھوکرون سے خدا نے بچا لیا
اچھا ہی میری لاش پہ وہ بدگمان نہین

کیا بیٹیان بھلا سر فرہاد پر ہند حسین
مجنون کے دامنون کی بہم دھجیان نہین

محفوظ یہ نزول بلا سے نہ کیون رہے
میری زمین شعر پہ تو آسمان نہین

اس شاعری مین نام ہوا آبرو بڑھی
محنت فصاحت آپکی تو رائیگان نہین

مضطرب سب ہین فقط بیتاب مین بیدل نہین
کون ہی وہ کوچۂ قاتل مین جو بسمل نہین

خوبرویان جہان پر ہین ذرہ مائل نہین
آئی پیری وہ طبیعت اب نہین وہ دل نہین

جان نثارون مین کوئی گھائل کوئی بسمل نہین
آج ہنگامہ میان کوچۂ قاتل نہین

اے نگاہ شوق بڑھ پہلے پہل اُس کی طرف
کوئی پردہ یا حجاب و شرم کچھ حائل نہین

غیر کا دل پھیرتے ہین وہ مرے دل کے عوض
اب یہ کون اُنسے کہے لین کیا ہمارا دل نہین

خوف عادل سے کسی گوشہ مین شاید ہے نہان
سب ستمگر حشر مین تو ہین یہ وہ قاتل نہین

گر نظر آتا نہ سایہ تجکو تو ہوتا مقر
اس بت کافر کی یکتائی کا مین قائل نہین

ابر بھی اُٹھا ہوا ہے سر د میکش بھی ہین جمع
جو رے مے ساقی روان پھر کیون لب ساحل نہین

مُنھ سے گرم آہین نہ کیون نکلین فراق یار مین
ایک انگارا سا ہے پہلو مین میرے دل نہین

آسرا ٹوٹا مرا اُسنے بگڑ کر جب کہا
دل ہین اور ونکے ہمارے پاس تیرا دل نہین

شوق نے بڑھ کر کہا مجھ سے کہ بوسے بھی لو
دل یہ کہتا ہے ابھی وہ نیند مین غافل نہین

نجد مین کہتی تھی یون لیلے مزار قیس پر
اب یہ اس تربت کا گنبد ہے مری محمل نہین

آج بوسہ مانگتے ہین انسے پر ملتا نہین
کل وہ خود پوچھین گے دین کسکو کوئی سائل نہین

بائین پہلو مین جو بیٹھا آکے وہ آرام جان
اب جگر بیتاب ہی سینہ مین مضطر دل نہین

قتل ہونے سے ملی تجکو حیات جاودان
سچ کہون مین وہ مسیحا ہے مرا قاتل نہین

جو کہ ہین غم دوست اور ایذا پسند انکا ہی قول
جلد جو آسان ہو وہ مشکل کوئی مشکل نہین

خیر اپنے دست نازک سے نہ ملا آپنے
کیا مرا دل ہائے پامالی کے بھی قابل نہین

دیکھکر عشاق اسکے چہرۂ شفاف کو
ہین سبھی ششدر فقط آئینۂ محفل نہین

اپنے مُنھ سے جو کرے اور ونمین اظہار کمال
اے فصاحت سچ کہین ناقص ہے وہ کامل نہین

ردیف واو

نہ کر میخانہ مین تو نا امیدوارون کو
پلا تلچھٹ ہی ساقی ہم سے مفلس بادہ خوارونکو

نہ گورستان مین ٹھکرا کر ہلاؤ تم مزارونکو
بڑی تکلیف ہوگی مرمٹون مین دلفگارونکو

غم و ماتم نے اپنے طول کھینچا ہے کچھ اس درجہ
وہ کوسا کرتے ہین اب تو ہمارے سوگوارون کو

لئے جاتا ہے اس پردہ نشین کے آستانہ تک
ہجوم آرزو گھیرے ہوے اُمیدوارون کو

اجل کے تھامے یہ شاید تھمین ورنہ نہین ممکن
زمانہ بھر اگر تھامے تمھارے بیقرارون کو

صدا یہ مغبچونکو قلقل مینا سے آتی ہے
چھکا دو بادہ خوارونکو چھکا دو بادہ خوارون کو

کوئی ہو قصر مین غرفہ کہ روزن لطف اِسی مین ہے
کہین سے دیکھتے رہئے ذرا اُمیدوارون کو

ہنسی آتی ہے جو ہے دیکھتا گورِ غریبان مین
یہ کس انداز سے پامال کرتے ہو مزارون کو

فراق یار مین کیا دل مرا بہلاتے رہتے ہین
فصاحت آفرین شاباش میرے غمگسارون کو

گلا نہ کاٹو اگر زہر کھا کے مر جاؤ
کسی طرح سہی اُلفت مین نام کر جاؤ

عدم کے رہروؤ جلدی نہ اسقدر جاؤ
ذرہ ہمین بھی تو آلینے دو ٹھہر جاؤ

ہے دیر و کعبہ سے کیا عاشقو غرض تمکو
کسیکے در پہ چلو کیون ادھر اُدھر جاؤ

دل و جگر مین اُٹھے عاشقو جو درد کی ہوک
کسی کا نام نہ لو ہاے کہہ کے مر جاؤ

تڑپتے دل مرا تم راہ مین جہان دیکھو
قدم نہ آگے بڑھاؤ وہین ٹھہر جاؤ

فلک پہ دیکھو سر شام بدر نکلا ہے
نقاب اُلٹ کے ذرا تم بھی بام پر جاؤ

سکھاتی ہے دل عشاق لے کے شوخی انھین
کہ آنکھین چار کرو اور پھر مکر جاؤ

نکالکر مجھے اپنے مکان سے بولا وہ بت
شکایتین مری کرنے خدا کے گھر جاؤ

ہے اتنی فکر وہان جانے مین فصاحت کیون
کسی طرح کا نہ دیکھو اگر ضرر جاؤ

وان قتل تم کرو مجھے کوئی جہان نہ ہو
شاہد نہ ہو زمین گواہ آسمان نہ ہو

باتین مجھے سنائی ہین اسنے لگا کے وار
خنجر کے وار مین کہین زخم زبان نہ ہو

اے عندلیب لطف ہے کیا اتحاد کا
جبتک دہان غنچہ مین تیری زبان نہ ہو

شق ہو نہ جائے یہ بھی مرے اضطراب سے
اس حال مین زمین کا شریک آسمان نہ ہو

قبلہ سے روے بیت عاشق کو پھیر دو
وہ بت جو آے دیکھنے کو بدگمان نہ ہو

دو چار پھول مل کے چھپا لین جو باغ مین
معلوم باغبان کو مرا آشیان نہ ہو

سوز و گداز عشق کا اسوقت ہون مقر
جب میرے تن مین نام کو بھی استخوان نہ ہو

ہمکو نظر جو آتا ہے یہ گیسوے سیاہ
صاحب تمھاری کان کی نوکا ڈھولن نہ ہو

روز حساب دیکھئے مجرم نہ ٹھہرین ہم
جیسے نگاہ غیظ یہان ہے وہان نہ ہو

پہلو سے جس کے دل کو چراکر اُٹھین حضور
اچھی یہ بر ہمی ہے وہی بد گمان نہ ہو

ہان شاعری کا شوق فصاحت رہی ضرور
محنت تمام عمر کی ہے رائیگان نہ ہو

برہم چمن مین بلبلون سے باغبان نہ ہو
تو ہی بتا کہان ہو نشیمن کہان نہ ہو

یہ چرخ چار مین یہ یہ کہکر گئے مسیح
ہم کیا رہین جو قدر نہ آسمان نہ ہو

چلتا ہون بزم غیر مین ساتھ آپکے مگر
یہ کم توجہی جو یہان ہے وہان نہ ہو

خلوت مین آپ روز بلاتے ہین غیر کو
بندہ کوئی ملک نہین جو بد گمان نہ ہو

اے دوست کھل کے اچھی طرح مجھکو آزما
پردے مین دشمنون کے مرا امتحان نہ ہو

بلبل جو باندھے تار رگ گل سے باغ مین
جبتک چھٹے نہ شاخ جدا آشیان نہ ہو

اُلٹے طبق زمین کا مرے اضطراب سے
اُسکو اگر دبائے ہوئے آسمان نہ ہو

دو قبرین اس گلی مین مرے دل جگر کی ہان
روشن چراغ داغ کہان ہو کہان نہ ہو

ادنیٰ عروج سے کبھی اعلیٰ نہ ہو سکے
ہو بھی اگر بلند زمین آسمان نہ ہو

اس در پہ ہم پڑے جو فصاحت تو بولے وہ
سمجھا ہو نہین جیسے یہ وہی ناتوان نہ ہو

چاہیئے ہی دیکھنا مجھ عاشق مجبور کو
تھا مگر دل نازو انداز بت مغرور کو

فائدہ بخشا نہ لے جراح مجھ مخمور کو
زخم سوزان نے جلایا مرہم کافور کو

روشنی گلشن مین اے نرگس اگر منظور ہی
اُنکے قدمون سے مل اپنے دیدۂ بی نور کو

عکس خط سبز ساقی نے بوقت میکشی
کر دیا جام زمرد سا عنبر بلور کو

دن کو جب رنگ صبیح یار سے ہمسر ہوا
شمع بنوا کر جلایا رات بھر کافور کو

آپ کی محفل جو ہے رشک پرستان و بہشت
ساتھ پریون کے ہی آنے کی تمنا حور کو

گھٹ گئی غیرونکی بینائی چشم اچھا ہوا
اور دیکھیں غور سے اُس چہرۂ پرنور کو

گر اکٹھا اک جگہ کر لے تو ہون دو مہر و ماہ
آسمان پھیلے ہوے اُن عارضونکے نور کو

دوستو دل مضطرب ہے کیا کرین کیونکر ملے
دیکھا جھرمٹ مین پریزادونکے آج اک حور کو

اور گیارہ نور پیدا کر دیے اللہ نے
آسمان پر نور سے تزویج کر کے نور کو

آسمان کفنانے مجھ گریان کے لاشے کو جھکا
ابر کے دامن مین رکھکر صبح کے کافور کو

نزع مین آنکھین پھرائین مین نے تو بولا وہ شوخ
غور سے دیکھو مجھے پھر دیکھ لینا حور کو

بام پر انکا تبسم ہم نے دیکھا جس طرح
حضرت موسیٰ نے یون دیکھا نہ برق طور کو

جب در جنت پہ پہونچونگا تو کوثر کے قریب
حورین ہاتھون ہاتھ لے جائینگی مجھ مخمور کو

فرقت ساقی مین سوے باغ جب جاتے ہین مست
دل بھر آتا ہے ٹپکتے دیکھکر انگور کو

دن کو بام یار پر پہنچونگا یہ تعبیر ہے
شب کو مین نے خواب مین دیکھا ہی کوہ طور کو

نگلین گھٹ گھٹ کر فصاحت دل سے کیونکر حسرتین
بند کر دیتے ہین لخت دل رہ ناسور کو

پس مرگ اے پری رو اور دیوانونمین عزت ہو
سرہانے قبر مجنون کے جو مجھ وحشی کی تربت ہو

سخنور کو ہم بعد فنا خلوت مین خلوت ہو
اگر گور غریبان کے کسی گوشہ مین تربت ہو

عداوت آپ کی وہ اچھی جسمین بوے الفت ہو
برا وہ شکر میرا جسمین پہلوے شکایت ہو

محبت مین کوئی اور آرزو دل کی بدولت ہو
وہی میری تمنا کیون ہو جو دشمن کی حسرت ہو

مناسب ہی نہین انکا گلا گر پاس الفت ہو
جو ہو بھی تو فلک کے پردے مین انکی شکایت ہو

اندھیری رات مین اغیار آ کر ٹھوکرین کھائین
زمین کوے جانان سے کچھ اونچی میری تربت ہو

کبھی تنہا ملین تو گلے ملکر یہ ہم پوچھین
بہت سے عاشقونکے دل ہین تم کس کی حسرت ہو

ہمارے پاس آ کر رنگ بدلے عشق جو چاہے
جگر مین داغ ہو دوران سر مین دلمین حسرت ہو

خصوصیت نہین اس امر مین کچھ قبر عاشق کی
انھین تو پائمالی سے غرض ہی جسکی تربت ہو

تمھین لائین نہ کیون اصرار کر کے لوگ محفل مین
مگر تم رونق بزم سخندان اے فصاحت ہو

ہر ایک کے ستم سے لب پر نہ کیون فغان ہو — ظالم بڑے ہین دونون وہ ہون کہ آسمان ہو

اے رشک حور تیری تعریف کیا بیان ہو — کوچہ ہے تیرا جنت پیر آئے نوجوان ہو

سچ ہو بلند میری آہ ہو تکا گرد ھوان ہو — یون پھیل پھیل کر ہو قائم کہ آسمان ہو

کیون اُنکے پائمالون کی خاک رائگان ہو — ہو کر بلند چکر کھائے تو آسمان ہو

غیرون کی چشم و ابرو اُسوقت دیکھنا ہین — ہمکو بھی تم بلانا جب اُنکا امتحان ہو

آغوش چشم سے تو دامن مین آ کے مچلا — یہ طفل اشک آفت ڈہاے اگر جوان ہو

منظور وان ہے ملنا تو کچھ بتا بتاؤ — مین بھی وہین پہ آؤن تم حشر مین جہان ہو

مین روز حشر جنت مین جاؤن کیا سمجھ کر — وان بھی مرے ستانے کو شاید آسمان ہو

سب جان نثار مقتل مین کیون طلب ہوئے ہین — اسکو بلاؤ جسکا منظور امتحان ہو

عشاق پیر سے ہے اللہ یہ تکبر — دنیا مین اک نرالے شاید تمھین جوان ہو

کیا کہنا تم یہ اچھی بات اپنے دلمین سوچے — ظلم و ستم کرین ہم بدنام آسمان ہو

وہ صبر ہین تو عاشق کو آزما رہے ہین — بیدردیون مین اے عشق اُنکا بھی امتحان ہو

تلوار اتنی جلدی کیون میان سے نکالو — رہ رہ کے تیغ کھینچو تھم تھم کے امتحان ہو

غارتگر اپنی آنکھون سے وہ یہ کہہ رہے ہین — ویران کردو اُسکو آباد جو مکان ہو

ناطاقتی ہو رعشہ ہو ضعف ہو الٰہی — سب کچھ قبول لیکن پیری مین دل جوان ہو

باہم نباہ مشکل پر ہے مزہ اسی مین — شیرین زبان ہو عاشق معشوق بدزبان ہو

بیت الحزن ہمارا جیسا ہے اے فصاحت — شاید مہیب و تاریک ایسا کوئی مکان ہو

گذری ہی تیری جان پر کیا مدعی سے پوچھ لو — دل لیا جبکا زبردستی اُسی سے پوچھ لو

چپکے چپکے دل دکھانا گر تمھین آتا نہین — نازنینان ستمگر مین کسی سے پوچھ لو

راز دل کا پوچھنا کیون وقت رخصت پر رکھو — جب نہ شاید ہو سکین ہم ہون ابھی سے پوچھ لو

غیر کے لب پر دم فریاد آیا کس کا نام — مجھ سے کیون دریافت کرتے ہو اسی سے پوچھ لو

یون بتائے کون میری قبر تم تو ہو عدو — آنسو اپنی آنکھ مین بھر کر کسی سے پوچھ لو

بعد مرنے کے کفن بھی مجھ کو دے گا یا نہین ۔ ہمدمو للہ یہ چرخ دنی سے پوچھ لو
زیور آہن پنھاؤ مجھ سے دیوانے کو پھر ۔ پہلے حدادو تم اس زنگ پری سے پوچھ لو
وقت میٖنوشی نہ پوچھو مجھ سے راز قلب غیر ۔ نشہ مین وہ خود ہی کہدیگا اُسی سے پوچھ لو
میکدہ کو دیکھتے کیون نکلے چشم شوق سے ۔ میکشو وہ جا رہے ہین شیخ جی سے پوچھ لو
نزع مین آنکھین پھرائے گا کوئی کس کی طرف ۔ وقت پر موقوف کیون رکھو ابھی سے پوچھ لو
پوچھنا حال دل عاشق نہین دشوار کچھ ۔ ہان گلے مین ڈالکر باہین ہنسی سے پوچھ لو

ہان فصاحت کے عقیدہ کو فرشتو قبر مین
جلوہ فرما ہین مرے مولا علی سے پوچھ لو

بے رخی کو ہمدمو اُس نازنین سے پوچھ لو ۔ دل یہ کیا گذری یہ مجھ اندوگین سے پوچھ لو
صبر یہ کر لین تو تم اُنپر بلا نازل کرو ۔ آسمان والو ذرا اہل زمین سے پوچھ لو
مجھ مین کب طاقت بیان کرنیکی ہی چارہ گرو ۔ حال جو میرا ہی میرے ہمنشین سے پوچھ لو
عاشقو جور بتان کی کیون کرو فریاد ابھی ۔ کچھ ملے گی داد یہ حسن آفرین سے پوچھ لو
قیس کو لیجانا پھر تم وحشیو ناقہ کے پاس ۔ پہلے جا کر لیلیٰ محمل نشین سے پوچھ لو
صاف کہدین کس کو اُلفت ہی تمھاری کسقدر ۔ بات یہ غیرون سے کیون پوچھو ہمین سے پوچھ لو
دل سے شیدا اپنا سمجھے ہین وہ کس کو عاشقو ۔ حسن کے اُنکی قسم دیکر اُنھین سے پوچھ لو

حسب فرمائش جناب نواب مرزا محمد جعفر علی خانصاحب اعلی اللہ مقامہ

جو فصاحت پر حسینو ظلم کرتا ہون تمھین
یہ بتائے گا تمھین چرخ برین سے پوچھ لو

حقیقت کچھ نہ سمجھے جو تری اسکا برا کیون ہو ۔ معاذ اللہ اے بت تیرے کہنے مین خدا کیون ہو
مناسب جو نہو وہ اختلاط اے دلربا کیون ہو ۔ ادا ہو نازنین تو خیر شوخی مین حیا کیون ہو
کرین فریاد ادھر ہم کیون ادھر عذر جفا کیون ہو ۔ قیامت مین ہمارا اور اُسکا سامنا کیون ہو
ہم ایسے صبر کرنیوالے جیتے ہین وہ مر جائین ۔ تو پھر تم مین فلک مین اسقدر بحث جفا کیون ہو
مرے سر کی قسم جھوٹی اُنھون نے جسمین کھائی ہو ۔ بھلا وہ اُنکا وعدہ میرے دشمن سے وفا کیون ہو
پری پیکر ہو تم مشہور عالم کے حسینو مین ۔ جو دیوانہ کوئی پلٹے تو بگڑو کیون خفا کیون ہو

ترٹپنے مین مرے ہی سر جانے مین کیا ہو گی
گلا میرا جو تھوڑا سا کٹا ہے کند خنجر سے
بڑھائے گر نہ حسن و عشق ہمت اور جسارت کو
ستم بھی کرتے ہین وہ اور یہی کہتے جاتے ہین
رہین دونون بہم گر ہے خطر کوئے محبت مین
جو تصویر اُسکی اُسکے سامنے دل سے لگا لی ہے
کیا کار نمایان کونسا اے حضرت مجنون
ادائین اور معشوقون کی بھی چھریان ہین خنجر ہین
جلین عشاق کیون اے شمع عریان مثل پروانہ
مثال سائل اُسکے در پہ ہم آواز دین لیکن
لگایا تازیانہ رعد نے برق جہندہ کا
میان فصل گل باد صبا کے ساتھ نکہت کو
نکالین عاشق اپنے مُنھ سے کیون اسطرح کے فقرے
دماغ اُسکا نہ پر ہو کر ہوا اے اوج و نخوت سے
کبھی یہ بھی نہ پوچھا اُسنے بیماران الفت سے
وہ مجھ سے کہہ رہے ہین تو ہے کیون بے صبر اس درجہ

جو ہو تو دلستان ہو جانستان اُنکی ادا کیون ہو
ندامت چاہیئے قاتل کو شرمندۂ قضا کیون ہو
مین پابند وفا کیون ہون وہ سرگرم جفا کیون ہو
ترے لب پر ہو مُہر خامشی میرا گلا کیون ہو
کلیجہ میرے دل سے دل کلیجے سے جدا کیون ہو
وہ اِس بے اختیاری بات پر اتنا خفا کیون ہو
تمھین عشاق مین سرخیلِ اربابِ وفا کیون ہو
زمانہ بھر مین اک بدنام تیری ہی ادا کیون ہو
تری مانند معشوقون مین کوئی بے حیا کیون ہو
دہل جائے دہ کمین جسکو سنکر وہ صدا کیون ہو
کسی بکھرے ہوئے گیسو سے ہمسری گھٹا کیون ہو
جو خوف آوارگی کا ہی تو غنچہ سے جدا کیون ہو
جو اُنکی شان کے لائق نہ ہون اُنکو گلا کیون ہو
ہما کا پر سر دیہیم فرق بادشا کیون ہو
مرض مین حال کیسا ہی تمھارا اب دوا کیون ہو
اگر بڑ جائین جو مین پوچھون تم اتنے بے وفا کیون ہو

فصاحت قدردانی حضرت سالم جو فرمائین
ہمین شغل اور کوئی شعر کہنے کے سوا کیون ہو

فقیری مین مجھے یہ بھی میسر اے خدا کیون ہو
گذر کیون شرم کا بے اذن ہو دخل حیا کیون ہو
وہ مسجود خلائق بعد مرگ اے دلربا کیون ہو
کسی سے کیون چھپے پردہ نشین وہ مہ لقا کیون ہو
لڑکپن ہی مین تم آمادۂ جور و جفا کیون ہو
یہین جھگڑا چکا لو کیون اُٹھا رکھو قیامت پر

فقط جھاڑی زمین پر پڑ رہون مین بوریا کیون ہو
کوئی اور اُنکی خلوت گاہ مین میرے سوا کیون ہو
مرے دشمن کی تربت پر تمھارا نقش پا کیون ہو
اُبھارے حسن ہی اُسکو تو پابند حیا کیون ہو
اگر ضد ہے یہی تو پھر ابھی سے ابتدا کیون ہو
تو میرا تمھارا فیصلہ پیش خدا کیون ہو

نثارے کرتی رہتی ہین وہ آنکھین دید بازونسے
بھری شوخی ہی شوخی جنمین ہو ہمین حیا کیون ہو

ستم ایجاد کیجیے کوئی تو کچھ فوق ہو اُس پر
عدو پر آپنے جو کی وہی مجھہ پر جفا کیون ہو

نمک بھی میرے زخمونپر چھڑکتا جاے رہ رہ کر
یہ ہین قاتل جو تڑپا پاے تڑپنے کا مزا کیون ہو

اسی کے گھر کی جانب جبتلک رخ کو نہ ہین پھیرون
سکون دل کو بھی مثل طائر قبلہ نما کیون ہو

مرقع مین جو ہین باہین تمھاری میری گردن مین
مصور پر یہ ہو برہم میری جان مجھسے خفا کیون ہو

دم رخصت یہ مطلب اُنکی باتون سے نکل آیا
لگاؤ آس تم کیون پھر مرا وعدہ وفا کیون ہو

جگر مین تیرے ڈالا جائیگا ناسور اسے گو ہر
زبان موج یہ کہدے تو دریا سے جدا کیون ہو

لکیرین دام اگر ہون آپکے دست نگارین کی
رہے قیدی بریدہ ہاتھ سے رنگ حنا کیون ہو

جو عاشق مرتبہ دان ہین زمین کوے جانان کے
ادب سے سر کے بل جائین تو کوئی نقش پا کیون ہو

ھنیئاً کی سنین آواز مینکش اپنے کانون سے
مری مٹی سے جو ساغر بنے وہ بے صدا کیون ہو

خلاف طبع شاید کی کسی عاشق نے گستاخی
یہ کیا تم آج چپ چپ صبح سے اے دلربا کیون ہو

نچھاور سیم و زر کرتے ہین اپنے غیر بھی ہم بھی
تھو گر بحث بیچارے فقیرون کا بھلا کیون ہو

مٹا ہی دینگے آنے جانے والے کوی جانان ہین
مجھ ایسا زار افتادہ مثال نقش پا کیون ہو

چراغ شام یا گل دونو نکا ہنسنا نہین اچھا
کوئی خندان ہماری قبر پر اُنکے سوا کیون ہو

دل افسردہ مجھ ایسا ہو گلستانین جہان مدفون
وہان کی پھول کیون شاداب ہون سبزہ ہرا کیون ہو

وہ آئین یا نہ آئین وقت پر یہ آہی جائیگی
سماجت سے مری تبدیل آئین قضا کیون ہو

کرشمہ غمزہ ناز انداز شوخی سب کچھ آئین ہو
مگر عشاق کی دل کھینچنے والی ادا کیون ہو

کسی بانکی ادا نے اے فصاحت مجکو مارا ہے
بہانا کوئی اور اسکے سوا ہے قضا کیون ہو

عاشقو اُنکا سمجھ بوجھ کے جلوا دیکھو
غش نہ آجاے کہین صورت موسیٰ دیکھو

سہم جاؤ گے نہ تم زخم جگر کا دیکھو
گر نہین میرا کہا مانتے اچھا دیکھو

ہاے اسطرح مرے دلکو جلایا دیکھو
تمنے کچھ بھی نہ کیا غیر سے پردا دیکھو

ہر گھڑی صنع سکندر کو نہ اصلا دیکھو
صاف آئنہ ہے اس سے مرے دلکا دیکھو

توسہی حسن پر اپنے ابھی عاشق ہو جاؤ
آئینہ لے کے تو اپنا رخ زیبا دیکھو

کل تلک عشق کا دم بھرتے تھے اغیار بہت
آج کوئی نہ سر معرکہ آیا دیکھو

سیکڑون روز یونہین مرتے ہین تم پر صاحب
لو ادھر آؤ جنازہ نہ کسیکا دیکھو

ایسی اٹکھیلیون کی چال نہ چلنا تھی تمھین
سارے عالم مین قیامت ہوئی برپا دیکھو

مجھ کو محفل سے زبردستی اُٹھا دینے کا
پھر کیا تمنے رقیبون سے اشارا دیکھو

مین جو نالان ہون تو وہ غیض سے فرماتے ہین
تم زمانے مین مجھے کرتے ہو رسوا دیکھو

وحشیو ماتم مجنون کی جہان مین ابتک
صف بچھائے ہوے ہے جادۂ صحرا دیکھو

مین جو آیا ہون تو غیرونکو بلاتے ہو کیون
کچھ نہ کچھ بزم مین ہو جائے گا جھگڑا دیکھو

جھانکو غرفہ سے نہ تم وہم سے مجھے آتا ہے
آؤ بھی کیون مرے دشمن کا جنازہ دیکھو

دل پڑا ہے مرا اُس کوچہ مین تو راہرو
شوخیان کرتا ہے وہ نقش کف پا دیکھو

عاشق آیا ہے پئے دفن جو مجھ سا یارو
تو لحد کھولے ہے آغوش تمنا دیکھو

حشر کو مجھسے فصاحت یہ کہے گا رضوان
لائی ہے خلد مین حیدر کی تو لا دیکھو

بدکہنے کا لطف واعظا ہو
رندون سے کبھی جو سامنا ہو

جو کوئی صنم عدو ترا ہو
پامال مثال نقش پا ہو

دل اسکو دیا ہے اُسکو ہم نے
یا اِس مین بُرا ہو یا بھلا ہو

یا وصل ہو یا کہ موت آئے
جلدی سے کہین یہ فیصلا ہو

معلوم ہو لطف گفتگو کا
موسیٰ کا جو اُس سے سامنا ہو

تربت پہ مری نہ لات مارو
اُس کو نہ دباؤ جو دبا ہو

رہتا ہے خیال اے فصاحت
مضمون وہ بندھے کہ جو نیا ہو

عاصی ہون پر مرے خدا مہربان ہو
الکن جو مثل حضرت موسیٰ زبان ہو

دشمن ہزارون اُسکے ہون آفت مین جان ہو
دو دن جو تم کسی پہ ذرا مہربان ہو

کیا پوچھنا تمھاری جفائین ہین زور پر
پھر پیر ہے یہ چرخ ابھی تم جوان ہو

پیش کمند آہ رسا دونو ہین قریب
تیرے مکان کا بام ہو یا آسمان ہو

یہ ہین لگاؤ تیر نظر شرم کیا ضرور
منھ پر نقاب ڈال کے کیون امتحان ہو

کیا بات ہی مرے دل بیجان کو بخش دو
شاید تمھارے تیر کے پیکان مین جان ہو

کوچے مین اُنکے شرط عقیدہ ہے شیخ جی
آؤ جو تم بہشت سمجھ کر جوان ہو

فرقت مین ہی بلند مری آہ کا دھوان
گر منتشر ہوا نہ کرے آسمان ہو

ارمان کو دلمین دیکھے جگہ غم نے یہ کہا
یان عمر بھر رہونگا مین تم میہمان ہو

حال شب فراق نہ پوچھو شب وصال
مین کیا کہونگا شمع سے شاید بیان ہو

حاضر ہی دود آہ بھی گرد ملال بھی
صاحب کہو زمین ہو کہو آسمان ہو

دونو خراب ہوتے ہین نزدیک قصر شاہ
مدفن کسی فقیر کا ہو یا مکان ہو

کہتی ہی شمع کاٹتے ہین لوگ سر مرا
ظلم اُسپہ یہ جو ایک ہی شب میہمان ہو

قاصد نے سُن کے حال مرا رو کے یہ کہا
تم خط مین لکھدو مجھ سے نہ شاید بیان ہو

غم ہو الم ہو درد ہو ارمان ہو کوئی ہو
اس دلمین آئے شوق سے جو مہربان ہو

گلچین کو تیر آہ لگائے جو عندلیب
پھولون کی شاخ جھک کے ہمین کمان ہو

تم لاکھ قسمین کھاؤ مگر ہو نہ اعتبار
دل جسکا چوری جائے تمھین پر گمان ہو

عود شباب گر نہین ہوتا ہی اے خدا
پیری مین کاش بخت ہمیشہ جوان ہو

کہتی ہے یہ زمین کہ رفیع اُسکی شان ہو
جو سر جھکائے میری طرف آسمان ہو

یارب رجوع میری طرف اک جہان ہو
سب مجھ پہ مہربان ہون جو تو مہربان ہو

دنیا ہے پیر زال یہ گھیرے ہوے ہین لوگ
کیا ان کی کیفیت ہو اگر یہ جوان ہو

کب سے یہ جان نثار کھڑے ہین حضور کے
رخصت کا حکم دیجیے یا امتحان ہو

ساقی بناو سیع کوئی ایسا میکدہ
جام آفتاب جسمین ہو خم آسمان ہو

اک ساغر شراب جو تم پی لو شیخ جی
ممبر پہ وعظ اچھی طرح پھر بیان ہو

پھر خوب اُس زمانے مین ہو لطف شاعری
مین پیر ہون جہانین تو یہ فن جوان ہو

عاشق کو ترے جلنے کی تکلیف ہو نہ کچھ
مانند شمع گرہمہ تن استخوان ہو

دل ہے یہ گم تو آنکھ مین آ ای خیال یار
تجھ کو تو کام رہنے سے ہے جو مکان ہو

کہتا ہے مجھ سے آکے یہ غیر آ ئینگے وہ کل
شاید تمھین نہ آج کی شب کا گمان ہو

دیکھے وہ ترک غیظ سے تو سمٹے اسقدر
اک پھول نیلوفر کا ابھی آسمان ہو

پوچھو نہ مجھ سے دوستو حال شب فراق
ہاتھون سے دل کو تھام کے شاید بیان ہو

ہوا سطرح جو دہر کو ہوتا ہے انقلاب
یہ آسمان زمین ہو زمین آسمان ہو

تم اپنے خود عدو ہو سمجھنے کی ہی یہ بات
پامال اُسیکو کرتے ہو جس دلمین جان ہو

توبھی خدا کا شکر فصاحت نہ ہو سکے
ہر ایک موئے تن بھی جو میرا زبان ہو

اے فلک غیر کے گھر جا کے وہ مہمان کیون ہو
شب وصل اسکی ہماری شب ہجران کیون ہو

دل تیر داغ مرا تندر کے قابل تو نتھا
مین خجل دیکے ہون تم لے کے پشیمان کیون ہو

مین تو ہر بار گلے اس کو لگاؤنگا ضرور
آپ کی تیغ مرے سامنے عریان کیون ہو

در ناسور جو اس خانہ دلمین نہ کھُلے
مجمع آرزو و حسرت و ارمان کیون ہو

دام گیسو مین پھنسایا ہی مرا دل خود ہی
ہاے یون ہنسکے نہ پوچھو کہ پریشان کیون ہو

کبک و طاوس نہ دیکھین نظر بد سے تمھین
کچھ ضرورت نہین گلشن مین خرامان کیون ہو

کم اے یار چھپانے سے نہین چھپنے کی
یہ تو راز دل عاشق نہین پنہان کیون ہو

اُس طرف کنگھی وہ کرتے ہین کھُلی ہین زلفین
اسطرف مختصر اپنی شب ہجران کیون ہو

اس سے وہ بت رمضا مین ہی بلاتا سب کو
میرے ہوتے کوئی اللہ کا مہمان کیون ہو

شب کو چمکین نہ مری قبر پہ آکر جگنو کو
اور سامان نہین ہے تو چراغان کیون ہو

کیا کہا غنچون نے کچھ پھول ہنسے خیر تو ہے
تم اداس آج دم سیر گلستان کیون ہو

خاک کردے جو مجھے بعد فنا سوز درون
ایک میّت پہ مری چار کا احسان کیون ہو

پہلے ہی شمع کو پروانہ اگر سمجھا دے
غیر کی محفل شادی مین یہ گریان کیون ہو

تم سے بدظن ہو نہین اے کاتب اعمال ضرور
سامنے آکے لکھو آنکھ سے پنہان کیون ہو

نعمتین کیسی فراغت سے کھلاتا نہین غم
اے فصاحت کوئی اس چرخ کا مہمان کیون ہو

یاد آیا مین نصیب نہ انکا وصال ہو
کیون میری اک خوشی سی جہانکو ملال ہو

مجھ کو عطا جو بدر کی صورت کمال ہو
یارب نہ بعد چار پہر کے زوال ہو

ناقص وہ ہون اگر کرم ذو الجلال ہو
میرا کلام افسر فرق کمال ہو

آپ کو ستے ہو پر جو مرا انتقال ہو
پھر رنج ہو نہ تمھین کو تمھین کو ملال ہو

یون انسے بوسہ مانگون نہ سمجھے رقیب بھی
جب آنکھ سے کرون مین اشارا سوال ہو

لیلی کی بیوفائیونکا ذکر کیا کرون
ڈر ہے مجھے حضور کو شاید ملال ہو

افسوس ہو ہر ایک کو سبزے کے حال پر
میری لحد کی طرح اگر پائمال ہو

ہم سچ کہین جہانمین وہ معشوق ہی نہین
عاشق پہ ظلم کر کے جسے انفعال ہو

جسطرح انکے اور رقیبونکے رنج ہے
مجھ سے کبھی خدا نہ کرے یون ملال ہو

ہرولینا یاد کر کے مرا حال دوستو
تربت کسی غریب کی جب پائمال ہو

انکی تلاش مین ہے وہ اس دلکی کیفیت
جیسے کسی غریب مسافر کا حال ہو

عشاق کی زبان پہ ہے ہر بات بات پر
گر جھوٹ بولین ہم نہ میسر وصال ہو

ممبر پہ تو حرام کہاے کو شیخ جی
رندونمین بیٹھ کے کہتے ہو شاید حلال ہو

آیا دہ غیر کند چھری لائیے حضور
گر مین حلال ہو نہ سکون یہ حلال ہو

جب غیر ہون کیا نہ کرو مجھ سے دل لگی
دیکھو ہنسی ہنسی مین نہ اکدن ملال ہو

مین عالم الست مین عاشق تھا آپکا
پہچان لیجیے مجھے گر کچھ خیال ہو

تخصیص شاعری کی نہین اے فصاحت اب
کچھ قدر آج کل نہین کوئی کمال ہو

پھر تو نہ کاملون سے کبھی انفعال ہو
حد سے جو گذرے نقص ہمارا کمال ہو

وہ حسن دیکھے ایک نظر تو یہ حال ہو
ناصح تجھے بھی آپ مین آنا محال ہو

وہ آئینہ دیکھنے تو عدو کو ملال ہو
خود چاہتا ہو نہین کہ مرا غیر حال ہو

لکھنا ابھی نہ فرد مین ای کاتب عمل
شاید گنہ کے بعد مجھے انفعال ہو

زندون نے تھام دل تری رفتار سے تو کیا
مر دے تڑپ کے ہائے کہین ایسی چال ہو

واعظ یہ کس کتاب مین لکھا ہے مسئلہ
کیا خوب مے حرام ہو غیبت حلال ہو

اے تیغ یار سیر لہو پینا وقت قتل
غیر ونکا خون پیکے اگر منھ نہ لال ہو

وہ روندتے ہین دل تو نہ مضطر ہو ای جگر
مانع ہی کون تو بھی نکل پائمال ہو

مجھ لاغر و خمیدہ کا تن اے ہولے آہ
اتنا بلند کر کہ فلک پر ہلال ہو

پھیلی ہی دہر مین جو مری تیرگی بخت
سمٹے اگر تو آپکے چہرے کا خال ہو

جب وہ یہان نہ آئین تو آئے ضرور موت
گر ہم وہان نہون تو ہمارا خیال ہو

ہون وہ گدا جو قبر پہ کوئی اگے درخت
ہر شاخ پھیل پھیل کے دست سوال ہو

ہمراہ غیر عید کو وہ میرے گھر جو آئین
مجھ کو عوض خوشی کے فصاحت ملال ہو

اس دل پہ کارگر کبھی تیر نظر نہ ہو
جسکا دل غضب ہے اسی کو خبر نہ ہو

اس کی نشیلی آنکھون مین سرمہ اگر نہو
شوخی ہو اُس نگاہ مین پر اسقدر نہو

بعد شب وصال ہی روز وصال یار
آتا ہے وہم چاک گریبان سحر نہو

نالے کرین تو در پہ نہ اُنکے ٹھہرنے پائین
چُپ کے پڑے رہین تو اُنھین کچھ خبر نہو

بھولے سے بھی نہ محفل واعظ مین جائین رند
ممکن ہے یہ کہ وعظ سنین اور اثر نہو

ہم سے سہی نہ جائین کبھی آسمان کے ظلم
اُنکی جفائین سہنے کی عادت اگر نہو

بنت العنب پڑی ہی مرے گھر مین ساقیا
مین چاہتا ہون پیر مغان کو خبر نہو

گو ہم دعائین کرکے بڑھائین شب وصال
رخ سے ہٹے وہ زلف تو کیونکر سحر نہو

کرتے ہین بحث آئینہ مین اپنے عکس سے
نازُ انکو حسن پر ہو مگر اسقدر نہو

دشمن کی آہ جاتی ہی میری دعا کے ساتھ
وا آسمان پر ابھی باب اثر نہو

زندان زلف یار سے آئے جو چھوٹ کر
کیون شاد ہوکے دل پہ تصدق جگر نہو

بیمار ہون نہین آتے ہین معشوق دیکھنے
اے درد کون اُٹھائے بھلا تو اگر نہو

اس در پہ تیغ کھینچے یہ دربان ہے کہہ رہا
یان پاؤن بے ادب کوئی رکھے تو سر نہو

شبنم جو شب کو روتی ہی تو روئے اسقدر
جلتا ہے میری قبر پہ ٹھنڈا اگر نہو

اے چرخ ہو گئی ہی جو آخر شب وصال
عاشق کا دم نکلنے سے پہلے سحر نہو

پر زور نالے چاہئے کرنا فراق مین
آہین بہت ضعیف ہین شاید اثر نہو

مرنا ہمارا ہو گیا عشق کمر مین راز
لاشے پہ خاک آئے کوئی جب خبر نہو

جاتی تو ہے جلانے یہ آہ شرر فشان
اب سوچتا ہون وہ کہین دشمن کے گھر نہو

غزلون مین فکر کیجیے فصاحت نہ اسقدر
ہو شوق شاعری کا مگر اسقدر نہو

آئینہ سامنے دم تزئین اگر نہو
خود اپنے حسن پر کبھی اونکی نظر نہو

معشوق کو بلائے وہ کیون خود ہی کیون نجائے
اچھا جسے نصیب مقدر سے گھر نہو

یا غیر در سے اُٹھے گا یا جان جائے گی
سر پھوڑتا ہے پھوڑنے دو تم خبر نہو

یہ تو بتاتے جائیے فرقت مین زہر کھاؤن
غم اور غصہ کھا کے بھی شاید بسر نہو

تیغ اُنکی کھینچ چکی ہی یہ سر ہے جھکا ہوا
اے تیرگی بخت سمٹ کر سپر نہو

کہتا ہے آئینہ کہ نہین دوسرے کی جا
تنگ اسقدر کسی کا زمانے مین گھر نہو

ہے جس زمین پہ منعم بے فیض کی لحد
گردان اُگے بھی نخل کوئی بارور نہو

منعم بڑا ثواب ہے پوشیدہ خیر کر
اسطرح دے کہ ہاتھ کو تیرے خبر نہو

پھر دید کی امید ہو کس روز یہ بتاؤ
تم بے نقاب حشر کے دن بھی اگر نہو

دریا مین سیر دیکھین نہ گرداب کی حضور
نازک دماغ آپ ہین دوران سر نہو

یہ تو سبو شراب کے سبھی پی گیا جو غیر
تم اتنا زہر گھول کے دو تو ضرر نہو

گو حسرتین نکل گئین ہین سب شب وصال
پر دل یہ کہہ رہا ہی کہ اب بھی سحر نہو

ہم نزع مین ہین وہ بت کافر ہے کہہ رہا
قبلہ جدھر ہے دیکھیے یہ منھ ادھر نہو

پیمانۂ شراب خم آسمان سے یون
گر میرے دل کے جام مین خون جگر نہو

یوسف کا ذکر عاشقو اور اُنکی بزم مین
للہ چپ رہو کہین اُن کو خبر نہو

بازو پہ باندھون عشق مین کیا خاک نقش حب
تقدیر ہی پھری ہوئی اُلٹا اثر نہو

محشر مین تم کھڑے ہو اُلٹ کر نقاب اُودہر
کمبخت کوئی دیکھنے والا جدہر نہو

فرقت مین کھینچتا ہی ادہر دل اودھر جگر
اک درد ہی شریک کدھر ہو کدھر نہو

تصویر اُنکی پوری مصور نے کھینچ کر
پھر لکھدیا خطا ہوئی شاید کمر نہو

رستہ سے چلے گجر بجے یارب شب فراق
تارے چھپین اذان ہو اور پھر سحر نہو

دل تک مرے پہونچ نہ سکے آپکا خدنگ
رستہ بتانے ساتھ جو تیر نظر نہو

یہ ہی دعا کہ آے فصاحت مری اجل
اُنکا وصال میرے مقدر مین گر نہ ہو

ہر اک غزل بہار یہ مثل چمن نہو
گر میرے باغ فکر مین رنگ سخن نہو

باندھین وہ ڈاب پر نہ نشان کمر ملے
پھر ون کرین کلام یہ ثابت دہن نہو

اے قبر اُسکو پہنے اُٹھونگا مین حشر کو
اسطرح دے فشار کہ میلا کفن نہو

گھٹ گھٹ کے بلبلین قفس تنگ مین مرین
دم بھر جو یاد وسعت صحن چمن نہو

کہتے ہین شمع بزم کو وہ دیکھ دیکھ کر
دنیا مین یون سفید کسی کا بدن نہو

گر لاکھ برق خندۂ گل چمکے باغبان
نرگس کی آنکھ بند میان چمن نہو

ہم تیری تیرگی کو شب قبر مان جائین
معلوم جب سفیدی صبح کفن نہو

مانند شمع حرب زبانی بشر مین ہو
گلگیر کیطرح سے دریدہ دہن نہو

کیا شاد اپنی روح فصاحت ہو بعد مرگ
پھولون مین گر ہمارے وہ رشک چمن نہ ہو

میری خاموشی ہی یون روکے عدو کے وار کو
جنگ مین جیسے بچاتی ہے سپر تلوار کو

بے علاج و بے دوا ہی اُسکا رہنا ہے مفید
آسرا صحت کا ہی کافی ترے بیمار کو

ہچکیان آتی نہین ہوچہ اسکو بزم مین
شیشہ یاد آیا ہے اے ساقی کسی میخوار کو

سچ ہی کس کس کو سنبھالی آپ کی نازک کمر
ٹپکے کو یا ڈاب کو یا آہنین تلوار کو

پیار سے ہاتھ اُسنے جب ڈالے ہین گردن مین مری
قتل کر ڈالا ہی تیغ رشک نے اغیار کو

لے چلا صیاد بلبل کو جو لاکر دام مین
کس نگاہ یاس سے تکتی رہی گلزار کو

کچھ تو کہئے غیر نے یہ کیا اشارے سے کہا
راستہ مین مل گیا جس روز حسب اتفاق
جو مرا اہتمام ہے کرتا ہے اُسیر بھی ستم
اب بلاے آسمانی کوئی آ سکتی نہین

کر دیا برہم مزاج نازک سرکار کو
فقرے دے دیکر ہم اپنے گھر مین لائے یار کو
کد یہ مجھ سے ہو گئی ہے چرخ کجرفتار کو
جھوم کر کالی گھٹائین گھیرے ہین گلزار کو

اے فصاحت اب یہ حسرت ہی مدینہ جاکے ہم
دیکھین ان آنکھون سے قبر احمد مختار کو

خون اشک سے علٰحدہ وقت بکا نہ ہو
دنیا کا کارخانہ ہے جیسا یونہین رہے
اُس آنکھ کے اشارون سے اللہ ہی بچائے
حور آئے خلد سے کہ پری آئے قاف سے
اُنکی نقاب اُڑ گئی زلفین بگڑ گئین
ہے آج عید مجھ کو وہ اُٹھکر گلے لگائین
اغیار اُنکے کوچے مین اپنے مکان بنائین
فرقت مین طفل اشک چلے ساتھ چھوڑ کر
ہم اور آپ مل کے پئین آج یون شراب
حجاج اُس گلی مین بھی آئین برہنہ پا
میرا جگر خدنگ مژہ سے نہ چھا نیئے
آئینے لے کے سارے زمانے کے توڑیئے
وہ اُٹھ گئے حسین تو چار آئے دیکھنے
ہو کر بلند خاک تمھارے شہید کی
سچ ہی حیا نہین ہی تو ایمان بھی نہین
اللہ اس یقین پہ تو یہ ہے بشر کا حال
انداز ناز شوخی ادا حسن بانکپن

پانی سے رنگ رنگ سے پانی جدا نہو
اُنکی ادا ہی کام کرے گر قضا نہو
شوخی ہو جسمین اور مروت ذرا نہو
تو بھی مجھے پسند کسیکی ادا نہو
ملزم ہوا آج آہ مری گر ہوا نہو
گر ناز کی نہ روک سے مانع حیا نہو
افسوس میری قبر کے بننے کی جا نہو
پھر کس سے ہو اُمید جب اُنسے وفا نہو
شیشے سے جام جام سے شیشہ جدا نہو
گر نیش زن ہر ایک مرا نقش پا نہو
دل آپ کا نشانہ تیر دعا نہو
پھر تو کہین جگہ اب حضور آپ کا نہو
یارب یہ ہین مریض رہو نہین شفا نہو
کیون جم کے ناخن مہ نو پر حنا نہو
انسان مین لاکھ عیب ہون پر بے حیا نہو
غفلت بڑھے کچھ اور جو بیم قضا نہو
سب ہیچ ان حسینو نہین گر آپ وفا نہو

رکھ لو دلو نمین اپنے وہ آتا ہی محتسب
مستو کہین جو شیشے چھپانے کی جا نہو

دیکھون تو کون جلد پہونچتا ہی قاصدا
دل بھی چلا ہی سینہ سے تو بھی روانہ ہو

جس مین نہ حظ ہو کوئی فصاحت وہ بات کیا
وہ شعر خاک شعر ہے جس مین مزا نہ ہو

پھر پھر سجدہ عذر ہے مجھے دلربا نہو
در پر ترے عدو کا اگر نقش پا نہو

نے سمجھے باغبان چمن مین خفا نہو
بھڑکائے کون آتش گل گر ہوا نہو

چارون شریک ہین یہ عناصر مین آپکے
کیون شوخی و شرارت و ناز و ادا نہو

بہتر ہے موت جینے سے مفلس مریض کو
وہ زہر کھائے جس کو میسر دوا نہو

اک داستان ہنا کے بیان کر رہا ہی غیر
سُنیے بغور ذکر کہین آپ کا نہو

دیوان مین لکھون شعر جو شوق و حال کے
یون جیب ہر ورق سے ورق ہو جدا نہو

تم جانتا خبر مرے مرنے کی جھوٹ ہے
جبتک پریدہ ہاتھ سے رنگِ حنا نہو

کیا جانون کیا کرے مری آہ شرر فشان
اُنکا مکان جدھر ہے اُدھر کی ہوا نہو

مرجاؤن مین یہ تم نہ اُٹھانا ستم سے ہاتھ
جبتک سیاہ تختۂ مشق جفا نہو

وا ہون نہ باب خلد و جہنم بروز حشر
جبتک کہ میرا اور ترا فیصلا نہو

کیونکر سنبھالون ایک سے قلب و جگر کو مین
کیا قہر ہو جو ہاتھ مرا دوسرا نہو

ہو میل بند و بست جو کوچے مین آپ کے
سجدے کے ہون زمین پہ نشان نقش پا نہو

یہ لاکھ دوستون مین مرا ایک دوست ہی
اُنکی طرح شباب اگر بے وفا نہو

یہ آسمان پھر ہو زمانے مین لاجواب
میرے دل وسیع مین گر آبلا نہو

دعوت ہماری کی ہی اگر تو نے الفلک
غم کھانے مین شریک کوئی دوسرا نہو

دل سے یہ کہہ رہا ہون فصاحت مین عشق مین
للہ مجھ پہ وقت پڑے بھی جدا نہ ہو

عاشقو صبر کرو حد سے گذرتے کیون ہو
اُنکے دروازے پہ سر پھوڑکے مرتے کیون ہو

عاشقو خیر ہی نادم اُنھین کرتے کیون ہو
وہ جلائینگے اِس اُمید پہ مرتے کیون ہو

مین نے خود جھانکتے دیکھا ہے جھروکے سے تمھین
ڈالکر آنکھون مین آنکھین مکرتے کیون ہو

میری تربت پہ وہ آتے نہین پوچھے یہ کوئی
سچ کہو کس نے ڈرایا تمھین ڈرتے کیون ہو

حورین جنت کے دریچون سے تمھین دیکھتی ہین
جلدی کاہے کی ہے کوٹھے سے اُترتے کیون ہو

عاشقو زلف وہ بل کھاتی ہے تو کھانے دو
کچھ حقیقت مین تو افعی نہین ڈرتے کیون ہو

ہم نے دل دے کے نہ مانگا ہے نہ مانگینگے کبھی
کس نے سمجھایا ہے تم لیکے مکرتے کیون ہو

میرے گھر چلنے مین مانا کہ نہین کچھ پس و پیش
اُٹھ کے کیون بیٹھ گئے چلکے ٹھہرتے کیون ہو

عاشقو وہ نہ جلائینگے کبھی قسم کھا کر
زہر کھا کھا کے خط سبز پہ مرتے کیون ہو

مر گئے سیکڑون دروازے پہ سر ٹکرا کر
اتنا پوچھا نہ کبھی آپ نے مرتے کیون ہو

ہم نے اکبار کہا جو وہی پھر کہتے ہین
تم کوئی بات بُری کہکے مکرتے کیون ہو

منعمو روح یہی قبض کرینگے اک دن
نام سنکر ملک الموت کا ڈرتے کیون ہو

جاکے اُس در پہ جو ہم ٹھٹکے تو دربان نے کہا
راہ لو آگے بڑھو جاؤ ٹھہرتے کیون ہو

مُنھ مین بو آنکھون مین سرخی ہے قدم مین لغزش
شیخ جی ساغر مے پی کے مکرتے کیون ہو

اے فصاحت در جانان پہ لگا دو بستر
خشمگین آنکھون سے دربان کی ڈرتے کیون ہو

فصل گل آئی چلین بلبلین گلزارون کو
تو بھی صیاد رہا کر دے گرفتارون کو

ہم وہ دیوانے ہین جب قید ہوے زندان مین
شوق کیا نالہ و فریاد سے دیوارون کو

آگئی یاد سر شام جو اُسکی افشان کو
تا سحر ہم نے شب ہجر گنا تارون کو

جبہ سا در پہ سدا رہتے ہین مشتاق جمال
اب تو بلوائیے پاس اپنے گنہگارون کو

تیرے دیوانےکے ہین نالۂ سوزان ایسے
خاک کر دیتے ہین اک آہ مین کہسارون کو

اُس گل تر کا لب و لہجہ اگر سُن پائین
بلبلین بند کرین باغ مین منقارون کو

سیر صحرا ترے مجنون کو جو ہے ہفتہ مین
سال بھر مین بھی یہ گردش نہین سیّارون کو

اُن کی آنکھون سے نہین نرگس گلشن کو مثال
تندرستون سے ہے نسبت کہین بیمارون کو

آئے بازار مین گر غیرت یوسف میرا
حسن کی جنس کرے محو خریدارون کو

حسرت و یاس و ملال و قلق و صدمہ و رنج
دوست رکھتا ہون سدا مین انہین غمخوارونکو

بعد مردن نہین اخوان جہان کو الفت
یاد ہم آئے نہ بھولے سے کبھی یارونکو

مغفرت ہوگی فصاحت کی ائمہ کے سبب
جب خدا حشر مین بخشیگا گنہگارونکو

ادھر خندان ہو تم یان مین ہون گریان دیکھتے جاؤ
عجائب لطف ہی یہ برق و باران دیکھتے جاؤ

رقیبونکو بٹھایا تمنے جانان دیکھتے جاؤ
کیے ہین میرے اُٹھ جانے کے سامان دیکھتے جاؤ

لگاتے ہو جو دار آہستہ آہستہ نزاکت سے
ہر اک زخم بدن ہوتا ہی خندان دیکھتے جاؤ

کیا ہی قتل گر مجکو تو ٹھہرو اور اک لحظہ
تماشا رقص بسمل کا مری جان دیکھتے جاؤ

تصور مین تمھاری زلف کے ہین داغ دل روشن
اندھیری رات مین لطف چراغان دیکھتے جاؤ

شب وصلت کے آتے ہی وہی شغل ستار آیا
نکالی تمنے پہلے چھیڑ جانان دیکھتے جاؤ

لب رنگین پہ مسّی ملتے ہو آئینہ رکھا ہے
بنے نیلم نہ یہ لعل بدخشان دیکھتے جاؤ

مرا کھویا ہوا دل کیا عجب تمکو جو ملجائے
ذرا اے رہروان کوے جانان دیکھتے جاؤ

کرو للہ مجھپر اے کرامٌ کاتبین احسان
کہ نیک اعمال لکھتے جاؤ عصیان دیکھتے جاؤ

جو راہِ عشق مین بھٹکو نہ تم اے خضر تو جانین
پھرے ہو مدتون یہ بھی بیابان دیکھتے جاؤ

کبھی تو اے سرور و عیش آؤ دلمین عاشق کے
مکان یہ ایک مدت سی ہی ویران دیکھتے جاؤ

دم رفتار ٹھوکر سے ہزارون مردے جیتے ہین
ذرا اعجاز تو اپنے مری جان دیکھتے جاؤ

صدا آتی ہی ہر ٹھوکر مین جم کے کاسۂ سر سے
نہین رہتا کسیکا حال یکسان دیکھتے جاؤ

تلاش یار تھی مجھ کو بھلا دنیا مین کیون رہتا
کہا دل نے عدم جاتے تو ہو یان دیکھتے جاؤ

فصاحت سے کرین پرسش لحد مین رحم دل ہوکر
فرشتون کی طرف یا شاہ مردان دیکھتے جاؤ

بسن [illegible] جناب [illegible] صاحب

آبرو بالونکو دے تو جو بنا کر گیسو
لے بلائین ترے جوبن کی ترا ہر گیسو

جسطرف سے وہ نکلتے ہین بنا کر گیسو
مدتون رکھتے ہین گلیون کو معطر گیسو

رخ محبوب زیادہ سحر عید سے ہے
حسن و خوبی مین شب قدر سے بہتر گیسو

[illegible] ۱۲۹۵ [illegible]

دولت بوسہ ملے عاشق محتاج کو کیا
سانپ کیطرح سے لہراتے ہین رخ پر گیسو

بل کی لیتا ہی بہت سنبل گلشن اے یار
دیکھون تو ہین ترے گیسو کے برابر گیسو

حسن اس گل کو دکھانا ہی اگر گلشن مین
گل سے رخ مانگ سے سنبل ہی صنوبر گیسو

عاشق زلف بتان مر کے جو سمجھے تھے مجھے
سانپ بھی آئے مری قبر مین بنکر گیسو

دل کا تھا قصد کہ گھبرا کے نکل جاؤنین
رہ گئے ہائے تصور مین الجھکر گیسو

بے گنہ قتل ہوا کون پریشان خاطر
کس کے غم مین ہے سیہ پوش ترا سر گیسو

رحم کھا کر دل عاشق کو جگہ دیدی تھی
لٹکے رہتے ہین اسی جرم و خطا پر گیسو

سنبل باغ ہی ان بالون سے ہمسر ہوتا
نا زیبا نے نہ لگائین کہین بڑھکر گیسو

دل مرا شیشہ سے نازک ہے نہ بال آجائین
کہے دیتا ہون نہ باندھا کرو کس کر گیسو

اے فصاحت تجھے دیدار ہو کیونکر حاصل
رخ جانان سے سرکتے نہین دم بھر گیسو

مزہ آتا چمن مین ہم سخن ہونیکا بلبل کو
زبان دیتا اگر خالق دہان غنچۂ گل کو

نہ بے دردی سے اپنے ہاتھ کو اے محتسب دوڑا
مرا دل ٹوٹ جائیگا جو پھینکا شیشۂ مل کو

پریشانو نکو دنیا کی کشاکش سے نہین مطلب
کہان ہی حاجت شانہ چمن مین زلف سنبل کو

مرا پردہ نشین سیر چمن کو آج آتا ہے
کوئی بلبل سے کہدے منھ پہ رکھ لے دامن گل کو

یقین یہ ہی کہ باطن مین بھی دل انکا ملا ہوگا
کہ ظاہر مین تو گل رکھتے ہین سر پر پائے بلبل کو

طمع سے کہدو وہ غزلت گزین ہون مین زمانے مین
کہ ہی ناز اب مری خانہ نشینی پر تو گل کو

اگر وقت سحر اے باغبان شبنم نہ مانع ہو
جلاوے شعلۂ آواز بلبل دامن گل کو

اکیلا رنگ گل کا اے بہار اڑتا تو مشکل ہی
لیے جاتا ہے اسکے طاقت پرواز بلبل کو

حسد سے چرخ نے زینت نہ چاہی میرے مدفن کی
ہوا سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے چادر گل کو

جو اتری چادر کے کاندھے پہ چڑھ کے قبر مین میت
زمین بولی کہ اب دیکھا ترقی و تنزل کو

ادھر سودا فصاحت کا زیادہ ہوتا جاتا ہے
بڑھلتے جاتے ہین وہ اسطرف زنجیر کاکل کو

جو دل لگے مرادیو ان جان جان دیکھو
ہرا بھرا یہ گلستان بے خزان دیکھو

وہ تیغ کہتی ہے ہم دل جلون کا پیکے لہو
ہزارون پڑ گئے چھالے مری زبان دیکھو

کنشت و دیر و حرم کی نہین ہے کچھ تخصیص
اسی کا جلوہ نظر آئے گا جہان دیکھو

بہارِ حسن گئی رخ پہ خط نکل آیا ؛؛
اب آئینہ مین تو شکل اپنی جان جان دیکھو

نہ سر اٹھا کے چلو منعمو تکبر سے ؛؛
کہ اس عروج پہ بھی خم ہے آسمان دیکھو

کہا پکار کے رضوان نے ہم جو حشر مین آئے
ادھر تو آؤ ذرا گلشن جنان دیکھو

مین ایک بوسہ پہ دل بیچنے کو لایا ہون
نہ مول لو تم اگر جنس یہ گران دیکھو

رقیب وعدہ جو لیتا ہے وصل کا تم سے
نہین کے بدلے نکلتی ہے منھ سے ہان دیکھو

ہماری آنکھ مین رہتے نہین تو دل مین آؤ
اگر برا ہے یہ گھر دوسرا مکان دیکھو

وہ ظلم کر کے **فصاحت** یہ مجھ سے کہتے ہین
نہ آنے پائے گلا میرا تا زبان دیکھو ؛؛

ہائے چھوڑا نہ کسیطرح قضا نے ہمکو
روک رکھا نہ دوا نے نہ دعا نے ہمکو

حشر کو صور سرافیل سے اٹھے نہین ہم
ہان جگایا تری چھاگل کی صدا نے ہمکو

کیون یہ بت منہ سے نہین بولتے ناحق ہے غرور
انکو بندون نے بنایا ہے خدا نے ہمکو

سن کے فریاد مری کہتے ہین وہ کون ہے یہ
مضطرب کر دیا نالون کی صدا نے ہمکو

افسری پا کے جنون مین ہمین موت آئی ہے
دفن کرے کوئی مجنون کے سرہانے ہمکو

مر گئے کوچۂ جانان مین جو ہم زار و نحیف
دی جگہ یار کے نقش کف پا نے ہمکو

خود پسندی کے یہ معنی ہین کہ وہ کہتے ہین
بیوفا کر دیا عاشق کی وفا نے ہمکو

ہو گیا موت کے آنے کا بہانہ بیکار
مار ڈالا ہے تری بانکی ادا نے ہمکو

کر کے اعضا کا گلا زلف مین دل کہتا ہے
کیا برے وقت مین چھوڑا رفقا نے ہمکو

سچ کہون پھر لے بت مغرور تو جھوٹا نہ ہو
ہے بجا دعوائے یکتائی اگر سایا نہ ہو

حسن کی دولت خدا دے جس کسی معشوق کو
بدزبان بدخو ہو لیکن تم سا بے پروا نہ ہو

دل اگر امڈا ہے تو آنکھون سے بہہ جانے دو اشک
ضبط کرنے سے کہین درد جگر پیدا نہ ہو

ہو فرشتون مین کوئی انسانو نہین ایسا ہی کون
دیکھ لے صورت تمہاری اور پھر سجدا نہو

جو حسین بے پردہ ہو بیباک ہو بے شرم ہو
پھر وہی اے عشق ملک حُسن مین رسوا نہو

یون تو سینہ تک مرے آئے ہین وہ تیر نگاہ
پار ہون دل سے جو اُنکے سامنے پردا نہو

ہو اسیر و ذکر گلزار و نشیمن کا مگر ہٰ
قید مین بیرحمیٔ صیاد کا شکوا نہو

شوق سے ہمدم پئے درمان طبیبون کو بلائین
میری وحشت دیکھکر اُنکو اگر سودا نہو

فصل سرما مین کہے ہر ایک اُف اُف ہم جلے
میرے دلکے داغ سوزان پر اگر پھاہا نہو

مجھ مریض غم کے پاس آئین وہ پھر منھ ڈہانک کر
دیکھ لین آنکھو نپہ غفلت کا اگر پردا نہو

ہم اگر بدنام مجنون کی طرحسے ہین تو ہون
مثل لیلی تو زمانہ مین کہین رسوا نہو

آ گئے وہ قسب کو تری بزم ادب آموز مین
جو زبان رکھتا ہو مثل شمع پر گویا نہو

اے فصاحت پھر شکایت اور کی ہم کیا کرین
جب رہ اُلفت مین دل سا دوست بھی اپنا نہو

یار ہو مطرب ہون ساقی ہو شگفتہ دل تو ہو
فصل باران مین نصیب اسطرح کی محفل تو ہو

مہر کا دن پھر یہ ہے شوق شہادت مین کلام
سر بکف موجود ہون لیکن کوئی قاتل تو ہو

ہاتھ ٹھہرا کر ذرا گردن پہ خنجر پھیر ئے
ذبح ہونے کا مزا دم بھر مجھے حاصل تو ہو

سونگھتا ہے ہڈیان میری سگِ یار اسلئے
دیکھتا ہے استخوان کوئی مرے قابل تو ہو

عاشقونکو جنبشِ ابرو سے بسمل کر دیا
قتل ظاہر مین نہین کرتے مگر قاتل تو ہو

ٹھہرے دنیا مین عدم کے جانیوالے اسلئے
ہے سفر دور و دراز آخر کوئی منزل تو ہو

سنگِ مقناطیس دکھلا کر مجھے بولا وہ شوخ
دل کھنچے کیا خاک ایسا جذبہ کامل تو ہو

ہے یقین بھاگے شب دیجور فرقت دیکھکر
آسمان سے میرے گھر کوئی بلا نازل تو ہو

کوئی تو غمخوار اُن دونو نمین چھوڑے جائے
گر جگر پہلو سے میرے لیا ہے دل تو ہو

جان بچنا ہے محال اپنی محیط عشق سے
پیر رہی نکلین یہ دریا ہم مگر ساحل تو ہو

مر گیا مجنون کفن کے واسطے ہوتی ہی فکر
چادر لیلی نہین گر پردۂ محمل تو ہو

درمیان آئینہ رکھکر ناز سے کہتے ہین وہ
مجھ مین تم مین کچھ نہ کچھ پہلے پہل حائل تو ہو

آج بوسہ مانگتے ہین اُنسے پر ملتا نہین
کل وہ خود بوسے چھینینگے دین کسکو کوئی سائل تو ہو

کمسنی مین کج ادائی اسقدر زیبا نہین
ہم سہینگے تم جفائین کرنے کے قابل تو ہو

حسرتون سے میرے دلمین دردنے اٹھکر کہا
ٹھہرین کس کے پاس کوئی صاحب محفل تو ہو

پھیرتے ہو دل اگر پامال کرنے سے حصول
تم سے لیکر اور کو دیدو نہین اس قابل تو ہو

دل مرا کہتا ہے آنکھون سے شروع عشق مین
بعد سب مین جھیل لونگا پہلے تم مائل تو ہو

غیر کا دل پھیرتے ہین وہ مرے دل کے عوض
اب یہ کون انسے کہے لین کیا ہمارا دل تو ہو

اے فصاحت اور تھوڑی دیر کر لو صبر تم
بوسے لے لینا ذرا وہ نیند مین غافل تو ہو

وصل دلدار نہ پیری مین میسر کیون ہو
مجھکو خم دیکھکے سیدھا نہ مقدر کیون ہو

ذبح تو کرتے ہو پھر مجھ سے مکدر کیون ہو
منہ پھرائے ہوئے تم صورت خنجر کیون ہو

ہائے دل ہو کہ جگر کوئی نہ کوئی سے ہے لیا
آج خوش خوش مرے پہلو سے تم اٹھکر کیون ہو

جا کے مغرور نخیلون سے یہ کوئی پوچھے
مال اور ونکا ہے تم جامہ سے باہر کیون ہو

محتسب خیر ہے میخوار سنینگے تیری
جب نہ اللہ کا ہو خوف ترا ڈر کیون ہو

فائدہ آپ کو کیا دل کے دکھا دینے سے
غیر کا ذکر سہی پر مرے منھ پر کیون ہو

بند کرکے اگر آنکھونکو پیا کیجیے شراب
آنکھڑیون پر نظر دیدۂ ساغر کیون ہو

نہ کیا اسلئے محفل مین رقیبون سے فساد
مجکو یہ پاس تھا بدنام ترا گھر کیون ہو

ہائے مردہ بھی جلاتے ہو تو ذلت دیکر
تم کہو منہ سے لگاتے نہ مجھے ٹھوکر کیون ہو

دی سزا آگ پہ سیماب کو رکھکر مین نے
سامنے اس دل بیتاب کے مضطر کیون ہو

رخ ترا دیکھتے کیون گر نہ اٹھتی یہ نقاب
بے خطا وار رہا ہم سے مکدر کیون ہو

خون بہا کر مرے قاصد کا وہ فرماتے ہین
خط جو لکھے نہ مجھے ذبح کبوتر کیون ہو

اپنی حرمت کا اگر دختر رز کو ہے خیال
سامنے رندون کے پھر جامہ سے باہر کیون ہو

مین گنہ کرتا ہون اتنے کہ نہین لکھ سکتے
کوئی پوچھے یہ فرشتون سے مقرر کیون ہو

اسلئے بڑھ کے گلے سے مین لگا لیتا ہون
بے سبب مجھ سے کشیدہ ترا خنجر کیون ہو

تم تو مے پیتے ہو صاحب نہ مجھے رشک آتا ہے
اپنے ہونٹون سے ملاے لب ساغر کیون ہو

میری تربت پہ جلائے نہ کوئی شمع و چراغ
روشنی قبر کے اندر نہین باہر کیون ہو

خود وہ حیران ہے دنیا مین کہے گا کیا خاک
پوچھتے آئینہ سے حال سکندر کیون ہو

ذبح کر غیر کو مین رشک سے مر جاؤنگا
مفت آکو وہ مرے خون مین خنجر کیون ہو

حسرتین اُس سے فلک نے نہ نکالین دلکی
رحم آیا اُسے ویران یہ بھرا گھر کیون ہو

شمع اک رات بھی رونے کو جو تربت پہ نہین
بے سبب ہمنشنی کو پھر بھولونکی چادر کیون ہو

برہمن جاؤنگا مین دیر مین کعبہ ہو کر
تو ہی رستہ جو بتا دی مجھے چکر کیون ہو

دل سے بڑھکر نہین کوئی ہی فصاحت کا رفیق
عشق بازی مین بھلا حاجتِ رہبر کیون ہو

ہمین ملا ہی غم و رنج بھی جو کھانے کو
حریص جمع ہوے ہین نظر لگانے کو

مین رو کون کیا اُنھین صبح وصال جانیکو
ابھی پھر آئینگے مُردہ مرا جلانے کو

فراق یار مین بھولا ہوا تھا مین گریان
سحاب آکے برس کر سے مجھے رُلانے کو

گئے تھے غیر کے گھر تم بکرتے ہو ناحق
سلیقہ چاہیئے ہے بات بھی بنانے کو

ہمین خدا کے لیے واعظو معاف رکھو
تمھارے وعظ سنے کون سر پھرانے کو

ہوا کا گورِ غریبان مین کوئی کام تھا
بگر چلی ہی چراغ لحد بجھانے کو

میان نہر چمن کہہ رہے ہین فوارے
ہمین خدا نے خزانہ دیا لٹانے کو

کبھی تو عشق مین برعکس ہو اثر پیدا
بگڑ کے بیٹھین ہم اور آئین وہ منانے کو

جو سنگِ در ترا مسجود خاص و عام ہوا
برہمنون نے چرایا ہی بت بنانے کو

گلوریان مجھے بھیجی ہین اُسنے غیر کے ہاتھ
چھپا کے زہر عنایت ہوا ہے کھانے کو

ہماری قبر کرینگے ضرور وہ پامال
رقیب ساتھ چلے ہین پتا بتانے کو

نئی نقبضین ہین چشم و لب حسینان مین
وہ مار ڈالنے کو ہے تو یہ جلانے کو

کہو کہ حسرتین نکلین برائے استقبال
ہمارے دلمین ہے اُنکا خیال آنے کو

گڑین گی دلگی کدورت مین حسرتین مردہ
یہ مٹی جمع ہوئی تربتین بنانے کو

مریض ہجر کو تیمار دار خوب ملے
ہٹھانے کے لیے ہی ضعف درد اُٹھانے کو

تمھارے دزد حنا سے بچاؤن دل کیونکر
کہ تم نکرنے کو موجود وہ چرانے کو

غرور حسن ہے اے نوجوان اکڑ لے آج
ضعیفی آئے گی کل سر ترا جھکانے کو

تمھاری بزم مین لایا رقیب جان کے غش
یہ چاہتا ہے کہ آپ آئیے اُٹھانے کو

غش آگیا جو مجھے حسن کے نظارے سے
تمھاری زلف بڑھی لخلخہ سنگھانے کو

وہ رحم دل ہون کہ مجھ کو خدا نے خلق کیا
برائی چوٹ سپر کی طرح بچانے کو

امان ملے گی نہ انسان کو زیست ہو یا موت
فلک ہے پیسنے کو قبر ہے دبانے کو

فصاحت اسمین غزل فکر سے کہی ہوتی
بُری نتھی یہ طرح طبع آزمانے کو

گردش کا تیری ذکر میان جہان نہو
قسمت مری شریک گراے آسمان نہو

عاشق تونگری سے کبھی شادمان نہو
جبتک نصیب دولت وصل بتان نہو

شب بھر وصال مین یہ دعا مانگتا ہومین
وقت سحر گجر نہ بجے اور اذان نہو

خلوت مین آپ روز بلاتے ہین غیر کو
بندہ کوئی ملک نہین جو بدگمان نہو

اے شمع بزم دیکھ مرا ضبط عشق ہین
دل امڈے اور آنکھ سے آنسو روان نہو

نخوت سے اور پاؤن نہ رکھین زمین پہ غیر
ان پر کبھی کبھی جو وہ نامہربان نہو

تاثیر اپنے عشق حقیقی اگر دکھائے
ممکن ہے دلمین ور دیہان ہو وہان نہو

کالی گھٹا سمجھتا ہی گلشن مین تو جسے
اے باغبان یہ آتش گل کا دھوان نہو

غیبت کی معصیت نہ لکھا ہی کاتب عمل
مین کیون برا کسیکو کہون گر زبان نہو

ظالم اُسے بھی جانتے ہین لوگ شکر ہے
شاکی سب آپکے ہون اگر آسمان نہو

رندو دوکان مے نہین ہو جبہ بند ہے
بیمار آج کل کہین پیر مغان نہو

چلتا ہون بزم غیر مین ساتھ آپکے مگر
یہ کم تو جبھی جو یہان ہی وہان نہو

ہان شاعری کا شوق فصاحت رہے ضرور
محنت تمام عمر کی ہے رائیگان نہ ہو

اے ابر تر جہان نہین سیے آبرو نہو
ہمسر ہمارے دیدۂ گریان سے تو نہو

الفت رکھے جو دوست سے میرے وہ دوست ہی
دشمن وہ ہی ہرا جو عدو کا عدو نہو

قاتل کے ہاتھ پاؤن جو ہین سُرخ اسقدر
شامل کہین حنا مین ہمارا لہو نہو

گانے کا شغل کیجیے گلزار مین نہ آب
بلبل کے چشم زخم سے دردِ گلو نہو

حیران کیون کھڑا ہی درِ میکدہ پہ شیخ
کہدو کہ آئے شوق سے گر بے وضو نہو

ہم میکشون کی بزم مین آئین جناب شیخ
گر ناگوار معیت دست سبو نہو

اترا ہی دلمین لشکرِ رنج و غم و ملال
ہی بھیڑ پائمال کوئی آرزو نہو

کہتی ہے روز باغ مین یہ عندلیب زار
مین پھول مین ضرور سماؤن جو بو نہو

میرا حساب پاک جو روز حساب ہو
بندون سے شرم ہو نہ خدا سے حجاب ہو

غیرونمین بعد میرے جو تم بے حجاب ہو
خاک اُڑ کے میری منھ پہ تمھارے نقاب ہو

تیار اکی مغبچو ایسی شراب ہو
زاہد کی ریش پر جو چھڑکدون خضاب ہو

توبھی نہ رنگ و بو مین ہو اس رُخ سے ہمسری
لائے کا رنگ بھی جو شریک گلاب ہو

کہتے ہین سب جہانمین ضعیفی کو کیون بُرا
دل ہو جوان تو شیب مین لطف شباب ہو

گر چاہتے ہین اپنی برائت سب اہل حشر
پہلے کہین خدا سے ہمارا حساب ہو

ہر رسم یہ میری وضع کا ہی قول دہر سے
بدلون نہین ہزار تجھے انقلاب ہو

کس سے کہون وصال مین یہ چاہتا ہی دل
بیہوش وہ ہون مین نہون ایسی شراب ہو

وہ جاگتے ہین وصل کی شب ہی مری دعا
یارب حیا ہی جتنی اُن آنکھونمین خواب ہو

دیدار ہی حضور کا موقوف حشر پر
مین کیا کرون وہان بھی جو منھ پر نقاب ہو

مقتل مین عاشقون کا لہو اسقدر بہا
اے ترک آسمان کی شفق کا جواب ہو

سمجھے بھی ہونگے ہاے نہ اسبا تکو رقیب
عاشق وہی ہی آپکو جس سے حجاب ہو

لے دیکھ دل کے زخم کا انگور ساقیا
اسکی اگر شراب کھنچے انتخاب ہو

رندونمین آکے معیت دست سبو ہی شرط
اے شیخ تم نہ آؤ اگر اجتناب ہو

ڈالو نہ اپنے چہرہ پہ صاحب نقاب زرد
پژمردہ دھوپ سے نہ کہین یہ گلاب ہو

گردون تمھارے نقش قدم کا ہی خواستگار
گر حکم دو یہ تاج سر آفتاب ہو

قاتل مرا جو غسل کو آئے تو بہر نذر
دریا مین دست موج پہ فرق حباب ہو

تلوار باندھنے کی تمھین احتیاج کیا
شمشیر تم تو خود ہی میان شباب ہو

واعظ نے کی ہی غیبت میخوار الحذر
کچھ اس پہ ہو عتاب کچھ اسپر عذاب ہو

بے اسکے عاشقی کا جہانمین مزہ نہین
دو چار داغ دلمین ہون کچھ اضطراب ہو

کرلو مرے مزار کے گنبد مین امتحان
تم جو کرو سوال وہی پھر جواب ہو

اے دخت رز انھین بھی نہ عاشق سمجھ اگر
شیشہ سے تو نکل کے اگر بے حجاب ہو

ساقی جو تشنگی مین کوئی جام آب دے
زاہد کے منھ تک آتے ہی آتے شراب ہو

بچپن مین اُنکی بیخبری سے ہی میرا قول
دینا خبر جب آمد فصل شباب ہو

دریا کو دیکھین آپ اگر چشم غیظ سے
سمٹے یہ اسقدر مری چشم پر آب ہو

بولا جگر سے دل کہ ہی قصد دیار حسن
جسدن مرا سفر ہو ترا یا تراب ہو

کہتے ہین یہ حباب نہین ہم اُلٹ کے جام
یارب کہین رزمانے کو جلد انقلاب ہو

کرتا ہون اپنی حسرت مردہ کو دلمین دفن
ارمانو آؤ تم بھی شریک ثواب ہو

بجلی ٹھہر ٹھہر کے جہانمین ہی بیقرار
مجکو خدا نخواستہ یون اضطراب ہو

شاعر جو لکھنؤ مین فصاحت ہین قدردان
کہتے ہین اپنے رنگ مین تم لاجواب ہو

کیا تقسیم گردش کے لیے ہر اک فلاخن کو
فلک نے ٹکڑے ٹکڑے کرکے میرے سنگ مدفن کو

یہ مانا کانٹے گھیرے رہتے ہین ہکس کے مدفن کو
پر آنے والے آتے ہین بچا کر اپنے دامن کو

اسی مین خیر ہی دروازہ کھولا ہی باغبان جلدی
نہین ہمکش نہ شل تو بہ توڑین باب گلشن کو

اجاکر چکے جب دفن مجھ دیوانے کا لاشہ
تو پتھر رکھ کے زنجیرون سے جکڑا میری مدفن کو

اُدھر تیور بدل کے تیغ اُٹھائی اُس ستمگر نے
ادھر شوق شہادت نے جھکایا میری گردن کو

مثال آئینہ ہے صاف میرا ظاہر و باطن
ہمیشہ دیکھتا ہون اک نظر سے دوست دشمن کو

الٰہی آمد آمد آج ہی کس غیرت گل کی
پرون سے اپنے بلبل جھاڑتی ہی صحن گلشن کو

پئے امداد آئے شب کو دنیا بھر کے پروانے
گھٹایا مرتبہ عیسیٰ کا دنیا کے علائق نے
اگر اقدم ہو نیہ سبزہ کانٹون نے روکا مگر پھر بھی
کبھی ساغر کی پھوڑی آنکھ ہم نے ہجر ساقی مین
پے دفن آیا ہی اس کوچہ مین مجھ زار کا لاشہ
پس مردن نہ بنوایا حظیرہ جبکہ لیلے نے
شررافشان جو آہین کر رہی ہی باغ مین بلبل
بنا نزدیک بتخانہ تو اچھی شیخ کو سوجھی ؎؎؎
مجھے صحت ہی بیماری سے ہو گا زرد منھ اُس کا
نہ وقت ذبح دو نو نکی نگاہین اور جانب ہون
پھنسا کر دام مین صیاد دیتے کین اس سے بند آنکھین
بسان موم پگھلے حدّتِ ناسور سینہ سے
زبان موج سے دریا ادھر سائل ان اشکو نکا
فسان پر چڑھ کے یہ اُتری ہی گر ہمکو اجازت ہو
کھڑا ہون قرب دیوار مکان یار مین عاشق
بجاے جامہ مجکو چاہیئے پیراہن شعلہ
چٹک کر غنچے بھی بلبل کے ساتھ آمین کہتے ہین
بُرا کوئی کہے رشک و حسد کو مین نہین کہتا

اندھیری نے جوہین گھیرا ہماری شمع مدفن کو
پہونچتے عرش پر رکھتے نہ پاس اپنے جو سوزن کو
اُن ایسے روندنے والون نے روندا میرے مدفن کو
مڑوڑا غیظ مین آکر کبھی شیشہ کی گردن کو
برائے قبر خالی کرتے ہین مور اپنے روزن کو
تو زینت گنبد آہو نے دی مجنون کے مدفن کو
بجا ہی پھرتی ہے باد صبا ہر گل کے دامن کو
در مسجد سے اب ڈھیلے لگاتا ہے برہمن کو
عزیزو دیکھ آؤ جا کے رنگ روے دشمن کو
مین دیکھون دست قاتل کو وہ دیکھے میری گردن کو
نہ دیکھین بلبلین حسرت بھری نظرون سے گلشن کو
اگر مرہم کی بتی مین رکھے جراح سوزن کو
اُدھر پھیلاے ہے ابر بہاری اپنے دامن کو
تمھاری تیغ کی ہم یار ڈھونڈھین رکھکے گردن کو
دل پُر داغ کا بھاہا سمجھکر عکس روزن کو
کیا ہی آتش فرقت نے انگارہ مرے تن کو
جو سوسن دس زبانون سے دعا دیتی ہی گلشن کو
کہ مارا ہی انھین دونون نے ملکر میرے دشمن کو

فصاحت
جب وہ رشک مہر میرے گھر نہین آتا
سیہ شب سے زیادہ جانتا ہون روزِ روشن کو

تنہا ہماری آنکھ سے باہر کبھی نہو
کمبخت اپنی جان سے عاجز کبھی نہو
بھاری اگر گناہون سے میّت مری نہو

لخت جگر کے ساتھ جو آنسو کوئی نہو
محتاج کو جو گھیرے ہوے مفلسی نہو
چارون اُٹھانیوالون سے شرمندگی نہو

وہ آئین گر مزار پہ میرے کوئی نہو
حسرت نہ ہو اداسی نہو بیکسی نہ ہو

دنیا مین پھر مطیع کسی کا کوئی نہ ہو
ہان ضد تو انگری کی اگر مفلسی نہ ہو

ہے شرم اگر یہی رہو آئینہ خانہ مین
بس تم ہی تم ہو اور مری جان کوئی نہ ہو

اُس بت کے پھر عتاب کو سمجھو خدا کا قہر
چین جبین کے ساتھ جو لب پر ہنسی نہ ہو

اے چرخ جس کے جانے کا ہو مدتون ملال
باز آئے ہم جہان مین ایسی خوشی نہ ہو

حاسد یہ طعن چاہئے اشعار مین مگر
احباب پر کنایہ اشارہ کوئی نہ ہو

ہم ایسے سخت جانونکے ہی قتل کا جو قصد
خنجر بھی رکھین ہاتھ مین وہ تیغ ہی نہ ہو

چلو ہی سے شراب پیون آتے ہی بہار
گر جام عین وقت پہ ممکن کوئی نہ ہو

اس روز بے خبر تمھین سمجھون ضرور مین
جسدن مرے ملال سے تم کو خوشی نہ ہو

دینا اُنھین پیام زبانی بھی قاصدا
لیکن بیان مین رنج کا پہلو کوئی نہ ہو

مردہ سمجھ کے وہ مجھے ٹھوکر لگائین کیون
بند آنکھین گر مرض مین نہون ذی حسی نہ ہو

شیشونمین مے گلون مین رہے بو میان بزم
بے انگی آے جامہ سے باہر کوئی نہ ہو

اے عشق روے جاے جو ناسور دل یہین
جتنے جگر کے زخم ہین انمین ہنسی نہ ہو

اے چرخ مجھ غریب کی خاطر وہ رہتے دے
اور ونیہ جو مصیبت و آفت پڑی نہ ہو

عاشق عروس مرگ سے پھر ہمکنار ہو
معشوق گر شباب مین ممکن کوئی نہ ہو

آئے کبھی تو پاس مرے بھی تو انگری
مانع جو گرد دائرہ مفلسی نہ ہو

کیا خوب آہین کرکے یہ اب سوچتا ہون مین
منھ سے کہین نقاب کسیکے اُڑی نہ ہو

وہ بعد غیر بھی جو گلے سے مجھے لگائین
غم بھی تو روز عید نہ ہو گر خوشی نہ ہو

اسکا ضرور ساتھ دے یاس اور بیکسی
جسکا شریک وقت مصیبت کوئی نہ ہو

سچ ہی بشر جہان مین خدا جانے کیا کرے
بے اعتبار اتنی اگر زندگی نہ ہو

عادت مصیبتونکی پڑی ہی جو اے فلک
اب خود مین چاہتا ہون کہ راحت کبھی نہ ہو

وہ بوسہ دیکے غیر کو کرتے ہین چار آنکھ
گرمین نہ ہنس پڑون انھین شرمندگی نہ ہو

آنے نہ آنے کا نہین کچھ اُنکے اعتبار
دل مین ہمارے درد کبھی ہو کبھی نہ ہو

ڈر کیطرح وطن سے نہ نکلے تو کیا کرے
معشوق آتے ہونگے چھڑکنے کو آب اشک

وارث اگر نسیم کے سرپہ کوئی نہ ہو
میری لحد زمین کے برابر ابھی نہ ہو

زینت دے اپنی طبع فصاحت جو شعر کو
خاتم ہر ایک لفظ تو معنی نگینہ ہو

اعجاز دکھائین گے وہ ہمکو
بے آگ جلائینگے وہ ہمکو

برسون تڑپائین گے وہ ہمکو
جلوہ نہ دکھائین گے وہ ہمکو

پاس اپنے بلائین گے وہ ہمکو
ٹھٹھون مین اُڑائینگے وہ ہمکو

بازو مین زور ہے نہ زر پاس
کیونکر ہاتھ آئین گے وہ ہمکو

غش سے کہو جلد آے ورنہ
محفل سے اُٹھائین گے وہ ہمکو

اُلفت مین اپنے سر چڑھا کر
نظرون سے گرائین گے وہ ہمکو

اُسوقت کرینگے موت کو یاد
جب دل سے بھلائین گے وہ ہمکو

شب کو تو شمع کو جلایا
اب دن کو جلائین گے وہ ہمکو

حورونکو دیکھکر جنان مین
کیا کیا یاد آئین گے وہ ہمکو

دن کو روئین کہ شب کو تڑپین
لیکن نہ بلائین گے وہ ہمکو

مانند سحاب اور شبنم
دن رات رلائین گے وہ ہمکو

حسرت کے ساتھ دینگے ذلّت
خود اُٹھ کے اُٹھائین گے وہ ہمکو

دیکھین گے پڑا ہوا جو در پر
ٹھکراتے جائین گے وہ ہمکو

سوجھے نہ ہون جو سخنورون نے
مضمون ہاتھ آئین گے وہ ہمکو

گستاخ ہون لاکھ غیر کی طرح
پر منھ نہ لگائین گے وہ ہمکو

اب ضعف نے کردیا ہی بیحس
کیونکر تڑپائین گے وہ ہمکو

بیہوش تو عشق مین کیا ہے
کب ہوش مین لائینگے وہ ہمکو

ہے زلف کا تازیانہ کافی
دُرہ نہ لگائین گے وہ ہمکو

اُٹھا ہی غیر کا جنازہ
اب لینے کو آئین گے وہ ہمکو

رہ رہ کے اگر ہے جیسے جلتا
اس طرح جلائینگے وہ ہمکو
فریاد کرین گے تنگ آکر
گر یون ہی ستائینگے وہ ہمکو
جب ہو گی خطا نہ کوئی سرزد
تہمت ہی لگائینگے وہ ہمکو
غیر آئے گا تو کرین گے اُلٹی
پردے مین بٹھائینگے وہ ہمکو
جب ہوگا جہان مین قحط باران
اُسوقت رلائینگے وہ ہمکو
خط غیر کا آیا ہے فصاحت
پڑھ پڑھ کے سنائینگے وہ ہمکو

غائب جو عندلیب مع آشیانہ ہو
صیاد ہاتھ ملکے چمن سے روانہ ہو
سامان شب کو میری لحد پر شہانہ ہو
دود چراغ پھیل کے گر شامیانہ ہو
صبح شب وصال غریون جاؤن روٹھ کر
احباب مجھے گلے سے لگا کر روانہ ہو
تابوت اُٹھے گا مر ہی گیا ہی اگر رقیب
جاؤنہ اُسکے گھر ابھی شاید بہانہ ہو
تربت یہ میری دھوپ ہی تو کہہ رہی ہین سب
کچھ اور چاہیے ہو کہ نہ ہو شامیانہ ہو
پھر باغبان نکیون مجھے آنکھو نپہ دے جگہ
جب فرق گل پہ تاج مرا آشیانہ ہو
یہ طرفہ بات ہی کہ مرض سے مریض کو
شافی شفا دے اور دوا کا بہانہ ہو
لیلیٰ کی چادر اُڑکے ہوا پر اگر رُکے
بالائے قبر قیس حزین شامیانہ ہو
مین طالب وصال ہون اُنکو یہ فکر ہی
دل اسکا مان جائے کچھ ایسا بہانہ ہو
مین جب نہ سر اُٹھا سکون دب کر تہ زمین
پھر قبر پر کھنچا ہوا کیون شامیانہ ہو
نازک چمن مین شاخ گل تر سے عندلیب
غنچہ سے بھی زیادہ سبک آشیانہ ہو
طولانی اسقدر ہی اگر قصہ خوان کہے
ختم اُسکی عمر بھر نہ ہمارا فسانہ ہو
گر اپنا عکس آئینہ مین دیکھے غیظ سے
خود ہی وہ اپنے تیر نظر سے نشانہ ہو
غصہ ہمارے حال پہ آئے انھین کہ رحم
کوئی نہ کوئی ترک جفا کا بہانہ ہو
پیکان بنے جو غنچۂ گل تیر شاخ پر
گلشن مین عندلیب کا دل پھر نشانہ ہو
پھیلی ہی بوئے زلف صنم باغ مین صبا
کہہ کاروان نکہت گل سے روانہ ہو

بدلا ہوا ہی غیر سے رنگ مزاج یار
ابتو مری طرف متوجہ زمانہ ہو

بے سنورے اُسکی زلف سے ہمسر نہ ہو سکے
گرلاکھ موے سنبل پیچان مین شانہ ہو

کیون چپ کھڑا ہے لے کے خط شوق نامہ بر
بہلائے بیٹھکر مرا دل یا روانہ ہو

دیکھے نہ چشم کم سے فقیرونکو بادشاہ
اِنکا بھی دور چرخ مین شاید زمانہ ہو

وہ مجھ سے اپنے دور مین کہتے ہین کر کے ظلم
تم ہم سے کیا کرو جو تمھارا زمانہ ہو

شبخون کا خوف دیکھنے والونکو کیون نہو
جبدن تمھارے دست حنائی مین شانہ ہو

بیکار وضعدار ونکو ہی پاس وضع کا
رفتار ویسی چاہیئے جیسا زمانہ ہو

دل تک تولپنے تیر نظر اُنکا آنے دو
تعریف کا محل ہے جبھی جب نشانہ ہو

معشوق بات بات مین جب بیرخی کرے
عاشق کے مرنے کا وہی شاید زمانہ ہو

گذری جوانی آگئی پیری جہان سے چل
غافل سحر ہوئی ہے سرا سے روانہ ہو

بُلبل چمن سے کھینچ کے نہ کیونکر قفس مین آئے
مانند دام اگر کشش آب و دانہ ہو

ہمثل سرکشی مین قضا عدو بھی ہی
گرتم فروتنی مین وحید زمانہ ہو

ہوش پیری مین یہ کہتا ہے مجھے جانے دو
گئی کس سمت جوانی کی خبر لانے دو

ٹھوکرین دل کو محبت مین ذرا کھانے دو
چپکے دیکھا کرو جاتا ہے جدھر جانے دو

ہمسری کرنے کی موجون کو سزا پانے دو
اُترے ہو نہر مین تو زلف کو بل کھانے دو

آج دریا نونکو اتنا تو دیا حکم اُس نے
کوئی دم لینے کو ٹھہرے تو ٹھہر جانے دو

رات کو محفلونمین اپنے حسینو مجھہ کو
شمع کیطرح جلایا کرو پر آنے دو

اپنے بیمار کو کوسا نہ کرو تم ہر وقت
چار دن اور زمانے کی ہوا کھانے دو

نگہ شوق مری کام کرے گی یارو
شرم کو اُنکی ذرا حد سے گذر جانے دو

حکم اُنکا ہے گدا ہو کہ برہمن کوئی
جو ہو دربانو مرا دست نگر آنے دو

ہم سے یون اُسنے لی صبح شب وصلت رخصت
تمتو جاؤ گے لحد مین نمجھے گھر جانے دو

ہمدمو اپنے ہی دلمین پھر اُسے ڈھونڈینگے
کعبہ و دیر کلیسا مین پکار آنے دو

سُن لو تم اور فلک دونون سے ہی میرا خطاب
غم دئے ہین تو فراغت سے مجھے کھانے دو

بھولے سے ہم گئے کعبہ مین تو دیتے ہو سزا
اے بتو رحم کرو بہر خدا جانے دو

توسہی اُسکی جفائین وہ سمجھ ہی نہ سکے
خیر جھک کر فلک پیر کو سمجھانے دو

باتین کچھ کرون اشارون مین کہ ہی نزع کا وقت
دوستو سر کو ذرا اُنکو قریب آنے دو

طبع کہتی ہی کہ پھر شاہد مضمونکا ہو حسن
زلف کی طرح سے بندش مجھے سلجھانے دو

دیکھی اب بعد کلائی کے یہ زلفونکا جواب
جب لچک لے کمر اے یار تو بل کھانے دو

شوخیون ہی کو جگہ تم نے فقط دی تو کیا
کبھی آنکھونمین مروّت کو بھی تو آنے دو

لاش جاتی ہی کوئی جا کے نہ دیکھو سر بام
آؤ بیٹھو ہنسو بو لو تمھین کیا جانے دو

غیر دروازے پہ روتا ہی یہ ہی بدشگنی
یا تو اُٹھوا ہی دو کمبخت کو یا آنے دو

جا و بیجا کہین تصویر ہین ہم ہاتھ نہ مس
چپ رہو تم مجھے بہزاد کو سمجھانے دو

کل ترس دوستو آئیگا مرے نالہ پر
آج اُنھین غیر کی فریاد پہ رحم آنے دو

وہ تو ہر بات پہ دیتے ہین قسمت دشنام
پاس اُلفت کا کرو چپ ہی رہو جانے دو

اکدن اسیر حلقهٔ خاتم کہین نہ ہو
اہل جہان کی قدر کا خواہان نگین نہ ہو

بشاش چہرہ سونے مین اے ہمنشین نہ ہو
رویا مین ہمکنار جو کوئی حسین نہ ہو

سہ سہ کے ظلم کیون یہ دل اندوہگین نہ ہو
جب آپکی زبان پہ صد آفرین نہ ہو

کاہیدہ وہ ہون مین کہ دم عیش کیا عجب
بالیدگی بھی ہونے سے تنگ آستین نہ ہو

کیون اُس گلی مین نقش قدم قاصد ہین
شاید کہ آسمان وہان ہو زمین نہ ہو

گھُٹ کر اسیر کنج قفس مین جو مر بھی جائین
صیاد بدگمان ہی کچھ ایسا یقین نہ ہو

کیسے ہو نا سمجھ کہ ہوے ہو عدوے جان
سوچو تو دل مین جان ہماری تمھین نہ ہو

سب کی نظر بھرے بھرے بازو پہ تیرے ہو
اے ترک اگر چھپاے ہوے آستین نہ ہو

نکلین نہ غنچے مٹھیون مین زر لئے ہوے
قارون کا مال مفت جو زیر زمین نہ ہو

زخمیِ تیغ ابروے جانان ہوا ہو مین
آئے حسین وہ دیکھنے جو مہ جبین نہ ہو

دل میرا مر گیا ہے تو سینہ مین کیون رہے
مردون مین جا ملے جو ٹھکانا کہین نہ ہو

شب بھر ہنسا کرونگا نہ روؤنگا مثل شمع
اچھا جلا کے دیکھ لو تم گر یقین نہ ہو

رکھون گلا مین دوڑ کے قاتل کے ہاتھ پر
تیغ برہنہ سمجھون اگر آستین نہ ہو

جھک جھک کے کوے یار مین کہتا ہی آسمان
بے میری راے یان کوئی دفن اۓ زمین نہ ہو

اُسوقت سمجھین وہ مجھے شاید مریض عشق
جب بوند بھر بھی خون مرے تن مین کہین نہ ہو

وہ بدمزاج اپنے گلے سے بھی گر لگاۓ
عفو قصور کا مجھے پھر بھی یقین نہ ہو

کیون پردہ رکھ کے غیر کو میرا عدو بناؤ
صاحب کھُلے کھُلے مرے دشمن تمھین نہ ہو

رند حریص ایک اک ساقی آئے گا
بیتابے مے مین دُرد ابھی تہ نشین نہ ہو

دم بھر مین کیا عجب جو ہزارونکا خون بہاۓ
اُس ہاتھ سے جو لپٹی ہوئی آستین نہ ہو

دس بیس خم مین آتش تر کے گڑے ہوے
کیون گرم مے فروش کے گھر کی زمین نہ ہو

دے گا جواب عکس تو بگڑو گے اور بھی
آئینہ رکھ کے سامنے چین بر جبین نہ ہو

گر ہم کہین کہ دختر رز آ بلی پڑتی ہے
تو بھی جناب پیر مغان کو یقین نہ ہو

مردم کا شبہہ کرتے ہو کیون میری آنکھ مین
پھر اچھی طرح غور سے دیکھو تمھین نہ ہو

پہلے تو گرم لاف تھا محفل مین اے عدو
اب ہم فنون کو دیکھ کے گوشہ نشین نہ ہو

تیرے مریض زار یہ الحمد پڑھنے کو
بازو کا کیا پتہ ملے گر آستین نہ ہو

آئے سمٹ کے دلمین مرے رنج و غم کی بھیڑ
رہنے کی جا جو سارے جہان مین کہین نہ ہو

اکثر اُڑی ہی جھوٹ مری مرگ کی خبر
اب واقعی مرون تو کسی کو یقین نہ ہو

نکلے گی دل کی طرح تڑپکر ہماری جان
پہلو سے یون بگڑ کے جدا اے حسین نہ ہو

اپنے سے اچھا سمجھو ضرور اُس حسین کو
جو تم سے آنکھین چار کرے شرمگین نہ ہو

کیا خوب جان بوجھ کے نادان بنتے ہو
مسلے گا اور کون کلیجہ تمھین نہ ہو

مقتل مین گر کے میرا لہو جذب ہو گیا
ایسی کسیکے خون کی پیاسی زمین نہ ہو

در پر ہر اک مکان کے لگاتے ہین اسلیۓ
زنجیر غل مچاۓ جو کوئی مکین نہ ہو

کیا سوچتے ہو جب سے ہوا ہی زوال حسن
میرے ہی گھر پہ آؤ جو وعدہ کہین نہ ہو

سینہ سے دلمین آیا تو دل سے جگر مین جاۓ
پیکان ترا چلے پھرے گوشہ نشین نہ ہو

پہلے سمجھ لو پھر نہ مجھے تیر نظر لگاؤ
اس دلمین اور کون ہی گھائل تمھین نہ ہو

سہنی ہین اس سے بڑھ کے فصاحت مصیبتین
اتنا شروع عشق مین اندوہ گین نہ ہو

مشتہر کرنا ہی جنگِ شاہ خیبر گیر کو
چاہیے جبریل کے پر کا قلم تحریر کو

سر پٹک کر یہ خبر دین اس بت بے پیر کو
چھوڑتے ہین اور ہم پھوٹی ہوئی تقدیر کو

چھیڑین کیون اطفال مجھ دیوانۂ دلگیر کو
سمجھین گر ایمائے چشم حلقۂ زنجیر کو

دیکھو بعد مرگ میری گردش تقدیر کو
لاش اُس در سے نکالی جاتی ہی تشہیر کو

تونے بھی دیکھی یہ گستاخی یہ جرأت غیر کی
میرے آگے پیار کرتا ہے تری تصویر کو

مضحکہ کیا کیا ہوا ہم وحشیان زلف مین
دیکھکر اے قیس تیرے پاے بے زنجیر کو

داہ اپنے خندۂ دندان نما سے وقت قتل
اور دیدی آب و تاب اس ترک نے شمشیر کو

ہاتھ سے جب تو اُٹھانے کو مجھے مانع ہوا
جذب نے دل کی طرف کھینچا تری تصویر کو

ہے اگر پیوست ظالم اتنی بیدردی نکر
دل کھنچا جاتا ہی کھینچ آہستگی سے تیر کو

اے جنون لیکر ہماری جان عزرائیل نے
گل کیا گویا چراغ خانۂ زنجیر کو

یہ تو اچھی کی زلیخا نے منادی مصر مین
نوجوان کوئی نہ چشم کم سے دیکھے پیر کو

خاک مطلب نکلا الزام ایک کو دیتا ہی ایک
نالہ کو تاثیر اور نالہ مرا تاثیر کو

فرق اصل و نقل مین ہی یا نہین بس اسلیے
دیکھتا ہون مین کبھی اُنکو کبھی تصویر کو

ہاتھ آجاے تو اپنے سر پہ رکھے فخر سے
قیس میرے پاؤن کی اُتری ہوئی زنجیر کو

اس مرقع مین جہانکے چپ ہوئین حیرت زدہ
لوگ دیکھین صفحۂ تصویر پر تصویر کو

ایسی محکم ہے یہ تعمیر اے جنون جنبش نہ ہو
زلزلہ بھی گر ہلاے خانۂ زنجیر کو

دو شفق آلود ماہ نو کا گردونکو جواب
تم ہمارے خون مین آلودہ کرو شمشیر کو

ہے لگن مین شمع کا دریاے اشک اُمڈا ہوا
لاکھون پروانے ڈبونے آئے ہین گلگیر کو

آپ اپنے ہاتھ سے درّے لگاتے ہین جسے
کوئی اُسکے دل سے پوچھے لذت تعذیر کو

نامور تو ہو گئے تم گو برائی مین سہی
دار پر کھنچوا کے ہم عشاق بے تقصیر کو

ہمت مردانہ سے خوش بختی پہ ویزہ پر
فوق ہے فرہاد کی بگڑی ہوئی تقدیر کو

شیخ کی مسجد کے گلدستہ کا ہو رند و جواب
مرتفع اتنا کرو میخانہ کی تعمیر کو

دہشت پامالی دل ہی جو کوے یار مین
ہر قدم پر ٹوکتا رہتا ہون ہر رہگیر کو

اے فصاحت ہی وہان رہنے کی ہمکو بھی ہوس
سمجھی ہے فردوس دینا روضۂ شبیر کو

دیکھکر غصہ مین ابروے بت بے پیر کو
کون اچھا سمجھی بل کھائی ہوئی شمشیر کو

دخل ہر اک کام مین دیتا ہون تدبیر کو
سوے ظن مجھ سے بجا ہے کاتب تقدیر کو

پڑ گیا جب سانس بھی لینے نہ دی نخچیر کو
فوق ہی مژگان کے تیرون پر نگہ کے تیر کو

باغ مین غنچہ سے بلبل کو جو ہی منظور بحث
دے دہن مین اپنے سوسن کی زبان تقریر کو

اے پری و دھوپ مین دیوانہ لاغر ترا
دوسری زنجیر سمجھا سایۂ زنجیر کو

یہ کلیجہ تک نہ میرے آسکا اسکی ہے شرم
رہنے دو گوشہ مین دل کے منھ چھپائے تیر کو

حرف چارون لفظ قسمت کے نکیون باطل کرینا
آدمی کی سعی و جہد و کوشش و تدبیر کو

بے نکلے معرکہ مین خود نہ نکلے میان سے
آپ اپنے قبضہ مین رکھئے ذرا شمشیر کو

جب نہ پایا چاک کرکے دل جگر بولا وہ شوخ
صاف کہدو کیا کیا تم نے ہمارے تیر کو

غیر کی خوش قسمتی کو عشق نے مژدہ دیا
منتخب کرکے بڑائی مین مری تقدیر کو

جان نثارو پڑ رہی ہی دھوپ مقتل مین کڑی
مغتنم سمجھو ہوائے دامن شمشیر کو

غیر اگر تجھ کو وہان سینہ سے لپٹائے بہ جبر
ہاتھ مین ہو میرے یان جنبش تری تصویر کو

شمع کے سر کاٹنے کا بزم مین لینگے قصاص
سیکڑون پروانے ہین گھیرے ہوے گلگیر کو

آج یوسف کے مقابل مصر کی بازار مین
مسکراتے ہم نے دیکھا آپ کی تصویر کو

شوق ہے جاے بہشت کوچۂ دلدار مین
حسرت عود جوانی ہی جو قلب پیر کو

تجھ سے اتنا بھی نہ نکلا کام اے آہ رسا
غیر کے نالون مین کیون جلنے دیا تاثیر کو

جذب دل کے کھینچنے سے تو نہ تو مجھ تک کھنچا
پر ہوا اے آہ اڑا لائی تری تصویر کو

جھلکے میرے خون کی بوند اے ترک ہو صورت نما
چاہئے پتلی بھی چشم جوہر شمشیر کو

دل کے خون گرم سے پیکان ہوا جاتا ہی موم
دیکھو بجھتا وُ نہ پھر جلدی نکالو تیر کو

کیا صلاح ایدل ہی پڑھ پڑھکر ہنسون یا روؤن نیر ۔۔۔ مجھ سے وہ پڑھوا رہا ہی غیر کی تحریر کو
سیکڑون تدبیرین کین برگشتگی بخت مین ۔۔۔ پر نہ بن پڑتے ہوے دیکھا کسی تدبیر کو

اے فصاحت شعر گوئی مین عدو کس آنکھ سے
دیکھے میرے اعتبار و عزت و توقیر کو

نہان دلمین مدت سے ایجان تمھین ہو ۔۔۔ مری آرزو و میرا ارمان تمھین ہو
نہین اور محبوب کا اس مین جلوہ ۔۔۔ مرے خانۂ دل مین مہمان تمھین ہو
فقط دل مین کہنے کو ہے روح لیکن ۔۔۔ مری جان تمھین ہو مری جان تمھین ہو
مجھے دیکھکر طعن سے یون وہ بولے ۔۔۔ ہمارے طلبگار و خواہان تمھین ہو
مرض لاعلاج اک جو ہی عشق صادق ۔۔۔ حقیقت مین اُسکے بھی درمان تمھین ہو
جو کی چار سو غور ہم نے تو دیکھا ۔۔۔ تمھین مال و زر دین و ایمان تمھین ہو
یہ کیا چٹکیان لیتے ہو دل مین رہ کر ۔۔۔ ہم اب سمجھے غارت گر جان تمھین ہو
جو وہ پوچھین ہی حسن مین کون اچھا ۔۔۔ پرستان سے بول اُٹھین پریان تمھین ہو
جو آ کر مرے دل کو لے جانیوالے ۔۔۔ لو اب صاف کہتا ہون ہان ہان تمھین ہو

عبث شاعری پر ہے ناز اے فصاحت
زمانے مین کیا اک سخندان تمھین ہو

بخیلو سائلو نکو بے سوال دے ڈالو ۔۔۔ خدا کی راہ مین تھوڑا سا مال دے ڈالو
ہے رشک لعل بدخشان یہ لال دے ڈالو ۔۔۔ زبان زبان سے لڑا کر اُگال دے ڈالو
فلک بفخر بنائے ہلال عید اسے ۔۔۔ یہ اپنی تیغ عدیم المثال دے ڈالو
ملائے زلف مین اپنی بفخر سنبل باغ ۔۔۔ جو کنگھی کرنے مین ٹوٹین وہ بال دے ڈالو
جو ہم سے میکش مفلس ہین منتجو اُنکو ۔۔۔ یہ اگلے سال کے خم اگلے سال دے ڈالو
ہم ایسے عاشقون سے ہی یہ قول ہمت عشق ۔۔۔ اُنھین دل و جگر و جان و مال دے ڈالو
تمھارے ترشے ہوے ناخنو نکا خواہان ہی ۔۔۔ تم آسمان کو یہ سب ہلال دے ڈالو
جو دینا ہو تمھین خیرات حسن اک بوسہ ۔۔۔ نہ کھو رات یہ روز وصال دے ڈالو

تم اپنی خاک قدم صید گہ مین خوش چشمو
برائے سرمہ چشم غزال دے ڈالو

جو تم سے مانگتے ہین حاسدان کم مایہ
فصاحت اپنے مضامین کے لال دے ڈالو
(اوپر لکھا ہوا: جست)

نکلے ہین خوف شب فرقت سے دونون ملکے ساتھ
لخت دل آنسو کے ساتھ آنسو ہی لخت دل کے ساتھ

کون دیکھے میری چشم یاس کو ہنگام ذبح
اپنا منھ خنجر بھی ہی پھیرے ہوئے قاتل کے ساتھ

پاؤن سے تم روندتے ہین آپ لیکن کیا کہون
آرزوئین مفت مین پامال ہونگی دل کے ساتھ

قابل دید اُنکے گھر مین کیفیت تھی رات بھر
شمع بھی وقت سحر روتی اُٹھی محفل کے ساتھ

دن کو ہون نالہ کنان ہمراہ بلبل ہجر مین
لوٹتا ہون رات بھر پروانۂ بسمل کے ساتھ

چاہتا ہے دہر مین سیماب گر اپنی نمود
کچھ دنون بیتاب ہو آ کر ہماری دل کے ساتھ

چھپ کے مجھسے جائیے گا آپ محشر مین کہان
حشر ہوتا ہی ہر اک مقتول کا قاتل کے ساتھ

ہین مرے تابوت کے ہمراہ احباب اسطرح
قافلہ جاتا ہے جیسے رہبر منزل کے ساتھ

یون تو اے ناوک فگن تجھ کو نہ مانونگا کبھی
جب مین قائل ہون کہ چھد جائے جگر بھی دل کے ساتھ

اسطرح شاید رسائی ہو در دلدار تک
جاؤن تھامے ہاتھ نابینا کسی سائل کے ساتھ

دھوم سے آتی ہی لیلی کی سواری نجد مین
تھوڑے وحشی آگے ناقہ کے ہین کچھ محمل کے ساتھ

خاک اُسکو سوجھتی پست و بلند راہ عشق
ٹھوکرین کھاتا اگر آنکھین نہ ہوتین دل کے ساتھ

اب مین سمجھا تم نے بے مانگے جو دو بوسے دے
ہی یہ مطلب دے مجھے اپنا جگر بھی دل کے ساتھ

گو کھرو کانٹے خس و خاشاک دامن مین نہین
ہین یہ دو دو چار چار احباب ہر منزل کے ساتھ

سامنے غیرون کے رونے کی مناہی تم نے کی
خیر آج آنسو بھی ہم پی لینگے خون دل کے ساتھ

مانین جب ہم طائر قبلہ نما کا اضطراب
گھر سے باہر آکے تڑپے گر ترے بسمل کے ساتھ

حشر کا میدان جتنا تھا اُنھین سے بھر گیا
پیش حق مقتول آئے اسقدر قاتل کے ساتھ

ہائے لے اعضا اکیلا اُسکو کیون جانے دیا
ہو لیا ہوتا کوئی تم مین سے میرے دل کے ساتھ

اے ہوا بے پردگی سے اپنی لیلی ہے خجل
ہوش مجنون بھی اُڑا اُسے پردہ محمل کے ساتھ

کون تھا جو اُسکے جانے سے نہ آزردہ ہوا
فرش بھی چین بر جبین شب کو اُٹھا محفل کے ساتھ

روبرو ہیبت سے کوئی راہ مین آتا نہین
ہاتھ مین تیغ آگے قاتل پیچھے مین قاتل کے ساتھ

چھوٹا بھائی کا بھائی سے بہت دشوار ہے
لیجیے تو آپ نکلے گا کلیجہ دل کے ساتھ

ہمکو اُس محمل نشین کا عشق ہے کس سے کہین
ہین ہزارون قیس کے مانند جس محمل کے ساتھ

اے فصاحت ہجر مین رونیکو اب کم کیجیے
زائل آنکھونکی بصارت ہو نہ لختِ دل کے ساتھ

اگر عشاق کو اپنے نکلواتے ہو جانا نہ
نہ آئے شمع کے ہمراہ بھی محفل مین پروانہ

جو دیکھو غور سے رندو تو گلشن بھی ہے میخانہ
کہ شیشہ سرو ہے ساغر ہے گل غنچہ ہے پیمانہ

کسی صحبت مین جاکر مین گران خاطر نہین ہوتا
کہ ہشیارونمین ہون ہشیار دیوانونمین دیوانہ

علی سے ہمکو مطلب ہے نجف سے کام ہے رندو
جہانمین ہے ہمارا ایک ساقی ایک میخانہ

مجھے نشہ مین بھی رہتا ہے اتنا ہوش میخوارو
جو ساغر ٹوٹ جاتا ہے بنا لیتا ہون پیمانہ

وہ حال دل مرا سنکر تعجب سے یہ کہتے ہین
ہماری نیند اُچٹ جاتی ہے یہ کیسا ہے افسانہ

معاذ اللہ برہمن شیخ سے کہتا ہے ہنس ہنس کر
سیہ ہے آپکا کعبہ یہان روشن ہے بتخانہ

وہ بیکس ہون نہین خوش قسمت مکان اچھی جگہ پایا
برابر جسمین رہتے ہین یہ گلشن ہے وہ میخانہ

سبو کیا ہے پلائے تونے اکثر خم کے خم لیکن
بھرا بھر بھی نہ اے ساقی ہمارے دل کا پیمانہ

لئے درمان طبیب آتا ہے میرے پاس وحشت مین
ذرا آنے دو یارو تو بھی ہے وہ بھی دیوانہ

گلے کاٹینگے اپنے ہاتھ سے خود آپ کے عاشق
نہ لیکر ہاتھ مین تلوار چلیئے چال مستانہ

لحاظ اسکو نہین کچھ بھی نکالو اپنی محفل سے
تمھارے سامنے پھرتا ہے گرد شمع پروانہ

یہ سچ ہے غافلو دنیائے فانی جائے عبرت ہے
جہان تھی کل تک آبادی وہان ہے آج ویرانہ

تمھاری رائے کیا اے حضرت دل ہے کدھر جائین
دوراہے پر کھڑا ہون مین یہ کعبہ ہے یہ بتخانہ

ذرا انصاف کر مجھ رند کی نیت بھرے کیونکر
مرے چلو سے بھی تو کم ہے ساقی تیرا پیمانہ

اگر اے شمع ہو تیری رسائی بزم جانان مین
بیان کر دینا تو اپنی زبان سے میرا افسانہ

یہان صاحب جو اک عالم تہ و بالا ہوا تو کیا
قیامت مین بہت کام آئے گی یہ چال مستانہ

ہمارا لخت دل اشکون مین ہے اسطرح اے ہمدم
گھرے اطفال کے مجمع مین جیسے کوئی دیوانہ

بلاے آسمانی میکشون تک آ نہین سکتی
گھٹا چارونطرف سے خوب ہی گھیرے ہی میخانہ

وہ ابر اٹھا وہ میکش آئے ساقی بھرلے ان سبکو
صراحی خم سبو شیشہ گلابی جام پیمانہ

ترا کوچہ مراد دل اور اب نکلے یہ دو معبد
خلائق جانتی تھی ایک کعبہ ایک بتخانہ

بہت عاشق کے جل جانے کا غم ہی شمع محفل کو
زبان سے چپکے چپکے کہہ رہی ہے ہاے پروانہ

فصاحت
شب کو مہمان ہوا گر وہ ماہرو آکر
زمین پر غیرت برج قمر ہو میرا کاشانہ

ہے تازگی اُس رخ مین گل تر سے زیادہ
موزون ہی وہ قد سرو وصنوبر سے زیادہ

ساقی نے کہا مجھ سے نہ یون دونگا تجھے مے
چلو مین ترے آتی ہی ساغر سے زیادہ

ہم سچ کہین شیشہ سے سوا تھا کبھی نازک
اب قلب ترا سخت ہی پتھر سے زیادہ

مجنون سے ترے کہتا ہے ہشیار رہو کمبخت
یہ کلمہ فصاد ہے نشتر سے زیادہ

مجھ رند کی ہے اک کلہ ریشمی اے شیخ
قیمت مین ترے جُبّہ سے چادر سے زیادہ

لے دیکھ لے ہے صاف مرا جام سفالی
ساقی ترے بلور کے ساغر سے زیادہ

اُس دشت مین پھرتا ہے ترا وحشی مژگان
ہر خار جہان تیز ہے نشتر سے زیادہ

جب ڈھانک لیے پاؤن تو سونے مین کھلا سر
اے فقر یہ قد ہے مرا چادر سے زیادہ

سب ٹوٹین گے دیکھے گا جو تو محتسب اسطرح
شیشون کو نظر ہے تری پتھر سے زیادہ

چکّر تجھے دن رات ہی اے چرخ یہ مانا
پھرتا نہین تو پھر بھی مرے سر سے زیادہ

میخانہ مین ٹوٹا جو یکایک خم بادہ
مے ملگئی رندونکو مقدّر سے زیادہ

قطرے مرے خون کے ترے خنجر مین جمے جو
اے ترک وہ گنتی مین ہین جوہر سے زیادہ

ہے موت بھی منعم کی مری زیست سے اچھی
تربت ہی وسیع اُسکی مرے گھر سے زیادہ

عاشق کے دم نزع جو آجاتا ہے وہ شوخ
بالین پہ ٹھہرتا نہین دم بھر سے زیادہ

تو میرے گناہونکو بہت سمجھا ہے واعظ
اے توبہ نہین رحمت داور سے زیادہ

فصاحت
عاشور کو مقتول ہوے جتنے
وہ تھے نہ مع شاہ بہتر سے زیادہ

آئی ہین گردشین کرنا اسی تدبیر کے ساتھ
مدتون چرخ پھرا ہی مری تقدیر کے ساتھ

آپ کچھ آج کرین لطف بھی تعذیر کے ساتھ
کہ مجھے تھوڑی ندامت بھی ہی تقصیر کے ساتھ

خیر اب ذکر نہین ہے کہ بتانے کو بتا
وہ خدنگ نگہ ناز بھی ہی تیر کے ساتھ

چارہ گر کو بھی جنون ہونیکو ہی اے حداد
بیڑیان اسکی بنا رکھ مری زنجیر کے ساتھ

سچ ہی دنیا مین تواضع ہی تواضع کا جواب
سر جھکا میرا بھی ظالم تری شمشیر کے ساتھ

یونتو میخانہ مین آیا ہی نہ شیخ آئے گا
ہیکشو راہ پہ ہم لائینگے تدبیر کے ساتھ

عشق مین بگڑا ہوا کام ہر اک بن جاتا
نامرادی جو نہوتی مری تقدیر کے ساتھ

دیکے مجھ عاشق بے صبر کو اُسنے یہ کہا
تکوئی بے ادبی ہو مری تصویر کے ساتھ

کھینچتے ہین اس ادا سے وہ کمانین رکھکر
دل کھنچا جاتا ہی میرا کشش تیر کے ساتھ

ذبح کے وقت پلا شربت دیدار بھی تو
او ستمگر ہی نہین آب دم شمشیر کے ساتھ

تم نے میرے دل نادان کو لیا بھی تو کیا
حیلہ و مکر و دغابازی و تزویر کے ساتھ

مین جہانمین ہون وہ مظلوم کہ نالہ جو کرون
دل قدسی بھی ہلین عرش کی زنجیر کے ساتھ

کیا عجب مملکت عشق مین آوارہ رہے
دل یہ ٹوٹا ہوا پھوٹی ہوئی تقدیر کے ساتھ

چار دن زیست کے دنیا مین بسر کر نادان
رفعت و مرتبت و عزت و توقیر کے ساتھ

خون قاصد کا بہائینگے وہ برہم ہی مزاج
خط مرا ہاتھ مین ہی قبضۂ شمشیر کے ساتھ

بیڑیان وہ ترے وحشی کو پنہائے حداد
جو بنائی گئی تھین قیس کی زنجیر کے ساتھ

چاک اُلفت وحشت سے ہوا یذا مین کمی
دھجیان پاؤنمین لپٹی ہین جو زنجیر کے ساتھ

باتین سُننے کا ملے لطف گنہ گارون کو
کہتے جاؤ کچھ اگر منہ سے بھی تعذیر کے ساتھ

دل تو کہتا ہے کہ نالہ اُٹھین لائیگا ضرور
آہ تنہا گئی یہ جائیگا تاثیر کے ساتھ

سختیان طول اسیری ہین یہین نے جھیلین
ہڈیان پاؤن کی بھی گھس گئین زنجیر کیساتھ

کام بنتا نہین کچھ تیرا برا ہو اے عقل
تو بگڑنے مین تو ہو جاتی ہی تقدیر کے ساتھ

دونی لذت دہن زخم نے میرے پائی
دست قاتل کو بھی چوما لب شمشیر کے ساتھ

ظلم کر ہر کس و ناکس یہ سمجھ بوجھ کے تو
کوئی تجھ کو بھی نہ کوسے فلک پیر کے ساتھ

حسب فرمائش نواب مصطفی علیخان صاحب [illegible]

اے فصاحت یہ کہین بزم سخن مین شعرا
عمر نواب بڑھے عزت و توقیر کے ساتھ

ردیف یائے تحتانی

دم سوزش دعا نکلی دہان زخم بسمل سے
خنک آئی ہوا جب دامن شمشیر قاتل سے

براے پیشوائی آہ نکلی قیس کے دل سے
جو پھوٹا حسن لیلی پردۂ باریک محمل سے

شراب سرخ نکلی خون ہوکر شیشہ کے دل سے
یہ کون آزردہ خاطر اُٹھ گیا ساقی کی محفل سے

یہ حالت ہی ٹھہر سکتی نہین بیتابی دل سے
مزار قیس پر لیلی گری پڑتی ہے محمل سے

صدا یہ آرہی ہی قتل گہ مین حلق بسمل سے
گرہ دل کی کھلی ہے ناخن شمشیر قاتل سے

لپٹتا نجد مین پھر دوڑ کر لیلے کی محمل سے
نکل آتے جو پاے قیس جادو نکے سلاسل سے

زبان کھولے سمجھ کر محفل ارباب دانش مین
بگڑتی ہی جو کوئی بات پھر بنتی ہے مشکل سے

دیا حکم آج اُسنے شمع ہو یا کوئی عاشق ہو
نکالو رونے والونکو مری عشرت کی محفل سے

ہوے ہین تار تار آخر کو دیکھا اے جنون تونے
مرے شامت زدہ دامن اُلجھتے تھے سلاسل سے

پس مردن بھی رحم آتا نہین مفلس پہ گردونکو
کفن بھی اس دنی کے ہاتھ سے ملتا ہی مشکل سے

کفن کو پھاڑ کر کیا ہے نکل آنے کا اندیشہ
کہ مجھ وحشی کی تربت جکڑی جاتی ہی سلاسل سے

تڑپتا تھا ادھر یہ وہ ادھر مقتل مین لے قاتل
یہ لڑوانے کو آیا زلزلہ بسمل کو بسمل سے

ہٹین وہ پاس سے ورنہ گریبان گیر ہونے کو
چلی ہین خون کی دھارین ذبح ہوکر حلق بسمل سے

لطافت اے فصاحت جانشین جو تھے امانت کے
یہ فن حاصل ہوا ہمکو انھین اُستاد کامل سے

تڑپ کر رات اس کمبخت نے کاٹی ہی مشکل سے
زبان سے مین کہون کیا آپ خود ہی پوچھ لین دل سے

محبت کسقدر ان دونونکو ہی تیر قاتل سے
ہمارا دل جگر سے کھینچ لیتا ہے جگر دل سے

بہ آسانی مطالب تیرے بر آے کہ مشکل سے
کسی نے بھی نہ یہ پوچھا مرے حسرت بھرے دل سے

ضرورت کے موافق دے اسے وسعت خداوندا
گھٹی جاتی ہین میری آرزوئین تنگئ دل سے

اے تکلیف پائی تو نے یا راحت ملی تجھ کو
ذرا پوچھو تو اپنے پاؤنکے روندی ہوے دل سے

تاسف چاہیئے ہی اُسکی تنہائی پہ فرقت مین
کہ چپکا لیٹ کر باتین کیا کرتا ہو جو دل سے

بڑی تھی کش مکش ناسور نے جب راہ دی انکو
تو چھالے پھوٹ ہی نکلے مرے حسرت بھری دل سے

وہ شب کو خواب سے چونکے تو یہ کہتے ہوے اُٹھے
کسی نے پھر پکارا ہے مجھے بیتابئ دل سے

دلون مین رہ کے غیرونکے فصاحت اب وہ کہتے ہین
نہین ہی کوئی گھر اچھا تمھارے خانۂ دل سے

عہ

تنہا کبھی ملے تو نہ لپٹو نمین یار سے
مسرور ہونگے روز وصال نگار سے

مطلع

باہر ہے ایسی بات مرے اختیار سے
گر بچ گئے بلاے شب انتظار سے

خنجر نہ دو ہرے دو دھری مری حلق پر پھراو
ڈالو گلے مین غیر کے باہین نہ پیار سے

لاے نہ ساتھ غیر کو یہ کہدو یار سے
نکلے گی میری لاش تڑپ کر مزار سے

جھپکین کبھی نہ دیدۂ تصویر کیطرح
آنکھونکا ہے یہ حال ترے انتظار سے

رونے کے واسطے گئے قبر عدو پہ وہ
ہنستے ہوے اُٹھے جو ہمارے مزار سے

بے صبر اپنے دل کی تسلی کے واسطے
کین باتین پہرون ہجر مین تصویر یار سے

افراط انبساط مین بالیدہ ہو گئے
وحشی نوید آمد فصل بہار سے

دیکھو صبا کی ضد کہ لحد پر رقیب کی
گل لے گئی اُڑا کے ہمارے مزار سے

اے تو سہی وہ شوخیونکو اپنی بھول جاین
گر سابقہ پڑے کبھی مجھ بیقرار سے

دی جان ظلم سہہ کے تو فریادیونکی بھیڑ
ظالم کے ہے مکان تک اپنے مزار سے

اے عندلیب آتش گل اکی باغ مین
بھڑکی ہواے دامن ابر بہار سے

للہ تو اُڑا کے الگ کر دے اے صبا
ذرونکو خاک غیر کے میرے غبار سے

زاہد بھگا کے لے گئے مسجد کے واسطے
جلتے ہوے چراغ ہمارے مزار سے

ہان واعظو بھٹک کے نہ جانا اِدھر اُدھر
سیدھی ہی راہ خلد برین کوے یار سے

اس انجمن مین کیون نہ فصاحت پڑھے غزل
ملتی ہے داد سالم عالی وقار سے

عہ حسب فرمائش جناب مرزا محمد تقی علی خان صاحب بہادر سالم اعلی اللہ مقامہ ۱۲

کیونکر کنشت و دیر و حرم مین خدا ملے
جسکا کہین بھی ہو نہ ٹھکانا وہ کیا ملے

کوشش سے دانے رزق کے عسرت مین کیا ملے
سمجھا مین یہ فقیر در مدعا ملے

عشاق کو یہ دورِ فلک مین سزا ملے
معشوق بدمزاج ملے بے وفا ملے

جاتے ہین میکدہ کی طرف رند شوخ طبع
لیجائین کھینچکر جو کوئی پارسا ملے

ہم تو بھٹک کے کعبہ کا رستہ چلے تھے دیر
گویا جناب خضر سے شیخ کیا ملے

درویش تو کوئی نہ ملا کوے یار مین
لیکن گدا کے بھیس مین کچھ بادشا ملے

قدرت سے اُسکی ہوگئے اضداد ہم مین جمع
کیا خوب آب و آتش و خاک و ہوا ملے

رضوان سے شرط کرکے یہ جنت مین جائینگے
حورین ملین نہ ہمکو وہی دلربا ملے

صدمون پہ صدمے سہکے اگر مر گیا ہے دل
سینہ مین میرے کیون رہے مدفن جا ملے

حجاج آئین کوے صنم مین بھی بہر طوف
انبوہ عاشقان سے آکر راستا ملے

یہ کیا سمجھ کے آج دیا اُسنے حکم عام
جو بے خطا ہون عاشق اُنھین بھی سزا ملے

سینچا ہو جسکو خون شہیدان سے چرخ نے
وہ پاؤن مین لگائین جو ایسی حنا ملے

تو کیا کرے یہ مجھ سے کہا برہمن نے آج
تیرے خدا کے گھر مین جو میرا خدا ملے

روٹھو اگر نہ تم تو کہین صاف صاف ہم
دلکش تمہارا ناز نہین بے ادا ملے

ہے حسن تو نکی بھیڑ کچھ ایسی جگہ نہین
درد اُٹھ کھڑا ہو دل مین تو ارمانکو جا ملے

غیرونکو بوسہ دیکے وہ مجھکو بھی دین اگر
کچھ حظ اُنھین کو ہو نہ مجھی کو مزا ملے

یہ قول آپکا ہے فصاحت بہت بجا
شاعر ہو کہنہ مشق تو مضمون نیا ملے

بلغ کے باہر رہی اندر بہار آئی نہ تھی
ابر تر کو کھینچکر جب تک ہوا لائی نہ تھی

دود آہ قیس مین اے عشق اچھا تھا اثر
گھُٹ کے لیلی پردۂ محمل مین گھبرائی نہ تھی

وہ کسیکا خواب سے اُٹھنا وہ میرا اضطراب
سو ادا اُنکی ادا تھی ہاے انگڑائی نہ تھی

ل گرا جب اُنکی نظرون سے تڑپکر رہ گیا
چوٹ اِس کمبخت نے ایسی کبھی کھائی نہ تھی

پھول کیون ہنستے ہوے آئے تھے میری قبر پر
شمع تو پہلے ہی سے روتی ہوئی آئی نہ تھی

سو کے اُٹھنے کی ادا نے ہائے گھایل کر دیا
اک کھنچی تلوار تھی ظالم کی انگڑائی نہتی

دود آہ قیس کی تصویرین دیکھین نجد مین
شاخ آہو کونسی وہ تھی جو بل کھائی نہتی

ڈر خدا سے او مکرنے والے او پیمان شکن
غیر سے ملنے کی کیا تو نے قسم کھائی نہتی

کب فصاحت جانتا تھا خلق ارباب دکن
الفت احباب کی جبتک کشش لائی نہتی

مطلع

کیا حجاب آیا نہ تھا شرم و حیا آئی نہتی
مجھ سے چھپ کر وہ الگ بیٹھے یہ تنہائی نہتی

ہجر مین تھے مضطرب ہم کیون شکیبائی نہتی
آرزوئین حسرتین گھیرے تھین تنہائی نہتی

خوب ایدوست اب مین سمجھا ماجرائے طور کو
غش مین لانا تھا کسیکو جلوہ فرمائی نہتی

جب لڑکپن کا زمانہ تھا تو دانائی نہ تھی
چال چلنا تھی وہ آنکو جسمین رسوائی نہتی

وحشیو کیا پوچھتے ہو سرگذشت قیس کو
پھیر تھا قسمت کا اُسکی دشت پیمائی نہتی

اُنگلیان اُٹھتین اگر تابوت اُٹھاتے ہنسکے وہ
بعد مرنے کے مری قسمت مین رسوائی نہتی

آئے وقت نزع جب وہ مین نے اپنے دل کا حال
سب اشارہ مین کہا گو تاب گویائی نہتی

اتفاقاً گر مجھے مل بھی گئے وہ راہ مین
بےرخی کی اسطرح جیسے شناسائی نہتی

تم یہ کیا کہتے ہو کل شب کو اکیلا تو نتھا
اور تھا پھر کون پاس اپنے جو تنہائی نہتی

شوخیون نے جیسے گھر بیٹھے کیا بدنام انھین
کوچہ گردی کرنے مین ایسی تو رسوائی نہتی

زخم بھی تھے آبلے بھی داغ بھی ناسور بھی
قلب مجنون مین سبھی کچھ تھا شکیبائی نہتی

زہر کھا کر غیر مرتا تھا نہ کیون مرنے دیا
بندہ پرور آپ کی کچھ اس مین رسوائی نہتی

خط مین لکھی تھی سراسر مین نے اس بت کی ثنا
جمع سب الفاظ تھے پر لفظ یکتائی نہتی

کیا تڑپتا نام لیلیٰ لے کے مرتا تھا قیس
نجد کے وحشی آ کے گھیرے تھے تنہائی نہتی

اے فصاحت انقلاب دہر سے اب ہے یہ رنگ
پہلے تحقیر فن ارتی و آبائی نہ تھی

حالت کچھ اور ہو گئی عرش اِلہ کی
مظلوم نے دُکھے ہوے دل سے جو آہ کی

بے سمجھے بوجھے ہر کس و ناکس سے چاہ کی
تمنے خود اپنے حسن کی دولت تباہ کی

کہتی ہے چشم یار سے گردش نگاہ کی
مالک ہے تو جہان مین سفید و سیاہ کی

اونچی ہوئی ہوا شب فرقت جو آہ کی · قصر فلک مین بجھ گئی قندیل ماہ کی

مسند بدلتی رہتی ہی اورنگ شاہ کی · لیکن حصیر اُٹھی نہ مری خانقاہ کی

میدان حشر مین اک اندھیرا سا ہو گیا · پھیلی سیاہی ایسی ہمارے گناہ کی

ہم غیر کے اشارے کو دل مین سمجھ گئے · چار آنکھ کرکے تمنے جو نیچی نگاہ کی

سن لو وہان گور سے آتی ہی یہ صدا · حالت یہان ہی ایک گدا اور شاہ کی

پہلو پہ ہاتھ رکھ کے وہ محفل مین بول اُٹھے · دل کو مرے ہلا دیا یہ کس نے آہ کی

مست اُنکے دیدۂ مخمور سے ہوے · محفل مین دور جام تھی گردش نگاہ کی

آہ اور ہجوم غم ہی رہے دلکے ساتھ ساتھ · عظمت لو اوفوج سے ہے بادشاہ کی

دامان ابر کو شب فرقت جلا دیا · لو اسقدر بڑھی تھی مری شمع آہ کی

سردی نہ کھائین رات کو میدان مین ہم فقیر · کملی فلک جو ڈالدے ابر سیاہ کی

آتی ہے جبکہ محمل لیلے میان نجد · اور اپنے پردے ڈالتی ہی گرد راہ کی

تم آئنہ مین دیکھ تو لو پہلے اپنا حسن · تعریف پھر کروگے ہماری نگاہ کی

پھر کربلا کی سمت فصاحت روانہ ہو · راحت ہی اس سفر مین صعوبت بھی راہ کی

حالت ہوئی تغیر مرے قلب و جگر کی · برچھی پڑی اسطرح کسی ترچھی نظر کی

عشرت مین فقط مین ہی نہین صاحب حاجت · میری تو دعائین بھی ہین محتاج اثر کی

تربت پہ مری پھول تو ہنستے رہے شب بھر · اک شمع تھی دلسوز کہ رو رو کے سحر کی

لیجاتے ہین کس شوق سے آ آکے مہوس · اکسیر سے بہتر ہے جو مٹی ترے در کی

یہ شعلہ کی جنبش سے ہے ثابت سر محفل · لو مانگتی ہے شمع مرے داغ جگر کی

کیون مر نہ گیا شام شب وصل مؤذن · موت آئی بھی اسکو تو اذان دیکے سحر کی

دنیا کے جو ہین کام انھین چھوڑ و فصاحت · جانا ہے عدم فکر کرو زاد سفر کی

شوخی اُن آنکھون مین شوخی مین حیا ہوتی ہے · ناز و انداز کے پردے مین ادا ہوتی ہے

کیون نہ خاموش مین بیٹھا رہون اُنکے آگے
لب تک آ کر مری ہر بات گلا ہوتی ہے

رخ سے اس بت کے ذرا بھی جو سرکتی ہے نقاب
مجتمع دیکھنے کو خلقِ خدا ہوتی ہے

واقعی ہر سخن اپنا ہے دروغ و بیجا
تیری ہر بات درست اور بجا ہوتی ہے

اُنکے دیدار کی صورت کوئی کیونکر نکلے
آتے ہین وہ نہ قیامت ہی بپا ہوتی ہے

ضعف مین کوچۂ قاتل کیطرف جانے کو
شوق اُٹھاتا ہے اجل راہ نما ہوتی ہے

ظلم ایجاد تو کرتے نہین وہ میرے لیے
جو سکھائی ہے فلک نے وہ جفا ہوتی ہے

کہین دنیا مین ٹھکانا نہین ہوتا جسکا
میرے گھر چرخ سے نازل وہ بلا ہوتی ہے

مسکرا کر جو وہان غیر سے کرتے ہین وہ بات
تو چمک درد کی یان دلمین سوا ہوتی ہے

ظالمو دیکھو شفق کو کہ نہان رہتی نہین
یون عیان سرخیٔ خون شہدا ہوتی ہے

اے فصاحت غزل شاعر نامی بیشک
خوب رونق دہ بزم شعرا ہوتی ہے

ستمگر قتل کرکے دیکھین کیون ترچھی نگاہون سے
شہیدانِ وفا کا خون نہ اُبلے قتل گاہون سے

نہ شرما دیکھ ظالم چار سو نیچی نگاہون سے
بھرا ہے حشر کا میدان سارا دادخواہون سے

سبھی کو رحمتِ حق زاہد و گھیرے ہی محشر مین
ہم ایسے تو گنہگار اچھے ہین تم بیگناہون سے

رہا کرتا ہی جن رستون مین جھرمٹ ان حسینونکا
مرا تابوت احباب لے کے جائین ایسی راہون سے

یہی تیرونکی صورت دل جگر کے پار ہوتی ہین
خدا محفوظ رکھے آپکی ترچھی نگاہون سے

مری جان اور تو اور آپکی آنکھون نے دیکھا ہی
مرے دل کا تڑپنا ہی ثبوت ان دو گواہون سے

ستمگارونکو دہشت ہی جو پیش داورِ محشر
اشارونمین لجاجت کر رہے ہین دادخواہونسے

جہان میرا گذر ہووے سے بھی شب کو نہین ہوتا
عدو کے گھر یہ وہ جاتے ہین چھپکر ایسی راہونسے

فصاحت ذکر کیا اورونکا یہ انداز اب اُنکا ہے
رہا کرتے ہین وہ بدظن خود اپنے خیر خواہون سے

تعظیم عدو کرکے پاس اسکے وہ جا بیٹھے
اٹھے بھی تو کیا اٹھے بیٹھے بھی تو کیا بیٹھے

حسرت ہو ہم آغوشی کی جسکو وہ کیا بیٹھے
نکلا تو کسی پہلو وہ ماہ لقا نہ بیٹھے

اُٹھوانے کا ڈر محفل مین ہی کوئی کیا بیٹھے
اصرار سے زاہد کے آئے تو ذرا بیٹھے
بسمل تو کیا ہوتا جسکی نہ مجھے حسرت تھی
سرکار سے اپنی تو کچھ اور عطا کردے
شوخی اسے کہتے ہین کیا وقت اُنھین ہاتھ آیا
وحشت جو بڑھی اپنی جا کر نہ کہین ٹھہرے
افسردگی خاطر کو پوچھ نہ کچھ ہمدم
سرد آہین بھرین بزم عشرت مین جو بے اُنکے
مٹ مٹ گئے پر کوے جانان سے نہ پھر اُٹھے
ہے دوپہر اُٹھے کیون گھر جانا ابھی ٹھہرو
مجمع مین حسینونکے وہ حور یہ کہتا ہے
شاہی سے نہین رغبت اورنگ سے ہی نفرت
تو قلب وجگر میرا ہے چٹکیون سے مسلے

جب اذن نہ ہوا انکا تو کون بھلا بیٹھے
مسجد سے جو ہم اُٹھے میخانہ مین جا بیٹھے
بے سمجھے وہ اک اوچھا سا وار لگا بیٹھے
جو تو نے دیا مالک ہم تو وہ اُٹھا بیٹھے
میت مری جب اُٹھی ملنے وہ حنا بیٹھے
گھر سے جو اُٹھے تربت پر قیس کی جا بیٹھے
پہلو سے جو وہ اُٹھے دل کیون نہ مرا بیٹھے
ٹھنڈک سے عجب کیا جو مطرب کا گلا بیٹھے
ہم زار اگر مثل نقش کف پا بیٹھے
رستہ مین جو اُٹھی ہے وہ گرد ذرا بیٹھے
پریونکی ہے یہ محفل یان میری بلا بیٹھے
ہم ایسے فقیرون کے سر پر نہ ہما بیٹھے
پہلو مین ترے کوئی کیون میرے سوا بیٹھے

استادہ ادب سے تھے محفل مین فصاحت ہم
اب بیٹھنے کا اُسنے ایما جو کیا بیٹھے

سبھی کا جور وستم ہی شیوہ جہان مین چرچا یہ ہو رہا ہے
دکھائی دیتا ہے حسن تیرا ارے تجھے آج کیا ہوا ہے
مخالفت ایسی ہی خدایا سمجھ مین آتا نہین یہ کیا ہے
برہمنو تم تو دیکھتے ہو میان بتخانہ ان بتون کو
مین کہہ رہا ہون تڑپ تڑپ کے یہ کوے جانانکی رہگذر سے
ہمین ڈراتا ہی واعظا کیون بدی و نیکی ہین ہیچ دونون
کبھی جو مسجد مین چور آئے تو مال کیا ہی جسے چرائے
نکل کے خوش ہین مکان سے اپنے ضرور پامال وہ کرینگے

خصوصیت آپ ہی کی ہے کیا ہر اک حسینون مین بیوفا ہے
یہ بیچ مین نام کو ہے پردہ وگرنہ غیرون کا سامنا ہے
جو مجکو ارمان ہے وفا کا تو یار کو حسرت جفا ہے
ہمین نہین جو دکھائی دیتا یقین ہے دل مین وہی خدا ہے
کہین نہ پامال اُسکو کرنا وہین مرا دل پڑا ہوا ہے
بس اُسکی رحمت کا ہی سہارا عذاب کیا ہی ثواب کیا ہے
وضو کا اک ظرف ہی پرانا چراغ و منبر ہے بوریا ہے
نشان اتو مری لحد کا رقیب اُنکو بتا رہا ہے

ہوا ہی فارغ جو بن سنور کر نہین جو تعریف میری باور
مگر نہ للہ اتنو ظالم کر آنکھین نیچی ذرا ہو نادم
ہے اتنی سی زیست پر تکبر یہ سرکشی غافل اور تبختر

اُسی مین پھر دیکھ اپنا چہرہ ترے مقابل تو آئینا ہے
خبر یہ دیتا ہے مسکرانا تجھی نے پہلو سے دل لیا ہے
سوا خدا کے کوئی رہیگا نکوئی آفاق مین رہا ہے

مجھے یہ حیرت ہے اے فصاحت رہی نہ کچھ کاملونکی وقعت
یہ کیسا آیا ہے اب زمانہ ہر ایک اُستاد بن گیا ہے

دل پہ صدمہ یہ گذرتا ہے کہ مرجاتا ہے
سوے مقتل وہ مجھے لے کے اگر جاتا ہے
کُند خنجر ہے تو ہو ذبح سکے جا مجھکو
اُنکے کوچے مین نگہبان نہین ٹکنے دیتا
نہ کوئی جرم ہو عاشق کا پر اُنکے نزدیک
کم نہین ہوتا مری بحر طبیعت کا جوش
جانے تو ہمین پھر بھی نہین دیتا یہ فلک
کیون مرے آنسوؤنکی سیل ہے جاری ہر وقت
رند چھوڑینگے حصیر اور چراغ و منبر
دفعتاً آتے ہین جب وہ دم گریہ مرے پاس
بوسۂ زلف مجھے دے کے جو لیتا ہے وہ دل
رند بیمار کی کھل جاتی ہین آنکھین غش سے

جو کوئی اُنکی نگاہون سے اُتر جاتا ہے
غیر جان اپنی بچانے کو ٹھہر جاتا ہے
چلتے چلتے ترا کیون ہاتھ ٹھہر جاتا ہے
دم جو لینے کوئی رہگیر ٹھہر جاتا ہے
ہر طرح موردِ الزام ٹھہر جاتا ہے
ورنہ دریا بھی ہر اک چڑھ کے اُتر جاتا ہے
پھٹ کے جب رختِ کہن تن سے اُتر جاتا ہے
بہتا دریا تو سر شام ٹھہر جاتا ہے
جب کلس گنبد مسجد سے اُتر جاتا ہے
نوک مژگان پہ ہر اک اشک ٹھہر جاتا ہے
اُسکا احسان مرے سر سے اُتر جاتا ہے
حلق سے گھونٹ جو اک مے کا اُتر جاتا ہے

میرا اتنا بوتے روان بھی ہے فصاحت جب رُکتا
جب وہ دو چار قدم چل کے ٹھہر جاتا ہے

کس وہ بازو مین نہ دیسا وار ہے
تیز کیا تیری مژہ اے یار ہے
عاشقو وہ دیکھنے جاتے ہین روز
ہے یہ بسمل کے پھڑکنے مین صدا

گو وہی تم ہو وہی تلوار ہے
پھانس چبھنے مین خلش مین خار ہے
ہم مین وہ اچھا ہے جو بیمار ہے
واہ کیا قاتل ہے کیا تلوار ہے

کس مسیحا کی ہے آمد باغ مین	وا جو چشم نرگس بیمار رہے
آئے کس عاشق کو مٹی دے کے آپ	گرد آلودہ ہر اک رخسار رہے
غیر جھرمٹ مین حسینونکے نہین	ہم سمجھتے ہین گلون مین خار رہے
حال ہے غیر اپنا عشق زلف مین	ابتو دودی نبض کی رفتار رہے
مانگنے والون کو کچھ ملتا نہین	ان حسینون کی عجب سرکار رہے
اے ستمگر آجکل تیرا شباب	واقعی کھنچتی ہوئی تلوار رہے
صف کھڑی غیرون کی ہو اس گھر کے گرد	دوسری چارو نطرف دیوار رہے
پوچھتے ہین یون مجھ آزاری کو وہ	مر گیا یا ابتلک بیمار رہے
ترک الفت اور وہ بھی دفعتاً	سہل ہے تم کو مجھے دشوار رہے
لوٹتا ہون وصل جانان کے مزے	لب پہ لب رخسار پر رخسار رہے
مے مین تمنے کچھ ملایا ہے ضرور	خیر پیتا ہون اگر اصرار رہے
بٹتے رہتے ہین جہان دینار داغ	وہ جناب عشق کی سرکار رہے
انتہا ابتو نزاکت کی ہوئی	سایۂ زلف اس کمر پر بار رہے
پھٹ پڑ گئی یہ زمین پر ایک دن	آسمان کی سقف بے دیوار رہے
مل گئے قاتل شہیدون کو کفن	زخم ہر اک تن پہ دامن دار رہے
اٹھ چلے مردے قیامت آچکی ہے	پر وہی ابتک تری رفتار رہے
ہاتھ اٹھا کر آپ کیون کوسین اسے	جو خود اپنی جان سے بیزار رہے

بن گیا استاد جو شاگرد تھا
اب فصاحت شاعری بیکار رہے

ہر اک افسوس کرتا عاشقون مین نام کرجاتے	برا کیا تھا جو انکے عشق مین کچھ کھا کے مرجاتے
اکیلے تو نہ رہتے گھر سے باہر سیر اگر جاتے	ادھر ہم عاشقونکی بھیڑ جاتی وہ جدھر جاتے
جو ہو کر مضطرب دیوانگان زلف مرجاتے	خدا جانے سنورتے انکے گیسو یا بکھر جاتے
ٹپکتے رہتے گر خون دل مجروح کے قطرے	جگر کے زخم جتنے گہرے گہرے تھے وہ بھر جاتے

اُنھین مُنھ پھیر کر جانا نہ تھا صبح شبِ وصلت
ہماری لاش کو وہ دفن کرکے اپنے گھر جاتے

جو شب کو بزم مین بے پردہ ہوتا وہ رُخِ روشن
تصدق ہونے کو پروانے پھر کیون شمع پر جاتے

فصاحت جاتے پھر ہنستے ہوے گلزارِ جنت مین
جو شاہِ کربلا کے غم مین رہتے روتے مرجاتے

پہلو سے میرے چھین کے یہ قول یار ہے
کیا کہیئے دل ہے خوب مگر بیقرار ہے

ماتم بپا ہے تربتِ عاشق پہ رات کو
پروانے گرد بیچ مین شمعِ مزار ہے

پھرتی جو لے رہی ہے گلستا مین آبجو
اِسمین شریک موجِ نسیمِ بہار ہے

ہوش و قرار و قلب و جگر عاشقون سے لو
ایسے مین ہے شباب تمھین اختیار ہے

یہ کیون مرے جگر کو ہوا ہجر مین سکون
مین جانتا ہون رشک سے دل بیقرار ہے

دیکھا تھا جس نگاہ سے پہلے حضور نے
عاشق پھر اُس نگاہ کا اُمیدوار ہے

اس شاعری کے فن مین ہی تحقیق بھی ضرور
میرا یہ قول تاجِ سرِ اعتبار ہے

بدنام کردیا تجھے مُردون نے اے لحد
نام اک گلے لگانے کا تیرے فشار ہے

بوسہ جو مانگتا ہون اشارون مین یار سے
نیچی نگاہین کہتی ہین لو اختیار ہے

کرتا نہین ہے ظلم کسی پر مرے سوا
یہ آسمان پیر بڑا وضعدار ہے

کہتے ہین تم کو اور حسین دیکھ دیکھ کر
یہ حال یہ شباب یہ سن یادگار ہے

محفل مین کس نگاہ سے دیکھا حضور نے
جو ہے وہ دل سنبھالے ہوے بیقرار ہے

دل کو جدا کرونگا فصاحت نہ مین کبھی
اچھا ہے یا بُرا ہے مرا غمگسار ہے

کیا تیز ہاے تیری مژہ اے نگار ہے
یہ چُبھ جاے تو یہ پھانس ہی کھٹکے تو خار ہے

دیدارِ غیر بعدِ فنا ناگوار ہے
مُنھ پر ترے نقاب ہمارا غبار ہے

دو چار اشک مین نے سمندر کو جب دیے
بولا یہ چرخ ابر بھی اُمیدوار ہے

گنتی ہماری خاص تری عاشقون مین تھی
اب جو نظر سے گرگئے اُن مین شمار ہے

تو بھی کسی حبیب کا وعدہ ہے اے حیات
اُسکا یقین ہے نہ ترا اعتبار ہے

پڑھ لو خیال کر کے سکندر کا فاتحہ
اُنکے خرام ناز سے گلشن میں ہی خجل
آہون نے آسمان و زمین کو اُڑا دیا
جان اپنی کیون بچائین نہ آفات دہر سے
کیا جلد اے شباب گیا مجھ کو چھوڑ کر
تابوت پر ہین وہ کفِ افسوس مل رہے
جتنی شراب گرتی ہی پی لیتی ہی زمین
ہمراہ شمع کے اگر آئے ہو تم گلو !
اُس لشکر مژہ سے خدا ہی مجھے بچائے

آئینہ کو نہ آئینہ سمجھو مزار ہے
غنچون مین مُنھ چھپائے نسیم بہار ہے
تھوڑا اُدھر دھوان ہی اِدھر کچھ غبار ہے
پاس اپنے یہ امانت پروردگار ہے
یہ بیمروتی بھی تری یادگار ہے
میت پہ میری دفن سے پہلے فشار ہے
کیا دفن میکدے مین کوئی بادہ خوار ہے
ہنسنا ذرا سمجھ کے یہ میرا مزار ہے
جسمین نشان سرمہ و نبالہ دار ہے

دل مین **فصاحت** آتی ہین بے پوچھے حسرتین
وقفی مکان پر نہین کچھ اختیار ہے ؎

جراح ہوا کچھ نہ تری چارہ گری سے
کیا کیئے عجب طرح کا آیا ہے زمانہ
ہم چشم تصور سے پرستان کو بھی دیکھ آئے
بیدرد ہو تمکو تو ہنسی آتی ہے صاحب
جب آخری شب چاند سے چھپنے لگے تارے
خورشید قیامت نے امان کانپ کے مانگی
حاصل مجھے تا دیر ہو دیدار کی لذت
سب مر گئے تنگ آ کے ترے چاہنے والے
کیون دوستو سردی ہین یکایک ہوئی گرمی
پھر دیکھیے کوئی نرم روی تیرے فرس کی
گلشن ہین جو گل بادبہاری نے کئے سُرخ
دن کو ہی عیادت کے لیے درد دل آیا

جل جل گئے پھاہے مرے داغ جگری سے
ہے نفع ہنر سے نہ ضرر بے ہنری سے
تلوے ترے شفاف ہین رخسار پری سے
دل تھامتے ہین لوگ مری نوحہ گری سے
رخصت ہوے پروانے چراغ سحری سے
اُٹھی جو ہین اک لو مرے داغ جگری سے
للہ مجھے ذبح کرو کُند چھُری سے
اب ہائے تری آنکھ کھلی بیخبری سے
بھاہا نہ چھُٹا ہو مرے داغ جگری سے
جلتا ہو یہ جب مِل کے نسیم سحری سے
انگارے یہ کھائے نہ گئے کبک دری سے
شب بھر جو مین تڑپا کیا درد جگری سے

بدبین سے یہ کہدے کوئی رعیب اپنے بھی ڈھانکے
فرصت ہو کبھی غیر کی جب پردہ دری سے

یہ خلق ہمیر کو بھی اچھا نہین کہتی
کیا تہمتین عیسیٰ پہ ہوئین بے پدری سے

محفل مین تمہاری جوان آہون سے بجھی ہین
شمعو نکو جلا لو مرے داغ جگری سے

تھم تھم کے اسیوجہ سے بر سو نین بڑھی ہین
ڈر گیسو ؤ نکو تھا تری نازک کمری سے

گلشن سے کسیطرح نکلنے نہین دیتی
بو پھو لو نکی لپٹی ہے نسیم سحری سے

میرے نفس سرد سے مرجھائے چمن مین
جو کھل گئے تھے پھول نسیم سحری سے

اس ترک کو ہنس ہنس کے دیا ہم نے سر اپنا
ہوگا یہ **فصاحت** نہ کسی مرد جری سے

یہ نین ہین ہجر کی راتو نہین سونے کے لیے
روئیے آنکھین خدا نے دی ہین رونے کے لئے

خاک مجھ دیوانے کی کرے عزیزا ے گرد باد
ملگئی ہے تجھ مین یہ برباد ہونے کے لیے

غیر نے مہندی لگائی جب تو مین رونے لگا
اشک نکلے دست پائے یار دھونے کے لیے

شمع کہتی ہے نہ راز افشا کسی پر ہو مرا
پردۂ فانوس مین چھپتی ہون رونے کے لئے

غم کے دریا مین جب آتی ہے مری کشتیٔ تن
سیکڑون طوفان اُٹھتے ہین ڈبونے کے لیے

ہوش و بیہوشی مین یہ پیری جوانی کر بسر
دن ہے غافل جاگنے کو رات سونے کے لیے

ضبط کی رہتی ہے گو تاکید اُنکی بزم مین
ڈھونڈھ لیتا ہون بہانا کوئی رونے کے لیے

جب ہوے بیدار وہ بولے یہ کانون کے گھر
آپ مین ہم چشم خواب آلودہ دھونے کے لیے

خود ہنسے غیرونکو بھی تم نے ہنسایا واہ واہ
خوب تم آئے مری تربت پہ رونے کے لیے

باغ سے سردی مین منکش جاتے ہین اے باغبان
آملنگے گرمی مین زیر تاک سونے کے لیے

دیکھکر مقتل مین تیری تیغ کیون بھاگین نہ غیر
کم نہین یہ ہاتھ بھر پانی ڈبونے کے لیے

خود سیاہی اپنی زائل کر نہین سکتا ہے زر
ہے زمانے مین بر لے عیب دھونے کے لیے

جبکہ جادہ نے بچھائی قیس کے ماتم کی صف
نجد مین وحشی ہزارون آئے رونے کے لیے

خار مژگان کی کھٹک تو ہے مرے دل کو پسند
ہاتھ مین دو چار کانٹے لو چبھونے کے لیے

باغبان جس جا خم ملنڈھ گئے ہین باغ مین
ہے وہ تختہ دانۂ انگور بونے کے لیے

عشق مین عکس ہوتی ہے مری ہر ایک بات
دوستو مین ہجر مین ہنستا ہون رونے کے لیے

ہے لگن مین شمع کا دریاے اشک اُمڈا ہوا
سیکڑون پہرا نونکے لاشے ڈبونے کے لیے

تخلیہ پاکر مری تربت پہ یہ کہتی ہے شمع
یہ جگہ اچھی ہے دنیا بھر مین رونے کے لیے

روح میری بے ترے آئے نکلنے کی نہین
موت کو بھیجا ہے کیون شرمندہ ہونے کے لیے

دیکھتی ہے تمکو چشم بد سے بلبل باغ مین
لاؤن کانٹے اسکی آنکھون مین چبھونے کے لیے

اے عروس مرگ مجھ عاشق سے ہو جا ہم بغل
مدتون جاگا ہون تیرے ساتھ سونے کے لیے

پھینک کر وہ شمع محفل کو یہ بولے غیظ سے
بد نصیب آئی ہے میرے گھر مین رونے کے لیے

غسل کو دریا پہ جاتا ہون رقیبو انکے ساتھ
آبرو اپنی مجھے دیدو ڈبونے کے لیے

رات کو دیکھا جو مین نے خواب مین انکا وصال
صبح اُٹھکر سیکڑون بوسے بھجونے کے لیے

اے فصاحت ہین ہوا خواہ اور دولت بھی مگر
ہے مقدم اعتبار اُستاد ہونے کے لیے

چشم مین آکے ہین لخت و جگر و دل ٹھہرے
تھک گئے جب یہ مسافر سر منزل ٹھہرے

ہاے پھنکواے نہ کہدو ابھی قاتل ٹھہرے
خوب جی بھر کے تڑپ لے تو یہ بسمل ٹھہرے

سامنے آپکے ہے بحث ہوئی دونو مین
پہلے سیماب ٹھہر جائے تو یہ دل ٹھہرے

ہاے تسکین جو سنی یار نے آنا چھوڑا
کب دعا مانگی تھی مین نے کہ مرا دل ٹھہرے

ساربان سے یہ کیا کرتی تھی لیلی تاکید
بید مجنون کے نہ سایہ مین بھی محمل ٹھہرے

کہئے ان دونون مین ہے کونسا پہلو تاکا
آپکا تیر جدھر آئے اُدھر دل ٹھہرے

تمھین بتلاؤ یہ اعجاز نہین تو کیا ہے
ہاتھ عاشق کے کلیجہ پہ رکھو دل ٹھہرے

قیس کہتا تھا اُڑے آہ سے پردے تو کیا
تو سہی پشت پہ ناقہ کے نہ محمل ٹھہرے

ہجر مین خوب کیا حلق چھری سے کاٹا
آپ ہی قتل ہوے آپ ہی قاتل ٹھہرے

برق تھم تھم کے چمکتی ہے تو مین کہتا ہون
ہو غنیمت اگر اتنا ہی مرا دل ٹھہرے

درد و غم ہجر کی شب عشوہ و ناز معشوق
ایک ہو تو کہون اتنے مرے قاتل ٹھہرے

زیر دیوار صنم آتے ہی کاندھا بدلا
دلہ کس جا مرے تابوت کے حامل ٹھہرے

قلب احباب تھے مضطر مری بیتابی سے
اک مرے دل کے ٹھہرنے سے بہت دل ٹھہرے

نہ خنجر نہ دم ذبح ہم اس سے تڑپے
سب کی نظرون مین قوی بازوی قاتل ٹھہرے

اُسنے کوچہ سے نکلوا کے مجھے حکم دیا
خیر ساتھ اسکے جگر جائے مگر دل ٹھہرے

میرے قاتل سے قضا پوچھتی ہے مقتل مین
سیر تم دیکھ چکے ہو تو یہ بسمل ٹھہرے

حسرتین آرزوئین ہائے پریشان نہ ہون
درد گر دل مین مرے صاحب محفل ٹھہرے

وہ سخی ہون کہ مجھے دیکھ کے شرم آتی ہے
میرے دروازے پہ منھ ڈھانک کے سائل ٹھہرے

ذبح کے وقت کبھی لب نہ ہلائے مقتول
لاکھ گر شکر کرے شکوۂ قاتل ٹھہرے

عیش و راحت مین تو ہو جاتے ہین دشمن بھی شریک
دوست وہ ہے جو فصاحت دم مشکل ٹھہرے

پریشان رخ پہ زلف عنبرین معلوم ہوتی ہے
نقاب اُلٹی تو کیا صورت نہین معلوم ہوتی ہے

ہزارون تربتین عشاق کی ہین کوی جانان مین
نہین بالشت بھر خالی زمین معلوم ہوتی ہے

تمھارے در پہ عاشق نے یہانتک جبہ سائی کی
ہر اک کو صاف تحریر جبین معلوم ہوتی ہے

دل اپنا ڈھونڈھتا ہون اُنکے کوچے مین تو کہتے ہین
کہو کیا شے گری ہے جو نہین معلوم ہوتی ہے

حلاوت سب حریصان جہان پاتے ہین دنیا سے
مگس طماع ہین یہ انگبین معلوم ہوتی ہے

کسی عاشق کے آنسو تم نے پوچھے مہربان ہو کر
کہ دامن تک ہی نم تر آستین معلوم ہوتی ہے

وہ رکھکر پانون میری قبر پر کس ناز سے بولے
یہان تو کچھ تزلزل مین زمین معلوم ہوتی ہے

جسے تیر شہاب آسمان خلقت سمجھتی ہے
یہ شب کو میری آہ آتشین معلوم ہوتی ہے

یقین کیونکر نہ ہو شاہد ہے آیہ نحن واقرب کا
کہ شہ رگ سے بھی تیری جا قرین معلوم ہوتی ہے

لگا کر اُنکے افشان آئنہ دکھلا کے کہتا ہون
ذرا دیکھو تو اب کیسی جبین معلوم ہوتی ہے

غضب ہے تاک جھانک اُنکی نہ کیون عشاق بسمل ہون
شگاف در سے چشم سرمگین معلوم ہوتی ہے

قدم رکھتا ہون مین جب راہ ناہموار اُلفت مین
کہین اونچی کہین نیچی زمین معلوم ہوتی ہے

سمجھ جاؤ عزیزو ہاتھ رکھے ہون مین سینہ پر
کہون کیا درد کی شدت یہین معلوم ہوتی ہے

مریض زار ہون بازو پہ کیا سورہ پڑھے کوئی
فقط اک آستین ہی آستین معلوم ہوتی ہے

سیاہی آگئی اسقدر عشاق نے رگڑے
تری دہلیز زاہد کی جبین معلوم ہوتی ہے

لگا لایا ہین فقرے دیکے میخانہ مین زاہد کو
عجب کیا راہ پا تو مین نہین معلوم ہوتی ہے

لچک کر سکیڑون بل کھاتی ہے تلوار قتل مین
یہ تم سے بھی زیادہ نازنین معلوم ہوتی ہے

ہوا ہے دفن کوچے کو ترے ہاتھ آگئی رونق
زمین خاتم مری تربت نگین معلوم ہوتی ہے

ہمارے آفتاب داغ دل مین کیا حرارت ہے
ہوے خشک اسقدر دریا زمین معلوم ہوتی ہے

تڑپنے پر ہنسا کرتے ہو جھوٹا جان کر مجھ کو
جگر کی چوٹ بے دردو کہین معلوم ہوتی ہے

بھلایا ہے مرے دوران سر نے چرخ گردان کو
یہ جب پھرتا ہے گردش مین زمین معلوم ہوتی ہے

لب بام آپ گرمی مین سرہانا کرکے سوتے ہین
سر بازار زلف عنبرین معلوم ہوتی ہے

دوبالا ہو گیا نشہ مے حبّ علیؑ پی کر
ہم کیفیت دنیا و دین معلوم ہوتی ہے

سمند انکار کا جب چلتے چلتے ہنسکے فرمایا
مرے مشتاق کی تربت یہین معلوم ہوتی ہے

ہماری جان لے گی درد کی ہوک آج اے ہمدم
جہان سے کل اُٹھی تھی پھر وہین معلوم ہوتی ہے

خوشی سے ہو گیا بعد وصال اس درجہ بالیدہ
مجھے تنگ آپ اپنی آستین معلوم ہوتی ہے

فصاحت کیا سبب جو نزع مین آنکھین پھراتے ہو
یہ کس کی شکل وقت واپسین معلوم ہوتی ہے

وہ گھر مین چھپکے بیٹھے ہین عاشق تنگ ہے
اے چرخ سیکھ جور و جفا کا یہ ڈھنگ ہے

گلچین وہ لالہ ہے یہ دل خون شدہ مرا
لے تو ہی دیکھ سُرخ بہت کسکا رنگ ہے

ایسا کچھ انقلاب زمانہ مین ہو گیا
پھولون مین ویسی بو نہ حنا مین وہ رنگ ہے

اُس خط سبز کا جو پڑا عکس جام مین
سمجھے یہ ہم شراب مین آمیز بھنگ ہے

تم سب کو دیکھو اور نہ دیکھے تمھین کوئی
چلمن مین آکے بیٹھے ہو یہ طرفہ ڈھنگ ہے

چھوڑا شگوفہ بلبل و گل مین بہار نے
جب تو میان عاشق و معشوق جنگ ہے

ہیرے گلابی آپکے دندان ہین عکس سے
کس درجہ شوخ اِن لب لعلین کا رنگ ہے

وصلت کی شب ہے چاہیئے کچھ امتحان ضرور
اسوقت تم ہو شمع ہو مین ہون پتنگ ہے

ایسی وجوہ سختی دل کی بیان کردن
اپنی زبان سے خود وہ مقر ہون کہ سنگ ہے

گردش ہوئی ہزار زمانہ کو روز و شب
کیا خاک باغبان کی بسر ہو بہار مین
ملکر مرے لہو کو نہ ہون آپ بدگمان
دونوکو روز و شب ہین جہانین ترقیان
مشکل گذر ہے جادۂ شمشیر یار سے
اِکدن وہ سوے تھے تہ رخسار رکھکے ہاتھ
دیتا ہے لطف عاشق و معشوق کا بگاڑ
اور آئے بھیڑ کرکے فرشتے عذاب کے
سیماب مرغ قبلہ نما برق موج آب
وہ مجمل ہین ہر فرد مین افلاس مین وحید
دھبے پڑے ہوے ہین گلابی نقاب مین
مہندی جو مل کے دھوئے ہین ساحل پہ تمنی ہاتھ

بدلا نہ جو وہ میری طبیعت کا رنگ ہے
غنچہ کے پاس زر ہے مگر دل کا تنگ ہے
جو ہاتھ سے چھٹا ہی وہ مہندی کا رنگ ہے
انکا شباب یا مرے دل کی اُمنگ ہے
جانبازونکا ہجوم بہت راہ تنگ ہے
مہندی نہین چھٹا گل عارض کا رنگ ہے
کیا پوچھتے ہو صُلح سے بہتر یہ جنگ ہے
مین خود بتنگ ہون کہ بہت گور تنگ ہے
ان سب مین کچھ کچھ اپنے تڑپنے کا ڈھنگ ہے
منعم کا دل ہے تنگ مرا ہاتھ تنگ ہے
بیشک تمھارے رخ کے پسینہ مین رنگ ہے
مملو ہر اک حباب کے شیشہ مین رنگ ہے

کہتے ہین دوست سن کے فصاحت تری غزل
ناسخ کا اسمین ڈھنگ ہے آتش کا رنگ ہے

نہین سینہ پہ داغ فرقت کے
شمع کے زار زار رونے پر
ہر دن آئینہ پاس رہتا ہے
ہو گئے خاک موت آتے ہی
کر شریک اپنی گردشون مین فلک
واہ اے درد ہجر کیسا کہنا
مے پئین گے نہ بادہ کش بے ابر
ہمنے آہین یہ کین پس مردن
بوجھ مہندی کے رنگ کا نہ اُٹھا

نقش ہین آپ کی محبت کے
کھل کھلاتے ہین پھول تربت کے
خود وہ عاشق ہین اپنی صورت کے
سارے سامان عیش و راحت کے
لے کے چکر ہماری قسمت کے
ہم تو قائل ہین تیری شدت کے
منتظر ہین خدا کی رحمت کے
بجھ گئی سب چراغ تربت کے
ہائے صدقے تری نزاکت کے

ہو نہ کیونکر کلام کو رونق
ہین بہت قدردان فصاحت کے

درد اُٹھا ہے جو دل سے تمہری سر مین رہے
خیر وہ گھر نہین اچھا ہی تو اس گھر مین رہے

نشئہ مین توڑ کے تو جوڑ رہا ہے لیکن
ساقیا شرط یہ ہی بال نہ ساغر مین رہے

اس طرف آپکی مژگان نے کلیجہ چھانا
ہم ادہر فکر علاج دل مضطر مین رہے

ایکدن ساتھ جو وہ سوئے تھے خوشبو کیسی
ذرے افشان کے مہینون مری بستر مین رہے

بے ثباتی کو حبابون کی جو دیکھے منعم
کیا تعجب نہ تکبر کی ہوا سر مین رہے

ساقیا ٹھنڈی ہوا آئی وہ ابر آتا ہے
مے بھی پہلے سے چھلکتی ہوئی ساغر مین رہے

زیست مین دور اجل کو نہ سمجھ اے غافل
اک کفن چاہیئے لپٹا ہوا بستر مین رہے

کوئی نادان ہے جو دل آپکے دلمین ڈالے
صاف شیشہ کا ہی نقصان جو پتھر مین رہے

ناز بیجا نہ کرا ے میرے صنم کے قاصد
چاہیئے فرق کچھ اللہ و پیمبر مین رہے

تنگئی دل سے خیال آپکا گھبراتا ہے
کاش یہ درد بنے اور مرے سر مین رہے

واہ رے رنگ جو اک روز بھی پی لین وہ شراب
مدتون ہونٹونکی سرخی لب ساغر مین رہے

مجمع عام مین دیدار کا کچھ لطف نہین
تم بلانا مجھے جب کوئی نہ محشر مین رہے

چرخ نے قد کے برابر بھی تو کپڑا نہ دیا
سر اگر ڈھانک لیا پاؤن نہ چادر مین رہے

وعدہ تھا غیر سے آئے وہ مرے گھر کیا خوب
اچھی گردش ہی یہ گر میرے مقدر مین رہے

جسم انسان مین عناصر مین تعجب ہو نکیون
کسطرح چار عدو ملکے یہ اک گھر مین رہے

اپنے اشکون سے جو دھوتی ہی تو اے شمع مزار
کوئی دھبا نہ مری قبر کی چادر مین رہے

اے فصاحت نہ کبھی حشر کو روئیگی وہ آنکھ
اشک افشان جو غم سبط پیمبر مین رہے

ابر تیرہ نہین آتا ہے یہ کہسارون سے
آتش گل کا دھوان اُٹھتا ہی گلزارون سے

آج کی رات ہین کیا نور سے دونون معمور
شعر اسے ماگھر چرخ برین تارون سے

بوسہ اُس رخ کا لیا گرد رہا خط بیکار
کچھ نہ گلشن کی حفاظت ہوئی دیوارون سے

حال گو نوع دگر ہی یہ نکلتی نہین دم
کر لیا ساز قضا نے ترے بیمارون سے

بے نقاب آئے تو ہین حسن کی بازار مین آپ
حسن خود فیصلہ کر لے گا خریدارون سے

واعظو تمنے یہان ہمکو ڈرایا کیا کیا
ہوئی پرسش نہ وہان کچھ بھی گنہگارون سے

دم نکلنے کی دعا کرنے لگے نزع کے وقت
میری تکلیف جو دیکھی نہ گئی یارون سے

گل نسرین و سمن آپ نہ سونگھا کیجیے
رنگ اُڑ الین نہ یہ دونون کہین رخسارون سے

مین تحمل مین ہون یکتاے زمانہ کہ نہین
پوچھ لے کوئی قسم دیکے ستمگارون سے

سب یہ ہی فوق الگ پائی ہی دوزخ مین جگہ
ہین گنہ میرے بہت اور گنہگارون سے

کیون پھڑکتے ہین اسیران کہین اے صیاد
سن لیا کچھ مگر ان تازہ گرفتارون سے

دن کو بیٹھے جو ہین عشاق ترے قصر کے گرد
ضد ہے سایہ کو اُترتا نہین دیوارون سے

کون کہتا ہی کدورت تجھی عشاق سے ہے
دل کی ظاہر ہے صفائی ترے رخسارون سے

خوش بیانی مین فصاحت سے نہ بختین بلبل
کھینچی جائین نہ زبانین کہین منقارون سے

موسم گل کی خبر کرنے کو میخوارون سے
بس کے پھولونمین صبا آتی ہی گلزارون سے

لطف کیا عمر بسر کرتے ہو تنہا اے خضر
ہم سے پوچھو تو ہے جینے کا مزہ یارون سے

روز درمان کے بہانے حکما آتے ہین
سیکھنے تندمزاجی ترے بیمارون سے

باغ مین کونسی بلبل نے قضا کی گلچین
ہمصفیرون نے لحد کھودی ہی منقارون سے

لنگئی چہرۂ حوران جنان کا غازہ
گرد جھاڑی جو کبھی آپنے رخسارون سے

کیا ملی راحت اسیران قفس کو صیاد
خود ہی پر اپنے کترنے لگے منقارون سے

آئے تم مصر کی بازار مین نادانی کی
اور پھر منہ کو چھپاتے ہو خریدارون سے

تیرے آنے کی خبر پھیل گئی گلشن مین
گل سے بلبل نے کہا گل نے کہا خارون سے

خوب باندھا انھین جوڑے کے بہانے تونے
زلفین گستاخ ہوئی تھین ترے رخسارون سے

محتسب آیا دبے پاؤن جو پہنچا نہ مین
چشم ساغر نے اشارہ کیا میخوارون سے

کیون جھکتے ہو پڑے رہنے بھی دو گردن مین
ہاتھ عاشق کے تو بہتر ہین کہین ہارون سے

شب کو تم غیر کے مہمان تھے مکرتے کیون ہو / کھل گیا گیسوؤن سے آنکھون سے رخسارون سے

ضعف نے دشت نوردی مین جھکایا یہ مجھے / مجنون چاک گریبان ہوا خارون سے

صور مین حضرت عیسیٰ سے بھی دیکھی نہ گئین / حال منھ پھیر کے پوچھا ترے بیمارون سے

اپنے منھ سے نہ کہو تم کہ خطائین بخشین / کہدیا نیچی نگاہون نے گنہگارون سے

تھے فصاحت غم و حرمان و ملال و ارمان / اُٹھی میت مری غربت مین بہ ان چارون سے

ترے گھر مین جو میرے بعد کوئی اور آتا ہے / خبر دینے یہان اشک آنکھ مین فی الفور آتا ہے

مٹائے کیسے کیسے خوبصورت اے فلک تو نے / حسینون تک بھی تیرا دست ظلم و جور آتا ہے

اُسی کے آگے توڑا محتسب نے شیشۂ بادہ / دل میکش دکھانے کا نرالا طور آتا ہے

سبوے بادہ مین جب ساقیا تلچھٹ ہی باقی / یہ اپنی بدنصیبی اب ہمارا دور آتا ہے

فلک کہتا ہے اُس بیدادگر کی دیکھکر آنکھین / یہ گردش مجھ کو آتی ہے نہ ایسا دور آتا ہے

گلابی مین مجھے دے کے ساقی نے کہا ہنسکر / اُسے پی لیجیے آپ ایک ساغر اور آتا ہے

رقیبون پر خفا ہوتے بھی ہو تو ہنستے جاتے ہو / ہمین ہیرا کہ تمھین غصہ بہت بے طور آتا ہے

کہا اس شوخ نے محفل مین جب آتے مجھے دیکھا / بلایا تھا کسی کو یہ تو کوئی اور آتا ہے

گلا انکا نہین ظالم فلک کو لوگ کہتے ہین / اُنھین ظلم و ستم کرنے کا اچھا طور آتا ہے

حمیت آدمیت غیرت الفت کچھ نہین باقی / مین حیران ہون خداوندا یہ کیسا دور آتا ہے

کوئی یہ غیر سے کہدے وہ آمادہ ہین ملنے پر / گیا تیرا زمانہ اب ہمارا دور آتا ہے

ترے گل ہمسری کرتے ہین ناحق اُنسے اے بلبل / سوائے خندۂ بیجا انھین کچھ اور آتا ہے

غضب ہے توڑتے ہین آپ میرے سامنے شیشہ / دل عاشق دکھانے کا نرالا طور آتا ہے

اشارے انکی بزم غیر مین ہم کسطرح سمجھین / کہ وہ کہتے ہین کچھ یان ذہن مین کچھ اور آتا ہے

جو سچ پوچھو تو اچھی طرح چرخ کینہ پرور کو / نہ آیا تھا نہ آئے گا نہ ظلم و جور آتا ہے

سمجھ کر پاؤن رکھنا اے فصاحت کوے اُلفت مین / تمھارا دل حسینون پر بہت بے طور آتا ہے

نہان جو حال عدم کا ہو وہ عیان ہو جاے — دہان گور مین مردہ اگر زبان ہو جاے
مین پوچھتا ہون نئی بات عشقبازون سے — علاج کیا ہی جو معشوق بد زبان ہو جاے
بلند ہونے لگا دود آہ فرقت مین — ہماری جان کو یہ بھی نہ آسمان ہو جاے
نہ چیخ اسقدر اے عندلیب گلشن مین — کہین نہ سوکھ کے کانٹا تری زبان ہو جاے
جو عاشقون پہ چلین آپکے خدنگ نگاہ — ابھی نقاب کے پردے مین امتحان ہو جاے
حسین جہان کے سب اچھے ہین لیکن اے تقدیر — غضب ہی مین جسے چاہون وہ بد زبان ہو جاے
بہت بلند ہی خاک اُنکے پائمالون کی — ہوا نہ اسکو اڑاے تو آسمان ہو جاے

ہم اپنے دل کو بھی بیچین فصاحت اُنکے ہاتھہ
بہت یہ جنس ہے ارزان اگر گران ہو جاے

قدردان تم کبھی افسوس ہمارے نہ ہوے — ہم تمھارے ہوے پر غیر تمھارے نہ ہوے
شب فرقت ہوئی اکثر تر آہون سے کے بلند — پھر یہ کیا ہوگئے گردون پہ جو تارے نہ ہوے
جیسے دیکھے تھے ترے دور مین پہلے ساقی — ویسے جلسے کبھی دریا کے کنارے نہ ہوے
دیکھکر شب کو تجھے کہتے ہین حسرت سے نجوم — ہاے ہم کیون تری افشان کے ستارے نہ ہوے
دل جگر میرے کئے تیغ نگہ نے مجروح — کارگر جب ترے ابرو کے اشارے نہ ہوے
پیش حق دی ہی گناہونکی گواہی دم حشر — اور تو اور یہ اعضا بھی ہمارے نہ ہوے
دوستو قبر پہ دو پھول بھی اگر نہ چڑھاے — ہم پس مرگ بھی ممنون تمھارے نہ ہوے
لاکھ کوشش کرین ادنی یہ نہ ہونگے اعلے — ذرے چمکا کئے لیکن کبھی تارے نہ ہوے
سر جھکاے تھے وہ بیٹھے رہے ہم بھی خاموش — باہم الفت نہ بڑھی جبتک اشارے نہ ہوے

باغ سے پھر کے فصاحت سے وہ فرماتے ہین ؎
آج افسوس کہ تم ساتھ ہمارے نہ ہوے

سر جھکاے ہوے حاضر ترے دربار مین ہے — فرد اعمال فقط دست گنہگار مین ہے
باغبان دھوپ کڑی یہ ترے گلزار مین ہے — کہ ہوا ٹھہری ہوئی سایۂ اشجار مین ہے
جان نثارونکو نظر آئے نہ کیون شکل قضا — مثل آئینہ صفائی تری تلوار مین ہے

سقف جب بنتی ہے گر جاتی ہے اے پیر مغان
خشت مسجد کوئی میخانے کی دیوار مین ہے

تو جو آئے تو عصا آہ کا لے کر اُٹھے
اتنی قوت ابھی باقی ترے بیمار مین ہے

شاخہائے گلِ تر پر نہ چہکتی بلبل
یہ نہ معلوم تھا صیاد بھی گلزار مین ہے

سر بسر بلبل کو ہوئے قید مین پر اے صیاد
اب تلک پھولونکی بو غنچۂ منقار مین ہے

تیر کا توڑ ہے نشتر کی کھٹک تیغ کی باڑھ
ایک ہو تو کہون سب کچھ نگہِ یار مین ہے

اس مسیحا کو بھلا خاک یقین ضعف کا ہو
نالہ کہتا ہے کہ طاقت دل بیمار مین ہے

دل مین خاک اُڑتی ہے پر داغ جگر ہے میرا
مختصر دشت بھی اک پہلوے گلزار مین ہے

ہوئے وہ حصہ مرے خون کے قاتل دم قتل
کچھ ہے دامن پہ ترے کچھ تری تلوار مین ہے

تو زمانہ مین وہ ذیقدر ہے اے شیشۂ مے
مثل دل تیری جگہ پہلوئے میخوار مین ہے

تازگی گل کی صفا آئینہ کی مہ کی ضیا
واہ کیا شے نہین سب کچھ ترے رخسار مین ہے

نکہت گل تو بھلا پھیل سکے کیا طاقت
قید جب عطر کی بو انجمن یار مین ہے

حکم اس غیرت عیسیٰ نے دیا ہے جب سے
مستعد موت پرستاری بیمار مین ہے

پھیر ن منھ رکھتی ہے تو عارض گل پر بلبل
سمجھے ہم سرخی اسی وجہ سے منقار مین ہے

ہو کے اس رخ سے خجل بھاگ نہین سکتی ہے شمع
گھیرے پروانونکی بھیڑ انجمن یار مین ہے

مول لے یا کہ نہ لے کوئی مگر آئینہ
فقط اک ایک کا منھ تکنے کو بازار مین ہے

یون تو ہے رحمت غفار ہر اک جا لیکن
خاص رہنے کی جگہ قبر گنہگار مین ہے

اپنا دل تھامے ہین لوگ فصاحت سر بزم
ایسا کچھ درد کا پہلو مرے اشعار مین ہے

کیون پھیرتے ہو یہ مرے قابل ہی نہین ہے
جو مین نے دیا تھا تمھین وہ دل ہی نہین ہے

تلوار بھی ہے سوکھی زبان مجھ کو دکھاتی
کچھ تشنۂ خون خنجر قاتل ہی نہین ہے

لیلی کی ردا بھی ہے غم قیس مین کالی
دیوانو سیہ پوشش محمل ہی نہین ہے

وہ بحر ہے بحر کرم و رحمتِ غفار
کونین مین جسکا کہین ساحل ہی نہین ہے

مین صاف نہ کہون آپ ہون یا اور کوئی ہو
جو ڈر کے چھری پھیرے وہ قاتل ہی نہین ہے

ہر پہر کے عبث آتے ہین ارمان مرے پاس
دو دن انکو کہان رہنے کی جا دل ہی نہین ہے

کھوئے ہین حباب آنکھین نہین دیکھینگے عریان
کچھ فرض نہانا لب ساحل ہی نہین ہے

مضطر ہوا ہین عاشق بیدل تو وہ بوسے
پھر درد کہان ہوتا ہی گر دل ہی نہین ہے

خود آہ سے اپنی دل مجنون ہی دھڑکتا
لیلی تہ و بالا تری محمل ہی نہین ہے

لائی ہین وفائین بھی مری گھیر کے انکو
سچ پوچھو تو خالی کشش دل ہی نہین ہے

فیاض کے کیسہ مین بھی درہم نہین کوئی
دینار سے خالی کف سائل ہی نہین ہے

وہ مہندی لئے دھو گئے ہین ہاتھ چمن مین
تھالونین فقط خون عنادل ہی نہین ہے

جو چیز ہے میخانہ کی نور و زمین ہے مرے رخ
کچھ رنگ مین ڈوبی ہوئی محفل ہی نہین ہے

کیا سامنے عادل کے کرون خون کا دعوے
سب تو ہین مگر حشر مین قاتل ہی نہین ہے

جو ہین کملا ضمین تو اضع ہے فصاحت
جسکو کہ تکبر ہے وہ کامل ہی نہین ہے

پرسوز میرے نالے جو سوئے فلک گئے
قندیل بن کے باب اثر مین لٹک گئے

ماتم جو کرتے وہ لحد غیر تک گئے
آخر کو ہاتھ دکھنے لگے پاؤن تھک گئے

آواز انکی کان مین آئی جو رات کو
انکو پکارتے ہوئے ہم دور تک گئے

جو آنسو آنکھ مین تھے مین لے ضبط پی گیا
مژگان مین جتنے آئے وہ بیشک ٹپک گئے

جو آسمان پہ رات کو چمکے نہ تھے کبھی
میرے شب وصال وہ تارے چمک گئے

بعد فنا زمین نے جو مجکو دیا فشار
روکا نہ ملکہ قبر کے تختے سرک گئے

مین بسمل اپنے خون مین تڑپا کچھ اسطرح
لوٹی قضا بھی دیکھ کے وہ بھی پھڑک گئے

رندون نے چشم مست سے دیکھا جو باغ مین
انگور جتنے تاک مین تھے سب ٹپک گئے

مے دے کے بار بار نہ تو پوچھ ساقیا
رند اپنے منھ سے تو نہ کہینگے کہ چھک گئے

بڑھنے لگی شباب مین جب گرمی عذار
بل کھا کے انکے چہرے سے گیسو سرک گئے

باران کے بعد روئین جو گلشن مین بلبلین
جتنے گلاب کے تھے کٹورے چھلک گئے

پھیلا جو خون عاشق گیسو کے جسم مین
کوچے رگون کے مشک کی بو سے مہک گئے

پہلے کسیطرح نہ ٹلے کا تب عمل
خلوت ہماری اُنکی ہوئی جب مہک گئے

جانے سے اُنکے دفعتہً آیا یہ زلزلہ
جو میکدے مین جام بھرے تھے چھلک گئے

نکلے شرر جو داغ مرے دل کا مٹ گیا
سورج غروب ہوتے ہی تارے چمک گئے

گل ہین فصاحت آپکے اشعار تو مگر
چشم عدو مین خار کی صورت کھٹک گئے

وحشی جو قبر قیس پہ رو رو کے تھک گئے
اُٹھ اُٹھ کے گرد باد بھی سر کو ٹپک گئے

ایسا وسیع ہے مری فکر رسا کا دام
جسمین ہزارون مرغ مضامین بھڑک گئے

قلب و جگر سے آئی صدا ہائے ہائے کی
ہاتھ اُنکے پہلوؤنسے مرے جب سرک گئے

نام اپنے در پہ آپکے لکھینگے اور کون
یہ جراتین اُنھین کی ہین جو سر پٹک گئے

ساقی نے کیا دعاے قدح پڑھکے دی شراب
دو چار گھونٹ بھی نہ پئے تھے کہ جھک گئے

روشن مثال شمع جو لالے کے پھول تھے
آئی ہوا تو اور چمن مین بھڑک گئے

گھبرا گئے وہ حشر کے دن کچھ نہ بن پڑی
جب لاکھون ہاتھ اُنکے گریبان تک گئے

بے سمجھے بوجھے کہدیا رندونکو دوزخی
ذکر شراب کرتے ہی واعظ بہک گئے

پھولونمین کیا بسا کے لگائی تھی کسنے تیغ
خوشبو سے میرے تنکے جراحت مہک گئے

زردار عاشق آئے تو کوئی تمھارے پاس
ہم خود ہی ہٹ کے بیٹھینگے تم کیون سرک گئے

جب اُنکے رخ کی چھوٹ حبابون پہ پڑ گئی
دریا مین شب کو سیکڑون تارے چمک گئے

ان واعظونکے وعظ سُنے کون میکشو
جو انکے منھ مین اچھی بری آئی بک گئے

ساقی نے آکی کھینچی ہے وہ تیز و تند مے
بکنے لگی زمین جو ساغر چھلک گئے

بلبل کی آہ کا جو دھوان باغ مین گھٹا
نرگس کی چشم کور سے آنسو ٹپک گئے

ہم ہین وہ حسن دوست فصاحت جہان مین
ہٹی کی بھی جو دیکھ لین پریان بھڑک گئے

نہ یہ صدمہ تہ چرخ ستم ایجاد رہے
رہون برباد مین پر نام نہ برباد رہے

شب کو یون گرم فغان بلبل ناشاد رہے
باغ مین روشنی شعلۂ فریاد رہے

ہے یہ شکوہ نہ گلا کہنے مین بات آتی ہے
اُسنے برباد کیا ہمکو تو برباد رہے

گنبد کہنۂ گردون کے ہی پھٹ پڑنے کا خوف
پھر کہان مُنھ سے نکلکر مری فریاد رہے

کیا عجب گر مجھے اسوقت تک آئے نہ اجل
جب تلک دلمین تری حسرت بیداد رہے

تیرگی شب فرقت سے نہ گھبرائے دل
پاس اگر روشنی شعلۂ فریاد رہے

قیس سے کہتا تھا مکتب مین پڑھا کر اُستاد
اک ذرا صبر و تحمل کا سبق یاد رہے

نہ عنادل کو رہا خوف گرفتاری دام
اسقدر باغ مین محو رخ صیاد رہے

کیا تعجب ہے کہ تیشہ کی زبان برائے عشق
مدتون لذت خون سر فرہاد رہے

روئے بھی پھر اُسی بیکس کو لہو جسکا بہائے
ایسی تلوار ترے ہاتھ مین جلاد رہے

آپ تصویر جو کھنچوانے کو بیٹھے ہین خموش
دلمین فکر ادب آموزی بہزاد رہے

فاتحہ پڑھنے کو تربت پہ مری آنا تم
یہ بھی گر غیر کے وعدہ کیطرح یاد رہے

میری آہ و نکا دھوان پھیل گیا ہی جتنا
گر سمٹ آئے تو مہر لب فریاد رہے

آسمان نے ہمین اتنی ہی برس رنج دئے
اتفاقات سے ہم جتنے دنون شاد رہے

بوئے وہ کرکے الگ صبح کو خاکستر شمع
خاک پر دانہ کے مانند نہ برباد رہے

کہین بڑھ جائین نہ اُتنی ہی جفائین کرنا
گنتی گر میری وفاؤنکی تمھین یاد رہے

اب رہا کر ہمین اسیران کہن کو صیاد
گھر ترا تازہ گرفتارون سے آباد رہے

شاید آئے کبھی شیرین تو پتہ دینے کو
منجمد کوہ پہ خون سر فرہاد رہے

برگ گر گر کے درختون سے یہ دیتے ہین صدا
اپنون سے چھوٹ کے سرگشتہ و برباد رہے

پھر بنے خوب ہی تصویر مین اُسکی خم زلف
ہاتھ مین رعشۂ ضعیفی سے جو بہزاد رہے

غم مین کچھ حرف و حکایات کا دلکی نہین لطف
پھر سنو باتین جو دو چار گھڑی شاد رہے

نہ پڑین موج نسیم سحری کے دُرے
گر یونہین سیدھی طرح باغ مین شمشاد رہے

پوچھے قاصد نہ کسی اور سے اُس در کا نشان
پھر پلٹ آئے ہمین گر نہ پتہ یاد رہے

نہ کیا قتل مجھے خون تمنا تو کیا
آپ تو پھر وہی جلاد کے جلاد رہے

وصل مجھ کو تو میسر نہین اُنکو کیون ہو
درمیان دونون لبون کے مری فریاد رہے

جسم اغیار مین اُڑ اُڑ کے پڑے بعد فنا
کچھ تو ہو یوہین مری خاک نہ برباد رہے

یون تو ہم شکوے گلے سیکڑون کرنے کو ہین
تو بھی سامنے اُنکے نہ کوئی یاد رہے

بنے شاگرد اگر استاد تو مانا کس نے
ہم فصاحت وہی اُستاد کے اُستاد رہے

ترا تیر نظر جاتا کہان ہے
ادھر آئے اُدھر جاتا کہان ہے

پکارون مین جو وہ نکلے ادھر سے
خبر لے بیخبر جاتا کہان ہے

رہے گا عشق جب تک دم مین ہمدم
بھلا یہ درد سر جاتا کہان ہے

ہماری جان لینے کو ہے آیا
ابھی دردِ جگر جاتا کہان ہے

سمجھ لین گی ہماری آہین اکدن
یہ چرخ فتنہ گر جاتا کہان ہے

کیا تھا مجھ سے وعدہ رات بھر کا
ارے پچھلے پہر جاتا کہان ہے

سن اچھی طرح پیغام زبانی
ابھی اے نامہ بر جاتا کہان ہے

تڑپتا ہون مین دل پر ہاتھ رکھکے
ارے مُنہ پھیر کر جاتا کہان ہے

لگائین ٹکرین اب اُس کے در پر
دوا سے درد سر جاتا کہان ہے

وفا ہرچند اُبھارے اس کو لیکن
کسی کی قبر پر جاتا کہان ہے

ابھی تو جاکے آیا تھا کہین سے
پھر اے بیداد گر جاتا کہان ہے

نہو قید لے فصاحت پھر وطن سے
کوئی اہل ہنر جاتا کہان ہے

نگاہ تیر جب اُنکی پڑی ہے
دلِ آئینہ مین برچھی گڑی ہے

کبھی گرہ بکھڑی گل کی چھڑی ہے
ہوا ہے مدتون بُلبُل لڑی ہے

یہ مانا وصل مین لذت بڑی ہے
مگر بد قسمتی سے دو گھڑی ہے

ترے دیوانۂ گیسو کی میت
معہ زنجیر تربت مین گڑی ہے

جھجک کر اُسنے مشاطہ سے پوچھا
یہ چوٹی کس لیے پیچھے پڑی ہے

ادھر مین نزع مین ہون اسطرف غیر
اجل بھی کس کشاکش مین پڑی ہے

سنا ہے پارساؤن کی نظر مین
تری اے دختِ رز حرمت بڑی ہے

وہ آتے آج بھی کرتے جو نالے
یہان آواز ہی کل سے پڑی ہے

لحد مین سو رہے ہین پانون پھیلا کے
مکان چھوٹا ہے پر راحت بڑی ہے

وہ کرسی پر ہین بیٹھے جلوہ گہ مین
خلائق داہنے بائین کھڑی ہے

ڈھلا دن ہجر کا پر ہے وہ گرمی
ابھی تک دھوپ دریا مین پڑی ہے

وہ در پر بے حجابا نہ چلے آئین
ہماری لاش منھ ڈھانکے پڑی ہے

خبر مجنون کو تربت مین نہین کچھ
کہ لیلی بال بکھرائے کھڑی ہے

سفر مین مجھ پہ ہے دوہری مصیبت
کہ منزل دھوپ کی صورت کڑی ہے

کسی بت کے کلامِ سخت کی چوٹ
مرے دکھتے ہوے دل پر پڑی ہے

اجازت دین تو وہ زلفین بنائے
ادب سے پیچھے مشاطہ کھڑی ہے

مکدر چاندنی کب ہے سر قبر
یہ گویا ملگجی چادر پڑی ہے

جو درد اٹھتا ہے تھم تھم کر جگر مین
مزہ کیا اس کی رہ رہ کر گڑی ہے

جو ہین پر آب اشعار اے فصاحت
غزل یہ میری موتی کی لڑی ہے

اب آنکھ اس مہر پر اپنی پڑی ہے
مہینون پہلے سورج سے لڑی ہے

بتا دیجیے مجھے الجھن پڑی ہے
یہ چوٹی کس لیے پیچھے پڑی ہے

نہ الجھے سوتے ہین موے کمر سے
یہ چوٹی کس لیے پیچھے پڑی ہے

مری جانب سے بڑھ بڑھ کر محبت
تری بے اعتنائی سے لڑی ہے

بظاہر تنگ ہے یہ دل ہمارا
مگر باطن مین گنجائش بڑی ہے

پس مردن وہین منعم گڑے گا
زمین ہین جس جگہ دولت گڑی ہے

سزا وہ چپکے بیٹھے سوچتے ہین
گنہگارون کی صف آگے کھڑی ہے

نہ کچھ پیری مین پوچھو حال دندان
غضب کی پھوٹ آپس مین پڑی ہے

مرا دل ہاتھ مین لیکر وہ بولے
یہ مہنگی چیز میرے سر پڑی ہے

گئی تھی اُس گلی مین غیر کی لاش
خدا جانے پڑی ہے یا گڑی ہے

عنادل آہِ سوزان کر رہے ہین
اسی سے باغ مین گرمی بڑی ہے

نہین میخوار جس بھٹی پہ ہم سے
وہ مسجد کی طرح سونی پڑی ہے

یہ پوچھو جسکے پہلو سے تم اُٹھ آئے
اُسے آرام بھی کوئی گھڑی ہے

کرو تم مجھ سے اُکھڑی اُکھڑی باتین
مین سمجھا کچھ رقیبون نے جڑی ہے

نکل سکتا نہین اب دل سے ارمان
درناسور پہ حسرت کھڑی ہے

الٰہی آنکھ کو میری ہوا کیا
کہ اُن سے بے ادب ہو کر لڑی ہے

اُٹھاتی ہین چمن مین جھک کے شاخین
اگر غش کھاکے بلبل گر پڑی ہے

بتا آنکھ اسکی کیسی ہے مصور
کہ جو تصویر مین اتنی بڑی ہے

تصور انکا آئے بہر تعظیم
ہماری آنکھ مین پتلی کھڑی ہے

جب اُسنے پھیر لی ہے آنکھ مجھ سے
مروت پہرون شوخی سے لڑی ہے

کہو ہنس بول لین گلشن مین غنچے
نسیم صبح مہمان دو گھڑی ہے

وہ مجھ سے کہتے ہین تیری نصیحت
گھڑی کی طرح کانو مین پڑی ہے

مری تربت کو روندو نازنینو
زمین ہے نرم ابھی میت گڑی ہے

فصاحت
کیا وہ تصویر اپنی کھینچولے
کہین شوخی سے مہلت دو گھڑی ہے

ادنیٰ گریز کرتے ہین اعلےٰ کی چاہ سے
پروانو نکو نہ عشق ہوا شمع ماہ سے

اللہ یہ حسین بھی ہین شوخ کس قدر
آنکھون مین پھر کے رہتے ہین غائب نگاہ سے

اٹھی ہے زور شور سے آندھی تو روز ہجر
ہے خیر اسی مین بچ کے چلے میری آہ سے

آنے کو ہے جو ناقۂ لیلی میان نجد
چُنتا ہے قیس آبلہ پا خار راہ سے

نکلے رواق چشم سے باہر نہ طفل اشک
ڈھلے یہ شام ہجر کے روے سیاہ سے

ممکن نہین کہ درد بھی انکو اٹھا سکے
عاشق گری ہوے ہین جو تیری نگاہ سے

اک جا قرار اثر کو نہین میرے دلکی طرح
نالہ سے آہ مین کبھی نالے مین آہ سے

احباب غسل دیتے ہین کیون مجکو بعد مرگ
خود ہی عرق عرق ہونین شرم گناہ سے

اغیار میرے وصل کی تہمت لگائینگے
نکلو نہ آنکھین نیچی کئے خوابگاہ سے

یون لانہ انکے سامنے رضوان جنانکی پھول
گلدستہ باندھ حور کے تار نگاہ سے

آئے تو شوق اُنھون نے بڑھایا وصال کا
رخصت ہوے تو لے گئے تاثیر آہ سے

جانبازو آؤ گھاٹ پہ تیغ پُرآب کے
ملک عدم قریب ہے دریا کی راہ سے

جاڑے مین شب کو در پہ ترے پڑ رہینگے ہم
کمبل پھٹا سا مانگ کے ابر سیاہ سے

اللہ ری احتیاط پہ آئی نظر تو کیا
حسن اپنا وہ چھپاتے ہین اپنی نگاہ سے

مانا دراز اُس بت کافر کی زلف ہے
لیکن بڑی نہین مری فرد گناہ سے

دل چاہتا ہے اُنکو پکارین شب فراق
لیکر صلاح نالہ و فریاد و آہ سے

تکلیف کیون اٹھائین ستاکر ضعیف کو
رہگیر خود ہی بچکے چلین خار راہ سے

امڈا جو دل تو اور بھرے اشک آنکھ مین
پانی اُبل کے آیا سمندر مین چاہ سے

گر ہاتھ مین لیا ہے دم زینت آئینہ
دیکھو تم اپنے حسن کو میری نگاہ سے

جتنی ہین دل مین آرزوئین اور حسرتین
پروانہ بنکے لپٹین مری شمع آہ سے

گھبرائینگے ضرور فصاحت وہ روز حشر
گر سامنا پڑے گا کسی دادخواہ سے

آئے ہین اُنکے ساتھ ہرن صیدگاہ سے
کیا کہدیا اشارۂ چشم سیاہ سے

کیون سرمہ دان ہے فاصلہ پر ایک میل کے
پاس آ کے بچتے آپکی چشم سیاہ سے

خط انکا نامہ بر نہ مجھے دے تو کیا عجب
کیا وہ رسول ہے کہ بری ہے گناہ سے

پھونکونگا بعد نالۂ سوزان سے چرخ کو
پہلے جکڑ تو لون اسے زنجیر آہ سے

تلوار کھینچو گھر سے نکلکر ہٹینگے لوگ
تم کیون کہو کسی سے کہ ہٹ جاؤ راہ سے

دن کو چھپا کے چرخ نے کی شست و شو بہت
دھبا پر آج تک نہ چھٹا روئے ماہ سے

مجھ لاغر و نحیف کا لاشا یقین تو ہے
رو دینگے رحم کھا کے وہ پہلی نگاہ سے

اعمیٰ بھی آ کے جاتے ہین اے دوست شاد شاد
آنکھون مین نور لے کے تری جلوہ گاہ سے

محنت سے خاک ملتی ہے حسرت جہان مین رہ
خود چاہ کن تو پہلے سے نکلتے ہین چاہ سے

لیلی کا ناقہ آتا ہے اے وحشیان نجد
ہٹکر کھڑے ہو میل کی مانند راہ سے

گر حکم ہو تو اور حسین انکو بانٹ لین
کچھ شوخیان بچی ہین تمھاری نگاہ سے

گذری شب فراق مگر میری ضد سے صبح
ڈہانکے ہے منھ کو دامن ابر سیاہ سے

اُسوقت تک مزہ ہے جوانی کا اے جوان
جبتک نہ اجتناب ہو تجھ کو گناہ سے

سایہ کسیکے پاؤن کے نیچے نہ اُنکا آئے
تشریف لائین وہ مرے گھر اسی راہ سے

کوچے مین اُنکے چلتی ہے ٹھنڈی ہوا اگر
دامن بچا بچا کے مری گرم آہ سے

جائیگا میرا نالۂ پُر زور عرش تک
وہ آہ تھی ضعیف کہ بھر آئی راہ سے

مردے اُٹھے زمین ہوئی رشک صور بھی جھکا
پر ہم نہ نکلے قبر کی آرامگاہ سے

تھا غیر شب کو پاس ترے حال کھل گیا
اُٹھا ہے فرش چین بچھین خوابگاہ سے

مطلب فصاحت اچھے برے شعر سے نہین
بس کام ہے مشاعرہ مین واہ واہ سے

وہ آج آئے ہین مہمان رات بھر کے لیے
سمیٹ چاندنی اے بدر میرے گھر کے لئے

ردا حیات مین اکدہی تھی عمر بھر کے لیے
نگر فلک سے کئی پارچے ہین مر کے لئے

یہ آنکھین جانب مشرق کھلی رہین شب ہجر
نظارۂ رخ نورانی سحر کے لئے

کسی کے تیر کا پیکان دلمین در آگر
لہو کی بوند بنا ہے مرے جگر کے لئے

اشارہ غیر فرن سے کرنیکو ہے تمھاری آنکھ
ہماری آنکھ ہے حسرت بھری نظر کے لئے

وہ بعد آتے ہین عاشق کے پاس نزع کے وقت
اجل کو پہلے سے ہین بھیجتے خبر کے لئے

مین نزع مین ہون وہ کہتے ہین ہنسکے بالین پر
ہم آئے ہین یہ دن اچھا نہین سفر کے لئے

نگاہ بھر کے تمھین دیکھتے ہین آئینے
ہم ایسے ہاے ترستے ہین اک نظر کے لئے

عزیز و شام کو تو دفن کر کے جاتے ہو
ضرور صبح کو آنا مری خبر کے لئے

بنائی چرخ نے نازک ہلال کی تلوار
کسی حسین کی لچکتی ہوئی کمر کے لئے

رقم تذکرہ چلے اُس قاتل جہان کو خط
اب ایک لکھنا ہے تعویذ نامہ بر کے لئے

وہ موتی ٹلکتے ہین پاپوش مین حسینونکی
پسند کرتے ہین جو شاہ تاج سر کے لیے

چراغ میکدے کے در پہ جلتے دیکھ کے شیخ
اٹھا رہا ہے بجھا کر خدا کے گھر کے لیئے

ہے عکس روزن دیوار یار کا پھاہا
مفید میرے تڑپتے ہوے جگر کے لیئے

بھرین مزاج مین سب تیرے شوخیان اے شوخ
رہی نہ ایک بھی باقی تری نظر کے لیئے

وہ گھر مین غیر کے ہین مین روان ہون سوے عدم
عزیزو آج کا دن خوب ہے سفر کے لیئے

خط اسکو بھیجکے پہرون دعائین مانگتے ہین
خدا سے قوت رفتار نامہ بر کے لیئے

ہمارے نالون کی چوٹین ہین اور بھی آفت
سپہر پیر کی ٹوٹی ہوئی کمر کے لیئے

تری گلی مین فقیرون کے پانون پڑ پڑ کر
کلاہ مانگتے ہین شاہ اپنے سر کے لیئے

کہین جگر بھی نہ کھو جاے کوے الفت مین
چلا تو ہے دل گم گشتہ کی خبر کے لیئے

جناب عشق کو درد اور جب کہین نہ ملا
دل رقیب سے لائے مرے جگر کے لیئے

جو غم کو دل سے نکالونگا پھر نہ آئے گا
خوشی جو آتی ہے تو آئے عمر بھر کے لیئے

وہ عطر ملتے ہین پوشاک مین جو آخر شب
نسیم اڑاتی ہے بو دامن سحر کے لیئے

رجوع قلب سے جب کی دعا تو میری زبان
کلید بنگئی قفل در اثر کے لیئے

حنا کو پیستے ہین دونو کیا جوان کیا پیر
وہ اپنے پانونکی خاطر یہ اپنے سر کے لیئے

کہین نہ پہونچی ہو یارب اثر تک آہ رقیب
گیا ہے نالہ مرا عرش پر خبر کے لیئے

نکلکے بحر سے مرجان نے ساتھ چھوڑ دیا
گہر زمین پہ غلطان ہے ہم سفر کے لیئے

رجوع قلب سے انسان ہاتھ اٹھائے تو
اثر دعا کے لیے ہے دعا اثر کے لیئے

تمھاری آنکھونمین سرمہ تو خال عارض پر
ضرور چاہیئے اچھی بری نظر کے لیئے

وہ گالیونکے سوا سوچتے ہین خط لیکر
کچھ اور چاہیئے انعام نامہ بر کے لیئے

ہے تجھ مین آبلہ و زخم و داغ و درد اے دل
نچھوڑا ایک بھی ان چار مین جگر کے لیئے

کمر کفن سے بندھی ہے کفن مین خاک شفا
یہی ہے رخت یہی زادہ ہے سفر کے لیئے

دکھاکے تیر مژہ بولے وہ فصاحت سے
یہ خاص ہین ترے فولاد سے جگر کے لیے

دیدۂ تر کے پاس چُلو ہے
ناؤ ٹھہری ہوئی لب جُو ہے

تو نہین جس جگہ وہان ہُو ہے
ہے سبھی کچھ وہان جہان تو ہے

میرے سر مین اسی سے خوشبو ہے
تکیۂ سرکسی کا زانو ہے

دونون کا ایک ہی تو ہی صانع
دل مین ہی روح غنچہ مین بو ہے

تجھ سے نکلا کسی کا کام اے بُت
مین یہ کیونکر کہون خدا تو ہے

پی کے مے گو کہ ہون پڑا بیہوش
پھر بھی مُنھ کے قریب چُلو ہے

یون تو وہ خوش خرام ہی طاؤس
چوکڑی گر بھرے تو آہو ہے

لختِ دل پر لگائی کیون تہمت
جو گرا آنکھ سے وہ آنسو ہے

تیرا کیا کہنا او ستم ایجاد
ہر وفا مین جفا کا پہلو ہے

صید مین پر شکستہ جیسے ہوا
تیر چشم کمان کا آنسو ہے

آسمان کا فقط ہے نام ہی نام
ابتو ظالم جہان مین تو ہے

دل ملا ہی مجھے وہ درد بھرا
ہائے جو ناگوار پہلو ہے

باغبان کا ہوا دماغ خراب
مضر اسکو گلاب کی بو ہے

دیکھتے ہین وہ آفتاب مین چاند
جام مے مین جو عکس ابرو ہے

اُسنے کی ہان سوال وصل پہ یون
ہائے جسمین نہین کا پہلو ہے

ایسی ہی تیغ لو برائے قتل
جیسا نازک تمھارا بازو ہے

کالی آندھی اُٹھی ہے کیون دن کو
کیا پریشان اُن کا گیسو ہے

میرے صحرائے ہولناک مین بند
دیدۂ نقش پائے آہو ہے

مین نے سب پی لی میکدے کی شراب
باقی اب اک شراب کی بو ہے

تجھ کو سب پیستے ہین دنیا مین
کتنی بدقسمت اے حنا تو ہے

خون ہے دامن پہ آنکھ سے ٹپکا
گر نہ دھبا پڑے تو آنسو ہے

وہ فصاحت کے غم مین کہتے ہین
دل پریشان مثل گیسو ہے

اپنے حریم دلمین فقط اُسکی یاد ہے
جسکا مکان کعبۂ اہل مُراد ہے

صد ہا مُرادین مانتے ہین اعتقاد ہے
مسجودِ عاشقان لحدِ نامراد ہے

دل کی شگفتگی سے وہ گل نہاد شاد ہے
کیا آج گل بہار یہ باغ مراد ہے

وعدہ جو مین نے یاد دلایا وصال کا
جُنبش کے سے سر جھکا کے وہ بولی کہ یاد ہے

بیٹھے ہین غیر مجھ سے اشارون مین کچھ نہ پوچھ
تو جانتا ہے جو مرے دل کی مراد ہے

ابتو مجھے معاف کرین شیخ و برہمن
سختیٔ راہ کعبہ و بتخانہ یاد ہے

فانوس بزم مین خلل انداز ہے تو کیا
پروانہ اور شمع مین اک اتحاد ہے

قاصد ہمارا دیکھ کے رنگ مزاجِ یار
بولا کہ نامہ گر گیا پیغام یاد ہے

گو ایک دوسرے کا عناصر مین ہی عدو
پھر دیکھیئے تو چارون مین کیا اتّحاد ہے

دل کا مکان تیرہ و تاریک ہے بڑا
خاموش مدتون سے جو شمع مراد ہے

بھولا ہوا وہ شوخ ہی سب عاشقون کے نام
بس کوسے کو ایک مرا نام یاد ہے

یوہین لڑائی شیخ برہمن مین کچھ نہین
دونو مین آپ ہی کے سبب سے فساد ہے

محفل مین غیر کی یہ بناوٹ ہی غش نہین
خود اُٹھکے تم اُٹھا و فقط یہ مراد ہے

جتنے ہین رند ملکے پئین بزم مین شراب
یہ دور جام دائرہ اتحاد ہے

یاد اس پتہ سے کرتے ہین سب مجھ کو بعد مرگ
ناشاد پہلے نام تھا اب نامراد ہے

زاہد نے آج دیکھ لیا عاشقو اُنھین
پوچھو نماز بھول گیا ہی کہ یاد ہے

پھیلی ہے خاک قیس جو اُڑ اُڑ کے نجد مین
اسکے سمیٹنے کے لیے گرد باد ہے

ملتے ہین دشمنون سے فصاحت بلطف ہم
ہم کو نہ بغض ہے نہ کسی سے عناد ہی

کیا مال بڑھ کے صرف سے دشمن کے پاس ہے
پہنے ہوے لباس کے اوپر لباس ہے

رعشہ ہے تن مین رنگ ہی فق مُنھ اُداس ہے
پھر کر وہان سے آیا ہی جو بد حواس ہے

خنجر کے ساتھ پھیرے ہی قاتل بھی اپنا مُنھ
ہنگام ذبح واجہ مری چشم پاس ہے

تاثیر ظلمت شب فرقت نہ پوچھین دوست
پہلے سفید تھا جو سیہ یہ لباس ہے

مسجد مین وعظ کہہ نہ تو چلّا کے واعظا — مستون کا خوف چاہیے میخانہ پاس ہے

دُنیا مین کوی یار بھی ہو واقعی بہشت — آیا ہون جیسے بھوک ہی مجکو نہ پیاس ہے

اقلیم حسن مین ہی مسیحا وہی حسین — عاشق کے درد دل کی دوا جنکی پاس ہے

کیا جتنی حسرتین تھین وہ سب مردہ ہو گئین — کجھ دل مثال گورِ غریبان اوداس ہے

یہ بھی نہ ہو تو عاشقِ لاغر ہو کالعدم — ہستی کی وجہ ایک بدن مین لباس ہے

تصویر مین حضور تو کھینچے ہوئے ہین تیغ — ہر ایک دیکھ دیکھ کے کیون بدحواس ہے

مین ناتوان فراق مین سر پھوڑون کسطرح — طاقت نہ اُٹھنے کی ہی نہ دیوار پاس ہے

گرمی مین تجھ سے آتش تر مانگتے ہین رند — بُجھتی ہے ساقی آگ سے کیسی پیاس ہے

مجھ نامراد کو ہوئی جس بات کی امید — تقدیر بولی آس کے پردے مین یاس ہے

اُنکو تم اپنے پاس بٹھاتے ہو بزم مین — میلا تمھارے فرش سے جنکا لباس ہے

سمجھا ہی تو ہم آئے ہین مسجد مین پی کے مے — مذموم تیری شرع مین واعظ قیاس ہے

بولے گلو نکو سونگھ کے وہ میری قبر پر — کاغذ کے جیسے پھول نہ بو ہی نہ باس ہے

بستا ہی نہ ہوگا کبھی طفلِ دل مرا — پروردہ کنارِ غم و رنج و یاس ہے

تکلیف دور جانے کی دیتے نہین تمھین — ہم شل اپنا دیکھ لو آئینہ پاس ہے

دیوانون مین بٹے گا تبرک کی طرح سے — وحشت مین دھجیان جو ہمارا لباس ہے

گر عیب ہو کلام فصاحت مین تو چھپائین
محفل مین شاعرون سے یہی التماس ہے

شیفتہ وہ اپنی ہی تصویر پہ ہونے کو ہے — اب نگہ اُسکی بھی عاشق کی نظر ہونے کو ہے

میرے رازِ عشق کی سب کو خبر ہونے کو ہے — المدد اے ضبط گریہ چشم تر ہونے کو ہے

مین نے جب پوچھا شبِ صدمے بول اُٹھا یہ دل — بعد آئے گی قضا پہلے سحر ہونے کو ہے

بد دعا تنگ آ کے مین مظلوم اودھر کرنے کو ہون — اُس طرف گردونِ دایاب اثر ہونیکو ہے

شمع کا سر تو نے اے گلگیر کاٹا بھی تو کیا — دو گھڑی کے بعد پیدا اور سر ہونیکو ہے

عالم پیری مین کیون احباب گھیرے ہین مجھے — جائین پروانے کہ گُل شمع سحر ہونیکو ہے

سب خریداران یوسف بند آنکھونکو کرین
مصر کے بازار سے انکا گذر ہونے کو ہے

ناخن اپنی انگلیون کے بے سبب بڑھتے نہین
شاید اچھا پھر کوئی زخم جگر ہونے کو ہے

شمع کی الفت مین ٹھنڈے جلکے پڑ لانے ہوئے
یان تو ساری رات جل جل کر بسر ہونیکو ہے

یا خدا میرے دل پر آرزو کی خیر ہو
آج وہ کہتے ہین برباد ایک گھر ہونیکو ہے

جاک مین شامل ہوئی ہی جاکے میری مشت خاک
کاسۂ درویش بنکر در بدر ہونے کو ہے

آپ اس پہلو مین بیٹھے تو ہین آکر کیا کہون
درد ادھر تو تھم گیا لیکن اُدہر ہونے کو ہے

عالم پیری ہین اے طاقت نہ تنہا کوچ کر
میری آنکھونکی بصارت ہمسفر ہونے کو ہے

سُن لیا ہو یہ جو غیرون نے وہ آئے ہین یہان
شام سے جلا رہے ہین سب سحر ہونیکو ہے

میرے پاس آئے خبر دینے غم و رنج و ملال
آج کیا شادی کوئی دشمن کے گھر ہونیکو ہے

پند واعظ کے سنوگے کب تلک بیٹھے ہوے
میکشو اُٹھو دو پہر اب اثر ہونے کو ہے

مائل پرواز ہو اب طائر حسن شباب
کچھ خبر بھی ہے تمھین ہر زلف پر ہونیکو ہے

مجمع عشاق مین نکلے تو ہو تم بے نقاب
روے صاف آلودۂ گرد نظر ہونے کو ہے

غیر کے لاشے پہ آئے ہین وہ بھر آیا ہو دل
ہنس پڑین یارب گریۂ چشم تر ہونے کو ہے

انتہا اب ہوگئی اے ترک شوق قتل کی
عضو جو عاشق کے تن مین ہے وہ سر ہونیکو ہے

جتنے ہین وہ تیر مژگان بائین جانب آئین تو
پھیلکر دل میرے پہلو مین جگر ہونیکو ہے

تھم کے چل گلزار سے اے کاروان رنگ گل
طاقت پرواز کب بلبل ہم سفر ہونے کو ہے

دل سنبھالے در پہ بیٹھا ہون شب ہجر اسلیئے
راہرو شاید کوئی کہدے سحر ہونیکو ہے

آبلے مل ملکے سب بنجائے گا اک آبلہ
ملک دل مین سو گھرونکا ایک گھر ہونیکو ہے

اے فصاحت اب بچانا چاہیئے قلب و جگر
رخ کسی کے تیر مژگان کا ادھر ہونے کو ہے

تیر کیا دل پہ صدا نالہ و فریاد کی ہے
ہم اسیرون پہ چھری تیز جو صیاد کی ہے

نالۂ رعد تو ہم سن چکے وہ کچھ بھی نتھا
کیون فلک تو اجازت ہمین فریاد کی ہے

جوش کھاتا ہے یہ کیون خون رگون مین میری
کیا بہت خشک زبان خنجر جلاد کی ہے

اُسکے کوچے مین پڑا دیکھا تو رہگیر ہین جمع
دلِ مُردہ مرا میّت کسی ناشاد کی ہے

قید بلبل کو کیا پہلے چھُری پھیری پھر
دھوم بیرحمی و بیدردی صیّاد کی ہے

ملی گھڑیال کی تقدیر مجھے دنیا مین
خلق مشتاق مرے نالہ و فریاد کی ہے

جسکو عشاق مین تمیز ہو وہ سونگھے تو
بو ہر اک سنگ مین خون سر فرہاد کی ہے

حشر مین آئے فرشتو تو ابھی پہچانون
صورت ابتک تو نظر مین مرے جلاد کی ہے

تیری تصویر مین بوسونکے نشان ہین رخ پر
صاف یہ بے ادبی مانی و بہزاد کی ہے

سر کو ٹکرا کے بھی در کر نہین سکتے وحشی
جو ہو زندان مین دیوار وہ فولاد کی ہے

بلبلین کہتی ہین کسطرح نشیمن سے اُڑین
کہ نگہبان نظر باغ مین صیّاد کی ہے

در یہ عشاق دُھنی دیکے جو بیٹھے تو انھین
فکر فصّاد کی حدّاد کی جلاد کی ہے

ہوگئے آزاد نہین اُڑتے اسیران قفس
خوشگوار ایسی ہوا خانۂ صیاد کی ہے

نے سے کیا بحث کرین عاشق نالان تیرے
اسکو عادت دہن غیر سے فریاد کی ہے

یون مرا حال کوئی اُنکو سنا دے جا کر
مفت برباد جوانی کسی ناشاد کی ہے

تیری تعریف نہ کی ہو نہ کرونگا اے بت
طرح گر ہے تو ترے حُسن خداداد کی ہے

سیر گلزار سے مطلب نہین اس بلبل کو
پرورش یافتہ جو دامن صیاد کی ہے

گورکن سے نہ کسیطرح مری قبر کھُدی
کیا زمین کوچۂ سفاک مین فولاد کی ہے

سر مرا کاٹ کے ہی اُسکو نہایت ہی خوشی
شاہد اس امر پہ سرخی مرُخ جلاد کی ہے

جادو بیجا تری تصویر پہ پھیرے ہین ہاتھ
واہ تقدیر عجب مانی و بہزاد کی ہے

ایک جا جمع کرے گا غم عالم یہ فلک
اب ضرورت اسے میرے دل ناشاد کی ہے

عاشقو دام اب کے حلقہ مین نہین اُنکی کمر
گرد دیوار یہ شہر عدم آباد کی ہے

داد اشعار کی دیتے ہین فصاحت ہم تو
کون ہین لوگ وہ عادت جنھین ایراد کی ہے

بڑی مہم ہے سخن سنج نکتہ دان کے لیے
زمین غزل کی ہے مخصوص امتحان کے لیے

ہزارون ٹوٹ رہے ہین جو تارے آج کی شب
دعاے بد کوئی کرتا ہے آسمان کے لیے

اسیر و صبر کرو چپ کی داد پاؤ گے
نہ بد دعا کرو صیاد بدزبان کے لیے

جھکا ہوا ہے یہ سر آپ کھینچیے تلوار
نہین ہو وقت معین کچھ امتحان کے لیے

سنا ہے قبر مین ہوگی غضب کی تاریکی
چراغ داغ جگر چاہیئے دہان کے لیے

یہان ہو شادی وصل اُسکا ماتمی ہو نیل
کہان سے لاؤن ردا سرخ آسمان کے لیے

چمن مین پھر زر گل عندلیب جمع کرے
جو غنچہ قفل بنے باب آشیان کے لیے

اُنھین ذرا نہ یہان کا خیال بھی ہوگا
ہمین تڑپتے رہے رات بھر وہان کے لیے

وہ ترک آئیگا محشر مین کھینچکر تلوار
وسیع ہے وہی میدان امتحان کے لیے

کرے کلام نہ سخت و درشت ہر اک سے
دہن مین دانت ہین سر کوئی زبان کے لیے

ہمارے دل مین ادھر ہوک درد کی اُٹھی
موذن اُٹھا شب وصل ادھر اذان کے لیے

مشک اُسکو بھی کرینگے یہ خدنگ نگاہ
تم آئینہ تو قرین لاؤ امتحان کے لیے

فنا کے بعد برائے فشار یہ کوشش
زمین سمٹی ہو اک مشت استخوان کے لیے

مرے نصیب کی گردش اگر بری ہو لی تو
فرشتے لنگتے کا ہمکو آسمان کے لیے

مریض عشق ہون باندھو نہ ہاتھ مین تعویذ
کہ ہوگا بار گران نبض ناتوان کے لیے

بہار لیگئی سب تازگی و نزہت باغ
درخت سوکھے ہوئے رہ گئے خزان کے لیے

ملوگے دیر و کنشت و حرم مین یا کہین اور
یہ نام چھپکے سے تمنے کہان کہان کے لیے

اُڑائی سارے گلستان مین بو ہی تیز گلاب
صبا نے تند مزاجی باغبان کے لیے

جلا دیا ہی جو آہ شرر فشان نے مری
زمین خاک اُڑاتی ہو آسمان کے لیے

علی کا نام فصاحت کیا ہو ورد زبان
کلید ہوگا یہ قفل در جنان کے لیئے

غربت مین وطن کی جو سنی خوشخبری ہے
کیا تنگ مرے جسم مین رخت سفری ہے

اک سرو درختو نمین ہر آفت سے بری ہے
آفاق مین راحت کا سبب بے ثمری ہے

دریا کی ہوا کب یہ حبابو نمین بھری ہے
گر سمجھو تو ہر شیشہ مین بند ایک پری ہے

کہتے ہین وہ ہنسکر ترے نالو نمین اثر ہے
مطلب یہ ہے اسکا کہ بڑی بے اثری ہے

گلشن سے دم صبح تمھین جانے نہ دیگی
لپٹی ہوئی قدمون سے نسیم سحری ہے

سب شاخین خزان آتے ہی سوکھی ہین جنمین
جسپر کہ ہی بلبل کا نشیمن وہ ہری ہے

رخ کس کا ہے بے پردہ جو خجلت سے گھٹا نور
مہتاب سر شام چراغ سحری ہے

ہم چاہتے ہین اچھی طرح سے تجھے دیکھین
پر شرم کے پردے مین تری جلوہ گری ہے

تم ناز کی رفتار سے چلنے کے لیے ہو
اور ٹھوکرین کھانے کے لیے کبک دری ہے

ہین عالم پیری مین مرے گرد احبّا
یا بیچ مین پروانون کے شمع سحری ہے

کیون برق تبسم سے ترے ڈرتے ہین عاشق
بجلی یہ کسی پر نہ گرے گی نہ گری ہے

کچھ ہم سے بھی کہہ بزم مین کون آئیگا ساقی
بوتل تری نیّت کی طرح آج بھری ہے

یون تو سبھی معشوق زمانے مین پری ہین
پر دیکھ سکے جسکو نہ کوئی وہ پری ہے

اُس گل نے دم صبح جو ہین توڑ کے پھینکے
لپٹی ہوئی ہارون سے نسیم سحری ہے

اے چرخ تجھے گردشین سکھلانے کو پہلے
برسون مری تقدیر ترے ساتھ پھری ہے

جو چاہتا ہے اُنکو اُنھین اُسکی طرف سے
بے الفتی و بے رخی و بے خبری ہے

مین حشر کے دن جاتے ہی پھینکونگا اُسی مین
کچھ آگ جہنم کی مرے دلمین بھری ہے

رہنے کے لیے کوئی فصاحت نہین آیا
جو آیا ہے دنیا کی سرا مین سفری ہے

دلمین آیا اُنکا ناوک جانفشانی چاہیئے
گھر مین دشمن بھی جو آئے میہمانی چاہیئے

داغ میرے دلمین رہا اے جوانی چاہیئے
وقت رخصت کچھ نہ کچھ تیری نشانی چاہیئے

تجھ کو خوب اے دمبدم میری میزبانی چاہیئے
میہمان ناخوش ہے ہو یون میہمانی چاہیئے

وصف اُس ابرو کا لکھنے کو ہون اے طبع رواں
آج تو خامہ مین خنجر کی روانی چاہیئے

غمزہ و ناز و ادا و عشوہ گو طفلی مین ہین
پر اُسے معشوق بننے کو جوانی چاہیئے

ہنگ کوئی مانگتا ہے ساقی گلفام سے
کوئی کہتا ہے شراب ارغوانی چاہیئے

نہر کا فوارہ دیتا ہے بخیلون کو صدا
گر خزانہ ہاتھ آئے زرفشانی چاہیئے

کوئی گر مجھ پیر سے پوچھے کہ کیا درکار ہے
بول اُٹھون بیتاب ہو کر مین جوانی چاہیئے

رنج ہجر و انتظار وصل جانان کے لیے
صبر ایوبؑ اور خضرؑ کی زندگانی چاہیے

خون کا دریا بہا ہی کوچۂ قاتل مین آج
تیغ کو مانند کشتی کے روانی چاہیے

اُنکی محفل مین یہ ہی مجھکو دل جلے سے قولِ شمع
عرض مطلب آپکا میری زبانی چاہیے

غیر کا مرنا سنا اُنکی زبانی مین نے آج
رنج کچھ اُنکو نہو یون شادمانی چاہیے

ہجر کی شب گھیر کر لائے مرے گھر شمع کو
خوب پروانون کی مجھکو میہمانی چاہیے

دیر تک وہ ایک ایک فقرہ کو ہنس ہنس کر سنین
بھیجنا پیغام الکن کی زبانی چاہیے

چٹکیان لیجے مرے دلمین سپند آیا ہی گر
سو دلونمین مل نجائے کچھ نشانی چاہیے

جب زلیخا پوچھتی تھی عشق مین کیا چاہیے
عورتین ہنس ہنس کی کہتی تھین جوانی چاہیے

اے فصاحت کیا فقط طبع روان درکار ہے
بلکہ شاعر کے لیے معجز بیانی چاہیے

حسب فرمائش جناب نواب مہدعلیخان بہادر مرحوم

بازار مین وہ آئے ہین خنجر لیے ہوئے
اب جائینگے کوئی نہ کوئی سر لیے ہوے

میخوار بزم وعظ مین جاتے بھی ہین تو یون
خم سر پہ رکھے ہاتھ مین ساغر لیے ہوے

لو دل ہمارا پھینکو دل سخت غیر کا
کیون دست ناز مین ہین ہو پتھر لیے ہوے

کوچے مین اُنکے پاؤن رکھے کوئی کیا مجال
ہین پاسبان ہاتھونمین خنجر لیے ہوے

بلبل پکڑنے جاتا ہے صیاد باغ مین
پھندے کے بدلے پھولونکی چادر لیے ہوے

ساقی شراب بانٹے تو کشکول پھینک کر
آئین گدا بھی ہاتھ مین ساغر لیے ہوے

مس کر کے اُسکے در سے مری قبر پر عزیز
آئے ہین نصب کرنے کو پتھر لیے ہوے

کس سخت جان کے ذبح کا ہی قصد آج اُنھین
نکلے ہین دونو ہاتھون مین خنجر لیے ہوے

اثبات قتل حشر مین ہو اس سے بڑھ کے کیا
وہ اپنے ہاتھ مین ہین مرا سر لیے ہوے

دھڑکا یہ تھا کہ مین نہ لپٹ جاؤن دوڑ کر
وہ خواب مین بھی آئے تو خنجر لیے ہوے

جاتے ہین لوگ آپکے وحشی کی قبر پر
پھولونکے بدلے ہاتھون مین پتھر لیے ہوے

خوف اُنکا حشر مین ہی کوئی دیکھتا نہین
پھرتا ہون اپنے قتل کا محضر لیے ہوے

تم کو بھی چین لینے نہ دے گا یہ ایکدم
جاتے ہو کیون مرا دل مضطر لیے ہوے

بانٹے کبھی تو شربت دیدار آنکا حسن
پھونچینگے ہم بھی آنکھونکا ساغر لیے ہوے

تڑپا رہا ہی ایک جگہ مجھ کو اضطراب
پھرتی ہی شوخی آپکو گھر گھر لیے ہوے

واعظ کو آج ذبح کرین گے شراب خوار
مسجد کے در پہ بیٹھے ہین خنجر لیے ہوے

محشر مین قاتل آیا بھی پرسش بھی ہو چکی
ہم منتظر کھڑے ہی رہے سر لیے ہوے

بے پردہ غسل کرتا ہی ساحل پہ کون آج
دریا بڑھا ہی موج کی چادر لیے ہوے

حجاج تیرے در پہ لگانے کے واسطے
اِبکی پھرینگے کعبہ کا پتھر لیے ہوے

عشاق پر جفا ہی وہ کرتا نہین فقط
پہلو وفا کا بھی ہے ستمگر لیے ہوے

مہدی سے داد لیسے فصاحت خوشی خوشی
آئے ہین غزلین اپنی سخنور لیئے ہوے

پایا دہن تمناے رخ یار کے لیے
آنکھین ملی ہین حسرت دیدار کے لیے

سب خونِ تن ضیافت غم مین ہوا ہی صرف
تھوڑا سا بچ رہا تری تلوار کے لیے

درد اور ہین جہان کے مریضون کے واسطے
ہے خاص درد دل ترے بیمار کے لیے

واباب قہر رہتے ہین اقلیم حسن مین
توبہ کا در ہے بند گنہگار کے لیے

بہتر تمھارے نقش قدم سے کوئی نہین
چادر مزار کشتۂ رفتار کے لیے

اُسکے کراہنے سے اُڑی نیند آپ کی
کیجے دعا مرے دل بیمار کے لیے

مانا حسین سب اچھے ہین بازار حسن مین
پر شرط ہے نگاہ خریدار کے لیے

وحشی چھپا کے پاؤن نہین لاتے ہین دشت سے
کانٹے تمھاری باغ کی دیوار کے لیے

تجویز کر رہا ہے کئی ماہ سے کوئی
صد ہا سزائین ایک گنہگار کے لیے

مل جائین گوش حور کے موتی تو پیس کر
غازہ بناؤن چہرۂ دلدار کے لیے

پایا تھا پھوڑنے کے لیے کوہکن نے سر
مجنون کے پاؤن تھی خلش خار کے لیے

نافع ہوا ہے آہ عنادل گلون کو ہر
لیکن مُضر ہے نرگس بیمار کے لیے

تار نگاہ شوق اگر جمع ہو سکین
ٹیکا بنائین ہم کمر یار کے لیے

پتھر اُکھاڑ کر در مسجد سے لائے ہین
پیکش شراب خانہ کی دیوار کے لیے

کوچے سے اپنے مجھکو اُٹھا کر وہ بولے آج
جاؤ نہین بہشت گنہگار کے لیے

سوسن کو دس زبانین جو خالق نے کین عطا
ہردم دعائین کرتی ہی گلزار کے لیے

موسے کی طرح غش اگر آیا تو فائدہ
ہے شرط ہوش بھی ترے دیدار کے لیے

غم کھائے جو مریض محبت نبچے وہ خاک
پرہیز بھی تو شرط ہے بیمار کے لیے

تم پہلے بھیجو خاک قدم اپنی مصر مین
سرمہ بنے یہ چشم خریدار کے لیے

سر پھوڑنے کے واسطے سودائیون نے آج
پتھر اُکھیڑ کر تری دیوار کے لیے

بیٹھا بھی عاشقو نہین تو یہ مشغلہ رہا
دل دو کے اُسنے پھیر دئے چار کے لیے

سرو چمن کا ہی یہ اشارہ بہار مین
استادہ ہون حفاظت گلزار کے لیے

یے خواہش اُسکو دیکھے کوئی تو غش نہ آئے
تخصیص یہ ہی طالب دیدار کے لیے

لیجاکے اُنکو مصر مین دی حسن نے صدا
یہ جنس ہی جوان خریدار کے لیے

تقدیر اپنی اپنی ہر آب وہوا ہی ایک
جو گل کے واسطے ہی وہی خار کے لیے

جلوہ علیؑ کا دیکھین فصاحت جو موت آئے
دن رات ہم ترستے ہین دیدار کے لیے

رندوا ابکی جو اسطرح سے برسات رہے
یا دہ خواری کا بھی چرچا یونہین دن رات رہے

ٹھنڈی ٹھنڈی ہی ہوا باغ ہے معشوق ہی پاس
جاڑے گرمی کے عوض خلق مین برسات رہے

صحبت وعظ ہی واعظ سے یہ کہدے کوئی
دھیان رندونکا بھی اے قبلۂ حاجات رہے

میرے گھر آئے ہین وہ جا نہ سکین اپنے گھر
یا خدا چار مہینے یونہین برسات رہے

سختیان لاکھ ہون چھوڑونگا نہ الفت اُنکی
جان جاتی ہی اگر جائے مگر بات رہے

گر بڑھانا نہین منظور گھٹاؤ بھی نہ تم
غیر کا اور مرا رتبہ مساوات رہے

یا تو آتے ہی نہین وہ شب وعدہ مرے گھر
اگر آتے ہین تو جاتے ہین پہر رات رہے

اپنے حسن اور جوانی کی قسم ہے تمکو
دل مرا لیتے ہین باقی نہ کوئی گھات رہے

ترک غمزون سے کرو رسم کہ ہوگے رسوا
پر فصاحت سے مریجان ملاقات رہے

کب غیر کیطرح سے بھلا ہم لپٹ گئے
جی بھر کے اُنکو دیکھ لیا اور ہٹ گئے

دلمین ہمارے آرزوؤنکا جو تھا ہجوم
تیر نگاہ آکے کسی کے پلٹ گئے

اللہ رے التہاب دل داغدار کا
پہلو مین میرے بیٹھ کے احباب ہٹ گئے

پیری مین کیون نہ آنکھون سے ہم دیکھین شکل تو
غفلت کے پردے جتنے پڑے تھے اُلٹ گئے

ہارو نمین بندہ کے آنے پہ گستاخی اسقدر
ہنس ہنس کے پھول اُنکے گلے سے لپٹ گئے

گلشن مین اب حضور اکڑتے ہوے چلین
جو سرو اپنی حد سے بڑھے تھے وہ کٹ گئے

مین اُس جگہ یہ خاک اُڑاتا ہون راہ مین
وہ آتے آتے ہائے جہان سے پلٹ گئے

صیاد مجھکو باغ مین لایا جو بہر ذبح
سب میرے ہمصفیر چھری سے لپٹ گئے

اُلفت کسی کے تیرونکے پیکان کی دیکھنا
دل سے الگ ہوئے تو جگر سے لپٹ گئے

تڑپے جو ہم فلک کے ستائے مزار مین
ہلے ہلے زمین کے طبق پھر اُلٹ گئے

بیٹھے جو آج دیکھنے وہ عاشقونکی فرد
دو چار نام بڑھ گئے دس بیس کٹ گئے

کیا ساتھ میری لاش کے چلتے وہ دو قدم
بڑھ بڑھ کے گیسو اُنکی کمر سے لپٹ گئے

دریا نہ میکدے سے بہے کیون شراب کا
ساقی نے بھر کے رکھے تھے جو خم وہ پھٹ گئے

ارمان جہان بھر کے جو اس دلکی سمت آئے
لاکھون سمائے پھر بھی ہزارون پلٹ گئے

افسوس چار دن مری عمر قلیل کے
رنج و ملال حسرت و ارمان مین کٹ گئے

ہم کس دن اُنکے پاس سے اغیار کیطرح
ٹالے سے ٹل گئے کہ ہٹائے سے ہٹ گئے

کیا کرتے ہمسری ترے دندان صاف سے
گوہر تو اپنی گرد یتیمی مین اَٹ گئے

مرنا سُنا جو تھا مرا تو روتے آئے تھے
زندہ جو پایا ہنستے ہوے وہ پلٹ گئے

پھیری جو تمنے آنکھ تو عاشق ہین بدحواس
ایسا کچھ انقلاب ہوا دل اُلٹ گئے

مدت کے بعد وا جو ہوا باب میکدہ
میخوار دوڑ دوڑ کے خُم سے لپٹ گئے

اُٹھکر بگولے نجد مین مجنون کی خاک کے
لیلی کے گرد پہلے پھرے پھر لپٹ گئے

یہ بھی تو ہین حسین جو ہین بام پہ کھڑے
کیا اِنسے بھی وہ اچھے تھے اے دل جو ہٹ گئے

وہ دن ہماری عمر مین محسوب کیون ہوے
جو دن شب وصال کی حسرت مین کٹ گئے

وہ بے نقاب رات کو آئے جو بام پر
کیا خوب کبک چاند سمجھ کر لپٹ گئے

پروانے پہلے شمع کو گھیرے تھے بزم مین
گلگیر سر جو کاٹنے آیا تو ہٹ گئے

ایسے بھی کوئے یار مین آتے ہین سیکڑون
آئے زمین کا بوسہ لیا اور پلٹ گئے

روز حساب آئے فصاحت جو ہین علیؑ
دامن سے دوڑ دوڑ کے شیعہ لپٹ گئے

دیکھنے والونکا مجمع جو نظر آتا ہے
آئینہ خانہ مین کیا جائے وہ تھراتا ہے

ہمدمو کیا کہون جب اُنکا خیال آتا ہے
کسقدر میرے دل تنگ مین گھبراتا ہے

دل لگا کر کہین اُلفت مین مزا آتا ہے
اُسکو سمجھائے کوئی جو مجھے سمجھاتا ہے

جب یہ دل کوے بتان مین مجھی لیجاتا ہے
گھر تلک پھیر کے پھر مجھ کو خدا لاتا ہے

آگیا نزع کا ہنگام تو یہ سمجھے ہم ہے
جان جاتی ہے حسینون پہ جو دل آتا ہے

ناتوانی سے نہ دو گام بھی ہین چل سکتا
شوق اُس کوچے مین دوڑائے لئے جاتا ہے

یاد کرتے نہین یون تو پس مُردن مجھی دوست
کوئی مرتا ہے تو ہان میرا خیال آتا ہے

کہین کمبخت ہمارا دل نالان تو نہین
ہائے کہکر کوئی اس کوچہ مین چلاتا ہے

ایک بوسہ بھی کسیکو نہین دیتے یہ حسین
نخل سے اور بھی جو بن پہ زوال آتا ہے

قافلہ مین جرس آواز یہ دیتا ہے مجھے
آگے سب بڑھ گئے تو پیچھے رہا جاتا ہے

مین نہین ہوتا وہان ذکر مرا ہوتا ہے
وہ نہین آتے یہان اُنکا خیال آتا ہے

بلبلو بھول یہ کیسے ہین تمھارے معشوق
اور بھی کچھ انھین ہنسنے کے سوا آتا ہے

دل عشاق چرائے ہین جو تم نے سر بزم
نیچی آنکھین نہ کرو حال کھلا جاتا ہے

ہے تعب شدت گرما سے فصاحت ہم کو
شعر اچھا کہین ان روزون کہا جاتا ہے

غنچہ و گل پھر میان بوستان دیکھا کئے
پہلے ہم رنگ مزاج باغبان دیکھا کیے

بے خطا کاٹی زبان شمع کیون گلگیر نے
کچھ نہ بولے بزم مین اہل زبان دیکھا کیے

توڑ کر جوڑا جو اُسنے شیشۂ دل کو مرے
غیر بدظن عیب رکھنے کو نشان دیکھا کیے

پھر انھون نے کبھی نکالے طور اپنے ظلم کے
پہلے وہ طرز جفائے آسمان دکھا گئے

خلد مین رضوان نکیون یاد آئے ہمکو یار
یان نہ دیکھی کیفیت وہ جو وہان دکھا گئے

فصل گل مین جب ہوا کالی گھٹا کا اشتیاق
خانۂ خمار کا میکش دھوان دکھا گئے

آج دان کچھ بھی سوائے ہو نظر آتا نہین
کل تلک جھرمٹ حسینون کے جہان دکھا گئے

پھر انھون نے تیر اپنے جان نثارونکو لگائے
پہلے چلہ کھینچکر زور کمان دکھا گئے

مغبچون نے ہنس کے ڈالی درز زیر جبکہ آنکھ
ہم مزاج حضرت پیر مغان دکھا گئے

کچھ نہ پوچھو ٹھکر دیوار جب اُٹھی سکو ی
ہائے کس حسرت سے اُنکے ناتوان دکھا گئے

رات بھر فرقت مین تھا ایسا ہمارا غیر حال
دم اطبا مثل نبض ناتوان دکھا گئے

غیر کے کوچہ سے گذرے تو نگاہ یاس سے
ہم زمین پر پائے جانان کے نشان دکھا گئے

آگئی جب مثل بہار اُنکی سواری باغ مین
پھول حیرت کی نگہ سے باغبان دکھا گئے

تھک کے ہم پیچھے رہے تو رنگ نے آواز دی
شوق مین مڑ مڑ کے اہل کاروان دکھا گئے

جب نکلتے دیکھے قبرون سے تو کچھ پایا نہ فرق
شاہ کے ہین یا گدا کے استخوان دکھا گئے

شب کو ایسا روشن اُس مہرو کے آنے سے ہوا
لوگ اپنے بام سے میرا مکان دکھا گئے

آکے وہ مہمان رہے جس شب یہ دھڑکا تھا ہمین
بار بار اُٹھ اُٹھ کے رنگ آسمان دکھا گئے

اے فصاحت سن چکے بزم سخن مین جب غزل
لیکے دیوان میرا پھرون قدردان دکھا گئے

انسان ہر ایک زیست مین انجام بین رہے
جتنی لحد ہو گھر مین بس اُتنی زمین رہے

مجھ سے بگڑ کے شب کو جہان وہ حسین رہے
ظلمت سمٹ کے دہر کی یارب وہین رہے

کوچے مین اُنکے جا کے نہ حاصل ہوئی خوشی
اچھی بہشت ہے کہ ہم اندوہگین رہے

مدت کے بعد اُنکو گلے سے لگائے ہون
یارب یہ عہد اور یہ زمانہ یونہین رہے

تم اپنے گھر مین فرش بچھاؤ نہ ہر جگہ
اِن آنکھون کے بچھانیکی بھی جا کہین رہے

نقش قدم تمھارے بہت سے جہان پہ ہون
چشمک زن آسمان پہ وہانکی زمین رہے

اے شیخ کیون بتونکو سمجھتا ہے اب ذلیل
پہلے خدا کے گھر مین یہ برسون مکین رہے

بیمار ہجر اُٹھ کے چلے بھی تو ضعف مین
مانند اشک گر پڑے جس جا وہین رہے

سارے جہان کو قتل کرے اکدم مین وہ
گر ہاتھ سے نہ لپٹی ہوئی آستین رہے

اے آہ اُڑا دے سارے جہان کی زمین کو
بس میرے اور اُنکے مکان کی زمین رہے

نکلین جو قلب غیر سے اس دلمین آئی ہین
کیا حسرتون کو چین نہین بے کہین رہے

بنواتے ہو مکان تو ہو ایسا رفیع بام
دیکھو زمین سے دور فلک سے قرین رہے

اک حور اُٹھی جو پاس سے تو آئی دوسری
مرنے پہ بھی نہ قبر مین ہم بے حسین رہے

فرمانروا ے ملک سخن ہون جہان مین
قبضہ مین میرے کیون نہ غزل کی زمین رہے

کہدو رکھے نہ پاؤن در یار پر رقیب
وان شاید اُسکے بعد کسیکی جبین رہے

کل بھی بلائیگا مجھے اپنی بزم مین
گر آپ کا مزاج مبارک یونہین رہے

احباب اُسکے کوچہ سے ہمکو اُٹھا کے لائے
ہوش و حواس ساتھ نہ آئے وہین رہے

ہر اک شجر کو خوف جہان مین خزان کا ہے
بر اک سے نہین جو میان نگین رہے

پھیلا کرے زمانے مین یون شب کو چاندنی
وہ آئین جب یہان تو سمٹکر یہین رہے

قبر اتنی گہری چاہیے مجھ بیقرار کی
جتنی ہو نیچی اُتنی ہی اوپر زمین رہے

تصویر اپنی شیشہ سے لپٹی جو دیکھ لی
وہ سر جھکائے دیر تلک شرمگین رہے

شاید کہ مجھ سے درد بھی فرقت مین ضد کرے
مین دو دن کہین یہ رہنے کو جا کہین رہے

پھیلا یا جسنے ہاتھ ملا اُسکو جام مے
ساقی کا منھ جو دیکھتے تھے وہ یونہین رہے

کم کردو اور شوق جو افکار ہین بہت
پر شاعری کا شوق فصاحت یونہین رہے

مئے اُلفت کو پیکر جب کوئی سرشار ہوتا ہے
فداے غمزہ و ناز و اداے یار ہوتا ہے

دم تزئین کسی کی آنکھ مین سرمہ کا دنبالہ
اعانت کو عصاے مردم بیمار ہوتا ہے

وہان مین جھانکنے کو اے جناب عشق جاتا ہون
جہان ایماے چشم روزن دیوار ہوتا ہے

غضب ہے بلبلونکے قتل کرنے کو گلستان مین
خزان مین سوکھ کر پتہ ہر اک تلوار ہوتا ہے

گردن تیر مژہ کا عشق کیا اس دل مین پوشیدہ
بھلا اے گل کہین غنچہ مین پنہان خار ہوتا ہے

اُٹھاتا ہے کبھی گر درد مجھ بیمار فرقت کو ۔ یہ شدت ضعف کی ہے بیٹھنا دشوار ہوتا ہے
رقیب اور ہم برابر جب پئے وصل اُسنے کہتی ہین ۔ اُدھر اقرار ہوتا ہے ادھر انکار ہوتا ہے
وہ جب عنّاب لب کا بوسہ دینا ترک کرتے ہین ۔ مریض ہجر اچھا ہوکے پھر بیمار ہوتا ہے
ترے تیر نگہ کا توڑ کوئی اور کیا جانے ۔ اُسی سے پوچھ یہ جسکے جگر سے پار ہوتا ہے
کبھی گر دل مین کرتا ہون ارادہ بوسہ لینے کا ۔ جو ہے حد کی نزاکت سرخ وہ رخسار ہوتا ہے
خلل پڑ جائے گا راز و نیاز بلبل و گُل مین ۔ چمن مین سبزۂ خوابیدہ کیون بیدار ہوتا ہے
قیامت آئے یا سارا زمانہ ہو تہ و بالا ۔ ترا دیوانۂ بیہوش کب ہشیار ہوتا ہے
ہٹا کر عاشقو نکو اپنے در سے وہ یہ کہتے ہین ۔ ہٹو پامال میرا سایۂ دیوار ہوتا ہے
نزاکت نے تمھاری رفتہ رفتہ یہ ترقی کی ۔ مجھے اب آنکھ اُٹھا کر دیکھنا دشوار ہوتا ہے
خدا کے گھر مین پڑ رہتے ہین جاکر رند ہم ایسے ۔ کبھی گر بند باب خانۂ خمار ہوتا ہے
پھرے گردون یہ میرے بخت کی گردش نہ پائیگا ۔ زمانہ کب تلون سے مزاج یار ہوتا ہے
اسیران کہن اب یون قفس مین نالے کرتے ہین ۔ نظر صیاد پر مُنھ جانب گلزار ہوتا ہے
فرشتے مہر کا آئینہ لائین سامنے جلدی ۔ سحر کا وقت ہے وہ خواب سے بیدار ہوتا ہے
شراب ناب یون تو ہم بھی اے زاہد نہین پیتے ۔ مگر ہان جب کسی معشوق کا اصرار ہوتا ہے

فراق یار مین یہ آنکھین جب رونے پہ آتی ہین
خجل اُن سے فصاحت ابر دریا بار ہوتا ہے

ظاہر شفق کے رنگ سے یہ صاف صاف ہے ۔ یہ آسمان بھی کوئی زمین مصاف ہے
آکر ہمارے خانۂ دل مین رہو بتو ۔ یہ بھی خدا کے گھر کیطرح پاک صاف ہے
واعظ شراب ایک طرف ہو کوئی گناہ ۔ بیخود ہو نہین شباب مین سب کچھ معاف ہے
منھ دیکھتے ہین نہر مین اپنا عروس باغ ۔ پانی جو مثل آئینہ شفاف و صاف ہے
رندو نگاہین ڈالو نہ بنت العنب پہ یون ۔ دیکھو مزاج پیر مغان کے خلاف ہے
خاموش بے سبب نہین غیر امتحان کے وقت ۔ قاتل کا رُعب مانع لاف و گزاف ہے
شاعر ہین متفق کہ ہے معدوم وہ کمر ۔ لیکن دہن کے باب مین کچھ اختلاف ہے

اِسطرح آپ وار لگاتے ہین تیغ سے
بسمل پھڑک کے کہتے ہین کیا ہاتھ صاف ہے

صحرا کے گردباد طریقہ مجھے بتا ئین
منظور قبر قیس حزین کا طواف ہے

میرے ضعیف نالونکی آواز اُن تلک
پہونچی گی آج خاک ہوا بر خلاف ہے

رندو شراب پی کے کرو اور بھی گناہ
پیر مغان سے پوچھ لو کیا کیا معاف ہے

بیدرد ہین زمانے مین اہل سواد بھی
کام اُس قلم سے لیتے ہین جسمین شگاف ہے

پردہ اُٹھا کے سامنے آؤ گئے رقیب
یہ بات جب خلاف نتھی اب خلاف ہے

دل لینے کے طریقے ہمین نے بتائے تھے
مشتاق ہو گئے ہو تو اب انحراف ہے

کیا جاؤن اُنکے کوچے مین ہین نقش پائے غیر
کانٹے بچھے ہوئے ہین کہان راہ صاف ہے

دروازہ بند کر کے وہ کیا جھانکین غیر کو
مانع ہماری خاک میان شگاف ہے

کہتے ہین گبر کچھ تو مسلمان اُسکو کچھ
ہے ذات ایک نام مین پر اختلاف ہے

مین بعد مرگ لیٹا ہون وہ پاس ہین کھڑے
جب یہ خطا معاف نہ تھی اب معاف ہے

واعظ جو مے پرستونکو کہتا ہے دوزخی
لا تقنطو کے آیہ سے کیا انحراف ہے

ذکر خدا بھی چاہیے مسجد مین زاہدا
کیا چھپکے بیٹھے رہنے کا نام اعتکاف ہے

مطلب مین خط کو پڑھ کے فصاحت سمجھ گیا
تقریر اُنکی اُلجھی ہے تحریر صاف ہے

تجسس مین ہین وہ ایسی وفا کے
کہ جسمین ہون کئی پہلو جفا کے

کرو باتین قریب اُنکو بٹھا کے
مگر پہلو شکایت کا بچا کے

صدا اُتجا نہ مین دیتا ہے ناقوس
یہان سجدے کرین بندی خدا کے

ہوا دعوی نزاکت کا جو باطل
بہت پچھتائے وہ قرآن اُٹھا کے

مرے دُکھتے ہوے دل کو دکھایا
اجی بیدرد ہو تم انتہا کے

دکھاتین غیر کی آہین بھی تاثیر
اثر مانع رہے میری دعا کے

ضرور آپ آنکھین نرگس سے لڑائین
مگر یہ شرط ہے سرمہ لگا کے

کلیجہ تھامے اپنا آتے ہین وہ
کسی دُکھتے ہوے دلکو دُکھا کے

جوان کیا پیر اس کوچے مین آئے
زمین پر ہین نشان پاے عصا کے

اِسی رستے مین یہ کہکر پکارا
جفا کے دوست اور دشمن وفا کے

ترے قد کا ہی ہر باغ مین عکس
شجر سب دیکھتے ہین سر جھکا کے

نہ آئے کوسے اُلفت مین مرے ساتھ
خضر اُلٹے پھرے رستہ بتا کے

حنائی ہاتھ مین پہنو علی بند
ہند ھین پر طائر رنگ حنا کے

الف ہین کھینچے تا سینے پہ آزاد
نگر قائل ہین توحید خدا کے

چلین سنگ حوادث گر فلک سے
ذرا اس شیشۂ دل کو بچا کے

ہین ایسا ناتوان ہون دردنی بھی
زمین پر مجکو دے پٹکا اُٹھا کے

زمین کا بھی جگر سو جاسے شق ہے
ملا کیا قبر مین مجھ کو دبا کے

اشارہ کرکے ابرو کا بلایا
دیا بوسہ مگر غنچہ دکھا کے

عیادت کو مری آنا تھا پہلے
دم آخر وہ ساتھ آئے قضا کے

ہماری ہڈیون کے ہونگے حصے
سگ جانان کے تربت کے ہما کے

فصاحت یہ شرف پایا ہے کس نے
علی پیدا ہوے گھر مین خدا کے

مرے جب ہم وہ بولے مسکرا کے
طریقے ہین یہی اہل وفا کے

ہٹایا دھوپ کو سایہ نے آکے
ملا کیا مجھ کو اُس در سے اُٹھا کے

ارادہ ہے جگر کو دل مین رکھون
تری ترچھی نگاہون سے بچا کے

گرا مین پیر ناطاقت تو روکا
عصا سے پہلے سایہ نے عصا کے

فلک کا نپا زمین لرزی تم آئے
اثر کیا کیا ہوے میری دعا کے

بڑھا حسن اُنکے خط کا عکس رخ سے
یہ سبزہ لہلہایا دھوپ کھا کے

گلی سے اُنکی جو نکلے یہ کہدو
چل آنکھین بند کر کے سر جھکا کے

چمن مین زخم لالے کے بھر آئین
اگر بھاہے لگین برگ حنا کے

اشارہ اُنکی آنکھون کا ہی مجھ سے
جو دل مانگین تو دیدینا چھپا کے

پھٹے حالون جو گل شبنم نے دیکھے
اُڑھا دی اپنی چادر رحم کھا کے

شکایت کرنے بیٹھے اُن سے جب ہم
کہا دل نے مرا پہلو بچا کے

جوانی مین چلے ہم سب کے آگے
پر اب پیری مین ہین پیچھے عصا کے

وہ اپنے دل مین کیا سمجھے فصاحت
جو عاشق ہین اُن ایسے بے وفا کے

میان باغ ہین اسطرح بادہ خوار آئے
کہ جیسے جھوم کے ابر آئے یا بہار آئے

جو آئے پاس وہ عاشق کے یون تو لطف نہین
مزہ جبھی ہے اگر بعد انتظار آئے

صبا سے کہدو وہ کوچہ ہے رشکِ گلشنِ خلد
جو باغ مین بھی نہ آئی ہو وہ بہار آئے

ہوا یہ رعب لگا کہنے مجھ کا مجھ واعظ
میان وعظ جو دو چار بادہ خوار آئے

مثال دیتے ہین کیون آئینہ سے لوگ اُسے
خدانخواستہ دل مین مرے غبار آئے

بلا کے بزم مین اُسنے ہمین ذلیل کیا
گئے ہنسی خوشی آئے تو اشکبار آئے

جمال آپ کا جی بھر کے ہم نہ دیکھ سکے
حضور آئے بھی تو وقت احتضار آئے

ملے نہ آپ وہان بھی کنشت و دیر تو کیا
خطا معاف ہو کعبہ مین بھی پکار آئے

کچھ آرزوئین ہین باقی نکال لون مین انھین
خدا کرے کہ جوانی پھر ایک بار آئے

خبر غلط مرے مرنیکی جانتے ہین وہ
لحد مین دفن ہون تو شاید اعتبار آئے

تم اور غیر کے گھر پر نہین گئے ہو گے
قسم بھی کھاؤ تو مجکو نہ اعتبار آئے

اشارہ دیدۂ ساغر کا ہے یہ ساقی سے
نہ کھولنا درِ میخانہ بے بہار آئے

اسی سے قلب و جگر پر رکھے ہون دونون ہاتھ
نہ بیقرار کے نزدیک بیقرار آئے

حرم سے پھر کے یہ اب سوچتے ہین راہ مین ہم
پکارنا تھا کسے اور کسے پکار آئے

کسی مشاعرے مین جب گئے فصاحت ہم
کہا یہ سب نے امانت کے یادگار آئے

خم بھرے ہین ساقیا کن کے لیے
ابر اُٹھا رند آئے لا اِنکے لیے

دے نہ طول اتنا شب فرقت کو چرخ
رہنے دے کچھ ہجر کے دن کے لیے

کوستے ہین وہ ہمین کو رات دن
ہم دعائین کرتے ہین جن کے لیئے

در پہ حاضر ہین گنہگاران عشق
کچھ سزا تجویز کر ان کے لیئے

موت آتی ہے اُنھین کو واہ واہ
مانتے ہین منتین جن کے لیئے

بولے بہرا امتحان وہ ہم جو آئے
زہر لا ناگھول کر ان کے لیئے

نوجوان عاشق کو زیبا اضطراب
شوخیان معشوق کمسن کے لیئے

آج وہ سب زہر کھا کر مر گئے
بد دعا کرتے تھے تم جن کے لیے

شیشۂ مے یون نہ دیکھ اے محتسب
قہر ہے تیری نظر ان کے لیئے

غیر نے گستاخیان کین تم سے آج
ہائے سمجھاتے تھے اس دن کے لیئے

آہ وہ صبح شب وصلت کر دون
تیر ہو حلق مؤذن کے لیئے

کیا نہین رازق سے نادان مطمئن
رزق شب رکھتا ہے کیون دن کے لیئے

کیا چھٹے رنج و ملال و غم کا ساتھ
یہ مری خاطر ہین مین ان کے لیئے

آخر شب دم نہ نکلا غیر کا
دوپہر کمبخت نے دن کے لیئے

دل جگر ہنس ہنس کے رو دے آپنے
روئنگے ہم عمر بھر ان کے لیئے

اے فصاحت کچھ نہین پروا اُنھین
ہائے مین رسوا ہوا جن کے لیے

روئے گا کون یہ دل اور جگر کس کا ہے
آج اُس کوچے مین ہم جائینگے ڈر کس کا ہے

نالہ گھر پر مرے لایا اُنھین یا لائی آہ
نہین معلوم کہ دونو مین اثر کس کا ہے

امتحان کے لیے تلوار اگر کھینچی ہے
دیکھو خم مجمع عشاق مین سر کس کا ہے

مہر بے وجہ ادھر سے تو نہین منھ پھیرے
آپکے چہرے سے اچھا رخ اُدھر کس کا ہے

آج ہم عشق مین تڑپے تو ہر اک نے پوچھا
دل مین پیوست اسے تیر نظر کس کا ہے

آج دل لے کے تو کہتے ہو کہ ہے مال مرا
کل اُسے بھی تمھین لوگے یہ جگر کس کا ہے

نشۂ حسن سے سرشار ہو تم تو سر بزم
کیا کہین ذکر ادھر اور اُدھر کس کا ہے

بیٹھے رہتے ہو جو خاموش جھکائے ہوئے سر
اے فصاحت تمھین دھیان آٹھ پہر کس کا ہے

یہ رعد کہہ رہا ہے ہوا سے پکار کے
باغو نمین خیمے کھینچ دے ابر بہار کے

لیکر زمین اتنی سی لے چرخ کیا کرون
لائق مکان کے ہے نہ قابل مزار کے

گھبرایا شیخ ہم جو کبھی میکدے مین لائے
تسبیح رکھدی طاق پہ شیشہ اتار کے

ہم رند پیر کہتی ہین جا جاگے زیر تاک
ملجائے یہ زمین تو ہو قابل مزار کے

گردون پہ منھ پھرا کے لگا مہر کانپنے
دیکھے ہین داغ کس کے دل بیقرار کے

کیا کھل کھلا کے ہنستے ہین اپنے نصیب پر
کانٹو نمین گھر کے پھول ہمارے مزار کے

قمری نے عشق سرو کا چھوڑا نہ باغ مین
ڈرتے بھی کھاکے موج نسیم بہار کے

یہ کہہ کے درد دل کو بلاتا ہون ہجر مین
اے ساتھ دینے والے شب انتظار کے

عشاق جاکے خلد مین کوثر پہ کیا کرین
پیاسے اُٹھے ہین شربت دیدار یار کے

آتا ہے فاتحہ کے لیے شب کو چھپ کے کون
بجھتے ہین کیون چراغ ہمارے مزار کے

گردون نے اسکو عقد ثریا بنا لیا
ہم میکشون کے باغ سے خوشہ اُتار کے

اے آفتاب یک زمین پر ہو آفتاب
ذرے جو مجتمع ہون ہمارے غبار کے

بخشش پہ مجرمونکی کہینگے یہ پارسا
ہم بھی گناہ گار ہین پروردگار کے

مدفون ہے دل مین حسرت مردہ زمین مین ہم
اک اور بھی مزار ہے اندر مزار کے

وہ پھینکتے ہین خاک پہ اچھا یونہین سہی
کچھ تو بھرینگے زخم دل بیقرار کے

ہے وعظ ختم ہونے کو رندو نہ چوکنا
واعظ دعا کرے جو عمامہ اُتار کے

کہدو ہوا سے سبزۂ خوابیدہ کو اُٹھائے
بیٹھینگے آنے والے ہمارے مزار کے

داغ غم حسین تھا جو دل پہ ہین
سمجھو چراغ انھین شب تار مزار کے

چھنتے ہین عکس روزن دیوار یار کے
پھاہے ہین میرے داغ دل بیقرار کے

لائے چڑھانے توڑ کے وہ پھول ہار کے
برسونمین دن پھرے ہین ہمارے مزار کے

بلبل کی بھی ہین زیست کی اتنی ہی ساعتین
بس جسقدر شمار مین ہین دن بہار کے

مین سوچتا ہون کچھ تجھے تکلیف تو نہین
اے رہنے والے میرے دل بیقرار کے

سر غیر کا اُتارا ہی دھو ڈالیں آپ ہاتھ
لوگ اپنے مُنھ کو دھوتے ہین صدقہ اُتار کے

میخوار دوڑے جاتے ہین میخانہ کیطرف
لگّے برسنے آتے ہین ابر بہار کے

کیا باتین شب کو عاشق و معشوق ہین ہین ہیئے
سُن سُن کے کھلکھلانے لگے پھول ہار کے

ہر روز کو ہی یار مین آتی ہے جب صبا
جاتی ہی گرد بھر کے ہمارے مزار کے

آئے بھی وہ تو فاتحہ مُنھ پھیر کر پڑھا
کچھ دلمین سوچے، دیکھکے روزن مزار کے

آیا ہے دیکھو کوچۂ قاتل مین اسطرح
شاید اجل سوار ہے سر پہ سوار کے

ہمراہ اُنکے باغ مین دی پیکے توبہ توڑ
کہتے ہین چارون حرف یہ مجھسے بہار کے

آئے بھی وہ تو دور سے عاشق کی قبر پہ
پھینکا ہے باسی ہارونکو صدقہ اُتار کے

زہاد مسجد و نہین جلانے کے واسطے
لیجاتے ہین چراغ ہمارے مزار کے

آندھی جو آہ قیس کی اُٹھی میان نجد
چھوٹے ہوا کے ہاتھ سے دامن غبار کے

آئین ہماری جان کا بچنا محال ہے
پھیلے جو دو پہر ہین شب انتظار کے

نرگس کی آنکھ لگ گئی گلشن مین وقت صبح
چھو سکے کچھ! پسے آئے نسیم بہار کے

جاکر صبا چڑھاتی ہی مجنون کی قبر پر
ہر روز پھول اُڑ کے ہمارے مزار کے

دیوارین باغ کی وہ بلند اور اُنپہ خار
دامن بچینگے کاہے کو ابر بہار کے

بوسے وہ لب کھلے مرے مرنے کے دیکھکر
یہ مرگیا کسی نہ کسی کو پکار کے

ناسور بھر گئے ہین فصاحت جگر کے آج
پھوٹے کچھ آبلے جو دل بیقرار کے

چمن مین کوئی گل ٹوٹا ہوا بلبل جو پاتی ہے
کبھی آنکھو نپہ رکھتی ہی کبھی دل سے لگاتی ہے

تمھاری انجمن مین رات کو جب شمع آتی ہے
یہ جرأت دیکھو پروانو نکو بھی ہمراہ لاتی ہے

زمین کوئے قاتل سے صدا ہر دم یہ آتی ہے
کہ جو زندہ یہان آتا ہی اسکی لاش جاتی ہے

بشر کی طرح انسان ہی شریک حال اورونکا
برائی چوٹ کیسی سامنے آکر بچاتی ہے

نہین بیکار جاتی آہ گرم قیس اے لیلیٰ
اُڑا سکتی نہین تو پردہ محمل جلاتی ہے

بے تعظیم درد اُٹھا ہی کیون پہلے سے اے ہمدم
نہین معلوم میرے دلمین کس کی یاد آتی ہے

مرے نالے وہ سنکر رات کو جھنجلا کے کہتے ہین
نہ یہ کمبخت مرتا ہی نہ اِسکو نیند آتی ہے

اُنھون نے گر نہین یہ دل چرایا پھر لیا کس نے
یہ مانا مفت دزدیدہ نگہ تہمت لگاتی ہے

گلستان مین جو بُلبُل کرتی ہی آہ شرر افشان
ہوا صحن چمن مین دامن گل کو بچاتی ہے

نہین کچھ اعتنا کرتے کوئی گر لاکھ سمجھائے
وہی کرتے ہین وہ جو بات انکے دلمین آتی ہے

یہ مانا زاہدا مین نے بہت بد چیز ہے دولت
مگر اتنا کہونگا عیب انسان کے چھپاتی ہے

تاسف چاہیئے ہے سبزۂ گور غریبان پر
جو یا مالی سے بچتا ہے تو دھوپ آکر جلاتی ہے

شب وعدہ یہ مانا سہو ہو جاتا ہے گر انکو
قضا بھی کیا ہمارے گھر کا رستہ بھول جاتی ہے

وہ بولے حشر مین اورون سے عاشق ہی یہی میرا
وہ دیکھو حسرتونکی بھیڑ جسکے ساتھ آتی ہے

تمنائے حسن یوسف کرتے ہین مُنھ پھیرے کیون عاشق
ادھر دیکھین ذرا تصویر انکی مسکراتی ہے

معطر ہوکے اُس کوچے سے آئی ہے جو گلشن مین
نسیم صبح سے پھولونکی نکہت لپٹی جاتی ہے

بوقت نزع جب وہ دیکھنے آتے ہین عاشق کو
تو سارے جسم کی کھنچ کھنچکی جان آنکھون مین آتی ہے

درو دیوار سے ٹکراؤ گے تا صبح سر اپنا
ڈھلا دن ہجر کا اب اے فصاحت رات آتی ہے

پیچ گیسو مین ہی خم زلف گرہ گیر مین ہے
بل کمر مین ہے لچک آپکی شمشیر مین ہے

اپنی قسمت سے بدی پہ ہو راضی کیا غیر
اور گردش کے سوا کیا مری تقدیر مین ہے

جا سکے گا نہ نکلکر تر ادیوانہ زار
گو دکھائی نہین دیتا ہے پہ زنجیر مین ہے

جان بلب مجھکو جو دیکھا تو وہ بولے ہنسکر
ابھی برسون یونہین جینا تری تقدیر مین ہے

خط اُسے لکھ چکے جب ہم تو یہ قاصد نے کہا
درد آمیز بھی فقرہ کوئی تحریر مین ہے

بزم شادی ہو کہ ہو مجلس ماتم اے شمع
ہر جگہ دیکھے جلنا تری تقدیر مین ہے

چھد کے دل میرا نکل آیا تو کہنے لگے وہ
دیکھو پیکان یہ پیکان یہ مرے تیر مین ہے

ہم نے مانا کہ نہین حوصلہ باقی کوئی
ہوس عود جوانی تو دل پیر مین ہے

اُنکا وحشی نہ چھٹا قید سے مرنے پر بھی
قبر تک دیکھو جکڑی ہوئی زنجیر مین ہے

نسر طائر کو کیا جا کے فلک پر بسمل
اسقدر طاقت پرواز ترے تیر مین ہے

جس کی قسمت کی برائی کبھی سُن لی مین نے ۔ تو کہا سوچ کے یہ بھی مری تقدیر مین ہے
ضعف نے وحشیِ لاغر کو جھکایا اتنا ۔ طوق کے بدلے گلا پاؤنکی زنجیر مین ہے
سخت جانِ غیر وہ نازک یہ ہوا قتل کے بعد ۔ باقی اب دم نہ اُسی مین ہو نہ شمشیر مین ہے

سر جھکا کر یہ کہا ہم نے فصاحت اُس سے
دیکھین تو کیسی روانی تری شمشیر مین ہے

شراب خوار بھی ہے شیخ پارسا بھی ہے ۔ ملا ہوا بھی ہو رندونمین یہ جدا بھی ہے
نہین شراب فقط تندرست کو نافع ۔ اگر مریض پیے کوئی تو دوا بھی ہے
اشارہ کر کے چمن مین وہ سرو پر بولے ۔ اکڑ رہا ہو یہ کیون کوئی دیکھتا بھی ہے
ہمارا دل کیا پامال ملکے دونون نے ۔ فقط حضور کی شوخی نہین ادا بھی ہے
مین جانتا ہون عزیزو نہ مجکو سمجھاؤ ۔ مریضِ عشق و محبت کوئی جیا بھی ہے
شبِ وصال وہ آنکھین ہین اپنی بند کئے ۔ مگر ملی ہوئی کچھ نیند مین حیا بھی ہے
ضرور عاشقو اک روز جان جائیگی ۔ یہی ادا رہی اُنکی تو پھر قضا بھی ہے
تری کمر کا بھلا حال کس سے پوچھو نمین ۔ عدم مین جاکے کوئی آج تک پھرا بھی ہے
نگاہ آپ ہی کی تیر بے پناہ نہین ۔ حضورِ بیکس و مظلوم کی دعا بھی ہے

فصاحت اُنکا گلا کیون کرون نہ تنگ آکر ؏
کہان تلک مین سہون ظلم انتہا بھی ہے

چھپے گا نہ اب راز مشکل یہی ہے ۔ صفائی اگر تجھ مین اے دل یہی ہے
وہ آتا ہے جو ہمدمو تیغ کھینچے ؏ ۔ کبھی دوست تھا اب تو قاتل یہی ہے
کبھی بوسہ مانگا تو ہنسکر وہ بولے ۔ ہے کچھ اور یا خواہشِ دل یہی ہے
رہے دورِ ساغر یہی رندو مین ساقی ۔ ارے رونق افزاے محفل یہی ہے
نہ دے تو نہ کر بدزبانی بھی منعم ۔ جواب خموشیِ سائل یہی ہے
مجھے خوف ہے جسم زخم عدو سے ۔ اگر زور بازو ے قاتل یہی ہے
کہا درد مے دے کے ساقی نے مجھ سے ۔ کہ مفلس ہو جو اُسکے قابل یہی ہے

یہ سچ ہی نہیں رشک سے کوئی بدتر
اگر میرے دشمن کا قاتل یہی ہے

نہ دوں اور دوں کسکو دل ای فصاحتؔ
حسین ہیں بہت مجھکو مشکل یہی ہے

سنتے ہیں شان و تجمل سے بہار آتی ہی
دیکھیں ہم بادہ کشوں کے لیے کیا لاتی ہے

واں یہ اُلفت مجھے دوڑائے لیے جاتی ہی
جس جگہ روز دبے پانوں ہوا آتی ہے

جانب میکدہ آئیگی جو اُٹھی ہے گھٹا
دیکھیں ہم پہلے پہونچتے ہیں کہ آتی ہے

اُسکو کیا راز و نیاز گل و بلبل سے غرض
گریۂ ناحق شبنم پہ ہنسی آتی ہے

ہیں وہ گریاں ہوں بناتا ہی جو نقشہ مانی
بنتے بنتے مری تصویر بگڑ جاتی ہے

دل شکستہ ہوا کیونکر کہ نہ آئی آواز
ٹوٹتا ہی کوئی شیشہ تو صدا آتی ہے

ہم فن شعر میں افسوس نہ کامل ہونگے
مشق بڑھتی ہے مگر عمر گھٹی جاتی ہے

فوق ہی اور گھر و نیر سے گھر کو شب ہجر
نہیں جاتی ہے کہیں جو وہ بلا آتی ہے

اُسنے قاصد کو مرے قتل کیا ہے شاید
تجھ سے اے باد صبا خون کی بو آتی ہے

ہائے کیسی مری تربت پہ یہ چلتی ہی ہوا
پھول مرجھا گئے اب شمع بجھی جاتی ہے

پہلو ؤں میں نہیں اب قلب و جگر درد کجا
پھر وہ ہے کونسی شے جو مجھے تڑپاتی ہے

عشق بازی میں پڑی ہی نئی عادت مجکو
سر ہو معشوق کے زانو پہ تو نیند آتی ہے

پیش حق آتا ہے مظلوم کوئی فریادی
بھیڑ اک حشر میں سمجھائی ہوئی آتی ہے

لاکھ اُنھیں منع کیا کرتی ہے بے پروائی
گھیر کر مرقد عاشق پہ وفا لاتی ہے

حسن خط پر ہی تمھیں ناز جوانی ہیں عبث
سبز ہو جاتے ہیں کانٹے جو بہار آتی ہے

سونگھ لو قلب فصاحتؔ کو فرشتو پس مرگ
اُلفت پنجتن پاک کی بو آتی ہے

شمع اس بزم میں خیر آئے اگر آتی ہے
ساتھ کیوں لے کے پتنگوں کو لگا لاتی ہے

آنکی شمشیر نگہ کونسی چال آتی ہے
دلمیں در آکے کلیجہ سے نکلجاتی ہے

آتش عشق سے خود بھکتے ہیں اغیار مگر
میری آہوں کی ہوا اور بھی بھڑکاتی ہے

نہین بہزاد سے بنتی کمر نازک یار
ایک بل ہو تو کھنچے سیکڑون بل کھاتی ہے

قید ہی خانۂ صیاد مین خود کیونکر آئے
باغ مین بلبل نالان کی صدا آتی ہے

کیا مجال آئے کوئی سامنے انکے بے حکم
آنکھ اشارے سے بلاتی ہے تو شرم آتی ہے

دوستونکا ہوا احسان جو لائے تا قبر
خود ندامت سے مری لاش گڑی جاتی ہے

باغبان باغ مین خوش قد کوئی آیا ہے ضرور
آج تو سرو مین جو شاخ ہے بل کھاتی ہے

مثل مردے کے شب ہجر پڑا ہون بےحس
ہمدمو فرق بس اتنا ہے کہ سانس آتی ہے

میرے گھر شام سے فرقت مین بلا آئی کیون
اب اندھیرے نے جو گھیرا ہے تو گھبراتی ہے

آج کی رات ارادہ ہے وہان جانے کا
کہ جہان نیند کے پردے مین حیا آتی ہے

ہاے کیا کہہ کے مری قبر پہ روتے ہین حسین
اور بھی بھولونکو سُن سُن کے ہنسی آتی ہے

آئنہ خانے مین وہ آکے یہ فرماتے ہین
اتنے ہین دیکھنے والے مجھے شرم آتی ہے

تن یہ پھنکتا ہے تپ غم سے فصاحت میرا
گرم ہو جاتی ہے جب سرد ہوا آتی ہے

کیا کہین ہاے عجب طرح سے عالم مین رہے
ہم کہین جا نہ سکے دائرہ غم مین رہے

جس مکانمین ہو تو آباد وہ عالم مین رہے
جس نگین پر ہو ترا نام وہ خاتم مین رہے

گر نہ انسان کو میسر ہو خوشی غم مین رہے
کچھ نہ کچھ چاہیے بیکار نہ عالم مین رہے

باغ مین اُسنے نقاب اُلٹی جو رخ سے شب کو
منھ لپیٹے ہوے گل چادر شبنم مین رہے

گر مٹاتے ہو نشان گور غریبان کا تم
یون مٹاؤ کہ بھلا نام تو عالم مین رہے

بہت اچھا ہے ارے پیچ مری قسمت کا
گر اجازت ہو ترے گیسوئے پرخم مین رہے

حکم دیتا ہے یہ اللہ رے منعم کا بخل
کہ سیاہی بھی جو درہم کی ہے درہم مین رہے

ہے غضب غیر کے مرنیکی خوشی بھول گئے
واہ سرگرم وہ ایسے مرے ماتم مین رہے

ساتھ آہونکی ہواؤن نے نچھوڑا ادان بھی
آگ بھڑکائی جو ہم جاکے جہنم مین رہے

وحشی چشم کو یہ دیکھ کے کہتے ہین غزال
اپنی آنکھونپہ جگہ دین یہ اگر ہم مین رہے

کچھ تعجب نہین جو منعم طماع کی روح
تن سے نکلے بھی اگر کیسۂ درہم مین رہے

بل جوانی کا نہ جائے کہین ہشیار اُی عمر
آئی پیری تو ہمارے قدِ پُرخم مین رہے

سرمگین چشم صنم کا ہو اشارہ ہر پل
تو سہی کوئی گھر آباد نہ عالم مین رہے

شب فرقت نے جلایا ہی مرا دل کیا کیا
میرے مالک یہ دھوان بنکے جہنّم مین رہے

ڈھانک کر چہرہ نکیون شب کو وہ سوئین سرِ بام
یہ وہ ہے پھول کہ مرجھائے جو شبنم مین رہے

زخم اوچھے تھے تو شرم اور ونسے آئی قاتل
مدتون مُنھ کو چھپائے ہوے مرہم مین رہے

مُہر کہدواتے ہین شاید یہ سمجھکر انسان
کہ اگر ہم نہ رہین نام ہی عالم مین رہے

قول گندم ہے کہ آسان نہین یہ ماتم
سینہ یون چاک کرے جو غم آدم مین رہے

اے صدف سیل جو ان اشکونکے دریا دیکھے
گھٹ کے خجلت سے ترے دیدۂ پرنم مین رہے

اے پری جوش جنون مین ہون اگر مین لاغر
تو گلا طوق کے بدلے تری خاتم مین رہے

الامان آتش فرقت سے جلا اے مالک
یہ جہنّم ہی کی ہے آگ جہنّم مین رہے

چہچہے کرنے لگی باغ مین بلبل دم صبح
کھل گئے غنچۂ منقار جو شبنم مین رہے

عاشقونکو تو مٹایا پر اب انکو ہے یہ فکر
کوئی معشوق سوا میرے نہ عالم مین رہے

دل سے اس حسرت مردہ کو جو پھینکا مین نے
بولے مردے کہ اجازت ہو اگر ہم مین رہے

اے فصاحت ہوے سب عیش و مسرت مین شریک
ہائے پوچھا نہ کسی نے ہمین جب غم مین رہے

گئی ہے تن سے طاقت ساتھ چھوڑا ہے جوانی نے
یکایک آئی پیری زور ڈالا ناتوانی نے

ہوئی تیز آتش رنگ حنا ہاتھ اُسنے جب دھولے
یہ اُلٹی بات دیکھو آگ بھڑکائی ہے پانی نے

اکڑتا تھا بھلا کب اسطرح سے تو لڑکپن مین
ارے ہم خوب سمجھے یہ سکھایا ہے جوانی نے

جو اُترا حلق سے اس تیر کا پیکان تو جان آئی
بجھائی ہے ہماری پیاس کیا اک بوند پانی نے

اگر مرجائے بھی عاشق یقین آتا نہین اُنکو
یہ انکے دلمین اچھی بات ڈالی بد گمانی نے

گنہ اس عہد کے اے کاتب اعمال کیون لکھے
نہ تھا کچھ ہوش دیوانہ بنایا تھا جوانی نے

مریض ہجر جانا ہین ملے تیمار دار اچھے
اُٹھایا درد نے ہمکو بٹھایا ناتوانی نے

جو دیکھین مست تو جام شراب ارغوان سمجھین
کیا ہے سرخ اُن آنکھونکو یہ جوش جوانی نے

ہوا ہین پیر پر لمین ہے ابتک ولولہ باقی
گئی تو پر نشانی چھوڑدی اپنی جوانی نے

کبھی دیدار کے طالب نہ ہوتے حضرت موسیٰ
اُنھین جرأت دلائی بڑھ کے تیری مہربانی نے

بنا تیر حوادث کا نشانہ اے فلک مجھ کو
فراق یار مین سمجھیں کیا ہے ناتوانی نے

تعجب کیون ہواے اہل بزم اُٹھا اثر دیکھا
جلایا ہے نہال شمع کو اشکون کے پانی نے

وہ اس عالم سے اُس عالم مین جاسکتے نہین دیکھو
کیا ہی خضر کو قیدی حیات جاودانی نے

ادا غمزہ کرشمہ ناز شوخی سب تھے پہلے ہی
مگر اب تو مزاج اُنکا بگاڑا ہے جوانی نے

فصاحت

ہم تو شاگرد و برادر ہین لطافت کے ۞
کیے دم بلبلونکے بند جسکی خوش بیانی نے ۞

قید بلبل ہی کو صیاد نے کیا رکھا ہے
طائر رنگ حنا کو بھی پھنسا رکھا ہے

حسن نے دید سے محروم سدا رکھا ہے
آپ کو شرم کے پردے مین چھپا رکھا ہے

نزع کے وقت کوئی پوچھ لے یہ منعم سے
ساتھ کیا اپنے لیے جاتا ہے کیا رکھا ہے

تہ نادی وصل صنم غیر کے گھر ہے کیا آج
کہ جلاجل کی طرح شور مچا رکھا ہے

دیکھیے آج وہ محفل مین کسے دیتے ہین
ایک تو پی چکے اک جام بھرا رکھا ہے

رائے لیتے ہین الفت مین ہم اپنے دل سے
گو یہ دشمن ہے مگر دوست بنا رکھا ہے

داغ سودا دیا مجنون کو تو فرہاد کو زخم
حضرت عشق مرے واسطے کیا رکھا ہے

غیر کو ہم سے عداوت ہی تو ہمکو بھی ہی بغض
کچھ اُٹھا رکھینگے صاحب نہ اُٹھا رکھا ہے

غیر سے رسم نہین گر تو بھر آتا ہے کیون
تمنے جھگڑا تو مریجان لگا رکھا ہے

دیر تک بیٹھے رہین ہم تو اُٹھا سے ہمکو
اس لیے غیر کو پاس آ سنے بٹھا رکھا ہے

دوستو تمکو ترے بیمار کے بچنے سے ہی یاس
قبر کھودی ہے کفن پہلے سے لا رکھا ہے

واہ اک تند مزاجی نے مرض مین اے عشق
اُنکے عاشق کو بھی معشوق بنا رکھا ہے

تیغ اُس مست نے جب کھینچی ہے میخانے مین
پہلے ہی جھک کے صراحی نے گلا رکھا ہے

ہم نے او پردہ نشین تیرے تصور کو بھی
سات پردو نمین ان آنکھونکی چھپا رکھا ہے

رندو یہ مانا کہان شیخ کہان شیشہ مے
پھر بھلا طاق پہ مسجد کے یہ کیا رکھا ہے

ہمدمو یہ کیہ معلوم جگر ہے یا دل
درد اُدھر کو ہی جدھر ہاتھ مرا رکھا ہے

بے طلب جام نہ دے بزم مین شاید ساقی
ہاتھ اسیواسطے پہلے سے بڑھا رکھا ہے

اے مرے دیدۂ گریان یہ خبر ہی کہ نہین
پھر سمندر نے بہت شور مچا رکھا ہے

اُستخوان قیس نے دکھلاکے تنِ لاغر کے
زندگی مین سگ لیلی کو لگا رکھا ہے

بزم ساقی مین مرے ہاتھ یہ اک خالی جام
دیر سے صورت کشکول گدا رکھا ہے

آبلہ ہو کے بہا دل مرے پہلو مین نہین
دیکھ لو پھر نہ یہ کہنا کہ چھپا رکھا ہے

بولے ہم جب شب ہجر آئین بلائین گھر مین
تم بھی خیر آؤ قضا کو بھی بلا رکھا ہے

غمزہ انداز و ادا عشوہ کرشمہ شوخی
سب نے ملکر انھین معشوق بنا رکھا ہے

میرے ماتم مین انھین دیکھ کے ہنس پڑتے ہین لوگ
ہاے رونیکا بھی انداز نیا رکھا ہے

آئینہ سامنے اور دعوئے یکتائی واہ
ایسے نادان ہین سمجھتے نہین کیا رکھا ہے

دل نہ دینے پہ عبث مجھ سے خفا ہو صاحب
مُنھ اُدھر پھیر کے دیکھو تو یہ کیا رکھا ہے

تم کہو لاکھ کہ دل تیرا مرے پاس نہین
نیچی نظرون سے ہی ظاہر کہ چھپا رکھا ہے

نئے مضمون کا ملنا ہے فصاحت مشکل
ہم کہین کیا شعرا نے کچھ اُٹھا رکھا ہے

سب کے سب عشق کا ہین نام ڈبونے والے
جتنے بیٹھے ہین ترے کوچے مین رونیوالے

شب کو نالے نہ سنے میرے نہ بیتاب ہوے
جاگنے والون سے اچھے رہے سونیوالے

رہرو کوے صنم دیکے مجھے کہتے ہین
دل ترا ہے کہ نہین دیکھ لے کھونیوالے

بدلے پانی کے مری قبر ہے تر اشکون سے
دفن کرکے مجھے کیا روئے ہین دھونیوالے

میرے ماتم مین تجھے خوف و خطر کسکا ہی
اے ادھر اور اُدھر دیکھ کے رونیوالے

مشعل داغ جگر لے کے ترے کوچہ مین
اپنے دل ڈھونڈھتے ہین رات کو کھونیوالے

نیند آنے کی نہ حسرت ہو مجھے کیون شب ہجر
کہ اُنھین دیکھتے ہین خواب مین سونیوالے

کوئی اتنا مری تربت پہ کہے پھولون سے
کھل کھلا کر نہ ہنسو آئے ہین رونیوالے

اثر گریہ سے نم وان کی زمین رہتی ہی
تیرے عشاق جہان دفن ہین رونیوالے

حشر کو اُٹھے گا ہر ایک فصاحت گریان
ہونگی خندان غم شبیر مین رونیوالے

کیا غضب ہے آپ جس کوچے سے اے دلبر چلے
چاہنے والون مین تلوارین چلین خنجر چلے

دفعتاً پہلو سے میرے اُٹھ کے کیون دلبر چلے
دل ملا مسلا جگر سچ سچ کہو کیا کر چلے

ہون وہ بلبل باغ مین جب آ گئی فصل بہار
خانۂ صیاد سے اُڑ اُڑ کے میرے پر چلے

ذبح ہو نیکی مجھے حاصل ہو لذت دیر تک
حکم دو رُک رُک کے میرے حلق پر خنجر چلے

حسن رخ کہتا ہے انکا ہان لڑائی ہو شروع
فوج خط بڑھ آئی اب مژگان کا بھی لشکر چلے

دَیر سے گھبرا کے مین نکلا تو بولا برہمن
شکوہ کرنے کو بتونکا کیا خدا کے گھر چلے

آئے تو غیرونکے ساتھ اُٹھے بھی تو غیرون کے ساتھ
خوب مجھ بیمار اُلفت کو وہ اچھا کر چلے

گھر سے مین دیوانہ جب نکلا تو لینے کے لئے
دشت سے اُٹھے بگولے کوہ سے پتھر چلے

جب تلک بیٹھے رہے میرا جگر مسلا کیے
دل کیا پامال جب وہ چال اٹھلا کر چلے

ساقیا کافی نہین ہم میکشون کو ایک دور
چاہیے شغل گزک کے بعد پھر ساغر چلے

غیر بھی ہشیار ہین وہ بھی کوئی نادان نہین
لاؤن اپنے گھر مین کیا فقرہ کوئی کیونکر چلے

ہاے مجھ کو گور تیرہ مین اکیلا چھوڑ کر
فاتحہ پڑھ پڑھ کے احباب اپنے اپنے گھر چلے

آج اُنھون نے اُٹھ کے پہلو سے یہ اچھی چال کی
مجھ کو کچھ تسکین نہ دی پر دل کو سمجھا کر چلے

میرے آگے بن سنور کے عطر ملکے جلد جلد
سچ کہو وعدہ ہے کس سے آج کس کے گھر چلے

واہ اس آنے سے تو صاحب نہ آئے ہوتے آپ
پاس بیٹھے ہائے تھوڑی دیر تڑپا کر چلے

حضرت پیر مغان اپنی کرامت کر دکھائین
بے اعانت خود بخود میخانہ مین ساغر چلے

تیز چلنا بھی برا آہستہ چلنا بھی برا
آپکے کوچے مین صاحب پھر ہوا کیونکر چلے

اے فصاحت قتل گہ مین چلتی ہے یون اُنکی تیغ
جسطرح سے نازنین کوئی پری پیکر چلے

پہلو و بستر وہ رقیبونکے نظر کیا کرتے
ایسے پتھر کے دل آہن کے جگر کیا کرتے

یون بسر ہجر مین اے رشک قمر کیا کرتے
شام سے ہائے سحر ہائے سحر کیا کرتے

دیکھتے ہی رہے اُس ہاتھ کی افشان تا صبح
ہم شبِ وصل ستارونپہ نظر کیا کرتے

بائین پہلو مین وہ بیٹھے تھے مرے پاس آکر
دل کی خواہش تھی اُنھین لیکے جگر کیا کرتے

عاشقو اسلیے باندھا ہی اُنھون نے جوڑا
بارِ گیسو سے جو بل کھاتی کمر کیا کرتے

وصل ممکن نہ ہوا تجھکو نہ ہمکو ہوتا
کوہکن تیری طرح پھوڑکے سر کیا کرتے

اسلیے دہر مین تا زیست رہے خانہ بدوش
ہمکو رہنا ہی نہ منظور تھا گھر کیا کرتے

تربتِ قیس سے دیوانون نے سر ٹکرلے
تھی نہ دیوار نتھا نجد مین در کیا کرتے

شبِ ہجر آہین وہ نالے وہ تڑپنا وہ کرب
حال تھا سب اُنھین معلوم خبر کیا کرتے

نزع مین کوئی نتھا پاس بجز تنہائی
نگہِ یاس ادھر اور اُدھر کیا کرتے

آستین اُلٹی اُنھون نے نہ اُٹھائی اِلٰہی تیغ
پہلے سے باندھکے ہم اپنی کمر کیا کرتے

خوابِ غفلت سے اُٹھے شام جوانی مین ہم
سر پہ آہی گئی پیری کی سحر کیا کرتے

کیون فصاحت دلِ گم گشتہ کی ہم لیتے خبر
تھی جوانی مین نہ اپنی ہی خبر کیا کرتے

ضعف مجھ پیر کو جب حد سے سوا ہوتا ہے
دوسرے ہاتھ مین بھی میرے عصا ہوتا ہے

کس کی جرأت یہ کہے کون بُرا ہوتا ہے
قبر ین وہ روندتے ہین دیکھیے کیا ہوتا ہے

مجھ سا وارد جو کوئی آبلہ پا ہوتا ہے
دشتِ پُرخار مین انگشت نما ہوتا ہے

آہ آہو نہین وہی ہی جو اثر کرتی ہے
وہی نالو نہین ہے نالہ جو رسا ہوتا ہے

بڑھکے آہو سے بھی ہی ناقۂ لیلیٰ وحشی
دور سے دیکھکے مجنون کو ہوا ہوتا ہے

سخت جانی بھی ادھر اور نزاکت بھی اُدھر
قتل کرنے کو ہین وہ دیکھئے کیا ہوتا ہے

کیا کرے لاکے کوئی شمع مری تربت پر
شب کو روشن ترا نقشِ کفِ پا ہوتا ہے

ابھی آئے ہو ابھی کہتے ہو گھر جاتے ہین
یوہین کیا غیر سے بھی وعدہ وفا ہوتا ہے

بد کہا مین نے رقیبونکو تو کچھ بھی نہ ہوا
وہ بُرا کہتے ہین مجکو تو بھلا ہوتا ہے

قید خانہ ہی یہ دنیا نہین بیدائش و موت
قید ہوتا ہے کوئی کوئی رہا ہوتا ہے

تو اعانت نکرے پیر تو چل ہی نہ سکے
خود ترے ہاتھ کا محتاج عصا ہوتا ہے

آستین اُلٹی ہی ابرو پہ ہی بل ہاتھ مین تیغ	گھر سے یون نکلے ہین وہ دیکھیے کیا ہوتا ہے
ہے نئی بات جو رکھتے ہین وہ سینہ پر ہاتھ	درد کم ہو کے مرے دلمین سوا ہوتا ہے
جب دھوان خانۂ خمار سے ہوتا ہی بلند	بادہ خوارو وہی گھنگھور گھٹا ہوتا ہے
ہے یہ تاثیر زمانے مین کوئی طائر ہو	ہڈیان جو مری کھاتا ہے ہما ہوتا ہے
زہر کا جام مجھے دے کے یہ کہتا ہی وہ شوخ	اسکو پی لو تو ابھی وعدہ وفا ہوتا ہے

مہربانی جو ہے مجھ پر شعرا کہتے ہین ز؎
رنگ اشعارِ فصاحت کا جدا ہوتا ہے

اُنکی غیرت کا اشارہ جو ذرا ہوتا ہے	بزم مین شمع سے پروانہ جدا ہوتا ہے
سامنے سب کے سرِ شمع جدا ہوتا ہے	اہل محفل کو خبر بھی نہین کیا ہوتا ہے
مُنھ کو صیاد کے تکتے ہین اسیرانِ کہن	جب کوئی تازہ اسیر قفس رہا ہوتا ہے
موسم گل مین درِ چاک گریبان کی طرح	بابِ گلزار و درِ میکدہ وا ہوتا ہے
مرگیا ہجر مین دل تھام کے عاشق تیر	مُنھ سے اتنا تو کہا درد سوا ہوتا ہے
ہم تو چھوٹے ہین قفس سے یہ اسیر قفس لو	نالے کرتا ہی بہت جو وہ رہا ہوتا ہے
گل تو سہتے تھے ستم اُنکی خوشی سے عشاق	آج سمجھاتے ہین اُنکو کہ بُرا ہوتا ہے
سن کے دل تھامتے ہین دوست تو کیا دشمن بھی	میرے نالو نین عجب نہر دبھرا ہوتا ہے
دل تھا مجروح ستے اب جو ترے سخت کلام	زخم پر چوٹ لگی درد سوا ہوتا ہے
نیچی نظرین کیے کیون محو ہو آرائش مین	دیکھو آئینہ مین بھی کون ہے کیا ہوتا ہے

اسنے محفل سے اُٹھایا تھا فصاحت ہمین کل
آج پھر جاتے ہین ہم دیکھیے کیا ہوتا ہی

حاصل ہوا نہ کچھ تمھین صاحب حجاب سے	آخر کو حسن پھوٹ ہی نکلا نقاب سے
زاہد یہ نفع ہے مجھے جام شراب سے	ہے پاک سارے گھر کی زمین آفتاب سے
ہو انقلاب لاکھ یہ زائل نہ ہو کبھی	اک رنگ میری طبع سے اک بو شراب سے
بلبل کہان یہ پھول ترے اور کجا وہ گل	نام اسکا لے زبان کو دھو کر گلاب سے

بیہودہ گر سوال کرے کوئی کر سکوت ہی لطف خامشی مین زیادہ جواب سے

پیری کے آتے ہی یہ دل افسردہ ہو گیا مانگے نہ کیون . منگ تمھاری شباب سے

یاروزمین کوچۂ جانان وہ ہی زمین ذرے بہت بڑے ہین جہان آفتاب سے

وہ سن کے بھی نہ آئے مری بات بھی گئی فرقت مین فائدہ نہ ہوا اضطراب سے

ہو تجھ مین مجھ مین ساز تو کیا دور ہو وصال کہتا ہی میرا شوق یہ انکے حجاب سے

ہم میکشونکو دیکھ برا کہہ نہ واعظا غیبت ہی شرع مین کہین بدتر شراب سے

اس گل کے پاس یونہو پہونچنا محال ہے بو مانگتا ہے لالہ چمن مین گلاب سے

ساحل پہ لطمہ پڑ جو گیا موج آب کا جاتا رہا غرور دماغ حباب سے

اے عشق ہم اٹھائے نہ جاتے کسیطرح بہتر تھا انکے سامنے غش اضطراب سے

مشرق مین آفتاب سحر کو ہے منتظر آئینہ مین دکھاؤن وہ چہرہ کہین جو خواب سے

اس رخ کا عشق دلکو ہمارے نکیون پکا ہوتی ہی پختگی ثمر آفتاب سے

ساقی نے میکدے مین تکلف بڑھا دیا پانی کے بھی ظروف کھنگالے شراب سے

کچھ تو چمن مین تمنے اشارہ کیا ضرور نرگس کی آنکھ جھپ رہی ہی گلاب سے

ہین وہ سوال وصل پہ خاموش اسلیے اثبات ہو نہ جائے دہن کا جواب سے

گر ہی غم حسین تو روز و شب
آنسو بہائے جائے چشم پُر آب سے

گرداب بحر کہتا ہی ہر موج آب سے دوران سر مجھے ہی ترے اضطراب سے

ٹپکا جو انکے رخ کا پسینہ نقاب سے تھا شور لو برستے ہین موتی سحاب سے

شرمندہ ہو کے چھپنے لگی شب کو چاندنی اُس رخ کا نور چھن کے جو نکلا نقاب سے

ذکر وصال کرتے ہین ہم وصل اگر نہین مسرور دل کو کرتے ہین تعبیر خواب سے

نکلین جو باغ مین تری نازک کلائیان ہر شاخِ گُل نے سر کو جھکایا حجاب سے

مین بحث نالہ کرتا ہون بلبل سے باغ مین تم بڑھ کے اپنے مُنھ کو ملاؤ گلاب سے

قائل ہون تیری شعبدہ بازی کے افلک نکلے کوئی پری جو طلسم حباب سے

اُڑ جائے ساقیا نہ بطِ مے بہار مین
پر باندہ اسکے کھولکے ڈورا گلاب سے

اُس نازنین کو جام یہ دین ہم پے شراب
اے دہر اُلٹ حباب اگر انقلاب سے

ہم سوختہ تنونکو جو مالک نے دی نجات
چھوٹا بروز حشر جہنم عذاب سے

تم لن ترانی وارنی کے گنو حروف
کم ہی مرا سوال تمھارے جواب سے

دست سبو سے شرط ہی بیعت بہار مین
آتی ہے یہ صدا لبِ جام شراب سے

افلاک کے ستارے دل عاشقان کے داغ
باہر ہین دونون حد شمار و حساب سے

پھاہا ابھی مین داغ جگر پہ لگاؤن کیون
منھ پھیرے تو ملاؤن ذرا آفتاب سے

دریا مین غسل کرکے یہ بولا وہ نازنین
ہے دردسر صدائے شکست حباب سے

انکار وصل غیر فصاحت کرین وہ لاکھ
مین تو سمجھ گیا شکن فرش خواب سے

طلب ہے رزق کی کیون تو رآسیا نہ کرے
کسیکو دہر مین بیدست و پا خدا نکرے

اگر زبان مین اثر کچھ نہ ہو دعا نہ کرے
جو درد حد سے گذر جائے تو دوا نکرے

ضعیف مجھکو فلک صورتِ عصا نہ کرے
ٹھہر ٹھہر کے اُٹھاؤن قدم خدا نکرے

صدا یہ تربتِ مجنون سے ابتک آتی ہے
جہان مین کوئی معشوق سے وفا نکرے

کریم وہ ہے جو سائل کو دیکے شرمائے
غیور وہ ہی کسی سے جو التجا نکرے

تمھین نے چاہنے والو اُسے بگاڑا ہی
جو اسطرح نہ سہو تم تو وہ جفا نکرے

مجھے وہ بھیجکے تصویر اپنی کہتے ہین
ہمیشہ دل سے لگائے رہے جدا نکرے

زمانے بھر کے کسی پھول مین نہو نکہت
جو اُنکی زلف کی بو منتشر ہوا نکرے

تم آج غیر کے لاشہ پہ ہنستے آئے ہو
کل آؤ میرے جنازے پہ یون خدا نکرے

ہمارے مرنے کا شاید وہی زمانہ ہو
یہ ہاتھ پانوٗن ترے سرخ جب حنا نکرے

فلک سے بڑھ کے اگر چاہتے ہو دہر مین نام
کرو تم اُس پہ ستم جسپہ وہ جفا نکرے

وہ اب یہ چاہتے ہین مجھ سے اپنی محفل مین
مین جو کہون یہ سنے اور کچھ کہا نکرے

جہان ہم ہین وہ ہر دل عزیز اگر مر جائین
حضور کوئی خوشی آپکے سوا نکرے

مین تنگ آکے کہون جبکہ موت آئے مجھے
وہ مسکرا کے کہین ناز سے خدا نکرے

کوئی تو دہر مین مہمان نواز ہو ایسا
جو پاؤن مین کانٹا بھی تو جدا نکرے

بتونکو دیکھ لیا برہمن نہ کر تعریف
یہی ہون ایسے تو کوئی خدا خدا نکرے

کیا ہی چرخ نے ناطاقت اسیلیے ہم کو
کہ ہاتھ اُٹھا کے یہ اللہ سے دعا نکرے

جو نازہ اُٹھانے کی طاقت نہو تو دل نہ لگائے
جو ظلم سہنے کی عادت ہو تو گلا نکرے

گرا جو دانۂ تسبیح وہ خراب ہوا
خدا جہان مین احباب سے جدا نکرے

حسب فرمائش جناب شہزادہ مرزا سلیمان قدر بہادر مرحوم اعلی اللہ مقامہ

بری نہین غلطی سے فصاحت اپنا کلام
بشر نہین وہ فرشتہ ہے جو خطا نکرے

دیکھکر بیمارِ غم کو پیرہن پہنے ہوے
لوگ کہتے ہین کہ مردہ ہی کفن پہنے ہوے

باغبان ہین شاد گلچین خوش عنادل مست ہین
ہے لباسِ سبز نوروزی چمن پہنے ہوے

اک بت کافر کی الفت مین یہ وارفتہ ہوا
شیخ ہے زنار مثلِ برہمن پہنے ہوے

تیغ زیرِ خم آپ کی ہے خون مین لال اسطرح
سرخ جوڑا جیسے کوئی ہو دلھن پہنے ہوے

حضرت واعظ بھی ہین بیہوش آتے ہی بہار
گھر سے نکلے ہین عبا بر پیرہن پہنے ہوے

خون کی چادر لپیٹے ہون گے کشتے آپکے
حشر کو جب لوگ اُٹھینگے کفن پہنے ہوے

کیا عروسانِ گلستان مین نہین تیرا اشتہار
تو ہے کیون جامہ سفید اے یاسمن پہنے ہوے

گل کی ناداری پہ کیون روے نہ شبنم باغ مین
مدتون سے ہے پھٹا اک پیرہن پہنے ہوے

جب اُتارا مجھکو تربت مین تو بولے ہنسکے وہ
کیا بھلے معلوم ہوتے ہو کفن پہنے ہوے

سروِ گلشن مین حفاظت کو کھڑے ہین جا بجا
ہین دُرِ شبنم عروسانِ چمن پہنے ہوے

اسقدر شوق شہادت انکے جانبازونکو ہے
سر بکف مقتل مین جاتے ہین کفن پہنے ہوے

اے فصاحت خلعت شاہی ہے ایسی بزم مین
خلعت تعریف ہین اہلِ سخن پہنے ہوے

ذہن ہی یہ عرش سے مضمون لانے کے لیے
ہے مری طبع روان دریا بہانے کے لیے

انکے در پہ آج غش کھا کر گرا ہون اسطرح
شاید اُٹھون گر وہ خود آئین اُٹھانے کے لیے

پھول میری قبر پر اے شمع کوئی خوش نہین
ہنس رہے ہین یہ فقط تیرے رولانیکے لیے

سن کے تقریر آپکی گلشن مین بلبل ہو خجل
گل سے دامن مانگتی ہے مُنھ چھپانے کے لیے

فصل گل آئی بھلا اے بلبل گئی بھی باغ سے
تنکے ہی چنتی رہی تو آشیانے کے لیے

دو پڑے ناسور میرے قلب مین اے آرزو
اک نکلنے کے لیے تیرے اک آنے کے لیے

دل مرا پایا ہی روک اے پاسبان کوی یار
ایک رہرو وہ جھکا ہی کچھ اُٹھانے کے لیے

خوب کام آئے شب فرقت مین اطفالِ سرشک
آگ لگتی ہی یہ سب دوڑے ہی بجھانے کے لیے

خود مین کیا ہون لے فصاحت اور میرے شعر کیا
کرتے ہین تعریف سب رتبہ بڑھانیکے لیے

آرزو مین آتی ہین صد ہا منانے کے لئے
درد میرے دلمین جب اُٹھتا ہے جانے کے لیے

خوف کیا رندو جو آیا میکدے مین محتسب
دل مرا موجود ہے شیشہ چھپانے کے لیے

جب ہوا لائی اُڑا کر اُس گلی مین خاک غیر
میری چشم تر سے مینھ برسا بہانے کے لیے

باغ سے بلبل کا جانا ہی صبا کو ناگوار
لائی ہی تنکے اُڑا کر آشیانے کے لیے

دیکھو سمجھاتا ہون فردِ عاشقان ہوگی خراب
نام اک میرا الگ لکھو مٹانے کے لیے

کی اگرنے ہمسری اُس زلف سے پائی سزا
اک زمانہ مول لیتا ہی جلانے کے لیے

دہ مری قلب و جگر مین آگ بھڑکی عشق کی
اشک کا دریا بہا الٹا بجھانے کے لیے

کس سے مانگون ڈھونڈھکر لاؤن کہانسے کیا کرون
ہاے پتھر کا کلیجہ دل لگانے کے لیے

اوکمان ابرو لگا اب شوق سے تیر نگاہ
ضعف نے سیحین کیا مجھکو نشانے کے لئے

قبر جب مجھ عاشق حسرت زدہ کی بن چکی
یاس دنیا بھر کی سمٹی شامیانے کے لیے

آپ کا وحشی گیا جب نجد مین مجنونکے بعد
واہ رہی خاطر غبار اُٹھا بٹھانے کے لیے

دل مین آئیگا خدنگ اُنکا جگر کو توڑ کر
ساتھ ہین تیر نظر رستہ بتانے کے لیے

بلبل نالان چمن مین جبکہ غش کھاکر گری
سیکڑون شاخین جھکین ملکر اُٹھانے کے لیے

کوئی روزن بھی نہین افسوس میری قبر مین
راہ حسرت ڈھونڈھتی پھرتی ہی آنے کے لیے

جاکے بزم غیر مین اُنسے یہ مین کہکر اُٹھا
بات اگر بگڑے بلا لینا بنانے کے لیے

اے فصاحت ہو نہ نازان آسمان گر دے عروج
چاند کو ہر شب بڑھاتا ہی گھٹانے کے لیے

فراق گل سے قفس مین بلبل تڑپ رہی ہی پھڑک رہی ہی — غلط یہ صیاد کا گمان ہی لبون پہ دم ہی سسک رہی ہی
وہ اپنی محفل مین ہے کے غیرونکو اب ہین مصروف بادہ نوشی — ادھر مرا دل امنڈ رہا ہی جو اسطرف مے چھلک رہی ہی
میان باغ آج آکے ساقی یہ کس نظر سے ہی تو نے دیکھا — عجب تماشا ہی جائے انگور تاک سے مے ٹپک رہی ہی
ہجوم پروانہ شمع پر ہے ہزارون بلبل فدائے گل ہین — یہ آتش عشق بھی غضب ہی جہانپہ دیکھو بھڑک رہی ہی
مجھے بلائے گا یا خود آئیگا مہربان ہو کے وہ ستمگر — خوشی ضرور آج کوئی ہوگی کہ آنکھ دہنی پھڑک رہی ہی
تڑپ رہا ہون ارے ستمگر تری مژہ پھانس ہی کہ سوزن — غضب ہے دل سے مرے اتر کر جگر مین جا کر کھٹک رہی ہی
بہت ہو مجمع جو عاشقونکا مزہ رہے معشوق کا سراسر — جلے ہین پروانے اتنے گر کر کہ شمع محفل بھڑک رہی ہی
خدا ہی مقتل مین بات رکھے خجل ہون مین ناتوان مع نادم — ادھر مرے پانون کانپتے ہین ادھر کلائی لچک رہی ہی
مین انکے کوچہ مین رو رہا ہون وہ اپنے کوٹھے پہ ہنس رہی ہین — زمین پہ مینھ برس رہا ہی فلک پہ بجلی چمک رہی ہی
چمن مین جب اسنے پھول توڑے کہا یہ گلچین نے مسکرا کر — مبالغہ ہی یہ شاعرونکا کب آتش گل بھڑک رہی ہی

یہ شمع کو آج کیا ہوا ہے شب جدائی مین اے فصاحت
جو سر کو ٹکرائین ہم بجا ہے یہ کیون سر اپنا پٹک رہی ہی

جگر مین زخم اگر ہجر جان جان سے پڑے — تو دل مین آبلے سوز غم نہان سے پڑے
اٹھا دیا ہمین دربان نے اس جگہ سے بھی — زمین پہ دور اگر ہم ترے مکان سے پڑے
اکیلے رہ کے بہت اے خضر تنگ ہون ہم — جو سابقہ ہمین اس عمر جاودان سے پڑے
وصال یار میسر ہے ہمکو ساری رات — رقیب بستر غم پر ہین نیمجان سے پڑے
وہ کہتے ہین مرے گلشن کی آبجو مین کبھی — نہ عکس رات کو تارونکا آسمان سے پڑے
جدا نہ ہم سے وہ ہوتے نہ ہمکو چھوڑتے ہم — غضب کے تفرقے ناصح تری زبان سے پڑے
عجب نہین ہی جو ہو بند چشم آئینہ — جو چھوٹ چہرۂ شفاف جان جان سے پڑے
کہا یہ شمع نے گلگیر سے تعجب ہے — ترے دہن مین نہ چھالے مری زبان سے پڑے
زمانہ [illegible] قصہ خوان سے اے فصاحت — خلل نہ نیند مین مجنون کی داستان سے پڑے

جہان ہلاک فصاحت ہو ظلم سے اُس کے
کہین خدا نہ کرے بجث آسمان سے پڑے

دلکو پامال کیا آپنے یہ کیا سمجھے
نہ تو اپنا اسے جانا نہ ہمارا سمجھے

ہم تو اعمےٰ تجھے اے نرگس شہلا سمجھے
جس نے دیکھا ہو اُن آنکھونکو تجھی کیا سمجھے

کہتے ہو تم نہ مجھے کوئی مسیحا سمجھے
جسکو ٹھوکر سے جلاؤ وہ تمھین کیا سمجھے

لیئے جاتے تو ہو پر چین نہ لے گا پہرون
دل مضطر کو بھی تم میرا تڑپنا سمجھے

ہین بلا دونون تری زلف ہماری شب ہجر
کس کو کم سمجھے کوئی کس کو زیادا سمجھے

دم گلگشت چمن پانؤن سے روندا ناحق
گل کو بھی آپ دل عاشق شیدا سمجھے

قیس کو میری دبستان نہ پڑھنا آیا
ذہن ہی کند ہو جسکا وہ سبق کیا سمجھے

عقد پروین کو جو ستون نے فلک پر دیکھا
تاک اُس کو اُسی انگور کا خوشا سمجھے

ہم جو آئے تو گلے خوب لگایا تونے
اے لحد ہم تجھے آغوش تمنا سمجھے

اُسنے پھیرا جو میرا دل تو یہ غیرون سے کہا
کہدو پاس اپنے رکھے مال ہمارا سمجھے

اہل حاجت سے کبھی ہاتھ نہ روکے منعم
اپنی دولت کو جو بہتا ہوا دریا سمجھے

ہاے مرنے کی خبر سن کے جو وہ لاش پہ آکے
بدگمانی کا برا ہو مجھے زندا سمجھے

جس سے تم وصل کا اقرار کرو صبح تلک
شام کو آؤ نہ وعدے پہ تو وہ کیا سمجھے

یا علی مدح فصاحت سے بیان ہو کیونکر
فقط اللہ و نبی آپ کا رتبا سمجھے

بلبل نے میرے نالونکی انداز اُڑا لیئے
لالے نے داغ قلب و جگر کے چرا لیے

الفت مین ہر رخ کی دلپہ بہت داغ کھا لیے
اک شمع سے چراغ ہزارون جلا لیے

بعد فنا ملی ترے وحشی کی خاک جب
مجنون ہزارون کوزہ گرون نے بنا لیے

ہر ماہ آسمان ہی بنا تا اُنھین ہلال
ترشے جو ناخن آپ کے اسنے اُٹھا لیئے

دن بھر تمھارے کوچے مین عاشق پھرا کیے
سورج ہوا غروب تو بستر لگا لیے

مجھ سا جہان مین متحمل نہین کوئی
گردون کے ظلم ناز تمھارے اٹھا لیے

حسرت صدا یہ دیتی ہی منعم کی لاش پر
ضایع نہ ہم نے ہونے دیا میکدے کا ظرف
کہتی ہی موج آب حبابونکو توڑ کر
کیا خاک پہلوؤن مین رہین عاشقونکے دل
فرقت مین دل بھر آیا تو گوشہ مین بیٹھکر
اور استخوان مرے نہ سگِ یار نے چھوے
اچھی نقیض ہی ترے عشاق سیکڑون

کیا لے کے وہانسے آئے تھے جاتے ہو کیا لیے
ٹوٹا جو اک سبو کئی ساغر بنا لیے
دم بھر کی زندگی پہ بہت سر اُٹھا لیے
تمسے بچے تو دزدِ حنا نے چرا لیے
دو چار آہین کھینچین کچھ آنسو بہا لیے
جنمین کہ آئی بوے محبت وہ کھا لیے
آنکھون نے مار ڈالے لبون نے جلا لیے

دیکھونگا حشر مین جو علی کو کہونگا مین
دوزخ مین جل رہا ہے فصاحت نکالیے

بوسے پہ اپنے منھ سے نہ گالی نکالیے
بندے کا زور کچھ نہین جو مرضی آپکی
کہتی ہین وہ یہین رخ سے اُلٹنے کو ہون نقاب
نوروز جیب سے آیا ہی مستون مین دھوم ہی
دست سبو کا قول ہی بدمست ہین بہت
گر اپنے عاشقونکو اُٹھایا تو لطف کیا
بد صاحب کمال کو کہنا نہ چاہئے
دعوےٰ عبث ہی مُردے جلانے کا آپکو

ہم دل کو تھامے آپ زبانکو سنبھالیے
جنت مین بھیجیے کہ جہنم مین ڈالیے
آپ اپنے دونون ہاتھون سے دلکو سنبھالیے
انکی شراب رنگ کے بدلے اُچھالیے
کس کس کو بڑھ کے روکیے کسکو سنبھالیے
پروانونکو تو بزم سے باہر نکالیے
پڑتی ہے منھ پہ چاند پہ گر خاک ڈالیے
عاشق کو تو نظر سے گرا کر سنبھالیے

ہر بادہ کش کے دلمین فصاحت یہ قصد ہی
راضی اگر ہو دختر رز گھر مین ڈالیے

اس پیے گردش مین وقت نزع چشم یاس ہے
بخشے جانے سے گنہگارونکو بالکل یاس ہے
ہوش آ جائے ملے گر شربتِ دیدارِ یار
آن لب و دندان سے لایا ہی ملانے جوہری

آئیے تشریف لانے کی ابھی تک آس ہے
ہان اگر ہے بھی تو اک رحمت سے تیری آس ہے
جو نہین پانی سے بجھنے کی مجھے وہ پیاس ہے
ایک مٹھی مین ہے یاقوت ایک مین الماس ہے

ہجر کی شب آسمان بے نور ایسا ہو گیا
جو ستارہ ہے وہ گویا میری چشم یاس ہے

تیر مژگان سے مرا دل چھان قلب غیر چھوڑ
وہ نشانہ دور ہی اور یہ نشانہ پاس ہے

روبرو دندان جانان کے نہین دونکی اصل
کہتے ہین قطرہ کو دُر پتھر کا نام الماس ہے

ہاتھ ملنے کو کف افسوس سمجھے واہ واہ
آپ کو مہندی لگانے مین نیا وسواس ہے

راست ہی یہ لے فصاحت قول اہل وضع کا
مال و دولت سے زیادہ آبرو کا پاس ہے

خط بھی لازم ہی رخ رنگین جانان کے لیے
چاردیواری مناسب ہے گلستان کے لیے

دونون ہاتھ اپنے نہین بیکار اے دست جنون
ایک ہے دامن کی خاطر اک گریبان کے لیے

بے بصیرت نے اگر اے باغبان دیکھا تو کیا
چشم بلبل چاہیئے سیر گلستان کے لیے

عشقبازی مین بہت کام آئی ہین آنکھین مری
فرش ہین افتادگان کوے جانان کے لیے

دو گھٹائین موسم گل مین اُٹھین ہین جھوم کر
ایک میخانے کی خاطر اک گلستان کے لیے

چرخ نے افسوس بدلی مین چھپایا چاند کو
شمع کافی تھی یہی گور غریبان کے لیے

قیس نے جامہ جو سلوایا تبرک جانکر
میرے دامن کا لیا ٹکڑا گریبان کے لیے

واہ رے شوق آئی بلبل جب قفس سے چھوٹکر
پہلے بوسے خار دیوار گلستان کے لیے

تیرگی اپنی نہ دکھلا اے شب ہجر اسقدر
کچھ تو باقی رکھ مری شام غریبان کے لیے

نجد مین جب قیس مسکین کا بپا ماتم ہوا
وحشیون نے فرش کو جا دی بیابان کے لیے

باغ مین کہتا ہی ہر غنچہ گل صد برگ کا
سو زبانین ہین دہن مین شکر یزدان کے لیے

طمع بھی ہم عاشقونکی لطف سے خالی نہین
ہاتھ پھیلے تو ہم آغوشی جانان کے لیے

میکدے سے نکلے ہین میخوار پی پی کر شراب
لڑکھڑاتے جھومتے سیر گلستان کے لیے

شوق سے دلمین ہمارے آرزوئین ہون مقیم
چھوڑ دین تھوڑی جگہ داغ عزیزان کے لیے

ہم تو کیا پیغمبر دین کی ہی نظر انجام پر
نوح نے کشتی بنا رکھی تھی طوفان کے لیے

خلعت و جاگیر و منصب کا فصاحت ذکر کیا
بخل اب تعریف مین بھی ہی سخندان کے لیے

بل کھاکے اُنگی زلف سیہ رُخ سے ہٹ نجائے
ہے خوف مجھکو ڈس کے یہ ناگن پلٹ نجائے

جاتا ہون سوے دیر مرے ساتھ شیخ ہے
آتا تو ہے مگر جو دورا ہے یہ کٹ نجائے

وہ بوے آندھیان جو مری آہ کی اُٹھین
منھ پر مرے نقاب پڑی ہے اُلٹ نجائے

کھینچی ہی تیغ اگر تو ہٹا دو رقیب کو
تم مجھکو قتل کرتے ہو یہ دلمین کٹ نجائے

تم بدزبانیان نہ کرو رو برو سے غیر
دل میرا چھین چکا ہی کلیجہ تو پھٹ نجائے

گھر میرے آتے آتے وہ افسوس پھر گیا
تقدیر یون جہانین کسیکی پلٹ نجائے

سنتا ہون دن سے غیر ہے حالت رقیب کی
یارب کہین یہ چار پہر رات کٹ نجائے

آتا تو ہے وہ میرے مکان کی طرف مگر
غیرونکے کہنے سننے سے گھر کو پلٹ نجائے

وصلت کے اشتیاق مُ انھین لکھے ہین نامہ بر
ڈر ہے مجھی کہ خط سے لفافہ لپٹ نجائے

اس بت کے دل پہ آہ کا کیو نکر اثر ہوا
پتھر یہ جاکے تیر پڑے سا اور اُچٹ نجائے

للہ گال رکھ کے نہ ہارون پہ سوئیے
اس پھول کا گلون سے کہین رنگ کٹ نجائے

شب کو زبان حال سے یہ کہہ رہا ہے چاند
میری طرح جہانین کوی بڑھ کے گھٹ نجائے

گل شمع کا وہ لے کے یہ کہتی ہین بزم مین
اسکی زبان اور بڑھے سر جو کٹ نجائے

نالے مین کر رہا ہون فصاحت شب فراق
گرجائین آسمان زمین آج پھٹ نجائے

کسیطرح سے تری بزم مین نہان نرہے
شکن مین دب کے کبھی ہم زار و ناتوان نرہے

جدا وہ کرگے سر شمع بزم مین بولے
زبان دراز کے قابو مین کیون زبان نرہے

اجل کی تفرقہ اندازیان کہین کس سے
وہ آشنا نہین باقی وہ مہربان نرہے

خوشی سے مرگئے دنیا مین چار دن جی کر
ترے اسیر تو اے عمر جاودان نرہے

ہمارے مرسے ہوا ہے مقابلہ اب تو
پھرے نہ یہ بھی جو گردش مین آسمان نرہے

بظاہر آنکھ سے پوشیدہ وہ ہوے تو کیا
ہماری چشم تصور سے تو نہان نرہے

ہماری آہ ونکی کہتی ہین آندھیان اُٹھکر
چراغ ماہ لب بام آسمان نرہے

ذقن کے قرب ہے اس کاروان خط کا یہ قول
ہزارون ڈوبین اگر خشک یہ کنوان ہے

خدا کرے جو نہ تنہا کی دشمنوں نہیں مدد
تو بیچ میں کبھی دانتوں کے ہر زبان نہ ہے

و بد نصیب ہوں کشتی پہ جب سوار ہوا
ہوا چلی یہ مخالف کہ بادبان نہ ہے

ستون آہ مری کب تلک سنبھالینگے
فقط اُنھیں کے سہارے یہ آسمان نہ ہے

نہ چھوڑا دار پہ منصور نے انا الحق کو
مزہ یہی ہے کہ سولی پہ بھی زبان نہ ہے

نبی کے دوش پہ چڑھکر علی نے بت توڑے
میان کعبہ یہ محتاج نردبان نہ ہے

شکستہ شیشۂ دلکو تو آپ کرتے ہیں
جڑے یہ ٹوٹ کے ہاں اسطرح نشان نہ ہے

اسی سے آنکھوں میں رکھتا ہوں طفل اشک کو میں
کہیں یہ چھوٹ کے مجھ سے رواں دواں نہ ہے

گرا ہو ضعف کا وقت میں اہی قصہ جست کیا
یہ بار غم جو اُٹھایا تو ناتوان نہ ہے

ناخن کریں خلش جو دوبارہ مزا تو ہے
پھر میرے دل کا زخم بھرا ہوا تو ہے

آسان نہ سمجھو ضبط مرا ہجر یار میں
خالق بچائے جان یہ صدمہ سہا تو ہے

کیا جانوں میں کہ شیخ نے پی یا نہ پی شراب
پر میکدے میں سامنے میرے گیا تو ہے

پوشاک غیر کے نہیں ممنون ہم فقیر
بیوند ہی سہی مگر اپنی ردا تو ہے

زاہد تجھے تو اپنی عبادت پہ ہے گھمنڈ
ہم ہیں گناہگار یہ خوف خدا تو ہے

چلمن میں چھپ کے یار ہے بیٹھا یہی سہی
میں اُسکو دیکھتا نہیں وہ دیکھتا تو ہے

یوسف بہت حسین تھے پہ مطلق نہ تھا غرور
دیکھا نہیں ہے آنکھ سے تمنے سنا تو ہے

کیا واعظو دوبارہ قیامت پھر آئیگی
اُنکے خرام ناز سے محشر بپا تو ہے

جھنجھلا کے آئنہ کو ہٹا کر وہ کہتے ہیں
مانا کہ ہے یہ عکس سہی دوسرا تو ہے

مُنھ پھیرتے ہو مریض محبت سے کسلیے
آنکھوں نہ دیکھو پر دۂ غفلت پڑا تو ہے

عاشق کے صبر کرنے کی دنیا میں حد نہیں
معشوق سے ستم کی بھلا انتہا تو ہے

شہرت ہمارے رونے کی ہے سارے شہر میں
گر شک ہو دیکھ آئیے دریا بڑھا تو ہے

دنیائے پیر زال پہ کیوں شیفتہ ہیں لوگ
گر یہ زن حسین بھی سہی بیوفا تو ہے

غافل گناہ کرتا ہے چھپ چھپ کے تو بہت
بندے نہ دیکھیں تیرا خدا دیکھتا تو ہے

بے بارش آج شہر مین بجلی گری ہے کیون
لینا خبر کہین نہ کہین وہ ہنسا تو ہے

اے شیخ اسی کو بیچ کے پی لے شراب آج
گر رہن ہو گیا ہے عمامہ ردا تو ہے

بت پر ترے ہنسی نہ مجھے آتی ہے برہمن
جاہے کسیکا کام نہ نکلے خدا تو ہے

اہل جہان سے قول مسیحا ہے چرخ پر
گر ہم نہین زمین پہ خاک شفا تو ہے

لیتا ہے خون ناحق عشاق یون عوض
مہندی کے حیلے ہاتھ تمہارا بندھا تو ہے

پروانہ کیون نہ تڑپے کہ فانوس مین ہے شمع
گو دیکھتا ہے دوست کو لیکن جدا تو ہے

بیکار آپ اکڑتے ہین سرو چمن کے پاس
اب اور کیا خجل ہو زمین مین گڑا تو ہے

بولا وہ بت نہ ٹھہرین نگاہین جو حسن پر
بندے جسے نہ دیکھ سکین وہ خدا تو ہے

مفلس کے پاس جائے کس امید پر گدا
منعم سے چاہے کچھ نہ ملے آسرا تو ہے

اے رہروان کوے صنم دیکھکر چلو
اچھا ہمارا دل نہ سہی کچھ پڑا تو ہے

ہنستے اُٹھے وہ آج فصاحت کے پاس سے
دل ہو جگر ہو کوئی نہ کوئی لیا تو ہے

حسد سکا نہ بڑھتا جائے کیون ہماری خدائی سے
جفائین سیکھتا ہے چرخ انکی بیوفائی سے

نہ کیون تڑپین اسیران کہن میری جدائی سے
قفس کا بھی ہے سینہ چاک اندوہ رہائی سے

درازی حشر کے دن کی بیان کرتا ہے کیون واعظ
بھلا وہ کیا بڑا ہو گا مرے روز جدائی سے

لگائین ہاتھ مین معشوق اسے تو رنگ دونا ہو
جو روندین آپ مہندی کی روش پائے حنائی سے

بحمد اللہ اس محبوب یکتا کا مین عاشق ہون
کہ جو افضل خدا کے بعد ہے ساری خدائی سے

بڑا اندھیر ہے میری سیہ بختی نے مل ملکر
شب فرقت کو دونا کر دیا روز جدائی سے

تاسف خندۂ گل گریۂ بلبل پہ کیون کیجے
غرض کیا آپ کو معشوق و عاشق کی لڑائی سے

جو کہتا ہون قصیدہ مین کسیکا کہتی ہے غیرت
بچانا چاہیے اشعار کو بوے گدائی سے

درازی کا نہایت شوق ہے گر حشر کے دن کو
تو لے ساعتین تھوڑی ہی ہے روز جدائی سے

بوقت ذبح اپنی سخت جانی سے ہون مین عاری
وہ عاجز ہین نہایت اکت لیبی جاتی ہے کلائی سے

بھلا بندونکا تو کیا ذکر ہے اللہ بھی راضی
وزارت سے علیؑ کی مصطفےٰ کی بادشائی سے

بڑا نادان ہی جو زندہ انھیں صبا سمجھا ہی
ہم ایسے عاشقوں کو وہ بھلا کاہے کو دیکھینگے
چمن میں یاسمن کے پھول کو کیوں آپ چھوتے ہیں
مگر گیسوون نے اِسکو بل کھانا بتایا ہے

اسیران قفس جیتے ہیں اُمیدِ رہائی سے
اُنھیں فرصت نہو گی حشر کے دن خونِ فنائی سے
اُڑا لے گا یہ رنگت آپکے دستِ حنائی سے
لچک جانا کمر نے تیری سیکھا ہی کلائی سے

سر مو بھی نہ ہو گا لے فصاحت وصفِ گیسو کا
عبث کرتے ہو منھ کالا قلم کا روشنائی سے

گلا نہیں ہی فلک لاکھ مکر و فند کرے
مگر نہ زلف حسینان کا پاے بند کرے

برائے نذر ہوں جان و دل و جگر لایا
وہ خوب ہے جسے انمین سے تو پسند کرے

کلام اہل تکبر سے ہے یہ گردون کا
جہان مین جھک تو خدا مرتبہ بلند کرے

ہزار نغمہ سرا باغ مین ہے انکے حضور
جو خیر چاہتی ہی تو زبان بند کرے

ہنسا نہ کیجیے عاشق کے حال پر ڈرئیے
خدا کسیکو جہان مین نہ دردمند کرے

یہ اعتماد ریائی نماز پر اے شیخ
عمل وہ نیک ہے جسکو خدا پسند کرے

ادب کی صحبت پیر مغان مین ہی تاکید
رسواے شیشہ نہ کوئی صدا بلند کرے

ہزار جان سے محمدؐ پہ کیون نہ عاشق ہون
وہی حبیب ہے جسکو خدا پسند کرے

ہزار ظلم نہ مظلوم پر کرا و ظالم
بتنگ آکے نہ دست دعا بلند کرے

وہ جھانکتے ہین جھروکون سے خود یہ حکم یہ ہی
ادھر سے ہو کے چلے جو وہ آنکھ بند کرے

عجیب حکم ہے اقلیم حسن مین جاری
نہ دردمند کا افسوس دردمند کرے

جو مین نے سرو سے تشبیہ دی تو اُسنے کہا
ہمارے قد کو نہ اتنا خدا بلند کرے

طرح طرح کے جو ان میکدے مین آئے ہین
زہے نصیب جسے دخت رز پسند کرے

ثبات زیست کا کیا غافلو کرو تو بہ
اجل نہ آتے ہی فوراً زبان بند کرے

وہ آج کپڑے بدلنے کو ہین سرِ محفل
سواے آئینہ ہر ایک آنکھ بند کرے

یہ بر خلاف ہے ایسا کہ جرم بھی جو کرون
زمانہ مجھ کو نہ سولی پہ بھی بلند کرے

چمن مین پھول سب اچھے ہین کیا کرے بلبل
کسے پسند کرے کس کو ناپسند کرے

قبول کرنا نہ کرنا مشیت اُسکی ہے
بشر برائے دعا ہاتھ تو بلند کرے

مکان رفیع تو اکثر بنائے منعم نے
کہو کہ ہمّت کوتاہ کو بلند کرے

جو دل لگے تو فصاحت غزل کہا کیجے
وہ شعر ہون کہ طبیعت جسے پسند کرے

رجوع ادہر نہین میری فقط اُدھر بھی ہے
یہ تبکدہ ہے وہ آکے خدا اگا گھر بھی ہے

اُدھر تو بھر کے دیے جام سب کو اے ساقی
رہے خیال کوئی ملتجی ادھر بھی ہے

جہانین عمل نیک و بد کا ہے مختار
بشر کے سامنے جنت بھی ہے سقر بھی ہے

قفس سے ہو کے رہا بلبلو ٹھہر کے چلو
کہ ساتھ کوئی تمھارے شکستہ پر بھی ہے

بنائے جنگ یہ کی شیخ سے برہمن نے
تمھارا کعبہ ہمارے خدا کا گھر بھی ہے

دیا ہے صبحِ شبِ وصل ساتھ اُسنے بھی
جو مین ہون چاک گریبان تو یہ سحر بھی ہے

کھڑا ہون در پہ وہ مجھ کو بلائین یا نہ بلائین
مرا بھی پاس ہے غیرونکا اُنکو ڈر بھی ہے

کہان رقیب کے آنسو کہان ہمارے اشک
یہ موتی سچ وہ جھوٹے تمھین نظر بھی ہے

سرور دیکھ کے انبوہِ غم یہ کہتا ہے
مین آؤن دلمین ترے کسطرح گذر بھی ہے

نمو ہے سبزہ کا رخ پر غرور کم کیجے
زوال حسن یہ آتا ہے کچھ خبر بھی ہے

جبھی حقیقت بلبل نہین سمجھتا ہے
چمن مین حسن بھی ہے گل کے پاس زر بھی ہے

دوا فقط نہین بیمار کو سنبھالے ہوئے
دعا یہ کرتی ہے دعوی مرا اثر بھی ہے

ادب کی جا ہے نہ تلوؤن سے روندیے صاحب
فقط یہ دل نہین میرا خدا کا گھر بھی ہے

گلا زمانے کا بیجا ہے کیا کرے کوئی قدر
سوائے عیب فصاحت مین کچھ ہنر بھی ہے

مشاعرے مین بھلا کیا کرے کوئی تعریف
فصاحت آپ کے اشعار مین اثر بھی ہے

پیالے گل کے لے شبنم گلستان مین چھلک جاتے
جو تیرے ساتھ بلبل کے بھی دو آنسو ٹپک جاتے

نہ یون برسات مین بجلی چمکنے سے جھجک جاتے
مگر دیکھا نہین عاشق کا دل تمنے دھڑک جاتے

ہمارہی قبر پر کیا دوستو چھڑکاؤ ہو جاتا کہ
جو دو دو چار چار آنسو بھی آنکھون سے ٹپک جاتے

نہیں کچھ عشق کے کوچوں میں سرگردان نہیں واعظ
جناب خضر ہیں اس راہ میں آکر بھٹک جاتے

وہ دن بھر غیر کے ہمراہ کوچہ گرد رہتے ہیں
جو میرا ساتھ ہوتا دو قدم چلنے میں تھک جاتے

دم تزئین جو عکس اُس روئے آتشناک کا پڑتا
تو مانندِ سپند آئینہ کے جوہر چٹک جاتے

جو ہوتی حاجتِ شنجرف مجکو نامہ لکھنے میں
مری آنکھوں سے خط پر خون کے آنسو ٹپک جاتے

اکیلے وہ تھے میں تھا آج ہوتیں راز کی باتیں
جو دم بھر کاتب اعمال پہلو سے سرک جاتے

گلہ احباب سے بیجا ہے تعریفیں نہ کرنے کا
جو ہوتے عاشقانہ شعر دشمن بھی پھڑک جاتے

جو سوئے تاک چشم مست سے ساقی نظر کرتا
تعجب کیا اگر انگور کے خوشے ٹپک جاتے

بوقت نزع ہوگی صحبت راز و نیاز اُن سے
مناسب تھا اگر احباب بالیں سے سرک جاتے

ہمیں پیمانہ دیکر ساقیا منھ دیکھتا ہے کیوں
کہیں کیا ایک ساغر بھر کے ملجاتا تو چھک جاتے

الٰہی خیر ہو کچھ قاصدوں پر آفت آئی ہے
مرے گھر پر تو پھر آتے اگر رستہ بھٹک جاتے

وہ محفل میں برابر بیٹھکر تھے مجھ سے آزردہ
بہت روکے رہا یہ جذب دل ورنہ سرک جاتے

شراب اُنکو پلاتا کیا میں رعب حسن چھایا تھا
پیا تنک ہاتھ دونوں کانپتے ساغر چھلک جاتے

وہ مقتولوں پہ اپنے پٹیاں بندھوا کے کہتے ہیں
بہت تھی دید کی حسرت دم آنکھوں میں اٹک جاتے

بہر صورت مرے مرنے کا غم اُنکو رلا دیتا
اگر بہرسہ لگاتے آنکھ میں آنسو ٹپک جاتے

علاوہ خط کے پیغام زبانی اتنے کہنے تھے
نہ ہمکو بھیجتا قاصد تو اُنکے گھر تلک جاتے

گلابی میں مجھے دیکے ساقی کو یہ شرم آئی
زمیں پر اتنی گر جاتی اگر ساغر چھلک جاتے

مری عمر رواں کہتی ہے اتنا بھی نہیں وقفہ
تری آنکھوں کو جتنی دیر لگتی ہی جھپک جاتے

اگر خنجر پھراتے وہ رگڑتے ایڑیاں ہم بھی
جو اُنکا ہاتھ تھک جاتا ہمارے پاؤں تھک جاتے

مقطع

نہ بیتابی نہ اُلجھن اے فصاحت ہجر میں ہوتی
ٹھہر جاتا دلِ مضطر جو دو آنسو ٹپک جاتے

شیخ و واعظ کے عمامے ہیں اُچھلنے والے
فصل گل آئی ہے میکش ہیں نکلنے والے

نہیں کچھ عشق حقیقی سبھی پروانوں کو
جنکو بچنا تھا بچے جل گئے جلنے والے

آئے ظلمات سے گھبرا کے سکندر لیکن
حضرت دل نہیں گیسو سے نکلنے والے

وہ سخی ہون کہ پس مرگ بھی ہو فیض مرا
میری مٹی سے درخت گل تر ہین پھلنے والے

دیدباز اُنکے بچے غش ہوے موسیٰ سر طور
دیکھو اسطرح سنبھلتے ہین سنبھلنے والے

کونسے ہے شہ خوبان کی چمن مین آمد
گل تر ہین جو بھٹے کپڑے بدلنے والے

جسکے پروانے تھے سب شمع لگن روتی تھی
کچھ مرے ڈوب کے کچھ رہ گئے جلنے والے

ٹھوکرین آپکی رفتار سے کھاتے ہین کبک
چال کیا جانین یہ انگار نگلنے والے

کوئے جانان مین نہ پامال ہون عشاق کے دل
اک ذرا دیکھ کے رکھ پاؤنکو چلنے والے

پیچ سنبل کے خزان مین بھی نہین جانے کے
رسی جل جائے مگر بل نہین جلنے والے

سرو کہتے ہین خوشی فصل بہاری کی نہین
نہ تو ہم پھولنے والے ہین نہ پھلنے والے

غیر تھامے گا اگر نشہ مین تھم جائین گے
وہ نہین میرے سنبھالے سے سنبھلنے والے

اُنکے عشاق شب و روز ہین پھنکتے اے شمع
تیرے پروانے فقط شب کے ہین جلنے والے

تیر مردہ ہین مرے تابوت کے حامل ایسے
ہاے تھک تھک کے رہے جاتے ہین چلنے والے

وہ چلا میری گلی سے تو پکار امین نے
آج دیکھا تجھے او چھپ کے نکلنے والے

پڑ گئی خاک مری دفن مین دامن پہ تو کیا
آپ پوشاک بھی تھی آج بدلنے والے

شب کو یون مجھکو پکارا سر محفل اُسنے
ضبط پروانونکا دیکھا اے مرے جلنے والے

سر کے بھل روضۂ حیدر مین فصاحتؔ جانا
کرتے ہین ترک ادب پاؤن سے چلنے والے

پہلے بہر درس عشق اُستاد کامل چاہیئے
پھر کسی معشوق کو اے حضرت دل چاہیئے

کم سنی سے وہ جھجکتے ہین کرینگے کیا حلال
قتل کرنے کو مجھے بیدرد قاتل چاہیئے

ابر ہے دریا ہے مے ہے بیچے ہین سبزہ ہے
ساقیا کشتی بھی کوئی قرب ساحل چاہیئے

عیش و راحت مین تو ہو جاتے ہین دشمن بھی شریک
دوستونکو ساتھ دینا وقت مشکل چاہیئے

یارب اک دل مین مرے انبوہ ارمانونکا ہے
حسرتونکے واسطے اب دوسرا دل چاہیئے

عشق گل مین ہو گیا ہے اب تو بلبل کو جنون
طوق قمری کو ملا اُسکو سلاسل چاہیئے

کچھ کہو تو عاشق نادار سے روٹھے ہو کیون
سر سے مطلب ہے جگر درکار ہے دل چاہیئے

مرگیا ہے نجد مین مجنون اُٹھے کسطرح لاش
اس سر و گردن کے عقدے کا ہو وا ہونا محال
آپ کے ظلم و ستم کو کیا اُٹھائیگا رقیب
برق کہتی ہی تڑپکر انکے عاشق سے یہی

پھر تابوت لے جنون لیلی کی محمل چاہیئے
کھولنے کو ناخن شمشیر قاتل چاہیئے
صبر کرنے کو کلیجا چاہیے دل چاہیئے
مجکو بھوڑ ایسی تری بتیا بی دل چاہیئے

حسب فرمائش جناب صاحب عالم

حفظ ہو علم عروض و قافیہ تو لطف ہے
اے فصاحت شاعری کا شوق کامل چاہیئے

مرزا سلیمان قدر بہادر مرحوم

ہم وہ لاغر ہین ترے بام پہ گر آئینگے
ہنسکے فرماتے ہین وہ یون ترے گھر آئینگے
دھوم ہے عاشق گیسو کا اُٹھے گا تابوت
روح گھبرا کے یہ کہتی ہی تن خاکی مین
حضرت عشق سرافراز کرینگے ہم کو
غسل دریا مین کرونگا جو مین دیوانہ زار
جنمین نخوت کی ہوا آج بھری رہتی ہی
شوق سے تیرے جلائے ہوئے مردونکو مسیح
غیر کے گھر وہ چلے ہین مدد اے جذبۂ دل
دل مین کھنچو نکا جو حیدر کی خیالی تصویر
دے کے خط انکو مرا حال یہ قاصد نے کہا
چہ کلیسا و چہ دیر و چہ کنشت و چہ حرم
آپکے بام پہ ہم چڑھ گئے ہین دھوپ کے ساتھ
شب معراج گئے عرش پہ محبوب خدا
میرے لاشے پہ ہنسائینگے تمھین غیر یار

نشہ مے نہین جو چڑھ کے اُتر آئینگے
صبح کو جائینگے ہم پچھلے پہر آئینگے
سب حسین لاش پہ کھولے ہوے سر آئینگے
اب جو نکلینگے نہ پھر بار دگر آئینگے
ابتدا قیس سے کی بعد ادھر آئینگے
طوق گردن مین پنھانے کو بھنور آئینگے
ٹھوکرونمین وہی کل کاسۂ سر آئینگے
دیکھنے چرخ چہارم سے اُتر آئینگے
تو کشش اپنی کرے گا تو ادھر آئینگے
مو قلم کے لئے جبریل کے پر آئینگے
کل ہمین مرنے کی بھی لے کے خبر آئینگے
جسطرف جاؤنگا مین آپ نظر آئینگے
زار ہین سایہ کے ہمراہ اُتر آئینگے
کیا تعجب ہے اگر وہ مرے گھر آئینگے
تم نہ ہنسنا بہت اشک آنکھونمین بھر آئینگے

گر رہا صاحب عالم کو فصاحت یہ شوق
لینے کو داد سخن اہل ہنر آئینگے

دل ہو کسی حسین کو فصاحت دئے ہوے
اشعار بھی ہین درد کا پہلو لئے ہوئے

پہنا کفن چلے گئے ارمان سیئے ہوے
صندوق مین دھرے رہے کپڑے سئے ہوئے

گرداب کو حباب کو سمجھو نہ بے ثبات
پھرتے ہین گھاٹ گھاٹ کا پانی پیئے ہوئے

یون بھر نذر جاتے ہین دربار یار مین
اک ہاتھ مین سر ایک مین ہین دل لئے ہوئے

بیخود کیا گلونکو یہ بلبل کی آہ نے
نکلے چمن سے چاک گریبان کئے ہوئے

احسان بھی نہ جنکا اٹھایا تھا کل تلک
وہ دوست آج ہین مری میت لئے ہوئے

کیونکر ہواے آہ سے مجنون اڑا ئیگا
ہین پردہ ہاے محمل لیلی سئے ہوئے

وہ رند واعظون کے نہ چھینٹون مین آئینگے
پیر مغان کا ہین جو پیالہ پئے ہوئے

صل علے نکلتے تھے احمد جو دھوپ مین
رہتا تھا ابر فرق پہ سایہ کیے ہوئے

شیشے بچاؤ بادہ کشو محتسب سے آج
آتا ہے دونون ہاتھون مین پتھر لئے ہوئے

دو دن کی زندگی پہ یہ پختہ عمارتین
آباد جو محل تھے وہ گرگر ڈھئے ہوے

پہچان لو کہ آئی خزان اور گئی بہار
دیکھو جو وحشیون کے گریبان سئے ہوے

محمل کے پردے اڑنے سے اے قیس خوش نہ ہو
لیلی ہو رخ پہ زلف پریشان کئے ہوے

دنیا سے یونہین جائینگے یہ منعم بخیل
قارون کی طرح سر پہ خزانے لئے ہوے

ساقی خفا ہے مجھ سے تو بیٹھا ہون بزم مین
تھامے ہوے کلیجہ کو آنسو پئے ہوے

حسب فرمائش صاحب عالم

گر ہو نہ واہ آہ فصاحت غزل مین ہو
کیا فائدہ جو نظم فقط قافیے ہوے

مرزا سلیمانقدر بہادر مرحوم

دل سے تھا قصد کہ ہم فکر سخن کم کرتے
شوق اسکا نہ اگر صاحب عالم کرتے

فصل گل باغ سے جانے کا یہین غم کرتے
خاک اڑاتی ہے صبا برگ ہین ماتم کرتے

قصر مین کیون نہ توکل سے بسر ہم کرتے
کون سا خرچ زیادہ تھا جسے کم کرتے

ہم یوہین گم شدہ اشعار کا ہین غم کرتے
جیسے اولاد کے مرنے کا ہین ماتم کرتے

کبھی افراط مین تفریط اگر ہم کرتے
تو قناعت کو بڑھا دیتے ہوس کم کرتے

کھا کے بل کہتے ہین مژگان سے یہ تیر گیسو
ہم بگڑتے تو صفین درہم و برہم کرتے

سفر ملک عدم اور فقط پاس کفن
وقفہ ہوتا تو کچھ اسباب فراہم کرتے

اتنی فرصت نہ ملی بادیہ پیمائی مین
بیٹھکر پاؤن سے کانٹونکو جدا ہم کرتے

غمزدونکو ترے اتنی بھی فراغت نہ ملی
دو گھڑی حسرت مردہ کا تو ماتم کرتے

عمر جاوید بسر کرتے ہو تنہا اے خضر
جیتے اسطرح تو مرنے کی دعا ہم کرتے

گئے وہ غیر کے لاشے پہ تو حیلہ یہ کیا
سنتے ہین آنکھ سے دیکھا نہین ماتم کرتے

فرد شمشاد کا مطلع جو بناتے شاعر
آپکے مصرعۂ قامت کو مقدم کرتے

ہاے دریا مین حباب آپکو عریان دیکھین
پھوٹ جاتین ابھی آنکھین جو نظر ہم کرتے

بوجھ اُتارا مری میت کا تو بولے احباب
درد ہوتا جو نہ شانو نمین تو ماتم کرتے

ہاتھ خالی نہ فصاحت غم شہ مین رکھتے
ایک سے پیٹتے سر ایک سے ماتم کرتے

رکھا خالق نے محروم استخوان سے
کلام نرم تا نکلین زبان سے

جہان کی زیب ہے اہل جہان سے
ہے آبادی سرا مین کاروان سے

مین نعمت روز و شب لاؤن کہان سے
زبان مجھسے ہے عاجز مین زبان سے

عدم دلچسپ ہے شاید جہان سے
کوئی جاکر نہین آتا وہان سے

ہمارے دل کی وسعت کم ہے، بھی کم
زیادہ ہے زمین و آسمان سے

تجھے چشم حقیقت سے مین دیکھون
اُٹھین جب ساتھ پردے درمیان سے

خدا ہی عشق مین رکھے مری بات
پڑا ہے سابقہ اک بد زبان سے

نہین ڈرتا کسی سے چرخ ظالم
مگر مظلوم کی آہ و فغان سے

مریض ہجر کو ہے قبر مین چین
شفا ہو جاتی ہے نقل مکان سے

شب معراج اللہ و نبی مین
رہا تھا فاصلہ کم دو کمان سے

تمہارے اک مسی مالیدہ لب کی
ثنا کرتی ہے سوسن دس زبان سے

بڑھاکر ہاتھ اگر عشاق چاہین
فلک چھو لین ترے بام مکان سے

اکٹھا کرکے مین گرد کدورت
بڑھاؤن گا زمین کو آسمان سے

فصاحت غیظ سے ابرو پہ ہین بل کیُ
خدا جانے وہ آتے ہین کہان سے

چشم تر لب خشک ہین عاشق کے چہرہ زرد ہے
گاہ دلمین درد ہی گاہے جگر مین درد ہے

اب کسی سے گریبان کرتے نہین معشوق دہر
میرے مرجانے سے بازار محبت سرد ہے

پھر کے سیر باغ سے کہتا ہی وہ نازک دماغ
شور بلبل خندہای گل سے سر مین درد ہے

تین تحفے عشق کی سرکار سے ہمکو ملے
چشم مین آنسو جگر مین داغ دلمین درد ہے

زال دنیا شیفتہ کرتی ہی بن بن کر عروس
دام مین آسکے نہ جو آئے وہی تو مرد ہے

ذبح ہونے کی خوشی مجھ سخت جان کو ہی مگر
غم یہ ہے نازک کلائی مین تمھاری درد ہے

توڑتا ہی بلبلونکے سامنے ہر روز پھول
ہائے گلچین بھی جہان مین کسقدر بیدرد ہے

دیکھکر میرا دل صد چاک ایسا ہی خجل
آج تک گلزار مین گیندے کی رنگت زرد ہے

آتے ہی پیری ہوے بیکار سب عضو بدن
سر مین رعشہ پاؤن مین لغزش کمر مین درد ہے

عشق کی بھی چوٹ ہی کیا چوٹ دل ہی بیقرار
زخم ظاہر مین نہ باطن مین کسی جا درد ہے

ہین روان اشک آنکھ سے دلسے ہی نکلا دود آہ
قافلہ ہے آگے آگے پیچھے پیچھے گرد ہے

اُٹھتے ہی پہلو سے انکے موت کیا جلد آگئی
ہم نہ کہنے پائے اتنا بھی کہ دلمین درد ہے

اے **فصاحت** ہر سخندان نے سنی تیری غزل
لطف اسے ہوگا زیادہ جو کہ اہل درد ہے

بحمد اللہ یہ جوبن یہ حسن یار جانی ہے
جوانی کو بھی جسپر ناز ہی ایسی جوانی ہے

مجازی سے رسائی ہو گئی بام حقیقت تک
وہ بت نامہربان ہی تو خدا کی مہربانی ہے

بہت اچھا ہوا کوچے سے اُنکے اُٹھ نہین سکتا
دبا ہون سایۂ دیوار سے یہ ناتوانی ہے

دکان مے پہ حیلہ تشنگی کا کرکے واعظ نے
پیے ساغر نہ سمجھا ہی شراب اسمین کہ پانی ہے

تمھارے درد فرقت کو رکھا ہی اسنے پہلو مین
کہ تم تو ہو گئے رخصت تمھاری یہ نشانی ہے

قد اس محبوب کا طوبیٰ ہے رخ گلزار جنت ہے
دہن کوثر ہے دانتونکی چمک کوثر کا پانی ہے

زمین سے آسمان کے پہنچنے کا جب کیا شکوہ
وہ بولی یان فشار گور کی ایذا اٹھانی ہے

بہا جاتا ہی سارا جسم روتے روتے فرقت مین
مری تلی مین شاید ہرمو پانی ہی پانی ہے

ملین کیا ہی ہمارے انکے فرق مشرق و مغرب
یہان ہی صبح پیری کی وہان شام جوانی ہے

وہ فریاد و فغان عاشق کی سنکر طعن سے بولے
کہ ہے آواز مین طاقت یہ کیسی ناتوانی ہے

فصاحت کی غزل تعریف کے قابل نہین لیکن
سخن فہمونکی یہ ذرہ نوازی مہربانی ہے

دو چار آنکھین ہوئین تو تھے یہ آج اک یار جانی سے
خدا محفوظ رکھے ہر بلاے آسمانی سے

چھکا دے ابتو اے ساقی شراب ارغوانی سے
زبان مین میری کانٹے پڑ گئے تشنہ دہانی سے

تری آنکھونکی کیفیت ہی یہ جوش جوانی سے
کوئی ساغر بھرے جیسے شراب ارغوانی سے

سنایا مین نے حال زار جب اپنا تو وہ بولے
لب اب موقوف رکھئے دل بھر آیا اس کہانی سے

جیئے تو کیا جیے ہو کر اسیر قید تنہائی
خضر باز آئے ہم ایسی حیات جاودانی سے

یقین ہی گردش چشم حسینان سے نہ چھوٹے گا
اگر بچ بھی گیا کوئی بلاے آسمانی سے

مرے رونے سے بھڑکی اور دل مین آتش فرقت
غلط مشہور ہے یہ آگ بجھ جاتی ہی پانی سے

جفائین یار نے چھوڑین فلک نے پیسنا چھوڑا
غرض دونون یہ عاجز آئے میری سخت جانی سے

نہین غنچے چٹکتے ہین چمن مین صبحدم یارب
یہ تیری حمد کرتے ہین زبان بے زبانی سے

وہ درد آمیز باتین ہین جو چلتے وقت کہدی تھین
بھر آیا انکا دل قاصد کے پیغام زبانی سے

فصاحت جب ہوا گرم سخن مین باغ مین جاکر
ہوے دم بلبلونکے بند میری خوش بیانی سے

وہ تب تو میری قبر پہ کیا چال چل گئے
صدہا چراغ نقش کف پا کے جل گئے

دل ہو گیا تباہ نہ اعضا نے کی مدد
کیا ساتھ دین برائے جب اپنے نکل گئے

گرم آہ قیس محمل لیلی پہ جب پڑی
دو چار پردے اڑ گئے دو چار جل گئے

بیمار انکے ہاے سسکتے تھے سیکڑون
وہ آئے سینے دیکھ لیا دم نکل گئے

گر ہی یہ کہنگی تو فلک پھٹ پڑینگے کل
خیر آج میری آہ نے روکا سنبھل گئے

عاشق جو کوسے یار کے آئے میان حشر
منھ پھیر کر جنان کیطرف سے نکل گئے

کہتی ہی شمع بزم مین طرفہ ہے یہ حسد
اپنا فروغ دیکھ کے ہم آپ جل گئے

ساحل سے یہ حباب کا جھرمٹ نہین روان
آئے تھے دیکھتے ہوے تم تو نکل گئے

رفتہ سے چارہ گر کو نہ سینے تھے دلکے زخم
ڈھڑا یہ مل گیا تو سب ارمان نکل گئے

نالہ مہیب تھا یہ ہمارا شب فراق
معشوق اک تمھارے سوا سب دہل گئے

کل پھیک دے گا ابلق ایام دیکھنا
تھا ہوش آج گرنے نہ پائے سنبھل گئے

کھائے سگ وہمانے جو عاشق کے استخوان
اُف اُف بھی دونون کہنے نہ پائے کہ جل گئے

اُنکے گلے لگانے کی حسرت تھی وقت دفن
بیتاب ہوکے ہاتھ کفن سے نکل گئے

طرفہ ہے قبر عاشق گیسو یہ روشنی
آآ کے شب کو سانپ من اپنے اُگل گئے

کس محکمہ مین جاکے فصاحت کرین رجوع
دیوان کے خزانے سے مضمون نکل گئے

تیر نگاہ یار عجب طرح چل گئے
دل مین مرے در آئے جگر سے نکل گئے

تاثیر کی گلون پہ یہ بلبل کی آہ نے
گلیونین چاک کرکے گریبان نکل گئے

زاہد نے ہم نے کعبہ مین دیکھا جمال دوست
سجدے مین منھ کے بھل وہ گرا ہم سنبھل گئے

عریان جو دیکھا شمع کو پروانے رشک سے
تھوڑے لگن مین گر کے مرے تھوڑے جل گئے

مژگان سے ابروون سے نگاہون سے کیا جوان
نیزے بڑھے کمانین کھنچین تیر چل گئے

پوشاک سرخ اُسنے اُتاری جو باغ مین
کپڑے پھٹے ہوے تھے گلونکے بدل گئے

وہ زار تھے کسی نے جنون مین کیا جو قید
زنجیر سے صدا کیطرح ہم نکل گئے

آئے تو بیٹھتے ہی مرے دل کو مل دیا
جانے لگے جو وہ تو جگر کو مسل گئے

شاید مری لحد پہ طلسمی چراغ ہین
پہلے جلے تو بجھ گئے پھر بجھ کے جل گئے

وہ کھل کھلا کے تربت عاشق پہ ہنس پڑے
مرجھا گئی تھی پھولونکی جا بدل گئے

تنہا مین ایک سمت فلک ایک سمت وہ
اُسکی بچائی چوٹ تو وار اسکے چل گئے

کہتی ہی شمع ہم وہ گنہگار خلق ہین
کوچون مین دن کو لٹکے رہے شبکو جل گئے

جب جانین اپنی بزم سے اغیار کو اُٹھاؤ
ہم سے تھے غریب تمنے نکالا نکل گئے

گرنے ہی کو تھے شیشۂ مے طاق سے مگر — مستون نے کیا نگاہونسے روکا سنبھل گئے
دو گھونٹ بھی شراب نہ دی تو نے ساقیا — لے دیکھ میرا صبر بڑا خم اُبل گئے
پروانونکا بھی طرز ہی عشاق مین نیا — دیکھا فدا ے شمع ہوے اور جل گئے
کسطرح لے گئے وہ کہ پہلو صحیح ہین — میرے دل و جگر یہ کدھر سے نکل گئے
بیحس پڑا ہوا تھا جو فرقت مین خاک پر — آ آگے زلزلے مری کروٹ بدل گئے

دونون فصاحت آپکے قلب و جگر لئے
چوسر وہ کھیلنے مین نئی چال چل گئے

حجاب ہی رخ روشن دکھا نہین سکتے — وہ درمیان سے یہ پردہ اُٹھا نہین سکتے
یہ بوجھ حسرت و ارمان و آرزو کا ہے — کہ دوست میرا جنازہ اُٹھا نہین سکتے
جو ہنس پڑینگے تو حل ہوگا یہ معما بھی — کمر چھپا ہین دہن وہ چھپا نہین سکتے
پتہ مکان صنم کا نہ پوچھ اے قاصد — ہمین تو رشک ہے مانع بتا نہین سکتے
غش آگیا ہے مجھے انکے سامنے عمداً — رقیب بزم سے اتنو اُٹھا نہین سکتے
وہ میری قبر کو ٹھکراتے ہین کوئی کہدے — خطا معاف حضور اب جلا نہین سکتے
مسافران عدم کی خبر ملے کیونکر — ہین یان سے جا نہین سکتا وہ آ نہین سکتے
رجوع یار کو اپنی طرف کرین کیا خاک — ہم اپنے دل ہی کو قابو مین لا نہین سکتے
نقاب چہرۂ جانان الٹ سکین کیونکر — خود اپنی آنکھ کے پردے اُٹھا نہین سکتے
جہان مین ہوگی کسیکو امید نعمت کی — یہان تو غم بھی فراغت سے کھا نہین سکتے
نزاکت انکی اب اس سے زیادہ کیا ہوگی — رکھا ہی حلق پہ خنجر پھرا نہین سکتے
علی کا رعب نکیرین کو یہ قبر مین ہے — کھڑے ہین دور سے پاس آ نہین سکتے

کلام سن کے فصاحت کا کہتی ہین بلبل
کہ ہم یہ طرز یہ تقریر اُڑا نہین سکتے

کسی سے کیا کہین پیری مین جو کہ حالت ہے — نہ ہم وہ ہین نہ وہ دل ہی نہ وہ طبیعت ہے
غضب ہے عاشق و معشوق دونون ہین مجبور — ہمین وفا کی تو انکو جفا کی عادت ہے

مجال کیا ہی جو محفل مین آکی بیٹھے سکون
مثال شمع کھڑے رہنے کی اجازت ہے

نقاب الٹ کے اُدھر غیر کو دکھایا مُنھہ
حضور ہم بھی تو دیکھین کہ کیسی صورت ہے

جو روز حشر تم اٹھکھیلیون کی چال سے آؤ
پکارین اہل قیامت کہ یہ قیامت ہے

سوال بوسہ پہ گالی کا جب سبب پوچھا
تو مسکرا کے کہا یہ تو میری عادت ہے

ہمارے شعر وہ پر درد ہین کہ کہتے ہین لوگ
تجھے کسی نہ کسی سے ضرور اُلفت ہے

گیا ہے جب سے اُدھر بھول کر نہین آتا
شباب بھی کوئی معشوق بیمروت ہے

سہین تو آنکی جفائین سہی نہین جاتین
گلا کرین تو برا ماننے کی عادت ہے

ہر اک سے ساتھ فصاحت کا فقر مین چھوڑا
شریک حال اگر ہے تو اک قناعت ہے

لہو یہ بے سبب آتا نہین اشکو نہین مل مل کے
کہانتک ضبط آخر آبلے پھوٹے مرے دل کے

کفن پھر کیا دیا جائے گا بعد مرگ اے مجنون
یہ کیون آہون سے پرزے دھجیان کرتا ہی محمل کے

کسی عاشق نے شاید آنکھ اُٹھا کر اُنکو دیکھا ہے
گنہگار و نہین لکھے جاتے ہین نام اہل محفل کے

چمن مین چہرۂ رنگین سے کس کے ہین یہ شرمندہ
طلب کرتے ہین گل اُڑنے کی خاطر پر عنادل کے

بہت خوش ہوکے سیر باغ کو شداد آتا تھا
جو آپہونچی قضا ارمان دلمین رہگئے دل کے

کسی گلشن مین پھول اس رنگ کا دیکھا نہین گلچین
لیے ہین ہاتھ مین ٹکڑے ہین اپنے خون شدہ دل کے

اگر بھوکے بھی ہین تو زخم کاری کے ہین ہم بھوکے
جو پیاسے بھی ہین تو آب دم شمشیر قاتل کے

اسی کو اتحاد عاشق و معشوق کہتے ہین
گرے گل برگ جتنے اُتنے پر ٹوٹے عنادل کے

جب اُسکا ہاتھ مس ہوتا ہی اُنکے دست نازک سے
چھپا کر اُنسے مین لیتا ہون بوسے دست سائل کے

مشبک کر دیئے تیر نگاہ قیس نے ایسے
کہ پردے صاف چلمن بن گئے لیلی کی محمل کے

گھر اُسکا پوچھ لینا اس پتہ سے جا کے اے قاصد
لٹا کرتے ہین کس جا دن دہاڑے قافلے دل کے

ہین اہل فیض اپنے فیض سے محروم دنیا مین
کہ دریا مین ہی پانی اور ہین لب خشک ساحل کے

سمجھکر سی مرے زخمونکو اے جراح رشتہ سے
نہ نکلین پاکے یہ ڈھرا کہین ارمان سب دل کے

کسی کا وصل گردون سے کبھی دیکھا نہین جاتا
حسد ہے بات بھی پیدا ہوئی گر لب سے لب ملکے

بپا ہے طرفہ ماتم نجد مین مجنون کے لاشے پر
کہ بیت بیچ مین ہر گرد ہین حلقے سلاسل کے

گنا ہونکی جو پرسش حشر کو ہو گی تو کہدینگے
ہماری کچھ نہتی تقصیر ہم قابو مین تھے دل کے

فصاحت ہے تمنا کربلا مین دفن ہونے کی
کہ خاک اپنا بدن ہوجائے خاک پاک مین مل کے

بزم عشاق ہی کیا جانین کدھر دیکھین گے
دل تو دیتا ہے گواہی وہ ادھر دیکھین گے

ہاتھ پہلو پہ رکھا اس سے کہ وہ کمسن ہین
سہم جائینگے اگر زخم جگر دیکھین گے

حشر پر وعدۂ دیدار ہے یہ تو کہیے
ہم کھڑے ہونگے جدھر آپ اُدھر دیکھین گے

وصل کی رات ہی سوئین نہ سر بام حضور
چشم انجم سے فلک تا بہ سحر دیکھین گے

یہ تو کھلجائے گا کس کس پہ نگہ لطف کی ہی
ہم بھی دیکھین گے اُدھر آپ جدھر دیکھین گے

ہین دو راہے مین ادھر دیر اُدھر کعبہ ہے
یہ دل گم شدہ جاتا ہے کدھر دیکھین گے

کمسنی ہے تو نرالی ہین ضدین بھی اُنکی
مجھ سے فرماتے ہین ہم درد جگر دیکھین گے

ایک دل ایک جگر لایا تھا دونون چھینے
اب مرے پاس رہا کیا جو ادھر دیکھین گے

مجھ مین اور شمع مین ہوتی ہین یہ باتین شب ہجر
آج کی رات بچین گے تو سحر دیکھین گے

منھ جو موڑا ہے خفا ہو کے تو فرماتے ہین
اب زمانہ بھی پھرے تو نہ اُدھر دیکھین گے

بزم مین اُنکی اس اُمید پہ ہم بیٹھے ہین
کہ ادھر دیکھ چکین گے تو اُدھر دیکھین گے

کیا ہے پروانے کے جلنے پہ جو گریان ہوئی شمع
آپ بھی عشق حقیقی کا اثر دیکھین گے

یا علیؑ سنتے ہین آپ آئیے گا نزع کے وقت
ہائے دیکھین گے بھی تو ایک نظر دیکھین گے

دل جگر تھام لین ہاتھون سے یہ کہدے کوئی
کیا یونہین وہ مرے نالونکا اثر دیکھین گے

اپنے چہرے سے نقاب اُٹھے تو وہ غیرت مہر
گو نہین دیکھنے کی تاب مگر دیکھین گے

ہم بھی ہین غیر بھی ہی سامنے اس شوخ کے آج
پڑتی ہے کس پہ لگاوٹ کی نظر دیکھین گے

دوست سمجھاتے ہین بیکار فصاحت ہم کو
ترک کر دینگے جو اُلفت مین ضرر دیکھین گے

اے باغبان چمن کی نہین آرزو مجھے
یان داغ دل سنگھاتی ہی پھولونکی بو مجھے

بس اک ترے دید کی ہی آرزو ہے مجھے
سب بھول جاؤن نہین نظر آئے جو تو مجھے

نشہ مین مست ہوکے اگر لڑکھڑاؤن نہین
بڑھکر سنبھال لے ابھی دست سبو نے مجھے

بعد فنا جو مین نہین ملتا تو قبر پر
آ آ کے ڈھونڈھتی ہی مری آرزو نے مجھے

بلبل وہ ہون کہ لطف چمن ہی قفس مین بھی
لاکر صبا سونگھاتی ہی پھولونکی بو نے مجھے

ظاہر مین بھی جمال دکھا اپنا اسطرح
جسطرح خواب مین نظر آیا تھا تو نے مجھے

گر ہے یہ انقلاب زمانہ تو کیا عجب
مین جسکو دوست سمجھون وہ سمجھے عدو نے مجھے

سنکر سوال دید وہ کہتے ہین طعن سے
موسیٰ تو لائے تاب نہ دیکھے گا تو نے مجھے

دامن جو اڑکے دست رفوگر مین آگیا
ایما ہے کر دے قبل گریبان رفو نے مجھے

گر ذبح منھ کو پھیر کے قاتل نہ رحم آئے
لازم ہی اب نہین تجھے دیکھون نہ تو نے مجھے

نکلا گہر جو چشم صدف سے تو یہ کہا
جب آنکھ سے گرا تو ملی آبرو نے مجھے

جس انجمن سے ہائے نکالا گیا تھا مین
اے بیخودی وہین لیے جاتی ہی تو نے مجھے

قاتل نے اپنے کعبۂ ابرو کو چھوڑ کر
افسوس آج ذبح کیا قبلہ رو نے مجھے

آنکھین دم اخیر پھر آتا نہین ہو نہین
ہنگام نزع بھی ہے تری جستجو مجھے

پیکان تیر یار جو سینے مین رہ گیا
سمجھا کہ مل گیا دل بے آرزو نے مجھے

کہتا ہے آئینہ سے رخ صاف یار کا
مین تجھکو دیکھون آٹھ پہر اور تو نے مجھے

ہر دم یہی خدا سے فصاحت کی ہے دعا
پہونچا دے کربلائے معلیٰ مین تو نے مجھے

لگا کے عطر جو گلشن مین یار تو نکلے
چمن سے ہو کے پریشان گلونکی بو نکلے

وہ پائمال کرین دل تو آرزو نکلے
شگفتہ ہو جو یہ غنچہ ابھی تو بو نکلے

وہ ذبح کرتے ہین حائل ہی دم شمشیر
غضب ہی دید کی کسطرح آرزو نکلے

رخ انکے کعبۂ ابرو کی سمت ہو دم نزع
جو دم بھی جسم سے نکلے تو قبلہ رو نکلے

یہ اتحاد ہی بلبل جو ہو قفس مین اسیر
خبر بہار کی دینے گلونکی بو نکلے

غم فراق نے خونناب کر دیا ایسا
جو سینہ چاک ہو دل کی جگہ لہو نکلے

چمن مین یون تو ہین ای باغبان ہزارون گل
وہ پھول دے مجھے جسمین وفا کی بو نکلے

خود آرزو کا نکلنا تو کیا فلک کو ہو رشک
اگر زبان سے مری لفظ آرزو نکلے

کرامت اپنی جو فصل بہار دکھلائے
عجب نہین ہی جو کانٹون سے گل کی بو نکلے

مری لحد پہ نکلتا ہے اسلیے سبزہ
کہ سیر کے لیے شاید اُدھر سے تو نکلے

جو انجمن مین وہ نازک دماغ آجاے
مجال کیا جو گل شمع سے بھی بو نکلے

جو لڑکھڑاؤن بھی نشے مین تو گردن خم ہے
جو ہمکو ن بھی تو زبان سے سبو سبو نکلے

ہمین تو آپکی باتون نے اور مارا ہے
خطا معاف ذرا پھر زبان سے تو نکلے

بہاؤن اشک کا دریا مین اپنی آنکھون سے
جو حکم دو تو حبابون سے آب جو نکلے

ہزار مجھ سے حسینان دہر چھپتے تھے
کیا خیال تو آنکھون کے روبرو نکلے

بڑھا ہے دست جنون سب کے ہین گریبان چاک
مزا تو ہی اگر آج اے ہلال تو نکلے

درازی شب وصلت ہوا سقدر یارب
نکل سکین جو سب ارمان تو آرزو نکلے

قصیدہ بھی جو فصاحت کسیکی مدح مین کہہ
نہون وہ شعر گدائی کی جن سے بو نکلے

دل و جگر ہین محبت مین صدمہ پلے ہوے
یہ دو تمر بھی ملے ہین تو چوٹ کھائے ہوے

بجا ہی عشق سے ہم ہین جو خوف کھائے ہوے
یہ ایک شعلہ ہے لاکھون کے دل جلائے ہوے

چلے ہین گور غریبان کو روندنے گر آپ
ادھر بھی نازسے ٹھوکر کوئی لگائے ہوے

جری وہ ہم ہین کہ لڑتے ہین دیو فرقت سے
قوی بھی وہ کہ ترے نازہین اٹھائے ہوے

ادھر بھی حسن کی خیرات ایک بوسہ دو
کہ یہ فقیر بھی ہے آسرا لگائے ہوے

یہی سمجھ کے ہلالون کو دیکھتے ہین لوگ
کہ طوق ہین تری منت کی یہ بڑھائے ہوے

کوئی یہ کوچۂ جانان کی رہروون سے کہے
پڑا ہوا ہے مرا دل ذرا بچاے ہوے

وہ بیقرار تھا دم بھر نہ مین ٹھہر سکتا
لحد نہ رکھتی جو آغوش مین دبائے ہوے

برا نہ اور دنکو اپنے سے جان اے مغرور
کہ یہ سب ایک ہی صانع کی ہین بنائے ہوے

غرور توڑ دیا دم مین بے ثباتی نے
حباب پھولتے پھرتے تھے سر اٹھائے ہوے

ملال و حسرت و ارمان و غم کو دے کے جگہ
ہم اپنے دل کی ہیں بستی الگ بسائے ہوئے

میں دیکھ لوں انھیں وہ مجھ کو دیکھ لیں ای بت
ابھی ٹھہر کہ عیادت کو ہیں وہ آئے ہوئے

بتو انکو کرتے ہو سجدہ برہمنو ناحق
یہ وہ خدا ہیں جو بندون کے ہیں بنائے ہوئے

جواب سایہ نے میری فروتنی کا دیا
میں خم ہوا ہوں تو یہ بھی ہے سر جھکائے ہوئے

جو دیکھ پائے ہیں داغ جگر فصاحت کے
حیا سے مہر درخشاں ہی منھ پھرائے ہوئے

مرا اللہ اُٹھے کیا جسم ایسا زار و لاغر ہے
نظر آتی نہیں میت فقط بستر ہی بستر ہے

موے پر حال اعلیٰ کا تو ادنیٰ سے بھی بد تر ہے
گدا کی ٹھوکر وں میں بادشہ کا کاسۂ سر ہے

عبادت کو جو آیا ہے تو پیتا جا صبوحی بھی
ہمارا میکدہ اے شیخ مسجد کے برابر ہے

خدا سے ڈر کفن کی حرص میں میت نہ عریاں کر
وہی لیجا ارے نباش جو تربت پہ چادر ہے

ہوے برسوں کہ نیند آئی نہیں شبہاے فرقت میں
جو آئی بھی ہو تو منہ سے مری آنکھوں کے باہر ہے

چھپاتا ہوں میں اپنے مردم دیدہ سے بھی اُنکو
ادھر یہ ہیں اُدھر وہ بیچ میں اشکوں کی چادر ہے

ہمارے اور اُسکے دل کی صورت ایک ہے لیکن
جو فرق باطنی پوچھو یہ شیشہ ہے وہ پتھر ہے

کریں ہم فخر جتنا اے فصاحت ہمکو زیبا ہے
وہ ہے افسر ہمارا سب وصیوں کا جو افسر ہے

ویسی ہی کیوں برش تری تیغ نظر میں ہے
کیا اور کوئی زخم بھر یرا جگر میں ہے

آٹھوں پہر جو موت ہماری نظر میں ہے
ہر دم کفن بندھا ہوا اپنی کمر میں ہے

سوزش کے بدلے ہو گئے زخم جگر خنک
قاتل ہوا سے سرد جو تیروں کے پر میں ہے

ہے فال بد جو روتے ہیں احباب بعد مرگ
کیا جانتے نہیں کہ مسافر سفر میں ہے

چھوڑا نہ مجکو گردش قسمت نے عمر بھر
اب پاؤں تھک گئے ہیں تو دوران سر میں ہے

کہتی ہیں بلبلیں کہ قفس تنگ ہے تو کیا
وسعت ہر ایک صحن چمن کی نظر میں ہے

جراح میرے دل میں بھی ناسور پڑ گئے
تو فکر چارہ سازیِ زخم جگر میں ہے

کس کس کو یاد کیجیے یاران رفتہ میں
کیا کہیے کون کون ہماری نظر میں ہے

عاشق اگر تو نکاہی تو مال صرف کر
پتھر کو موم کرنے کی تاثیر زر مین ہے

خانہ نشین ہو طائر قبلہ نما کی طرح
ہے دار پر کھنچا اگر اپنے ہی گھر مین ہے

سیر طلسم دہر ہے کیا چشم جام کو
دیکھو کہ ساری گردش دنیا نظر مین ہے

کل یون نہ دیکھتے تھے مجھے تم خطا معاف
کیا جانین آج کون تمھاری نظر مین ہے

آیا وہ مہ نکیون ہو فصاحت مقام فخر
اک چاند آسمان پہ ہے اک میرے گھر مین ہے

غم نے یہ اس پری کے کیا ناتوان نے مجھے
سایہ پر ہما کا ہے بار گران مجھے

دیکھا ہے ہجر مین کبھی نالہ کنان نے مجھے
اے رعد کیا سناتا ہے اپنی فغان مجھے

جن لوگون نے بنائے تھے قصر اپنی زیست مین
ملتا نہین اُنھین کی لحد کا نشان مجھے

دکھین وہ کون دن ہو کہ مجھ بادہ خوار سے
واعظ کہے کہ مے کی تبا دو دکان مجھے

رکھدون گلے کو تیغ پہ ہے شوق اسقدر
اپنی زبان سے کہدے وہ قاتل جہان مجھے

جھپکا کے پلکین آپ نہ ابرو چڑھائیے
دکھلائیے نہ غیظ مین تیر و کمان مجھے

شاید عدم مین یاد کیا دوستون نے آج
آتی ہین وقت نزع کے جو ہچکیان مجھے

آہین جو مین نے کین قد و گیسو کی یاد مین
گلشن مین سرو کھی نظر آیا دھوان مجھے

دانا ہو مین زمین پہ مشہور ڈر یہ ہے
پیسین نہ آسیا کی طرح آسمان مجھے

زلف سیہ نہین رخ رنگین یار پر
دکھلا رہی ہے آتش گل بھی دھوان مجھے

کہتا ہے فخر کرکے یہ ہر روز بام یار
احمد نے کیا ہے دہم آسمان مجھے

پھر لطف عندلیب سے کچھ گفتگو کا ہو
غنچے کی ہے صدا جو خدا دے زبان مجھے

محشر مین جمع ہونگے جو احباب مر گئے
منزل پہ مل ہی جائیگا یہ کاروان مجھے

کیجیے ظہور جلد فصاحت کی ہے دعا
دیدار آپکا ہو امام زمان مجھے

چشم بد ڈالی تھی اُن آنکھونپہ اک دن نور سے
اس سبب سے دیدۂ نرگس ہے خالی نور سے

مست کردے ساقی اپنی نرگس مخمور سے
کام کیا میری زبان کو بادۂ انگور سے

رخ کو خط کو چشم کو قد کو ترے کیا دین مثال
پھول سے ریحان سے نرگس سے نہال طور سے

ہجر ہے وحشت کدے مین یون ہی میرے پاس شمع
دیدۂ غول بیابان جیسے چمکے دور سے

ہر گہر غلطان زمین پر ہو کے دیتا ہے صدا
عشق دندان جسکو ہے خالی نہین ناسور سے

روے روشن کو ترے کیا مہر سے ہم دین مثال
اسکی خلقت نار سے ہے اسکی خلقت نور سے

ہجر کے غم کا نہ کہہ بار گران عاشق پہ یار
بوجھ اتنا دے کہ جتنا اُٹھ سکے مزدور سے

اے فصاحت بام پر حسن شب وہ اُلٹینگے نقاب
داغ کھائے گا قمر اُن عارضون کے نور سے

دن جوانی کے جو گذرے رنگ محفل اور ہے
آنکھین میری اور ہین مین اور ہون دل اور ہے

مجھ سے سچ سچ کہدے تجھ کو اپنے ہی سر کی قسم
تیرے گیسو مین مرے دل سا کوئی دل اور ہے

دیکھ یہ فقرہ انھین پہلو مین پھر بہلا لیا
تم ہو جیسا اے چکے ویسا ہی اک دل اور ہے

دل کبھی ایسا نہین مجھ عاشق جانباز کا
تیری پامالی سے جو بچتا ہے وہ دل اور ہے

اے خیال یار کیون ہر وقت تو رہتا نہین
کیا کوئی زینت دہِ کاشانۂ دل اور ہے

گو کہ ملتا ہے جگر کے بھی تڑپنے مین مزہ
پر تری لذت کچھ اے بیتابیِ دل اور ہے

جو دوا کرتی ہی مجھ کو نفع اسکو ہے مضر
میرا آزار اور ہے بیماریِ دل اور ہے

تجھ کو اے فصاد وہ نشتر تو ممکن ہی نہین
کیا بتاؤن نیشتر بہر رگِ دل اور ہے

جسکے اک گوشہ مین تو آجائے نسبت اس سے کیا
اے فضاے دہر میری وسعتِ دل اور ہے

لے کے سینہ سے فصاحت کے منھ اپنا دیکھیے
آئنہ ہے اور یہ آئینۂ دل اور ہے

دیکھکر وہ خط یہ بیخود ہو گئے
باغبان کانٹے چمن مین بو گئے

اب کی سال اتنے شرابی ہو گئے
میکدہ مین آئے دس تو دو گئے

مین وہ عاشق تھا کہ میری قبر پر
وامق و فرہاد و مجنون رو گئے

دل لگا کر حال دل اسنے سنا
آج سارے قصے فیصل ہو گئے

جا کے خود پینے لگے واعظ شراب
بند کرنے خوب رندون کو گئے

صدمۂ و اندوہ و غم مرنے کے بعد
دوست تھے آکر لحد پر رو گئے

مجھ کو ٹھوکر سے جلایا بعد مرگ
میرے حق مین تم مسیحا ہو گئے

منفعل ہوکر جو روے حشر کو
جتنے عصیان تھے ہماری دھو گئے

عشق کے کوچہ مین بربادی ہے کیا
آئے جو اس راہ مین کچھ کھو گئے

وصل مین جاگے جو ہم چونکے نہ وہ
جب ہوے بیدار وہ ہم سو گئے

ہمنے تو جان و دل و ایمان دیا
ایک بوسے پر خفا تم ہو گئے

ڈھونڈھ کر کہتے ہین کوے یار مین
دل کو ہم آکر یہین پر کھو گئے

ہے عجب دلچسپ جا شہر عدم
وان سے اک آیا یہانسے دو گئے

عمر آخر تھی کہ غفلت چھا گئی
رات تھوڑی جب رہی تو سو گئے

اے فصاحت یہ لطافت کا ہے فیض
شاعرون مین ہم بھی شامل ہو گئے

پاؤن دھو کر جو مرا حور شمائل اُٹھے
شور تعریف و ثنا کا لب ساحل اُٹھے

اسطرح کی مئے دلخواہ پلادے مجھ کو
میکدے سے کبھی ساقی نہ مرا دل اُٹھے

روز غیر نکلے تو گھر دوڑ کے جلتے ہین آپ
آج آنے کو یہان پاؤن بمشکل اُٹھے

دھوپ مین چند قدم گھر سے اگر تو نکلے
ابر سایہ کے لیے اے مہ کامل اُٹھے

لے ملائک بس مردن بھی وہین قبر بنے
کوچۂ یار سے پہلے جو مرے گل اُٹھے

حسرت دید مین مدت سے یہان بیٹھا ہے
تیری درگاہ سے محروم نہ سائل اُٹھے

کیا مرے قتل پہ کھائی ہے قسم قرآن کی
آپ شمشیر کو کیون کرکے حمائل اُٹھے

تیز یان ہین ترے ابرو کی غضب اے قاتل
دیکھ لے خواب مین بھی کوئی تو گھائل اُٹھے

جل کے دل بزم رقیبان مین ہی کرتا یون آہ
کہ دھوان شمع سے جیسے سر محفل اُٹھے

ناتوانی مین عجب پائی نشست و برخاست
ضعف سے بیٹھ گئے ہم تو بمشکل اُٹھے

چشم جادو سے صنم ہو جو فصاحت مشہور
ہفت اقلیم سے نام چہ بابل اُٹھے

تیغ قاتل کاٹتی ہے کب مرا سر دیکھیے
ای خدا ہوتی ہے کس دن یہ مہم سر دیکھیے

باغ مین تسلیم کرتا ہے صنوبر دیکھیے
بندۂ آزاد بھی حاضر ہے بھر کر دیکھیے

بیکسی کہتی ہے قبر عاشق کی آکر دیکھیے
شامیانہ چرخ کا شبنم کی چادر دیکھیے

جبہ سائی آپکی در پر یہانتک مین نے کی
ہوگیا صاف آئینہ چوکھٹ کا پتھر دیکھیے

ہم ہین دریا نوش اے پیر مغان شک ہو اگر
امتحان کیواسطے دو چار خم بھر دیکھیے

کس خوشی سے قتل گہ مین آپ کو سر دیدیا
گو کہ مفلس ہون مگر دل ہے تونگر دیکھیے

جھانکنے کا آپکے دلمین بھی دھیان آیا نہین
آنکھین دکھلانے لگا ہے روزن در دیکھیے

آپکا غصہ ہے بیجا کیا کرون تعریف حسن
جب نگہ ٹھہرے نہ اس رخ پر تو کیونکر دیکھیے

قبر مین عاشق سے کہتے ہین مبشر اور بشیر
کھولیے آنکھین بہت دلچسپ ہے گھر دیکھیے

منعمونکا مال ہے اور ونکی خاطر بعد مرگ
جبر سے ملتی ہے اک دو گز کی چادر دیکھیے

ہون وہ بلبل کرتے ہین صیاد بربادی فکر
ذبح کرکے بھی اُڑاتی ہین مری پر دیکھیے

عشق جب آیا مرے دلمین نکالے سب دہ ہوش
ہو چکے ہشیار اب جاتے ہین ہم گھر دیکھیے

ہجر ہمکو غیر کو ہو وصل دلبر کا نصیب
اے فصاحت جو دکھائے یہ مقدر دیکھیے

وہ اپنے دل سے کدورت جدا نہین کرتے
خط غبار مین کب خط لکھا نہین کرتے

گئے تھے غیر کے گھر شب کو کیا بتاؤ تو
حیا سے پردے مین ہو سامنا نہین کرتے

بہار آئی ہے دست جنون بہت ہے دراز
اسی سے چاک گریبان سیا نہین کرتے

فقط ہمین پہ یہ ظلم و ستم رہے اے یار
ہمارے بعد کسی پر جفا نہین کرتے

تواضع انسے ہے جنکو ہین منکسر پاتے
غرور جنکو ہے انسے جھکا نہین کرتے

اُٹھا کے بار غم ہجر دل یہ کہتا ہے
طبیعت آئی کسی پر تو کیا نہین کرتے

گلون نے دیکھ کے شبنم وہ صبح کو بولے
جو رو دئے ہون ہم انسے ہنسا نہین کرتے

ضعیفی آئی کرو مغفرت کی اس سے امید
سحر کا وقت ہے اب بھی دعا نہین کرتے

وہ صید ہون کہ لپٹے کباب پر ڈورے
مرے پہ بھی وہ جلا کر رہا نہین کرتے

فصاحت آکے مرے گھر تلک جو پھر گئے وہ
قصور بخت ہے اُنسے گلا نہین کرتے

بلند اے دل اگر ایسی آہ آتشبار ہو جائے
مثال تیر غیرن کے جگر سے پار ہو جائے

خجل ہون مین بس مردن گنہ کا بار ہی مجھپر
نکیون دوش احبا پر جنازہ بار ہو جائے

اگر تم گھر سے نکلو یہ خریدارونکی کثرت ہو
ابھی ہر ایک کوچہ مصر کا بازار ہو جائے

اگر لکھنے مین اُنکے افعی گیسو کا دھیان آئے
زبان کلک ڈسنے کو زبان مار ہو جائے

نکر جائے نشانہ گر بنا کر مجھکو وہ قاتل
گواہی کو ابھی گویا لب سوفار ہو جائے

اگر ہون زیست سے مین زار عاجز عشق ابرو مین
گریبان ذبح کرنیکے لیے تلوار ہو جائے

نظارہ چشم جانان کا بلائے جان ہی انسان کو
اگر اچھا بھلا بھی ہو تو وہ بیمار ہو جائے

فلک سے جیتے جی میری تمنا ہی تو اک یہ ہی
کہ مرکر خاک میری خاک کوئے یار ہو جائے

چلا ہی کوچہ گیسو مین دل شانہ یہ کہتا ہے
بہت ہی پر خطر رستہ کہو ہشیار ہو جائے

مین دریائے شہادت پیر تکلون آج مقتلمین
خدا چاہے تو دم بھر مین یہ بیڑا پار ہو جائے

عوارض کے الم اب اُٹھ نہین سکتے فصاحت سے
مدد اُسکی جناب عائد بیمار ہو جائے

اگر آہ پر اثر اسطرح کی منھ سے نکل جائے
کہ وہ یار آج میرے گھر سے جانیکو ہی کل جائے

بوقت نزع بھی ہی انتظار اُس رشک عیسی کا
تعجب کیا جو میری روح آنکھونسے نکل جائے

بہت بھڑکی ہوئی ہی آتش گل باغ مین ابکی
کہین بلبل چمن مین آشیان تیرا نہ جل جائے

سدا رہتے ہین بے برگ و ثمر وحشی زمانہ مین
نہ دیکھا شاخ آہو کو ہری ہو جائے پھل جائے

خدایا وہ بھی دن آئے کہ ہم بسمل ہون مقتلمین
ہماری آرزو بر آئے اُنکا دل بہل جائے

وہ شاہ حسن تخت سلطنت پر آج بیٹھے گا
جنور تار شعاعی کا کہو خورشید جھل جائے

ہجوم عام ہی اُس کوچہ گیسو مین ڈرتا ہون
نہ میرا دل کہین اغیار کے دل سے بدل جائے

فصاحت اسطرح کے شعر کہنا چاہیئے تم کو
کہ ہر منصف کے منھ سے واہ کا نعرہ نکل جائے

قضا آتی ہے صبح وصل جب تکبیر ہوتی ہے
موذن کی صدا حق مین ہمارے تیر ہوتی ہے

جنون مین زار ہون کیون قید کی تدبیر ہوتی ہے
مجھے تو چین فرش خواب اک زنجیر ہوتی ہے

مرے اشعار سنکر کیون دل حاسد نہ کٹ جائین
ہر اک بیت غزل گویا کھنچی شمشیر ہوتی ہے

ہزارون دور ساغر ہو گئے ساقی نگہ مین نے
نہ پایا جام ایسی گردش تقدیر ہوتی ہے

مرے قاتل کا ایسا رعب چھا جاتا ہے مقتل مین
اجل پوشیدہ زیر دامن شمشیر ہوتی ہے

وہ عاصی ہون کہ میری چشم گریان ابر رحمت ہے
مین دہو دیتا ہون جب فرد گنہ تحریر ہوتی ہے

جلے محفل مین پروانے تو رو لی شمع بھی شب بھر
اگر عشق حقیقی ہو تو یہ تاثیر ہوتی ہے

جہانین بیثباتو نیز بھی اک ظالم مسلط ہے
حبابونکے سرونپر موج کی شمشیر ہوتی ہے

زمانہ جسکو دھوکے سے شب دیجور سمجھا ہے
سیہ بختی ترے عاشق کی عالمگیر ہوتی ہے

مرقع مین جہان کے یون ہوئین حیرت زدہ ساکت
کہ جیسے صفحہ تصویر پر تصویر ہوتی ہے

طمع کہتی ہے چل فکر معیشت کر نہ بیٹھا رہ
بڑھاؤن پاؤن کیونکر شرم دامنگیر ہوتی ہے

بگولا میری مٹی کا پس مردن بنا یا نین
پھرا کرتا ہے جبتک گردش تقدیر ہوتی ہے

قصاب جسم
غیبت صاحب مین بھی ہے نفع شیعو نکو
نہان گو ابر مین ہو مہر پر تنویر ہوتی ہے

اللہ اللہ پر فضا کیا کوچۂ جانانہ ہے
گلشن شداد جسمین سبزۂ بیگانہ ہے

لے کے زاد راہ چل گر عاقل و فرزانہ ہے
کوئی رہنے کا نہین دنیا مسافر خانہ ہے

بزم مین جو شب کو نور عارض جانانہ ہے
شرم سے منہہ شمع کا ڈھلکے ہوے پروانہ ہے

عشق صادق جسکے دلمین ہو اُسکو قدر ہے
قیس کو مجنون جو کہتا ہے خود دیوانہ ہے

فصل گل مین اک جگہ کی کچھ خصوصیت نہین
جا رہیکش جمع جس جا ہون وہی میخانہ ہے

آکے بھٹکے ہین دو راہے مین الٰہی کیا کرین
کس طرف جائین ادھر کعبہ اُدھر بتخانہ ہے

ساقیا مجھ مست کے ہر ظرف مین بھر دے شراب
خم ہے شیشہ ہے سبو ہے جام ہے پیمانہ ہے

قبر عاشق پر نہ آئے فاتحہ پڑھنے کبھی
کوئی اون سا بھی جہانین بیوفا بیگانہ ہے

گوش دل سے حال مجھ عاشق کا سن تو تو ذرا
جس سے نیند آجائیگی تمکو یہ وہ افسانہ ہے

اہل دنیا کو نہین فکر مآل کار کچھ
سب کے سب مست ہین جسمین یہ وہ میخانہ ہے

حشر کو آکر کہیگی روح میرے جسم مین
مدتون جسمین رہی تھی ہین یہ وہ کاشانہ ہے

کفر پر مائل ہے جو اسلام کے پردے مین شیخ
کعبہ کو جاتا ہے لیکن منھ سوے بتخانہ ہے

ساکن ملک عدم دنیا مین آئے اسلیے
دیکھلین اسکو بھی آبادی ہی یا ویرانہ ہے

عشق سے بھی نام رہتا ہے فصاحت دہر مین
قیس کا ابتک زبان خلق پر افسانہ ہے

حسن مین یکتاے عالم وہ بت گلفام ہے
جس سے بڑھکر اے دل شیدا خدا کا نام ہے

آج آزردہ جو مجھسے ساقی گلفام ہے
میکشو اب زندگی کا بھی لبالب جام ہے

یار بھی اسوقت آجاے تو کیسی ہو بہار
ابر ہے گلشن ہے مے ہے ساقی گلفام ہے

مدحت ابرو مین ہمنے شعر جب اسکو سناے
کہدیا سر پر لگا کر تیغ یہ انعام ہے

گلشن جنت ہے تیرے گھر کا صحن اے رشک حور
عرش اعلی جسکو کہتے ہین وہ تیرا بام ہے

مائل دیدار حسن آنکھین ہین دلکی کیا خطا
کوئی آفت مین پھنسا تا ہی کوئی بدنام ہے

عشق کہتے ہین جسے وہ ہی مرض کی ابتدا
ہجر کہتے ہین جسے اک موت کا پیغام ہے

اُنکے رخ کو سورۂ وَالشَّمس کہنا چاہئے
چاند سے تشبیہ ناقص ہی تو اس سے تام ہے

عاصیونکے پاس کیا جز انفعال و التجا
بخش دینا لے مرے غفار تیرا کام ہے

خاک مین مجھکو ملا کر موت دیتی ہے صدا
دیکھ جو آغاز تھا تیرا وہی انجام ہے

اے ہوس خواہش اکسیر کچھ باقی نہین
جب سے پہلو مین فصاحت کے وہ سیم اندام ہی

شب وصال مین کیا حسن یار دیکھینگے
نگہ ٹھہر نہ سکے گی ہزار دیکھین گے

ضرور نزع مین آئے گا یار دیکھینگے
جو زندگی ہی تو فصل بہار دیکھین گے

بٹھاکے غیر کو پہلو مین اُسنے مجھسے کہا
ہم آج دل کا تری اضطرار دیکھین گے

زمانہ ماہ رجب مین ہی دیکھتا قرآن
ہم ایک مصحف رخسار یار دیکھین گے

پسند آئیگی لڑکونکو میری بربادی
اُڑا اُڑا کے یہ مشت غبار دیکھین گے

یہان بدن مین ہو قاتل کے سبز جوڑا آج
ہرے ہین زخم یہان بھی بہار دیکھین گے

گیا شباب کا عالم ضعیفی آ پہونچی
وہ نشہ دیکھ چکے یہ خمار دیکھین گے

قطعہ

اس سے ہین اشتیاق مرگ کا ہمے
کہ نیکبختون کو دم احتضار دیکھین گے

خون کا دریا روان ہو گرچہ قاتل مین ہے
لطف ہی سیر اک کا عالم ہر اک بسمل مین ہے

ذبح کی لذت کہون کسطرح دلکی دلمین ہے
مُنھ بھر ا لینے کی عادت خنجر قاتل مین ہے

واعظا صحبت سے تری ہی ہمین نفرت کمال
آئین کیا ہم غیبت پیر مغان محفل مین ہے

چھپ کے عاشق سے کہان جائیگی ای لیلی بھلا
چشم مجنونکا ہر اک پردہ تری محمل مین ہے

جام مے بنکر پہونچتی ہو لب دلدار تک
مر کے بھی تاثیر یہ مجھ بادہ کش کی گل مین ہے

ابرو یہ زخم کا جو پڑا ہے وقت ذبح
ایک خنجر اور ظاہر خنجر قاتل مین ہے

زاہدو آتے تو ہو چھپ چھپ کے میخانہ مین تم
اُسکو تو اللہ جانے جو تمھارے دل مین ہے

طائر رنگ حنا مضطر ہے اُڑ سکتا نہین
دام کیا پھیلا لکیرونکا کف قاتل مین ہے

دیکھنا لیلی کو ہی مجنون تو آنکھون مین لگا
رتبۂ کحل البصر گرد پس محمل مین ہے

اے شکار افگن کرے تو ذبح تو کیونکر اُڑے
بال دھڑ کا ڈورا گلو سے طائر بسمل مین ہے

سر جو کاٹا ظلم سے اسواسطے کرتا ہی عذر
رات بھر گلگیر پایہ شمع بر محفل مین ہے

شیخ کعبہ مین بلاتا ہی برہمن دیر مین
دل بھٹک کر کسطرف جائے بڑی مشکل مین ہے

جل لیے احباب غم سے مین نالان رہگیا
قافلہ تو بڑھ گیا لیکن جرس منزل مین ہے

بعد مردن بھی فلک نے در بدر رکھا مجھے
میری مشت خاک کا کاسہ کف سائل مین ہے

غیر سے ملنا تو چھوٹا شکر کرنے کی ہی جا
رشک یہ بھی ہی کہ تیری یاد اُسکے دلمین ہے

خوف دام و صرصر و صیاد و گلچین و خزان
ایک جان بلبل شیدا عجب مشکل مین ہے

کاتب اعمال کے ممنون دل سے کیون نہون
صاف لکھ لیتا ہی جو نیکی ہماری دل مین ہے

قطعہ

اسے آسمان بریدہ تو کو دیکھکر
ہو گیا ثابت مجھے خنجر کف قاتل مین ہے

سُرخ ہو جاتا ہی مُنھ جبکہ عتاب آتا ہے
غصہ چہرہ پہ ترے بنکے نقاب آتا ہے

ساقیا جھوم کے اسطرح سحاب آتا ہے
جسطرح مست کوئی پی کے شراب آتا ہے

کوئی آتی ہی بلا یا کہ عذاب آتا ہے
جب حسینون پہ دلِ خانہ خراب آتا ہے

ہاے کیا تنگ ہون دونون کے تغافل سے مین
موت آتی ہی شب ہجر نہ خواب آتا ہے

لاکھ احباب کو چلاتے ہین جا کر سر قبر
نہ خبر ہوتی ہی مطلق نہ جواب آتا ہے

واعظو آپ نہین جاکے یہ پیتے ہین شراب
شوق مستو ہکا بڑھانے کو سحاب آتا ہے

جوشِ الفت دلِ پر داغ پہ ہی بہتے ہین اشک
تازہ پھولون سے یہ کھنچ کھنچ کے گلاب آتا ہے

وصل اُس پردہ نشین کا ہو میسر کیونکر
اپنے سایہ سے بھی خود جسکو حجاب آتا ہے

گولڑکین ہی یہ فتنے وہ بپا کرتے ہین
خیر ہو خیر ہو یارب کہ شباب آتا ہے

سادہ کاغذ جو لفافہ مین وہ رکھدیتے ہین
ہے یہ ایما کہ تجھے صاف جواب آتا ہے

بے ثبات آئے ہین اسطرح زمانے مین ہم
دم کے دم جیسے کہ دریا مین حباب آتا ہے

نوجوانو نہ کرو ناز نہ تن تن کے چلو
عہد پیری بھی لیے ساتھ شباب آتا ہے

آئینہ دیکھتے ہین اُٹھ کے جو صبح شب وصل
اپنی صورت سے اُنھین آپ حجاب آتا ہے

نرم بستر شب وصلت کا نہ بھولے گا کبھی
جب مین کرتا ہون تصور مجھے خواب آتا ہے

در میخانہ پہ ہم بیٹھے ہین پیاسے دیکھین
جام آب آتا ہی یا جام شراب آتا ہے

بے طلب رزق عطا کرتے مجھے اے رب کریم
ہاتھ پھیلانے سے بندے کو حجاب آتا ہے

قول بیتابیِ دل ہی کہ چلا چل تو ہی
ضبط کہتا ہے ٹھہر خط کا جواب آتا ہے

مست نکلے درِ میخانہ کھلا آئی بہار
دیکھین یہ جاتے ہین پہلے کہ سحاب آتا ہے

بزم رندان بھی کوئی جاے ادب ہی شاید
سر جھکائے ہوئے مینائے شراب آتا ہے

تا قیامت نہ کھلی آنکھ لحد مین جا کر
سچ ہے ملتا ہے جب آرام تو خواب آتا ہے

اے قیصر جست ترے اعمال ہین کس گنتی مین
خوف کیا آسئے اگر روز حساب آتا ہے

زیادہ دل تو ہمارا اسی پہ جلتا ہے
خبر اُسیکو نہین جسپہ دم نکلتا ہے

مرے مزار پہ جس شب چراغ جلتا ہے
بجھانے کے لیے جھونکا ہوا کا جلتا ہے

تپ درون سے پس مرگ جسم جلتا ہے
سبب یہ ہی جو لحد سے دھوان نکلتا ہے

غضب ہے قہر ہے آہ شرر فشان میری
بلند ہو تو ابھی آسمان جلتا ہے

گرے پسینے کے قطرے جب انکے گیسو سے
ہوا یقین مجھے سانپ زہر اگلتا ہے

مزاج یار دکھا تو بھی اپنی نیرنگی
بہت نئے نئے رنگ آسمان بدلتا ہے

مین دل جلا دم گریہ نہ کیون کرون آہین
بجھے جو آگ زیادہ دھوان نکلتا ہے

ہے انکی زلف مین یون داغ دل مرا روشن
اندھیری رات مین جیسے چراغ جلتا ہے

خراش زخم جگر مین عجب لذت ہے
نہ باز آئینگے جبتک کہ ہاتھ چلتا ہے

کمال شوق ہی دیدار روے قاتل کا
کہ بعد ذبح بھی آنکھون سے دم نکلتا ہے

گیا مین سوختہ تن جب کہا یہ دوزخ نے
مین کیا جلاؤن اُسے یہ تو آپ جلتا ہے

بدن سے روح نکلتی ہی جب شب فرقت
تو جانتا ہون کہ ارمان مرا نکلتا ہے

تمھارے آنیکا ہے انتظار نزع مین بھی
یہی سبب ہی جو رُک رُک کے دم نکلتا ہے

حسب فرمائش جناب سبل

ڈرو نہین تیرگی گور سے فصاحت کیا
ہر ایک داغ جگر مثل شمع جلتا ہے

محمد جعفر صاحب متخلص بہ اُمید

دشمن ہون گردش قسمت اہل سخن مین ہے
بتیس دانت ایک زبان ہر دہن مین ہے

آئی خزان تو نوحہ بلبل چمن مین ہے
شبنم مین گل ہی یا کوئی مردہ کفن مین ہے

کس درجہ جز رسی دل چرخ کہن مین ہے
تارے ہین یا چھپا ہوا جامہ بدن مین ہے

کیا موسم بہار کی مستی کا وصف ہو
جسکے بیان کرنے سے لغزش سخن مین ہے

کیا لکھ سکون کہ زلف کے مضمون ہین پیچ کا
پائے قلم بندھا ہوا گویا رسن مین ہے

یہ جل رہا ہون سوز محبت سے ہجر مین
گویا حریر شعلہ کا جامہ بدن مین ہے

تاریکی لحد سے تو گھبرا گیا تھا دم
کچھ دل ٹھہر گیا جو سفیدی کفن مین ہے

دریاے اشک شمع جو امڈا ہی بزم مین
پروانہ مثل ماہی مضطر لگن مین ہے

وہ خاکسار ہون کہ تعلی ہی بعد مرگ
میرا غبار دامن چرخ کہن مین ہے

مرنے پہ بھی نہ سوزش داغ جگر گئی
پھاہا جواب نامہ کے بدلے کفن مین ہے

نے کہہ رہی ہی یار کے قلیان کی دمبدم
اُس گل کے مُنھ لگی ہون تو خوشبو دہن مین ہے

لاغر ہوا ہون غم مین یہ اُس بحر حسن کے
مثل حباب جامہ ہی جامہ بدن مین ہے

بعد فنا ہی گردش لیل و نہار سے
تربت مین تیرگی تو سفیدی کفن مین ہے

اے قبر پوچھتے ہین مجھ اہل سخن کو دوست
اب تو جواب دے کہ زبان بھی دہن مین ہے

ایسے لگائے وار فصاحت کو تیغ سے
قاتل کا شکر کرتا ہی جو زخم تن مین ہے

یون تو مشہور جہان تیغ صفاہانی ہے
پر وہ شمشیر نگہ قتل مین لاثانی ہے

ایک تم ہو کہ تمھین لے کے دل آتی نہین شرم
ایک ہم ہین کہ ہمین دے کے پشیمانی ہے

زائل آنکھونکی بصارت ہوئی روتے روتے
یہ بھی ثابت نہین اب خون ہی یا پانی ہے

پیرہن عاریتی بعد ولادت نہ پہنا وُ
جسم پر ٹھیک فقط جامۂ عریانی ہے

ہائے دل جلنے کا کیا تجھ سے کہون حال اے شمع
رات تھوڑی سی ہی قصہ مرا طولانی ہے

جو کہ سنگ در محبوب سے مس ہوتی ہی
لائق بوسۂ حجاج وہ پیشانی ہے

دلمین ہی طوف حرم کو بھی ذرا دیکھ آئین
کوچۂ یار کی تو خاک بہت چھانی ہے

دیکھکر حسن رخ یار ہین دونون سنجیدہ
مجھ کو سکتہ ہے تو آئینہ کو حیرانی ہے

دل سے کیونکر نہ اُٹھے آہ کہ جاری ہین اشک
ہر شجر کا سبب نشو و نما پانی ہے

خیرگی کرتی ہی عاشق کی نگہ دیکھیے کیا
پردہ پوش آپ ترا چہرۂ نورانی ہے

چہرۂ یار کی تصویر کھنچے کیا مانی
نہ وہ آنکھین نہ وہ ابرو نہ وہ پیشانی ہے

کیا ہین اہل دو نونکو دون اُن لب و دندانسے مثال
لعل ہے اصل مین پتھر تو گہر پانی ہے

یار نے قتل کیا غیر کے دھوکے سے مجھے
کیا تجاہل نئی شوخی نئی نادانی ہے

کے خود کھولتے ہین بند کفن دفن کے وقت
انکو منظور جو صورت مجھے دکھلانی ہے

کر چکے چاک گریبان تو ہین ہوش آیا
وقت جب ہاتھ سے گذرا تو پشیمانی ہے

شمع کہتی ہی مرا فیض ہی اور ونکے لیے
خود سیہ رو ہون مگر بزم تو نورانی ہے

جبھہ سا در پہ ہون کس کس کے بھلا مین عاشق — آستان سیکر مون اور اکسری پیشانی ہے
حسن رخسار خط و ابرو و چشم ایک طرف — لاکھ جوبن تری زلفونکی پریشانی ہے
کرکے بیجان مجھے کیون جاتے ہو صبح شب وصل — ابھی ٹھہرو تمھین میت مری اُٹھوانی ہے

حسب فرمائش جناب سید حسین مرزا صاحب مرحوم اعشق

اپنے اشعار کی لین داد فصاحت کس سے
اب جہان مین نہین کچھ قدر سخندانی ہے

چڑھائی فوج خط پر دیکھنا مژکان دلبر کی — یہ لشکر ہی تو آنکھونکا ہی سر گرد لشکر کی
ذرا باقی رہی سوزش نہ زخم قلب مضطر کی — ہوا ہے مرہم لے قاتل یہ تیرے تیر کے پر کی
وہان آسیا کا لقمہ میرے منھہ تلک پہونچا — اُسیکو ملتی ہی جو چیز ہو جسکے مقدر کی
ہمارے خون ناحق کو قبولے کون محشر مین — قیامت ہی وہ منکر ہین زبان ہی لال خنجر کی
ہوا ہی غیر سے وعدہ نہ جائین دل بہل جائے — کہانی آنکے آگے اسلیے چھیڑی ہی شب بھر کی
پڑے رہتے ہین عاشق رات بھر اب کوئے جانان مین — یہ کثرت ہی کہ نوبت آگئی بستر بہ بستر کی
کبھی جانا مرا ہوتا ہی گر دیر برہمن مین — بتون سے پوچھہ آتا ہون خبر اللہ کے گھر کی
ترے دو ابرو ہکا عشق کیونکر ہے مرے دلمین — جگہ ہوتی ہی قاتل اک میان مین ایک خنجر کی
یہ حدت خون مین ہی فصاد میری فصد گر کھولے — پھپولے ہاتھہ مین ہون اور زبان جل جائے نشتر کی
بہت تھا زندگی مین سیر ظلمات کی نازان — لحد کی تیرگی سے کھل گئین آنکھین سکندر کی
کمر کے عشق نے معدوم سمجھا تھا مجھے سب نے — اگر سایہ نے رکھہ لی بات میرے جسم لاغر کی
قرار و صبر ہوش و عقل و دین وہ لیکے کہتے ہین — تمھارے سامنے سب لٹگیا کچھہ ہے خبر گھر کی
ہوا تلوار سے جب قتل مین تو یہ کھلا عقدہ — کہ ہستی و عدم مین ہی مسافت ہاتھہ ہی بھر کی

گناہون سے عبث اپنے ہراسان اے فصاحت ہو
شفاعت تمکو کافی ہے شفیع روز محشر کی

زیب پا خلخال جب ہی فتنہ گر ہو جائیگی — رفتہ رفتہ یہ زمین زیر و زبر ہو جائیگی
وصل کی راہکو نوبت آئیگی تا صبح یار — گریہ ہین آئینہ دیکھو گے سحر ہو جائیگی
اے گل تر تو نزاکت مین جو پہنے گا کبھی — بدھیونکے بوجھ سے دوہری کمر ہو جائیگی

پہلے ہی سے جان دیتے زہر کھا کر ہجر میں — کیا خبر تھی موت ایسی بیخبر ہو جائیگی

سرمہ بھولے سے لگا کر باغ میں جانا نہ تم — انکھڑیوں پر چشم نرگس کی نظر ہو جائیگی

زلف میں جانا ہو مشعل داغ کی ہمراہ لے — ہے اندھیری رات اے دل راہبر ہو جائیگی

حشر کو تیغ عذاب آئیگی مجھ عاصی پہ جب — رحمت حق سامنے آکر سپر ہو جائیگی

بیہم آہیں کرتے کرتے آئیگی پیری میں موت — گل ہوائے تیز سے شمع سحر ہو جائیگی

چھپ کے مجھ سے جائیے گا غیر کے گھر پر جو آپ — درد دل جسدن سوا ہوگا خبر ہو جائیگی

وہ حسین ہرجایہ ہے تجھ سے تو کیوں خوش ہیں — آج اُدھر سیدھی نظر ہے کل ادھر ہو جائیگی

روز خلقت روز وصلت روز فرقت روز مرگ — چار دن کی زندگی یونہیں بسر ہو جائیگی

حب حیدر ساتھ لیجا اے فصاحت قبر میں
کام آئیگی یہی زاد سفر ہو جائے گی

تیغ قاتل کی مرے خون سے بھری رہتی ہے — سرخ کپڑے نئے پہنے یہ پری رہتی ہے

دیکھکر حسن ترے گیسوؤں کا میری آنکھ — دل پھنسا دیتی ہے اور آپ بری رہتی ہے

ہم تو ہشیار ہیں پیکر مئے حب حیدر — کون بیکس ہیں جنھیں بیخبری رہتی ہے

صبح وصل اکدن اُٹھی تھیں مری آہیں — خنک اسوجہ سے باد سحری رہتی ہے

نازکوں کے لیے ہے قید بھی نازک ہوتی — بند ہم سنتے ہیں شیشہ میں پری رہتی ہے

غیروں کا پوچھتا ہے حال فصاحت وہ روز
میری جانب سے فقط بیخبری رہتی ہے

پہلوے غیر میں وہ دلبر ہے — ایسی جینے سے موت بہتر ہے

میرے اور اُسکے دلمیں ہے یہ فرق — ایک شیشہ ہے ایک پتھر ہے

شب فرقت ہے کم نہ زلف صنم — طول ان دونوں کا برابر ہے

چین سے سو رہے ہیں ہم پس مرگ — قبر گویا کنار مادر ہے

فائدہ کیا جو نکلے دو آنسو — ایسے رونے سے ضبط بہتر ہے

دختر رز کو شوق سے گھورو — رندو ایماے چشم ساغر ہے

ڈر سے آتی نہین بلا شب ہجر
تنگ و تار اسقدر مرا گھر ہے

اے فصاحت جو خندہ زن ہین گل
شمع گریان مری لحد پر ہے

سہے ہم نے ظلم بتان کیسے کیسے
اُٹھائے ہین بار گران کیسے کیسے

اکڑتے تھے کل جو یہان کیسے کیسے
جھکے آج مثل کمان کیسے کیسے

یہ دنیا ہے وہ پیر زن جسکے آگے
جھکائے ہین سر نوجوان کیسے کیسے

کیا منع گلگشت کو فصل گل مین
دیئے خار اے باغبان کیسے کیسے

مہ و مہر بنکر چڑھے سر فلک کے
بنے اُس قدم کے نشان کیسے کیسے

فلک تیری محفل نہ کیون جھک کے دیکھے
یہان جمع ہین نوجوان کیسے کیسے

بُرا ہو مرے دل کی بیتابیون کا
کیئے فاش راز نہان کیسے کیسے

گیا موسم گل تو اُجڑے پڑے ہین
خرابات پیر مغان کیسے کیسے

نہین قبر کی کچھ خبر منعمون کو
بنائے ہین پختہ مکان کیسے کیسے

تجھے دیکھین چشم حقیقت سے کیونکر
کہ پردے ہین یان درمیان کیسے کیسے

نہین حاجت شمع تیری لحد کو
جلاتے ہین دل مہربان کیسے کیسے

کبھی ذکر جورِ جانان کا جو آیا
ہوئے مجھ سے وہ بدگمان کیسے کیسے

خدا ہی مری بات اُلفت مین رکھ لے
ملے ہین حسین بدزبان کیسے کیسے

انا الحق سے منصور نے پائی سولی
بُرے بول بولی زبان کیسے کیسے

بُرا کہتے ہین نیک کو بد کو اچھا
نہ پوچھو ہین اہل جہان کیسے کیسے

قفس مین کرون کیون نہ صیاد نالے
چھٹے ہین مرے ہمزبان کیسے کیسے

قیامت کے بے دید اور بے مروت
رکھے آپنے پاسبان کیسے کیسے

دنی سفلہ پرور جفا جو ستمگر
رکھے تیرے نام آسمان کیسے کیسے

تحمل خدا ساز ہے تجھ مین اے دل
اُٹھائے ہین ناز بتان کیسے کیسے

ترے آستانے تلک گرتے پڑتے
چلے آتے ہین ناتوان کیسے کیسے

کہین کیا شبِ وعدہ جب تم نہ آئے — خیال آئے دل مین یہان کیسے کیسے
کدورت سے اور دود دل سے ہین پیدا — زمینین نئی آسمان کیسے کیسے
حقیقت مین فردوس ہے کوے جانان — نظر آرہے ہین جوان کیسے کیسے

فصاحت مرا دل لگے کیا غزل مین
جہان سے اُٹھے قدردان کیسے کیسے

ساغر گئی وہ بھر کے پئین تو شراب کے — بڑھ بڑھ کے نشہ اُٹھے گا بڑی حجاب کے
اے عندلیب سامنے اُس آفتاب کے — مرجھا گئے ہین پھول چمن مین گلاب کے
گذرا اثر کہین آ گئے ہین دن شباب کے — مشاطہ سے وہ سیکھین طریقے حجاب کے
تڑپا ہے ہاے کہہ کے رقیب انکے سامنے — پہلو بچا بچا کے مرے اضطراب کے
تارِ نگاہ عاشقونکی پل سے کے پڑنے دو — تم جا بنا نقاب ہے اوپر نقاب کے
اے چرخ جتنی وصل کی راتین گھٹائی ہین — اُتنے ہی دن بڑھادے ہمارے شباب کے
جبتک کہ بزم عیش رہے گرم ساقیا — چکھتے رہین مزے تری جھوٹی شراب کے
وہ چار دن کے واسطے یہ دو گھڑی کو ہین — کیفیتین شباب کی سامان خواب کے
پہونچا دیا قریب ترے ہمکو بزم مین — ممنون ہین زیادتی اضطراب کے
اُس رخ کے پاس پہونچی جو اپنی نگاہ گرم — تر ہو گئی پسینہ سے گوشے نقاب کے
دل بھی اگر جوان رہا نخبت کی طرح — پیری مین ہم نکالینگے ارمان شباب کے
گلچین گلونکو توڑ کے نکلے چمن سے کیا — دامن سے لپٹے جاتے ہین کانٹے گلاب کے
مستون نے آتے دیکھ لیا ہے جس کو جب — کیا جلد جلد گھونٹ پئے ہین شراب کے
وہ انکا آنا اور وہ بزم نشاط و عیش — آنکھونمین میری پھرتے ہین پلان خواب کے
تسکین ہو دو گھڑی مجھے صبح شب فراق — کٹ جائین گر یہ چار پہر اضطراب کے
کیون بلبل اپنی آنکھ کے پردے نہ ڈالدے — محتاج روے شاہد گل ہین نقاب کے
اُس گل کے روبرو یہ اڑا ہے چمن کا رنگ — گلچین سفید پھول ہوے ہین گلاب کے
ہین انگورے کے ترکرون حلق اپنا ساقیا — ٹپکین جو رستے جام سے قطرے شراب کے

اسطرح پڑگئی نظر سخت محتسب
شیشے تو شیشے ٹوٹ گئے خم شراب کے

کیا چین آئیگا تجھے پہلوے غیر مین
اے رہنے والے اس دل پر اضطراب کے

لپٹے گا تو جو تکیۂ پہلو سے نیند مین
کیا کیا ہنسینگے پھول ترے فرش خواب کے

سردی مین دھوپ کھانے کو آئے وہ بام پر
اے چرخ دیکھ دن پھرے اب آفتاب کے

یہ کس کی بزم سے ہوئی برہم کنار جو
اُلٹے پڑے ہوے ہین پیالے حباب کے

بستر کے ساتھ سمٹا ہوا فرش خاک کا
کافی ہین دو گواہ مرے اضطراب کے

ٹوٹے چمن مین جب تو رگ گل ہین مل گئے
باریک بند اُنکے گلابی نقاب کے

ہم تم نکالین آج ہی سب دل کی حسرتین
کیا جانئے رہین نہ رہین دن شباب کے

گلچین و باغبان کے بگڑ جاتے ہین دماغ
گلشن مین جب مہکتے ہین تختے گلاب کے

پھر بھی کیا نہ اُسکی حرارت کا کچھ علاج
گو حضرت مسیح ہین پاس آفتاب کے

اُنکے مزاج کے سے تلوّن کبھی نہین
اے دہر رنگ دیکھے ترے انقلاب کے

تیر مژہ لگائے ہین عشاق کو ضرور
شاہد ہین یہ شبکے تمہاری نقاب کے

کیا عشق ہی گلاب پہ منھ رکھ کے بلبلین
دل مین چبھوئے لیتی ہین کانٹے گلاب کے

آشوب دہر فتنۂ محشر عدوے جان
ہم نے یہ رکھے نام تمہارے شباب کے

کیا میکدے مین آیا ہی شدت سے زلزلہ
لڑ لڑ کے ٹوٹے جاتے ہین شیشے شراب کے

بوسے دیے بھی ہم کو تو منھ پھیر پھیر کر
بیباکیون ہین اُنکی ہین پہلو حجاب کے

پہونچا بلند ہو کے مری آہ کا شرر
گرمی کی بحث کرنے کو پاس آفتاب کے

عشاق کے لیے تو لڑکپن ہی قہر تھا
اب دیکھنے ہین رنگ تمہارے شباب کے

آمادہ بحر حسن نہانے جو رات کو
دریا مین قمقمے ہوے روشن حباب کے

تڑپا کے وہ اُٹھے ہین تو اتنا بتاتے جائین
پھر مجھ پہ کیا گذرنی ہے بعد اضطراب کے

کافی تخلص اپنا فصاحت ہے بہر نام
ہم بادشاہ سے نہین طالب خطاب کے

آج دیکھی تو ہی زاہد نے یہ صورت تیری
کل مین پوچھونگا کیسی ہے طبیعت تیری

تو بھی الفت مین عجب چیز ہو ای بادۂ ناب
کیون نہو عاشق و معشوق کو حاجت تیری

مین نے تصویر پہ یوسف کی یہ مصرع لکھا
میرے محبوب سے اچھی نہین صورت تیری

بزم مین شمع کے ساتھ آئے ہین کیون پروانے
نہ تو مرضی تھی ہماری نہ اجازت تیری

جو کہ واقف ہین سمجھتے ہین وہ یکسان ای دوست
ہائے سو آفتین اور ایک محبت تیری

بوسے کیون دل کے نہ لون تو نے خوشی سے پھیرا
پہلے یہ کچھ بھی نتھا اب ہے عنایت تیری

مجھ مین اور غیر مین ہوگا نہ سر بزم فساد
اُسکو ہی خوف ترا مجھ کو مروّت تیری

لب ساغر سے هنیئاً کی صدا آتی ہے
دیکھی اے پیر مغان ہمنے کرامت تیری

خوش ہو فانوس کے آنے سے ارے پروانے
کہ مکان شمع کا جو ہے وہی تربت تیری

ضد ہے مجھ سے نہ نکالے گا اسے بھی گردون
جو ہے ارمان مرا لے غیر وہ حسرت تیری

یون تو آیا کہ ملی گور غریبان کی زمین
کر رہے ہین دہن گور شکایت تیری

دعوے صبر و تحمل جو مرے دل نے کیا
آزمانے کے لیے آئی محبت تیری

نہ خبر تھی کہ وہ غیر و نمین ہین اے درد جگر
آج معلوم ہوا جب ہوئی شدت تیری

قول واعظ کا ہے دنیا مین کوئی حور نہین
ہائے اب مجکو دکھانا پڑی صورت تیری

ہائے آخر وہ شب وصل گجر کا بجنا
وہ تڑپنا مرا اے یار وہ رخصت تیری

بعد مرنے کے کفن مجھ کو ملا گور ملی
مہربانی تری اے چرخ عنایت تیری

دل سے جب پوچھا کہ کیسی شب مدفن ہوگی
بول اُٹھا کانپ کے جیسی شب فرقت تیری

حشر مین اُسکی زبان کھینچی گئی ہے منھ سے
جس نے دنیا مین کبھی کی ہے شکایت تیری

لاکھ چاہا پہ نہ لیجا سکے دوزخ مین ملک
ہم گنہگارونکو گھیرے تھی جو رحمت تیری

پہلے اے غیرہ وہ دل دیتے تھے تو نے نہ لیا
ہاتھ پھیلائے ہے اب کیا ہوئی غیرت تیری

بل ہے ابرو پہ جبین پر ہے شکن لب پہ ہنسی
تیری تصویر سے ظاہر ہے شرارت تیری

کل تلک یاد تھے جو تو نے کئے مجھ پہ ستم
آج سب بھول گیا دیکھ کے صورت تیری

نہین معلوم کچھ اے حسرت مردہ مجھ کو
کس طرف دلگے ہے ویرانمین تربت تیری

سچ کہا اے غیر یہ مشہور جہان ہے کہ نہین
اُنکی بیداد و تحمل مرا قسمت تیری

اسطرح اور حسینون مین ہو تو بھی ممتاز
جسطرح دل کے سب ارمانون مین حسرت تیری

غیر سے پوچھ رہا ہو وہ تباہی کا سبب
مجھ سے پوچھے تو مین کہدون کہ محبت تیری

ہے گلا ضعف کا بیکار فصاحت تجھ کو
سن جو بڑھتا ہو گھٹی جاتی ہو طاقت تیری

کہتے ہین وہ کہ جلاؤن بھی جو مردا کوئی
عاشقو نہین نہ کہے مجھ کو مسیحا کوئی

ہے یہ ایما جو پس مرگ ہے سینہ پر ہاتھ
ہاے نکلی نہ مرے دل کی تمنا کوئی

عاشقو جھوٹے ہو اک بات بنا رکھی ہے
دل مسلتا ہے نہ ملتا ہے کلیجا کوئی

غش ہوے برق تجلی سے فقط اے موسیٰ
کہو کیا ہوتا جو تم کو نظر آتا کوئی

دام صیاد مین پھر ایک بھی بلبل نہ پھنسے
سمجھے نرگس کا جو چمن مین جو اشارا کوئی

ضبط کی مملکت عشق مین تاکید یہ ہے
لاکھ ہو درد یہ تھامے نہ کلیجا کوئی

وہ نہانے کو گئے آج تو یہ حکم دیا
جز ہوا آنے نہ پائے لب دریا کوئی

بولے وہ ایک نظر دیکھ چکے جب عشاق
مجھ کو دل تھام کے دیکھے نہ دوبارا کوئی

آسیا تیری طرح اُسکی بھی نیت نہ بھرے
غیر کے ہاتھ سے کھائے جو نوالا کوئی

صاف صاف آج بیان کیجیے نہ مانونگا مین
کل سوا آپ کے پردے کے اُدھر تھا کوئی

وصل کا کیجیے اسطرح سے اقرار اے یار
بزم مین سمجھے نہ اپنا نہ پرایا کوئی

فیصلہ ہوگا جفا اور وفا کا دم حشر
اے بتو یان تو نہین پوچھنے والا کوئی

اے فصاحت ہمین پڑھتے ہوئے شرم آتی ہو
کیا کہین شعر غزل مین نہین اچھا کوئی

غافلو عشق کا کیا ذکر ہے راحت کیسی
ہے جہان دارِ غم و رنج مسرت کیسی

شوق کہتا ہو یہ مجھ سے انھین تنہا پا کر
لیلے ہان بوسہ ارے بڑھکے اجازت کیسی

سن کے نالے مرے وہ غیر سے فرماتے ہین
اسکی آواز مین طاقت ہو نقاہت کیسی

ہجر کے دن ہی اندھیرا ہے بلا کا یارب
نہین معلوم کہ ہوگی شب فرقت کیسی

جنس دل اگلے زمانے مین گران تھی یارو
اب ہے ارزان سر بازار محبت کیسی

بولے وہ منہ جو دیکھیں ہیں آنکھیں پس مرگ
واہ ارے تجھ کو مرے دیدار کی حسرت کیسی

نظر غیظ بھی کرتے نہیں وہ میری طرف
نگہ الفت و الطاف و عنایت کیسی

ان حسینوں میں ہی جو بات وہ پریوں میں نہیں
ناز و انداز غضب ڈھاتے ہیں صورت کیسی

دوستو عشق میں کیا حال مرا پوچھتے ہو
دم تو کمبخت نکلتا نہیں حسرت کیسی

ہم سبب اُنکے نہ آنے کا فقط سمجھے
غیر اُٹھنے نہیں دیتا ہے نزاکت کیسی

طالب بوسہ ہیں صاحب اہل محفل اور بھی
ہیں سوا میرے اُٹھا دینے کے قابل اور بھی

عاشقو دیکھو خط و گیسو و ابرو کے سوا
حسن اُس رخ کا بڑھاتا ہی سیہ تل اور بھی

مُنھ پہ مُنھ رکھا لیے بوسے بھی اُنکے وصل میں
کوئی حسرت آرزو باقی ہی اے دل اور بھی

فائدہ اتنا ہوا مجھ سخت جان کے قتل سے
بڑھ گئی کچھ قوت بازوے قاتل اور بھی

جب سے تم نے بزم میں اپنی اُلٹ دی ہی نقاب
پانی پانی شرم سے ہی شمع محفل اور بھی

باغ میں جاتا ہوں جب تفریح کو میں دردمند
دل دُکھا دیتی ہے فریاد عنادل اور بھی

بولے میرے سامنے وہ غیر کا دل روند کر
ایک دل پامال کرنیکے ہی قابل اور بھی

ان حسینوں سے محبت پہلے ہی دشوار تھی
ابتو ناصح ترک کر دینا ہے مشکل اور بھی

غیر کا دل ہی جو دینے کو نکالا زلف سے
ڈھونڈھیے صاحب اسی میں ہوگا اک دل اور بھی

شب کو انجم دیکھتا ہوں جب فلک پر گرد ماہ
ہاے یاد آتی ہی مجھ کو اُنکی محفل اور بھی

آج آیا ہوں بدل کر بھیس اُسکے در پہ میں
کل تعجب کیا جو ہیو بخیں بنکے سائل اور بھی

چشم جوہر سے جو میرے بعد روتی ہی لہو
دیکھکر تلوار شرمندہ ہی قاتل اور بھی

جب گھٹا گلشن پہ آئی سبزہ لہرانے لگا
بڑھ گئی کچھ نغمہ سنجی عنادل اور بھی

غیر ہی کے کیوں کلیجہ پر رکھا ہی تمنے ہاتھ
بزم میں بیٹھا ہوا ہے کوئی بیدل اور بھی

پاس وہ بیٹھے ہیں اب دم تن سے نکلے کس طرح
بڑھ گئی کچھ نزع کی مشکل میں مشکل اور بھی

جوں جوں کھنچتی آتی ہے تلوار تیری میان سے
دیکھ مجھ کو سر جھکا جاتا ہے قاتل اور بھی

عاشقو کیا خاک بعد مرگ راحت پائینگے
سخت ہے اُلفت کی منزل سے وہ منزل اور بھی

جب فسانہ سُن چکا وہ قیس کا بولے یہ ہم
ایک قصہ ہی ترے سننے کے قابل اور بھی

بن سنور کے شام سے بیٹھا ہے کوئی بام پر
آج نکلا ہے نکھر کر ماہ کامل اور بھی

آج دونوں شیشیاں ہیں بند صاحب بزم میں
سچ کہو کوئی نکوئی تو لیا دل اور بھی

کہتے ہیں مجھ سے اشاروں میں میاں بزم وہ
تجھ کو بوسہ دوں تو پھر مجھ سے ہوں سائل اور بھی

ناز ہے بیکار اپنی بزم پر صاحب تمہیں
آئینہ میں دیکھو ہے ایسی ہی محفل اور بھی

دوست میرے بعد کس پر خون کا دعوی کریں
وائے حسرت ایک ہے ہمنام قاتل اور بھی

اے فصاحت بولے وہ دریا بہا کر خون کا
ہے سوا میرے کوئی دنیا میں قاتل اور بھی

جہاں میں پائیگا صابر نہ مجھ سا تو کوئی
ستم اُٹھا نہ رکھا اے چرخ کینہ جو کوئی

شراب جیسی لنڈھائی ہے محتسب تو نے
یوں ہیں زمیں پہ بہائے ترا لہو کوئی

خدا سے مانگ رہا ہوں میں چاک کرکے یہ دل
وہ دل کہ جسمیں نہو داغ و آرزو کوئی

بتاؤں جام کئی میکشی زیادہ ہو
میاں میکدہ ٹوٹے اگر سبو کوئی

گھر کی طرح سے ناسور دل میں ہوگا ضرور
گرہ میں باندھ کے رکھے نہ آبرو کوئی

ہماری قبر کو گھیرے ہیں اسلیے کانٹے
نہ آئے روندنے کیو اسکے عدو کوئی

بشر کو چاہیے خلق و فروتنی سب سے
کرے غرور کسی سے نہو عدو کوئی

لہو ٹپکتا ہے آنکھوں سے ای فصاحت کیوں
ضرور کشتہ ہوئی دل میں آرزو کوئی

بحث جب ہو گئی خاموش ذرا ہم نہ رہے
معرکہ میں کسی دشمن سے کبھی کم نہ رہے

ہو کے گستاخ نہ معلوم کہیں کیا کیا کچھ
عاشقوں سے جو طبیعت تری برہم نہ رہے

نہ رہا رنگ نہ وہ لطف نہ رونق وہ رہی
کیا رہا محفل احباب میں جب ہم نہ رہے

تم سے ہم ہم سے ملے تم تو رہے یوں دل صاف
اب گلا شکوہ کوئی آج سے باہم نہ رہے

شاہ کا قصر کہ مسکن ہو فقیر و تکا ترے
وہی جنت ہے کسیکو بھی جہاں غم نہ رہے

آج تو ناز و تکبر ہے تجھے کل کیا ہو
گر تری اُٹھتی جوانی کا یہ عالم نہ رہے

دل عاشق کو یہ کہکے مسلتے ہین وہ
میری حسرت مرا ارمان رہے دم نہ رہے

داغ عصیان کی حرارت سے پھنکے تن میرے
کفن اپنا عرق شرم سے گر نم نہ رہے

آپ پھر مرگ فصاحت کی خوشی کیجیے گا
جب کوئی اُسکا بپا کرنے کو ماتم نہ رہے

بار غم کا ہوا حامل یہ ہو جرأت دل کی
عاشقو غور کرو کیا ہے حقیقت دل کی

ہائے یہ بیخودی عشق مین کیا سوجھی ہے
دلربائون سے مین کرتا ہون شکایت دل کی

خون ہو کر مری آنکھون سے جگر بہ نکلا
آج مردہ ہوئی گھٹ گھٹ کی جو حسرت دل کی

پھر نہ ہو بام حقیقت پہ پہونچنا مشکل
ساتھ اس فن مین رسا کے ہو جو ہمت دل کی

جستجو اُنکو حسینون کی ہے میری خاطر
مہربانی ہو جو آنکھونکی عنایت دل کی

بعد مردن بھی مجھے چین نہ لینے دیگا
میرے مدفن سے الگ چاہیئے تربت دل کی

اے پریزاد ترے رہنے کے قابل ہے یہی
دیکھ ملک تن انسان مین عمارت دل کی

ذبح منھ پھیر کے للہ نہ کرا دظالم
دم آخر تو نکل جانے دے حسرت دل کی

آبلے پھوٹ کے بہنے لگے ناسور کی راہ
اب تو دھو جائیگی سب گرد کدورت دل کی

اے فصاحت شب وصل آئی ہے بعد مدت
آج رہجائے نہ دلمین کوئی حسرت دل کی

جتنی جا ہے ہماری تربت کی
ملک ہے بیکسی و حسرت کی

پاے نازک سے روند تو پس دفن
نرم ابھی ہے زمین تربت کی

تھا وہ دنیا مین کونسا کم بخت
ابتدا جس نے کی محبت کی

کون تلوار کھینچکر آیا لو
چھٹ گئی بھیڑ سب قیامت کی

ہم تو کیا ہین خدا نے قرآن مین
کی ہے تعریف اچھی صورت کی

کیون طبیعت ہے تیری برگشتہ
کیا یہ پیرو ہے میری قسمت کی

ہجر کی ہے ہزار دن سے سوا
عاشقو ایک رات فرقت کی

دیکھین لوگ اُنکو میرے قتل کے بعد
دیدنی ہے ادا ادا مست کی

حسرتؔ کو مین جو خلد مین نہ گیا — آ کے حورون نے میری منت کی

ہین تجاہل سے پوچھتے ورنہ
ہے خبر اُنکو میری حالت کی

کی غیر نے کیا خوب ہے تو قیر تمھاری — ہے آئینہ کی پشت پہ تصویر تمھاری
جب شوق شہادت مین جھکاتا ہون مین گردن — کاٹھی سے اُگل پڑتی ہے شمشیر تمھاری
وہ آئے تو نالون نے مری آہون سے پوچھا — تاثیر ہماری ہی کہ تاثیر تمھاری
فرقت مین علاج دل بیتاب کی خاطر — سینہ پہ دھری رہتی ہی تصویر تمھاری
کیا اس سر و گردن کا ابھی پاک ہو جھگڑا — منصف ہوا گر بیچ مین شمشیر تمھاری
ہر بزم مین ابتک ہی زبان شمع کی خاموش — اک رات سنی تھی کبھی تقریر تمھاری
مجنون یہ کہا کرتا ہے مجھ سے کہ خجل ہون — اُٹھی نہ مرے پائون سے زنجیر تمھاری
سرخی شفق اور سفیدا ہے سحر سے — کھینچون ورق دل پہ مین تصویر تمھاری
جب دور مین اک ساغر مے ہم نے بنایا — ساقی نے کہا گردش تقدیر تمھاری
قابو مین پریزاد کو لانا ہے بہت سہل — دشوار ہے انسان کو تسخیر تمھاری
صاحب نگہ شوق سے جب دیکھتے ہین ہم — کیا چین بہ جبین ہوتی ہی تصویر تمھاری
ظالم تو یہ دونون ہین مگر فرق ہی اتنا — جھکتے ہی کمان کھنچتی ہی شمشیر تمھاری

دل کون سے معشوق پہ آیا ہے فصاحتؔ
دو روز مین حالت ہوئی تغییر تمھاری

وصلت مین اُنکو آخر شب یہ خبر نہ تھی — کھیلی تھی میرے رخ کی سفیدی سحر نہ تھی
ہم میکدے مین سوے تو راحت مگر نہ تھی — خشت خم شراب کوئی زیر سر نہ تھی
شداد کو بہشت مین جانے کا ہوش تھا — سر پر اجل ہے آنے کو اسکی خبر نہ تھی
وہ ہنسکے بولے آئی جو مجھ ناتوان کو موت — پر زور نالے کیون کئے طاقت اگر نہ تھی
پردہ تھا جب وہ سوئے تھے شب کو ہمارے ساتھ — تھی ایک شمع وہ بھی ادھر تھی اُدھر نہ تھی
تلوون مین خار سر پہ نشیمن طیور کے — مجنون کو عشق مین سر و پا کی خبر نہ تھی

دیکھون تو کس کا نامہ ہی تیرے ہاتھ مین
تحریر میرے خط مین اِدھر تھی اُدھر نتھی

جتنی تپ فراق تھی اس دلمین بھر گئی
آتشکدہ مین جسین کے آگ اسقدر نتھی

اب لے چلے ہو دل کو تو پچھتا رہے ہو کیون
کیون کی صلاح دینے کی نیت اگر نتھی

یوسف کا ذکر کرتے تھے لوگ اُنکی بزم مین
یہ کہیئے خیر ہوگئی اُنکو خبر نتھی

اب ہوگی نخوت آیا ہی آئینہ سامنے
پہلے خود اپنے حسن پہ اُنکی نظر نتھی

تم تھے ادھر نہ پردہ یہ تھی ہین سنے کی نگاہ
مشاطہ جھوٹ بولتی ہی وہ اُدھر نتھی

تھا آئینہ مین گو کہ تری بزم کا جواب
سچ کہدین جیسی رونق ادھر تھی اُدھر نتھی

ہم اُنکی انجمن مین اُدھر جاکے پڑ رہے
اور اونکو بیٹھنے کی اجازت جدھر نتھی

پہلو مین بیقرار تھا جسوقت دل مرا
کیونکر کہون کہ آپ کے دلکو خبر نتھی

دھڑکا شب وصال ہوا پہلے صبح کا
منھ جب کسیکا ڈھانپ کے دیکھا سحر نتھی

کہدے بتا مین کیا نتھا کعبہ مین کیا ہے شیخ
ہان خاک اڑتی ہے جو اِدھر وہ اُدھر نتھی

تم آئینہ مین دیکھ رہے تھے اُدھر جسے
کیونکر کہون نگاہ بد اُسکی اِدھر نتھی

ہنگام قتل چرخ پہ قاتل پہ تیغ پر
حسرت بھری نگاہ ہماری کدھر نتھی

دربانو اُنکے پاس یہ چلین تلک گئی
مین بس مین تھا تمھارے پہ میری نظر نتھی

اُس گل کے باسی ہارونکی کس نے اڑائی بو
کیا اور کوئی تھا جو نسیم سحر نتھی

اے غیر جب وہ گھر مین فصاحت کے آئے تھے
تو کیا ترے فرشتو نکو مطلق خبر نتھی

جمع یہ گرد کدورت ہوگئی
دفن میرے دل مین حسرت ہوگئی

مر گیا محتاج راحت ہوگئی
تنگدستی سے فراغت ہوگئی

پھٹ پڑے پروانے اتنے رات کو
گل ہماری شمع تربت ہوگئی

رہتے رہتے مدتون دل مین مرے
تیری یاد آخر کو حسرت ہوگئی

جاکے کیون میری جوانی پھر نہ آئی
ہائے کیسی بے مروت ہوگئی

خاک مجھ عاشق پہ جب اڑ کر پڑی
اُنکی آنکھوں مین مروت ہوگئی

غیر سے آنکھ اُسکی پھرتی ہی نہین
ہاے مجھ عاشق کی قسمت ہو گئی

مجھ کو یہ تیری سفیدی اے کفن
گور تیرہ مین غنیمت ہو گئی

نزع کا بھی وقت اچھا وقت تھا
خوب مولا کی زیارت ہو گئی

بھول میری قبر پہ اتنا ہنسے
رو کے نادم شمع تربت ہو گئی

اے قضا مارا اُن آنکھوں نے مجھے
خیر کچھ تیری بھی شرکت ہو گئی

بند ہوتی ہی نہین نرگس کی آنکھ
یہ بھی میری چشم حسرت ہو گئی

اے فصاحت روتے روتے ہجر مین
زائل آنکھونکی بصارت ہو گئی

نہین اُڑتا ہے کیون ہاتھون سے اے رنگ حنا تو بھی
پریشان ہین مرے ماتم مین انکے رخ پہ گیسو بھی

میان نجد دورا دور ہے یہ چشم لیلے کا
چھپے ہین دامن کہسار مین شرما کے آہو بھی

مقابل بدر ہوتا ہے جو تیرے روے روشن کے
کرے پیدا یہ خط بھی چشم بھی گیسو بھی ابرو بھی

بڑی شہرت تھی کیا برسا ہی اے ابر بہار ہی تو
کہ اتنی تو زمین تر کرتے مجھ گریبان کے آنسو بھی

کیے تھے نالۂ آتش فشان یہ قیس نے شب کو
درخت نجد کیسے جل اُٹھی تھی، شاخ آہو بھی

عزیزو ہاے رکتے تھے کبھی قلب و جگر ہم بھی
کہین کیا اب تو خالی ہی یہ پہلو بھی وہ پہلو بھی

یہ ہیبتناک یار و کل شب تاریک ہجران تھی
نہ نکلے ہاے دہشت کے سبب آنکھون سے آنسو بھی

نقاب آج اُنکے چہرے سے اُٹھنے کو ہو نہین عاشق
شریک آکر مری آہو نہین ہو جاے ہوا تو بھی

لڑائین آئینہ مین اُسنے جب آنکھین تو مین بولا
بہت اچھے ہین اے صاحب یہ آہو بھی نہ آہو بھی

ہنسینگے آپ میرے بعد تو بھر آئینگے آنسو
یہ جوڑا خود بخود کھلکر پریشان ہونگے گیسو بھی

عبارت جا بجا مٹ گئی ہے میرے نامہ کی
وہ سمجھینگے دم تحریر بہہ گئے ہین آنسو بھی

نہین تلوار ہی تنہا گرد اُس تیغ نگہ کی ہے
روانی رفتہ رفتہ سیکھتے جاتے ہین ابرو بھی

رُلا اے شمع یون رو کر نہ ہمکو وہ خفا ہونگے
ہمارے ساتھ محفل سے نکالی جائیگی تو بھی

چھری تلوار خنجر دستہ گو خونریز عالم ہین
مگر ان سب مین ہی مشہور بس قاتل کا ابرو بھی

بعینہ کھینچتا تصویر تیری چشم کی مانی
اگر تھوڑا سا ملجاتا سواد چشم آہو بھی

شب فرقت سحر تک کروٹین بدلا کیا عاشق
نہ آیا چین زخمی تھا یہ پہلو بھی وہ پہلو بھی

کہین کیا جسطرح تکیہ پہ تم سر رکھ کے لیٹے ہو
اسی حسرت مین ہے افسوس مدت سے یہ زانو بھی

شب یلدا کا تو کیا ذکر میرے بخت تیرہ سے
سیاہی مانگتے ہین بڑھ کے معشوقونکے گیسو بھی

فصاحت ہو جنان بیشک تمھارے واسطے واجب
غم شہ مین اگر آنکھون سے نکلے ایک آنسو بھی

دونو جانب اُلفت کامل اگر ہو جائیگی
میرے دل کو آپکے دل کی خبر ہو جائیگی

خود اُنھین عاشق کے مرنے کی خبر ہو جائیگی
دل بھر آئیگا یکایک چشم تر ہو جائیگی

گرم کمّل مین گدا ہونگے تو منعم شال مین
ہر طرح سردی مین دونونکی بسر ہو جائیگی

آئیگی کعبہ سے ہوکر کوچۂ جانان مین خلق
چھیڑ جب ہوگی اُدھر تو بھیڑ ادھر ہو جائیگی

کیا کھلے گا پھر دعاے غیر سے باب قبول
جاکے میری آہ جب زنجیر در ہو جائیگی

کہتے ہین دربان جو ٹکراتا ہون اسدر پہ مین
دم نکلجائیگا جب تیرا جبر ہو جائیگی

دیکھتے رہئیے مرا مُنھ غور سے وصلت کی شب
ہو گی فق چہرے کی رنگت جب سحر ہو جائیگی

پہلے ہی سے جان دیتے زہر کھا کر ہجر مین
کیا خبر تھی موت اتنی بے خبر ہو جائیگی

اس سبب سے بند کر لین ہم نے آنکھین وقت ذبح
قوت بازوے قاتل پر نظر ہو جائیگی

دفن کے بعد آب پاشی کی نہین کچھ احتیاج
میری قبر احباب کے اشکون سے تر ہو جائیگی

بائین جانب تم جو بیٹھوگے تھمے گا درد دل
داہنی جانب شدت درد جگر ہو جائیگی

کارگر کیا ہو گی آہِ غیر دل میرا ہے عرش
آسمان تک جاتے جاتے بے اثر ہو جائیگی

چاندنی سارے جہان مین نور پھیلایا کرے
آکے تیرہ ہجر کی شب میرے گھر ہو جائیگی

اے فصاحت زیست ہے تو صاحب عالم کے ساتھ
پھر زیارت شاہ کی بار دگر ہو جائیگی

بنائین کوزہ گر مجنونکی گر تصویر مٹی کی
پنھائین اُسکو بیڑی ہتکڑی زنجیر مٹی کی

بنا ہے عطر جب سے ہو گئی توقیر مٹی کی
ملا پوشاک مین اُسنے زہے تقدیر مٹی کی

ہوا سے اُڑ کے دامن تک ترے پہونچا غبار اپنا
خطا اسمین ہماری ہے نہ کچھ تقصیر مٹی کی

تکبر سے نہ آدم کو کیا ابلیس نے سجدہ
کہ مین تو آگ کا پتلا ہون یہ تصویر مٹی کی

کیا جوشِ جنون نے ٹکڑے ٹکڑے ایک جھٹکے سے
نہین معلوم تھی تُو ہے کی یا زنجیر مٹی کی

ہوا ہو خاک ہو کر دشت مین سیر احسینون تک
ملی جا کر حنا مین دیکھنا تقدیر مٹی کی

وہ گریان ہون کہ محنت کوزہ گر کی خاک ہوتی ہے
بگڑ جاتی ہے بنکر مری تصویر مٹی کی

زوال آیا نہ کچھ قصرِ تنِ خاکی پہ رونے سے
مگر سیلاب سے ڈھے جاتی ہے تعمیر مٹی کی

نکلکر دوسری وادی مین جا سکتا نہین مجنون
ہر اک جادہ بیابان نجد ہے زنجیر مٹی کی

بشر کو مثلِ جن عامل نہین قابو مین لا سکتا
بہ نسبت آگ کے دشوار ہے تسخیر مٹی کی

عجب کیا مثلِ تیغِ آہنین گر کام دے وہ بھی
جو خاکِ کوئے قاتل سے بنے شمشیر مٹی کی

فرشتے خاکسار و بوترابی قبر مین سمجھین
شہادت نامہ یہ ہے اُسکے تحریر مٹی کی

زبان قاصد کی کھینچی اُسنے پیغام زبانی پر
مرا خط پھاڑ ڈالا اُسکی بھی تقریر مٹی کی

یہ طرفہ ہے جنون لکھا ہوا بیر نام لیلی کا
بنا کر اک خیالی قیس نے تصویر مٹی کی

فصاحت کربلا مین جب ہوا مدفون ملک بولے
ملی اس خاک مین آکر زہے تقدیر مٹی کی

ہوا ہے گرد کیا اُٹھے زمین کوئے قاتل کی
کہ دن کو کرتی ہین چھڑکاؤ دہارین خون بسمل کی

اُڑے کیا نجد مین ناقہ سبب لیلی نے منزل کی
گریبان پھاڑ کر مجنون نے جھاڑی گرد محمل کی

ہمارے داغ دل کے گرد ہین سب جسم تن دل کی
یہ محفل غمزدون کی ہے تو وہ ہے شمع محفل کی

خبر دینے لگین مجنون کو یہ بیتابیان دل کی
دھڑکتا ہے تری لیلی کا دل جنبش ہے محمل کی

میان مقتل آئی کیسی گہری نیند بسمل کو
ہوا کھائی کچھ ایسی دامنِ شمشیر قاتل کی

خجالت گر نہین ہے شعلۂ رخسار جانان سے
تو پھر کیون بے ہوا شمعین بجھی جاتی ہین محفل کی

ہوئی زندان مین مدت اسقدر رہتے اسیرونکو
گھسی ہین ہتیان پاؤنکی اور کڑیان سلاسل کی

رہا دل زلف مین اُنکی جو آیا رخ کی جانب سے
چلا شہر حلب سے یہ ختن مین آکے منزل کی

وہ مجھ سے روٹھے ہین اس امر پر نازک مزاجی سے
مری تصویر کیون تصویر یوسف سے مقابل کی

غضب ہے دامن خنجر نے وقت ذبح منہ ڈھانکا
مری آنکھون کو حسرت رہگئی دیدار قاتل کی

ارے گل چین جو تو نے پھول توڑے ہیں یہ نجیدہ
نسیم صبح ہی ٹھنڈی سانسیں ہیں عنادل کی

مصور مانگتا ہی وہ رخ و گیسو بنانے کو
سفیدا صبح جنت کا سیاہی حور کے تل کی

یہ کیوں ہیں سخت جان مقتل میں جلدی ذبح ہو جاؤں
چھری ہی دوسری گویا نگاہ غیظ قاتل کی

فلک پر برق ہے دریا میں موجیں چاہ میں پارہ
بدلتی رہتی ہی کیا کیا بھیس بیتابی مرے دل کی

یہ سچ ہی عشق صادق جب ترا اپنا دکھاتا ہی
دل عاشق کو ہوتی ہی خبر معشوق کے دل کی

وہ مجنوں ہوں نہانے کے لیے دریا پہ جب آیا
اُڑائیں میں نے کیا کیا دھجیاں دامان ساحل کی

شب فرقت ہوں تنہا کون میری سُننے والا ہی
کوئی ہمدم نہیں کس سے کہوں اچھی بُری دل کی

بناوٹ سے رقیب اُنکی بلائیں بھی جو لیتا ہے
تکلف ہی صدا دیتی نہیں گر میں انا مل کی

ہماری حدت سودا کے ہیں حدادھی قائل
پگھل کر موم کی صورت نہیں کڑیاں سلاسل کی

نہیں ہو جہ منقاریں عنادل نے ملائی ہیں
لگر کہتے ہیں گوش گل میں یہ اچھی بُری دل کی

خدایا ایک نقطہ میں ہی سیر دفتر عالم
تری صنعت ہی ورنہ کیا بساط اس آنکھ کے تل کی

یہ غم پروانۂ جانباز کے مرنے کا کیا کم ہے
ستی کی طرح دیکھو جل رہی ہی شمع محفل کی

مجھے ہی شوق قتل اور راہ کاٹے سے نہیں کٹتی
طنابیں کھینچ دے یارب زمیں کوے قاتل کی

مقابل ہو بھلا کیا شعلہ رخسار سے اُنکے
کہ تھراتی ہے مارے خوف کے لو شمع محفل کی

دلاوہ اور ہی عقدہ ہی وا کرتا ہی یہ جسکو
گرہ کب ناخن تدبیر نے کھولی ہے مشکل کی

تمھارے عاشق بیدل نے ایسی اُلٹی سانسیں لیں
جگر کھنچکر وہاں آیا جہاں پر تھی جگہ دل کی

مری تربت پہ شب کو دیکھنے کی ہی یہ کیفیت
ہنسے سب پھول رو دی شمع پروانوں کی محفل کی

خراب عشق کی سرکار میں اُلٹا اثر دیکھا
مرادیں میں نے مانگیں نکلی حسرت غیر کے دل کی

دم رخصت روح وقت نزع تھی کیسی کشاکش میں
علی مرتضےٰ نے آتے ہی حل میری مشکل کی

عشق کے باعث سے ان دونو کی شہرت رہ گئی
آج لیلیٰ ہی نہ مجنوں ہی حکایت رہ گئی

دست حاجت کو نہ پھیلایا تو عزّت رہ گئی
فقر میں اک ساتھ دینے کو قناعت رہ گئی

ایک نے بھی بعد مرنے کے دیا میرا نہ ساتھ
دوستوں کی قبر تک آ کر محبت رہ گئی

عشق میں صبر و قرار و ہوش سب جاتے رہے
اک تمھاری ناز برداری کی طاقت رہ گئی

یار نے نامہ میں لکھا ہے مجھے خط غبار
صاف ظاہر ہے کہ کچھ دلمیں کدورت رہ گئی

میکدے میں کس کی چشم مست آئی تھی نظر
آج تک جو دیدۂ ساغر کو حیرت رہ گئی

زر بخیلوں سے ملا کس کو ریاض دہر میں
بند غنچے کی طرح مٹھی میں دولت رہ گئی

یار کی رفتار نے جو حشر برپا کر دیا
وعدۂ فردا پہ اے زاہد قیامت رہ گئی

نشہ دولت کا چڑھا تھا منعمونکو اسقدر
لاکھ چونکایا دم تلقین پہ غفلت رہ گئی

خاک ہو کر بھی نہ چھوٹی خاکساری عاجزی
نقش پا بنکر قدمبوسی کی عادت رہ گئی

سنجیدان ہے سبکے تھا فرہاد لاتا جوے شیر
نہر خون سر سے ہوئی جاری تو عزت رہ گئی

مجھسے کیا تم پوچھتے ہو رنگ فق ہونے کا حال
نکلے جو ہر کی سفیدی صبح وصلت رہ گئی

عالم ذر میں کیا تھا حق نے ختم المرسلین
آخر آتے آتے احمدؐ تک نبوت رہ گئی

تھا یقین شداد کو جاکر ارم دیکھونگا میں
موت آپہونچی تو دلکی دل میں حسرت رہ گئی

اشرفی کے پھول اُگے ہیں منعموں کی قبر سے
خاک میں ملنے پہ بھی زر کی محبت رہ گئی

اے فصاحت کسقدر ارزان سمجھتے ہیں حسین
ایک دو بوسوں پہ میرے دل کی قیمت رہ گئی

علیؑ تو آئے ہیں احباب گر نہیں نہ سہی
اکیلا قبر میں چھوڑا خبر نہیں نہ سہی

تمھارے دینے کو جان و دل و جگر تو ہی
ہمارے پاس اگر مال و زر نہیں نہ سہی

ہزار شکر کہ جل جل کے شمع روتی ہے
مری لحد پہ کوئی نوحہ گر نہیں نہ سہی

شمار ہو تو گیا عاشقوں میں شکر خدا
بتو جو آہ میں میری اثر نہیں نہ سہی

پلادے دُرد ہی ساقی کہ ابر اُٹھا ہے
زلال خم میں اگر جام بھر نہیں نہ سہی

رہا تو کر ہمیں صیاد تو کہ گلشن تک
ہم اُٹھتے بیٹھتے جائینگے پر نہیں نہ سہی

تمھارا چاند سا چہرہ تو شب کو روشن ہی
اخیر ماہ ہوا ہے قمر نہیں نہ سہی

قبول کر مری دعوت تو اے سگ جانان
یہ ہڈیان ترے قابل اگر نہیں نہ سہی

دھوان تو خانۂ خمار سے اُٹھا مستو
فلک پہ آج اگر ابر تر نہیں نہ سہی

لحد مین ساتھ فصاحت کے ہے ولائے علی
عدم کی راہ مین زاد سفر نہین نہ سہی

جہان مین قیس کے مرنے سے یہ شدت ہوئی غم کی
زمین پر صف بچھائی جادۂ صحرا نے ماتم کی

کہون جراح کیا سوزش مین زخم قلب پر غم کی
یہ حدت ہی کہ لو اٹھنے لگی بتی سے مرہم کی

فقط تھی جام جم مین اک جہان کی کیفیت ساقی
مجھے وہ جام دے جو سیر دکھلائے دو عالم کی

وہ خندان ہین مرے رونے پہ تو اسکا عجب کیا ہی
گلستان مین ہنسا کرتے ہین گل رقت پہ شبنم کی

برائی یا بھلائی نام دونون مین ہی اے قارون
جہان مین بخل تیرا کم نہین ہمت سے حاتم کی

شروع عشق رخ ہے یون نہ گھبرا اے دل نالان
ابھی تو کالی راتین جھیلنی ہین زلف پرخم کی

جلایا اسقدر مجھ سوختہ تن نے قیامت کو
نکل آئین زبانین شعلۂ نار جہنم کی

بڑھا اس رنج سے داغ سفیدی دل مین منعم کے
سیاہی رنگئی گیسو مین کیون دینار و درہم کی

ہمین اس ارفانی مین ملا ہے اسقدر وقفہ
کہ مہلت جیسے مجرم کو ہو سولی پر کوئی دم کی

بلا ہے آسمان یون پوچھتی آتی ہے گھر میرا
کہان پر ہے سراپا مین وبال حسرت و غم کی

گیا بے یار جب مین اے فصاحت سوے میخانہ
دکھائی ساغر مملو نے صورت چشم پرنم کی

تراشے کوئی مجھ مجنون کی گر تصویر پتھر کی
رہے بانا جنونکا پاؤن مین زنجیر پتھر کی

در جانان سے مس کر کے لگانا میری تربت پر
کہ اس تدبیر سے بڑھ جائیگی توقیر پتھر کی

مقابل چشم جانان سے ہوا تو سر ترا پھوڑا
خطا میری نہ لے بادام ہے تقصیر پتھر کی

جنون کے زور مین مانند رشتہ توڑ ڈالونگا
ارے حداد لوہے کی ہو یا زنجیر پتھر کی

لگاے کھیل مین سنگ فلاخن مجکو اس بت نے
مرے باعث سے گردش مین رہی تقدیر پتھر کی

جہان مین صاف باطن رہ کہ ہم جنسون مین ہوا علے
جواہر کے مقابل کب ہوئی توقیر پتھر کی

برہمن وہ خدا کیسا کہ ہو محتاج بندے کا
بنائی خود پرستش کے لیے تصویر پتھر کی

بچون مین خستہ جان کیا چرخ کے سنگ حوادث سے
کہ بارش اس کمان سے ہے بجاے تیر پتھر کی

وہ مجنون ہون کہ صانع سے کہا تھا روز اول ہی
جو میرا سر بناتا ہے تو کر تدبیر پتھر کی

حرم مین سنگ اسود پہلے ابعض تھا رے غافل
ہے زنگ انقلاب دہر سے تغییر پتھر کی

یہ تو دیکھکر سنگ فسان چرخ پر سمجھا
کہ ہے محتاج شاید یہ نئی شمشیر پتھر کی

لحد کیون روندتے ہو کھا کے ٹھوکر سنگ تربت سے
ذرا سوچو خطا میری ہی یا تقصیر پتھر کی

وہ طفل برہمن تجانہ آتا ہی کہ پاس اپنے
ادھر قسمت ہماری ہی اُدھر تقدیر پتھر کی

بتونکی آرزو مین سخت جانی حد سے گذری ہے
عجب کیا میرا سایہ بھی بنے تصویر پتھر کی

حریصان زمانہ پھولنے پھلنے نہین دیتے
ثمر آئے درختو نین تو کی تدبیر پتھر کی

اخیر دیوانگی کا بعد مردن بھی قیامت ہے
جو پھر قبرا جا کرتے ہین تدبیر پتھر کی

دربان نہ اُنسے اُنکی بدی پھر کرے گوئی
ہم عاشقو نمین انکا اگر منھ بھرے کوئی

پھر اسطرح نہ خلق مین بدنام ہون حضور
عشاق مین جو اپنی قضا سے مرے کوئی

خمخانۂ فلک مین لبالب ہے جام مہر
اک ساغر ہلال ہے خالی بھرے کوئی

محفل مین جا رقیبون نے پائی تو فخر کیا
جب جانین ہم کہ دلمین ترے گھر کرے کوئی

اتبو مثال دیتے ہین سب اُسکو خلد سے
پھر کیا کہین جو کوچہ مین آسکے مرے کوئی

رولینا یاد کرکے مرا حال دوستو
بیکس مصیبتون مین جو گھر کرے کوئی

عاشق پڑے ہین کوچہ مین اُسکے تو گورکن
آیا ہی قبر کھودنے شاید مرے کوئی

تم عاشقونپہ شوق سے ظلم و ستم کرو
دُنیا سے تنگ آکے جو نالہ بھرے کوئی

دیتے ہین مطربونکو تو انعام اہل بزم
طنبور کا بھی پیٹ ہی خالی بھرے کوئی

مرتے نہ جو تنگ آ کے ہین قیامت زمین سے کیون
گرحشر اپنی چال سے برپا کرے کوئی

آج اے صاحب چلین گلزار ہم بھی آپ بھی
پھر وہان میکے ہون سرشار ہم بھی آپ بھی

شاید انکو ہو خبر اے حضرت دل اسطرح
جا کے نالان ہون پس دیوار ہم بھی آپ بھی

تاڑ جاتے ہین نگاہین دیکھکر اہل نظر
لاکھ اُلفت کا کرین انکار ہم بھی آپ بھی

سخت جانی اور نزاکت کے سبب ہنگام ذبح
کیسے شرمندہ ہوئے اے یار ہم بھی آپ بھی

تیغ سے یہ برہمن کہتا ہے جھگڑا پاک ہو
توڑ ڈالیں سبحہ و زنار ہم بھی آپ بھی

پھرنے چلنے کے ہے مانع ناتوانی ناز کی
دو تون آخر ہو گئے ناچار ہم بھی آپ بھی

لعل لب سا لعل گوہر اشک سا شاید ملے
چلکے دیکھیں جوہری بازار ہم بھی آپ بھی

راہ الفت میں نہ اہتو کوئی دھوکا کھائیگا
برسوں گذرے ہو گئے ہشیار ہم بھی آپ بھی

پاک بازی کا ہی دعوی ہی نہیں تنہا رقیب
آج محفل میں کریں اصرار ہم بھی آپ بھی

ہے فقط پیغمبری کا فرق ورنہ اے کلیم
ہیں اُسکے طالب دیدار ہم بھی آپ بھی

خط نکلتے ہی یہ بولے اُنکے ناز انداز سے
ڈھل گیا جوبن ہوے بیکار ہم بھی آپ بھی

تیغ کھینچو عشق صادق کا ابھی ہو امتحان
غیر بھی موجود ہیں اے یار ہم بھی آپ بھی

اور سنیے آج کہتا ہی فصاحت سے وہ شوخ
آئیے موزون کریں اشعار ہم بھی آپ بھی

بل تری چتون میں ابرو میں کجی کا ہیکو تھی
جیسی اب ہی بیرخی ایسی کبھی کا ہیکو تھی

غیر کو پاس اپنے بٹھلانا تھا منظور اگر
پھر یہ مجھ سے بزم میں بیلوتہی کا ہیکو تھی

آج میرے دفن ہونے سے خلائق جمع ہی
کل زیارت گاہ مردم وہ گلی کا ہیکو تھی

غیر کے گھر جاکے اُٹھ آتے اگر دل چاہتا
آپ تھے مختار صاحب بیبسی کا ہیکو تھی

غیر کے ہمراہ بیشک کوچہ گردی کی ہی آج
کل تلک پوشاک اُنکی ملگجی کا ہیکو تھی

کل رقیب اُٹھکر گلے لیٹا تھا صاحب آپ کے
مجھ سے کھینچے تھی بناوٹ بیخودی کا ہیکو تھی

غیر کے ساتھ اے فصاحت دھوپ میں پھرتے ہیں وہ
پہلے اُنکی رنگت اتنی سانولی کا ہیکو تھی

نیا ستم یہ حسین عاشقون پہ کیا کرتے
فقط تمھاری بتائی ہوئی جفا کرتے

بنے تھے وہ ستم ایجاد تو یہ چاہیئے تھا
کہ سہہ نہ سکتے ہم ایسی کوئی جفا کرتے

جو کاٹتا تھا سر شمع بزم مین گلگیر
پتنگے اور سوا دیکھنے کے کیا کرتے

صدا یہ دیتا تھا لیلی کو قیس بعد فنا
مآل ہم یہ سمجھتے تو کیون وفا کرتے

سہی جفا پہ جفا اور ہم نے کچھ نہ کہا
حضور ہوتے ہماری جگہ تو کیا کرتے

یقین ہے اور مرے دل کا حوصلہ بڑھتا
کبھی حضور جو اندازۂ وفا کرتے

بجبر اُٹھائے گئے جسکی وجہ سے سر بزم
ہم اُس سے بحث پڑے تم سے کیا گلا کرتے

جو پردہ تھا انھیں چشم چراغ سے منظور
تو میری قبر پہ مُنھ ڈھانک کر ہنسا کرتے

خفا نہو جیے بالکل ہے افترا بہتان
بھلا حضور ہم اور آپ کا گلا کرتے

کچھ استخوان ہمارے گیا تو کچھ سگ یار
ہماری لاش کو احباب دفن کیا کرتے

یتیم دُر کو سمجھتے جہان مین گر بیدرد
نہ یون کنار صدف سے کبھی جدا کرتے

سپرد ہوتا ہمارے جو کارخانۂ عشق
ضرور صیقل آئینۂ وفا کرتے

یہ بات ہجر کی تم سے کسینے جھوٹ کہی
کہان تھی ناتوانی سے مہلت کہ ہم گلا کرتے

وہ ہم کو دیتے تھے دشنام اے فصاحت جب
سوا سکوت کے کیا کہئے اور کیا کرتے

ملے خشت خم مے گر کہین سے
مٹاؤن داغ زاہد کی جبین سے

مین تڑپون خاک پر اے مہ شب ہجر
اُٹھالے چاندنی اپنی زمین سے

یہ حسرت تھی کہ ہاتھ اس رخ سے ہوس
اسی سے گرد جھاڑی آستین سے

اُٹھایا جائے گا اے عشق کیونکر
مرا نازک مزاج اس نازنین سے

اسی کو قتل کر ڈالا اُنھون نے
خبر مرنے کی جو لایا کہین سے

ہم اُٹھوائے گئے کوچہ سے اُسکے
مگر لپٹا رہا بستر زمین سے

تمھارے ہاتھ مین بھونگے گجرے
لپٹنا سیکھتے ہین آستین سے

کمر تک اُنکی رفتہ رفتہ آئین
نگاہین ابتدا کر کے جبین سے

مجھے کچھ ایسی بیدردی سے مارا
پھرا سارا زمانہ اس حسین سے

پیونگا جام زہر اس شرط سے مین
اُٹھا دو اپنے دست نازنین سے

بنی جب سے لحد مجھ دل جلے کی
نہین اُگتا کوئی دانہ زمین سے

چہ زمزم سے پانی لے کے لے شیخ
نہ دھو قشقہ برہمن کی جبین سے

ہمارا ذکر بھی ہے بار خاطر
سنا جاتا نہین اس نازنین سے

چھپائے گا رُخ اُنکے سامنے مہر
لیا ہے گردگا بردہ زمین سے

کشادہ دل وہ کیا ہو مثل دامن
جو سیکھے تنگ چشمی آستین سے

جگہ تربت کی دے تو مجھ کو لیکن
فلک اسکا عوض دے گا زمین سے

نہ تم کپڑے بدل کر سیکھ لینا
ذرا تیوری چڑھانا آستین سے

بہت سے انقلاب آگئے پر اے فقر
نہ اُٹھا بوریا اپنا زمین سے

گلے سے یون نہ لپٹین پھولونکے ہار
جھٹک دو اپنے دست نازنین سے

مرا تابوت اُٹھتے وقت احباب
کسیکو ڈھونڈھ ہی لائے کہین سے

تواضع اسقدر اپنی بڑھی ہے
ملا ہے جھکتے جھکتے سر زمین سے

حسینون مین سب اچھے ہین فصاحت
کرون اظہار اُلفت کس حسین سے

جفا کو اپنی وہ معشوق کیون بُرا سمجھے
کہ عاشقونکی وفا کو نہ جو وفا سمجھے

نہ مثل آہ کے چرخ اُسکو نارسا سمجھے
ہمارے نالے کو مظلوم کی دعا سمجھے

نہ میرا مطلب دل بزم مین ذرا سمجھے
کہا اشارے سے کیا اور آپ کیا سمجھے

کدھر خیال گیا آپ کا یہ کیا سمجھے
بیان حال شب ہجر کو گلا سمجھے

جو پہونچے عرش تک اُس نالہ کو رسا سمجھے
قبول ہو گئی ہو جو اُسے دعا سمجھے

کبھی نہ آئیگی جائیگی روٹھ کر جسدن
جوان اپنی جوانی کو بیوفا سمجھے

ہوئی نہ چرخ کی گردش مین جب ذرا گردش
جہان مین لوگ مجھے قطب آسیا سمجھے

وہ کیون تمام اداؤن پہ ناز کرتا ہے
لُبھائے سیکڑون دل جو اسے ادا سمجھے

میان بزم جو باتین کرون اشارونمین
مجال کیا جو کوئی آپ کے سوا سمجھے

گلے بجبر لگایا تو ہمکو اُس بت نے
کہا تو ناز سے اتنا کہا خدا سمجھے

مثال دانہ ہمین گردشون نے جب پیسا
ہم اپنے بخت کو مانند آسیا سمجھے

شراب مانگون جو ساقی سے لیکے خالی جام
مجھے گدا تو اُسے کاسۂ گدا سمجھے

حسین دیکھ کے خود بین و خود پسند ہوئے
بنانے والے سے آئینہ کے خدا سمجھے

سُنا کئے پہ نہ کی اعتنا فصاحت کچھ
ہمارے نالے کو وہ دور کی صدا سمجھے

جب تو نے کی تھیں راز کی باتیں قریب سے
تھا دو کمان کا فاصلہ باقی حبیب سے

دم بھر نہ مثل سایہ جدا ہوں حبیب سے
پر عاشقوں کا بس نہیں چلتا نصیب سے

ہنستا اُٹھا ہے بزم میں میرے قریب سے
کیا کہدیا اشارے میں تم نے رقیب سے

میں خوش ہوں ایسی کم سخنیٔ حبیب سے
اقرار وصل وہ بھی زبان رقیب سے

جھیلی ہیں تیرے عشق میں جو جو مصیبتیں
ہنس ہنس کے تو نہ پوچھ مجھ آفت نصیب سے

دیکھوں ہجوم عام میں کس آنکھ سے اُنھیں
جو لوگ اُنکو دیکھ رہے ہیں قریب سے

جلا کے بد کہے بھی عدو تو نہ ہم نشیں
کان اپنے بھر گئے ہیں صدائے حبیب سے

لیتے تو ہو مرا دل نازک یہ ہے یہ شرط
رکھنا الگ اسے دلِ سخت رقیب سے

صیاد آیا جبکہ دبے پاؤں باغ میں
نرگس اشارہ کرنے لگی عندلیب سے

تیر نگہ تو دور سے مجھ کو لگا چکے
مژگان کے نیزے بڑھ کے لگاؤ قریب سے

نفرت ہوئی انھیں مری اُلفت میں اسقدر
کانوں پہ ہاتھ رکھتے ہیں نام رقیب سے

کچھ اور احتیاج نہیں ہے امیر کو
تھوڑی بہت غرض ہے دعائے غریب سے

چلمن ہے اُنکے آگے نہ چہرے پہ ہے نقاب
ہے بھی اگر تو آنکھ کا پردہ رقیب سے

میں سوختہ تن ایسا ہوں ہو جائے وہ بھی گرم
نکلے ہوائے سرد جو میرے قریب سے

بدبخت کون دہر میں ہے مثل آسیا
ملتا ہے رزق بھی تو بڑے نصیب سے

دل چاہتا ہے کیفیتِ جوشش بہار
گل کے ورق پہ لکھوں زرِ عندلیب سے

گلدستہ لایا اُنکے لیے آج باغبان
رشتہ کے بدلے باندھ پرِ عندلیب سے

ہوتا ہے ناگوار فصاحت ہمیں بہت
شکوہ کسی حبیب کا سنکر حبیب سے

بدشگونی ہے مریضان محبت کیلئے
دل بنایا تمھارا اپنی ہی الفت کے لیے

بھولے سے رات کو جاؤ نہ عیادت کیلئے
یا خدا نے بت بیرحم کی حسرت کیلیے

چارہ گر جب انھین سینے لگا بیدردی سے
کھل گئے میرے لب زخم شکایت کیلیے

شوخیان حسن نے دین اور یہ اُنسے پوچھا
اور کیا چاہیئے ہے تمکو طبیعت کیلیے

ساعتین جتنی مرے ہجر کے دن بچ جائین
چرخ رکھ چھوڑے اُنھین روز قیامت کیلیے

دردنے قلب مین اُٹھ اُٹھ کے جگہ خالی کی
گاہ ارمان کی خاطر کبھی حسرت کیلیے

غیر بیمار سہی پر ابھی مرتا تو نہین
مجھکو دفنا کے وہان جاؤ عیادت کیلیے

کہین پھولون سے وہ اچھے ہین جو لے آئے کوئی
کانٹے دیوار صنم کے مری تربت کیلیے

ضبط سے بیخودیِ عشق مین کہہ رکھا ہے
ہم نے پوشیدگیِ راز محبت کیلیے

پھول وہ غیر کے شیوم مین اُٹھا ہی نہ سکے
یہی کافی ہے ثبوت انکی نزاکت کیلیے

ہم سے دلسوزونکی آہونکا جو اُٹھتا ہی دھوان
جمع کرتا ہے فلک روز قیامت کیلیے

عشق کی چوٹ کلیجے پہ جو کھائی ہم نے
آئے ہنستے ہوے بیدرد عیادت کیلیے

بیکسی کو نہ ملا یاس سے اچھا کوئی
شامیانہ لحد کشتۂ حسرت کیلیے

تیز طرے ہے بھونونکی ہارونکی بھی تو آمد و رفت
باہمی عاشق و معشوق کی الفت کیلئے

کونسے ظالم بیرحم نے روندی مری قبر
وا ہوے ہین جو لب گور شکایت کیلیے

خود گلا کاٹ کے مرجاؤن جو اتنا وہ کہین
ہے جگہ میرے مکان مین تری تربت کیلیے

کیا کرون مصلحت مالک تقدیر مین ہے
ساری عالم کی برائی مری قسمت کیلیے

چار دن داد جوانی کے ملی ہین اُنکو
غمزہ و عشوہ و شوخی و شرارت کیلیے

جب مری قبر پہ دو پھول اُنھون نے دیکھے
لیگئے ہنستے ہوے غیر کی تربت کیلیے

حسن صانع نے بھرا شکل مین یوسف کے جو
وہی تجویز کیا آپکی صورت کیلیے

سختیان جھیل گیا کوہکنی کی فرہاد
واقعی دل بھی قوی چاہیئے ہمت کیلیے

ہمدمو عشق مین ایسی کوئی تدبیر کرو
بن پڑے جو مری بگڑی ہوئی قسمت کیلیے

پر پروانۂ مضطر کا ہے اچھا پردہ
بزم مین شمع کی روتی ہوئی صورت کیلیے

رتبہ جو بعد امانت کی لطافت کا ہوا
اب وہی بعد لطافت ہے فصاحت کے لیے

مدارا کرکے تو کیا پوچھتا ہے اے فلک ہم سے
دل اپنا بھر گیا نیت مگر بھرتی نہین غم سے

فرشتون نے بنایا حکم خلاق دو عالم سے
مرا جلتا ہوا دل بے نکے انگارہ جہنم سے

کہین کیا اب تو ہم راضی ہین مرگ غیر کے غم سے
ترا حسن اور ہی کچھ ہو گیا پوشاک ماتم سے

جو فورا گرد بروئے گل کبھی رونا ہوائے بلبل
چھپا رکھ آنکھ مین دو چار قطرے لیکے شبنم سے

مرا پھوڑا سا دل مدت سے اُلفت مین تپکتا ہے
برائی کیا ہو گر چھیڑا فلک نے نشتر غم سے

جو زندہ ہین تو چشم زخم سے نظارہ بازو نکی
بچا ئینگے تجھے جبتک بچایا جائیگا ہم سے

حسین جو ساتھ انکے مہندی ملنے کے لیے بیٹھے
کف افسوس ملتے اُٹھے میری بزم ماتم سے

درآ کر دلمین آنکے تیر نے کیا تفرقہ ڈالا
جدا ارمان کو حسرت سے کیا اندوہ کو غم سے

سحر کو آ گیا صیاد تو اُڑ بھی نہین سکتے
پر بلبل چمن مین اسقدر بھیگے ہین شبنم سے

بتا ئینگے نہین اغیار کو تو راز دل اپنا
ابھی گردن مین باہین ڈالکر تم پوچھ لو ہم سے

چلے جاتے ہین کچھ وسواس لوگونکو نہین آتا
کسیکی بزم عشرت مین ہماری بزم ماتم سے

وہ آہ شعلہ زا کی جلتے ہی مجھ سوختہ تن نے
کہ مالک الاماں کہتا نکل آیا جہنم سے

ملا وہ درس پڑھنے کے لیے پہلے پہل ہمکو
دبستان محبت مین ہے جسکی ابتدا غم سے

جدائی جسمین ہو کچھ ایسی باتین کرتے رہتے ہین
رقیب مفسدہ پرداز اُدھر انسے ادھر ہم سے

جو بعد قیس بکھرے خود بخود گیسو تو جھنجھلا کر ؛؛
کہا لیلیٰ نے مجھ کو کیا غرض مجنون کے ماتم سے

نکال اے عشق اشکو نمین ملا کر چشم پر نم سے
جو میرا دل کیا ہے پارہ پارہ خنجر غم سے

ہم ایسے عاصیون نے جاکے ایسی سرد آہین کین
فضائے حشر مین ٹھنڈی ہوا آئی جہنم سے

چمن مین شاہد گل لاکھ بلبل سے چھپاتے ہین
یہ چھپ سکتے نہین منھ چادر باریک شبنم سے

دبا گردن جھکا کر حکم محفل سے اُٹھانے کا
ارے چار آنکھ کر بے اعتنائی اسقدر ہم سے

فلک سے کرتے ہین فرمائش ان دونونکے ملنے کی
کچھ ایسا شوق ہے ہمکو نئی حسرت نئے غم سے

ہمارے بعد یون ہر بات پر دیکھو نہ ہنس پڑنا
بگڑ ہی جائیگا کوئی نہ کوئی اہل ماتم سے

شروع شام ہی سے ہجر مین یہ کرب یہ اُلجھن
کٹینگے کس طرح اس شب کے پچھلے دو پہر ہم سے

مری آنکھون سے وہ دیکھین اگر اپنی جوانی کو
ہم معشوق ہو مطرب ہو ساقی ہو مغنّی ہو
ہمارے دل سے کیون اے درد گشتہ کر کے لیجائے
چمن مین بیٹھے اُس نازک شجر پر دن کو کیا بلبل
جو غیر جنس ہے تو دل نہین ملتا نگینہ کا
کبھی گر وصل کے انکار پر دشمن مصر ہونگے
ہمارا عزم نہ کرنے سے اُنھین بد کیون کہے کوئی

بہت اچھی نظر آئے بہار باغ عالم سے
مزا ہے زندگانی کا انھین دو چار کے دم سے
تمناؤن کے لاشے چھین اُٹھکر لشکر غم سے
جھکی رہتی ہین تب بھر جسکی شاخین بار شبنم سے
اُسی سے گو ہے وابستہ پہ مُنھ پھیرے ہو خاتم سے
قسم تیری جوانی کی نہ کھائی جائیگی ہم سے
جسے وہ خود ہی مارین پھر غرض کیا اُسکی ماتم سے

فصاحت
مبتلا رہتے ہین گو افکار دنیا مین
مگر ہرگز نہین چھٹنے کا شوق شاعری ہم سے

تب کو ڈر کر ترے عاشق کے سیہ خانے سے
کچھ غرض کعبہ سے عاشق کو نہ بتخانے سے
گھر مین ہم فصل بہاری سے جو غافل بیٹھے
ساقیا دل سے ٹپک جاتا ہو اُتنا ہی لہو
راہ کعبہ سے بھٹک کر کوئی پہونچا جو اُدھر
گرد پھر پھر کے بھری بزم مین مجھ سے نہ بیٹھ
آتی ہے قہقہون کی یار کے گھر سے آواز
لذّتِ خم کے خم جذبہ مین مین جو ہوئی ہو دی سرخ
کیون وہ بت عاشق وحشی سے ہو مستفسر حال
رو کے ہو دست سبو مین نگران دیدۂ جام
تمنے کیون غیر کے ماتم مین گریبان پھاڑا
شیخ کیون دیتا ہو بیوقت اذان کعبہ مین
جو اشارے سے کہا غیر نے وہ سمجھے ہم
شمع سے سیکھو جلانا تمھین اے شعلہ رخو

شمع پر مانگتی ہے اُڑنے کو پروانے سے
فائدہ کیا ہے ادھر اور اُدھر جانے سے
بوئے مے آئی خبر کرنے کو میخانے سے
مے چھلک جاتی ہو جتنی ترے پیمانے سے
ظلمت کفر بڑھی لینے کو بتخانے سے
چپکے چپکے یہ کہا شمع نے پروانے سے
یہ نتیجہ ہوا نالونکی صدا جانے سے
آندھی مین لال غبار اُٹھتا ہے میخانے سے
نہ خدا اچھی بُری پوچھے گا دیوانے سے
مغبچہ کوئی نکل جائے نہ میخانے سے
راے اس امر مین کیا لی کسی دیوانے سے
کیا صدا آتی ہو ناقوس کی بتخانے سے
آپکی نیچی نگہ ہونے سے شرمانے سے
ہم تو جلنا نہ کبھی سیکھین گے پروانے سے

بزم مین پیر مغان کے ہو فقط حکم کی دیر
شیشہ منھ اپنا ملائے رہے پیمانے سے

جسمین عاشق کی تباہی و مصیبت کا ہو ذکر
ہائے رغبت ہو کسیکو اُسی افسانے سے

شیخ نے گنبد مسجد کا کلس بنوایا
بت جو سونے کا چُرائے گیا بتخانے سے

مرے کیطرح کئی دن سے پڑا تھا بیجیں
دفعتاً جان مین جان آئی ترے آنے سے

اے فصاحت گلے لپٹا ہی لیا ہمنے اُنھین
کچھ بھی حاصل نہ ہوا غیر کے ساتھ آنے سے

آکے وحشی گئے خجلت زدہ ویرانے سے
منھ کی کھائی ہے کچھ ایسی ترے دیوانے سے

آپ بگڑین نہ ذرا میرے لپٹ جانے سے
بڑھ گیا شوق مرا آپ کے شرمانے سے

میکشو آتے ہین مسجد کی طرف سے ڈھیلے
پھینکو تم ٹوٹی ہوئی بوتلین میخانے سے

جکڑے زنجیروںمین کس کس کو ہٹا کر حداد
لپٹی ہین سیکڑون پریان ترے دیوانے سے

مشعلین غول بیابان نے جلائین اتنی
دور ظلمت ہوئی شب کی مرے ویرانے سے

پہونچا اس دست نگارین سے لب نازک تک
بزم مین جام ہی اچھا رہا پیمانے سے

بزم اغیار مین دل میرا جلا کر شب کو
وہ ملاتے ہین تڑپتے ہوئے پروانے سے

کوچۂ زلف مین دل جائے الگ ایک سے ایک
راہین تو سیکڑون نکلی ہوئی ہین شانے سے

باب زندان جو نگہبان نے ذرا سا کھولا
چشم روزن نے اشارہ کیا دیوانے سے

کچھ تو ہی شمع ہوا نے جو بجھا دی سر قبر
یا حسد مجھ سے ہے یا بغض ہی پروانے سے

شیخ مسجد مین جلاتا ہی نہین شب کو چراغ
شمع مینا کی ضیا جاتی ہے میخانے سے

سر کوئی کاٹے کسیکا کوئی جلکے جلاے
کیا غرض شمع سے گلگیر سے پروانے سے

تیری سرکار ہمیشہ رہے آباد ای عشق
دل غنی ہو درم داغ جگر پانے سے

قبر بھی ملنے کی اُمید ہوئی کچھ ہم کو
کوچۂ یار مین بستر کی جگہ پانے سے

نجد سے قیس کی آہو نکے جب آئے جھونکے
لے گئے خاک اُڑا کر مرے ویرانے سے

ہاے مے کیکے بھرے خم پہ گرے پڑتے ہین
بادہ کش ہو گئے بے صبر گھٹا آنے سے

رندو مجھ میکش بیمار کے ہی نزع کا وقت
پانی بھی حلق مین ٹپکا دُ تو پیمانے سے

دن کو وہ غیر کے گھر سوئینگے غافل ہوکر
شب کو نیند انکی اڑی ہے مرے افسانے سے
بدگمانی مری اسوقت تو کچھ اور بڑھی
دیکھ کر غیر کی صورت ترے شرمانے سے
شمع جلنے ہی کو تھی رات کو دن بھر کے بعد
کہ جدا کر دیا فانوس نے پروانے سے
ہائے کیوں چال وہ مستانہ چلیں اسوقت
کہیں تابوت مرا گر نہ پڑے شانے سے

آبرو اسکے عوض دے جو فصاحت منعم
خوش نہ ہوں خلعت و زر مال و گہر پانے سے

حسین کیسے ہو تم یہ تمہاری خو کیا ہے
ہر اک سے پوچھتے ہو تیری آرزو کیا ہے
ہے باغبان کو عبث لالہ و گلاب پہ ناز
فقط ہے نام ہی نام انکا رنگ و بو کیا ہے
وہ عکس آئینہ سے بحث میں یہ کہتے ہیں
ارے ادھر ادھر اک میں ہی میں ہوں تو کیا ہے
وہ ہنسکے بولے جگر تھام کر جو دل ڈھونڈھا
یہ طرز اور یہ انداز جستجو کیا ہے
لگایا تو ہے بے سمجھے بوجھے دل تجھ سے
خبر ہی کہ ابھی نہ معلوم تیری خو کیا ہے
ہے آئینہ کہ ہے شفاف و صاف دل میرا
بغور دیکھ تو یہ تیرے روبرو کیا ہے
پھٹا ہی پیرہن اے فقر میرا اچھا ہے
کہ جو کسیکو ہو معلوم وہ رفو کیا ہے
مری طرف سے تمھیں کیا کسی نے بھڑکایا
یہ باتیں آج ہیں کیسی یہ گفتگو کیا ہے
وہ مجھ سے کہتے ہیں تو کیوں ہے غیر سے بدظن
جو تیرے دوست کا ہے دوست وہ عدو کیا ہے
چھری وہ لیں تو سہی ہے یہ شوق ذبح مجھے
گلاب بنینگے سب اعضا یہ اک گلو کیا ہے

مراد باغ معطر ہے اے فصاحت آج
کسی کی بکھری ہوئی زلف مشکبو کیا ہے

بعد مدت وصل یوں اے یار رہنے دیجیے
لب پہ لب رخسار پر رخسار رہنے دیجیے
قرب دندان لاسے کیوں یار رہنے دیجیے
آبروئے گوہر شہوار رہنے دیجیے
اب یونہی اے یار بے اغیار رہنے دیجیے
انجمن کو گلشن بے خار رہنے دیجیے
آپ کی نازک کمر سے یہ لچکنا ایک بل
اور کچھ دن ڈاب میں تلوار رہنے دیجیے
آپ اچھا کرکے اپنے ناز پھر اٹھوائینگے
باز آیا میں مجھے بیمار رہنے دیجیے

تلی اسمین ہو نہ جائے ذرۂ خاکِ رقیب
بند چشم روزنِ دیوار رہنے دیجیے

کھینچیے اے عشق خون میرے کلیجہ کو مگر
دل پہ مشق جفائے یار رہنے دیجیے

کیفیت دکھلائی ہی الحضرت پیر مغان
سبز شیشون مین مے گلنار رہنے دیجیے

سرخ ہاہی جانیے بحر شہادت کی آگ سے
دھوییے کیون خون بھری تلوار رہنے دیجیے

سیجیے اے قیس سب پھر رفو سے چاک جیب
کوئی تو دامن مین میری تار رہنے دیجیے

مے بھی ناداری مین بیچیے آبرو بھی رکھیے شیخ
رہن جبہ کیجیے دستار رہنے دیجیے

آپ روئے آتشین پر ڈالتے ہین کیون نقاب
گرم اپنے حسن کا بازار رہنے دیجیے

لے کے بے پروائی و بے اعتنائی سے صلاح
اپنے زانو پر سر بیمار رہنے دیجیے

بادۂ الفت پلایا ہی جو اے عشق آپنے
جب وہ بیخود ہون مجھے ہشیار رہنے دیجیے

زندگی بھر اے فصاحت دل مین اپنے مثل جان
حب آل احمد مختار رہنے دیجیے

مدحت مژگان تیز یار رہنے دیجیے
اپنے باغ نظم کو بے خار رہنے دیجیے

مائل گریہ نہ مجھے اے یار رہنے دیجیے
آپ رنج آمیز اپنا پیار رہنے دیجیے

کوچہ اپنا غیرت گلزار رہنے دیجیے
نقش پائے غیر کیون خار رہنے دیجیے

وصل کی شب دیکھا ہے مجھ کو رنگ آسمان
آپ سو رہیے مجھے بیدار رہنے دیجیے

مر دے صدہا سال کے جی اٹھے جس رفتار سے
کچھ دنون اپنی وہی رفتار رہنے دیجیے

آپ کے عاشق کھڑے ہین جبکہ صف باندھے ہوے
اور دیوار اک پس دیوار رہنے دیجیے

قتل کرنا ہے اگر مجھ سخت جان کو سب کے بعد
جو بہت ہو تیز وہ تلوار رہنے دیجیے

سب جو مر جائینگے دیگا داد ظلم و جور کون
زندہ بھی عشاق مین دو چار رہنے دیجیے

کوچہ مین آسائش عشاق گر ہے ناگوار
گھر کے اندر سایۂ دیوار رہنے دیجیے

دشت غربت مین تقاضائے مروت ہی یہی
لپٹے دامن سے جو کوئی خار رہنے دیجیے

کاٹ ڈالین اے فصاحت آپ اور ابیات کو
چیدہ جو دیوان مین ہون اشعار رہنے دیجیے

کب ایسا تر و تازہ و شاداب چمن ہے
کیا رنگ پہ فاخر کا گلستان سخن ہے

خط کا جو منھ چہرے پہ اے غنچہ دہن ہے
سب کہتے ہین یہ سبزۂ نو خیز چمن ہے

ہر ایک سے جان سی شئی دیکے ہے لیتا
بازار جہان مین جو گران جنس کفن ہے

نکلین تو اسی راہ سے لخت جگر و دل
اے عشق مری آنکھونسے نزدیک دہن ہے

جب دیکھیے خوابیدہ نظر آتا ہے سبزہ
نرگس کے سوا کون نگہبان چمن ہے

کیا پوری کھنچی مانی و بہزاد سے تصویر
معدوم کمر انکی ہے معدوم دہن ہے

ہے شرط نہ یہ بھی رہے اے تیرگی گور
کچھ کچھ ابھی باقی جو سفید ی کفن ہے

آزادی اب اس دل کو فصاحت نہین حاصل
ہر وقت گرفتار غم و رنج و محن ہے

تنگ اسقدر زمین جو ہمارے مکان کی ہو
ادنیٰ سی ایک یہ بھی جفا آسمان کی ہے

کیسی غضب ہین جان ترے ناتوان کی ہو
تیر جوادث اور کمان آسمان کی ہے

رونے کا حکم آنکھونکو تمنے دیا تو کیا
دل کو بھی اذن دو جسے حسرت فغان کی ہے

قاتل وہان زخم مین پیکان کو رہنے دے
پھر ایسے شکر ضرورت زبان کی ہے

یہ بھی ہی کیا طبیعت نازک کو ناگوار
سرخی جو ہلکی لب پہ ترے رنگ پان کی ہے

آکر چمن مین دیر سے ہی گرد پھر رہی
عاشق کچھ ایسی برق مرے آشیان کی ہے

نازان ہی جس جفا پہ تو اے آسمان پیر
بیشک وہی تباہی ہوئی اس جوان کی ہے

ایسا زمین کوچۂ قاتل کا خون ہی لال
سرخی ہین جس سے پھیکی شفق آسمان کی ہے

جو پھول توڑنے کو چمن مین ہم آئے ہین
ہر پھیر کے آج اسی پہ نظر باغبان کی ہے

صاحب ہمارے سر کی قسم کہدو صاف صاف
گالی تمھارے منھ مین یہ کس بدزبان کی ہے

اب آنکھ مین تصور خار مژہ نہ آے
راہ اسطرف سے آنسوؤنکی کاروان کی ہے

ہم نغمہ ہو نہین طائر سدرہ سے بلبلو
اتنی بلند شاخ مرے آشیان کی ہے

اچھی طرح وہ جانتے ہین میرے دل کا حال
کیا اے فصاحت اب مجھے حاجت بیان کی ہے

صیاد دم صبح جو گلشن مین نہین ہے
بلبل بھی سرِ شاخ نشیمن مین نہین ہے

جو اُٹھے تری تیغ کے دُو ورسے دم قتل
ایسی تو کوئی رگ مری گردن مین نہین ہے

مین لے کے چلا خارِ الم باغ جہان سے
اک پھول بھی دیکھو مرے دامن مین نہین ہے

رنگ اثر و بوے وفا جسمین ہو گلچین
پھول ایسا تو کوئی کسی گلشن مین نہین ہے

جیسا کہ ہو کاہیدہ تن بلبل نالان
ایسا کوئی تنکا بھی نشیمن مین نہین ہے

گردون پہ جو نکلا ہے ہلال آج جھک کر
کیا طوق حضور آپکی گردن مین نہین ہے

مین جب گل رعنا کے تجسس مین ہون آیا
یہ بھی مری قسمت وہی گلشن مین نہین ہے

صیاد عبث تاکتا ہے آس لگا کے
بلبل کا تو اک پر بھی نشیمن مین نہین ہے

جتنی تری تلوار جھکی ہے یہ تواضع
خم اتنا تو قاتل مری گردن مین نہین ہے

گلچین نہ گلستان مین لگا تہمت دزدی
پھولونکی تو بو بھی مرے دامن مین نہین ہے

کیا گذرے گی اس بلبل نالان پہ قفس مین
اکدم بھی جسے چین نشیمن مین نہین ہے

ہر طرح علامت ہے مرے قتل کی ظاہر
ہان خون کا دھبا ترے دامن مین نہین ہے

گلچین کوئی مرجھایا ہوا پھول تو کیسا
سوکھا ہوا پتا بھی تو گلشن مین نہین ہے

پھر پاؤن سے وہ روندتے ہین کیون مرے دلکو
جب ہاتھ حمائل مری گردن مین نہین ہے

سبزہ کی طراوت کا تو کیا ذکر ہے گلچین
ٹھنڈی تو ہوا تک ترے گلشن مین نہین ہے

صیاد ہے کیون باغ مین دل اپنا سنبھالے
گر درد ہی بلبل ترے شیون مین نہین ہے

برسات مین کیون ہاتھ بڑھاؤن نہ مین وحشی
اتبک کوئی چاک ابر کے دامن مین نہین ہے

گر دیجے اجازت تو ابھی لائے دھہا بجنت
کیون پھولونکا ہار آپکی گردن مین نہین ہے

اغیار مری خاک کو ملنے نہین دیتے
چہرہ کا ترے رنگ نکلنے نہین دیتے

وہ غیرونکو خلوت سے نکلنے نہین دیتے
یا غیر انھین پاس سے ٹلنے نہین دیتے

کسطرح گوارہ ہو انہین دھوب مین پھرنا
جب چاندنی مین انکو نکلنے نہین دیتے

دے سکتے ہین جب ایک کا دل دوسرے کو وہ
بدلے جو کوئی پھر تو بدلنے نہین دیتے

خصم اُن یہ ہے اب دشمنی و دوستی ای غیر
ارمان مرا دم ہے نکلنے نہین دیتے

یہ بھی ہی اک اعجاز کہ ہر خال کا اسپند
وہ آتش رخسار مین جلنے نہین دیتے

جب مشورۂ ترک جفا کرتا ہے کوئی
یہ ساتون فلک راے بدلنے نہین دیتے

ہاتھو نہین چُبھی جاتے ہین کانٹے خط رخ کے
غازۂ دم زینت انھین ملنے نہین دیتے

کیا بات کرین مجھ سے وہ رستے مین ٹھٹھک کر
جب اپنے برابر سے نکلنے نہین دیتے

خاموش وہ ہو جاتے ہین مین نہین بول کے مجھسے
اچھی طرح اغیار کو جلنے نہین دیتے

صیاد جو گلشن مین ہی تو جھونکے صبا کے
بلبل کو نشیمن سے نکلنے نہین دیتے

ہو غیر کی میت کو فشار اور لحد مین
ہم کیون کف افسوس اُنھین ملنے نہین دیتے

طاؤس تکے رقص اور عنادل کے ترانے
رنگ انجمن گل کا بدلنے نہین دیتے

آتے ہین بنے سنورے ہوے بہر عیادت
بیمار و نکو اپنے وہ سنبھلنے نہین دیتے

عشاق انھین در پہ نہ گھیرین تو وہ نکلین
یہ خود ہی انھین گھر سے نکلنے نہین دیتے

بیٹھا ہے مرے سامنے یون اُٹھ کے تو ای غیر
جیسے وہ تجھے پاس سے ٹلنے نہین دیتے

غیر آتا ہی تو شوخی ادا ناز و تبسم
ملکر انھین تیوری بھی بدلنے نہین دیتے

بھڑکا کے مرے جسم مین خوب آتش فرقت
قدرت یہ انھین مین ہی کہ جلنے نہین دیتے

حسب فرمائش راجہ نوشاد علیخان صاحب نوشاد آنجہانی

گو ترک وطن کرنے کا ہی قصد فصاحت
پر کیا کرین احباب نکلنے نہین دیتے

تن مین شاید گل نہ یہ اکھڑا ہوا ابھی دم رہے
دوستو سمجھو غنیمت گر یہی عالم رہے

غیر مر جاے تو برسون یہ مرا عالم رہے
مجھ کو اے رشک اُنکے غم کرنے کا اک ماتم رہے

آپ اور ہم باغ سے جائین تو ایسا غم رہے
چشم نرگس دیدۂ بلبل ہر اک پر نم رہے

ہنسکے مجھ سے یو پوچھتے ہین وہ کہ جب مر جاؤ تم
حد بھی ہے آخر کوئی کب تک تمھارا غم رہے

درد نے آ کر مرے دلمین یہ پوچھا عشق سے
حکم رہنے کا ہی کس کو مین رہون یا دم رہے

ہم نے خود اپنی جوانی کی نہین دیکھی بہار
واہ ایسے محو سیر گلشن عالم رہے

اشک بلبل نے ہوا باندھی ہی شب کو باغ مین
نام کیون اپنا ڈبونکے لیے شبنم رہے

بے نقاب آکر جو بھو نمین کوئی بیٹھا رہا
دیر تک منھ ڈہانکے میرے صاحب ماتم رہے

میرے مرتے ہی گئین سب آرزوئین حسرتین
لاش اُٹھانے کو ملال و رنج و درد و غم رہے

سہم کر کیون بند کرلین تمنے آنکھین بعد ذبح
سیر دیکھو بھی تن بسمل مین جبتک دم رہے

نالے کرتے کرتے غش آئے جو شب کو باغ مین
روے بلبل پر عرق افشانیِ شبنم رہے

جب حسینون مین تھی بحث غمزہ و انداز و ناز
دلمین بجنیدہ ہو کیون کیا تم کسی سے کم رہے

اور کوئی شغل اُنھین جوش جوانی مین نہ تھا
مدتون مصروف دل آزاریِ عالم رہے

میری جانب سے بلائین لین جو آرائش کے بعد
پھر دلِ مشاطہ سے گیسو آپکے برہم رہے

میرے کانون تک نہ آئے اُنکے رونے کی صدا
قبر دشمن پر رہے تو اسقدر ماتم رہے

ہم تو کیا اُنکی بلائین رے کے پریان کہتی ہین
جان تم ہو سارے عالم کی تمہارا دم رہے

پھر وہ اپنی تیغ سے چرکے لگانے آئینگے
میرے زخمون سے نہ کیون لپٹا ہوا مرہم رہے

شاید افراط خوشی مین آپ سے باہر ہو یہ
میرے دل کا اک ذرا پہلو دبائے غم رہے

اے خوشی زخم آبلہ دلمین نہ رہجاے کوئی
خیر داغ اک ہے نشانی ملال و غم رہے

بار احسان مداوا کیون اُٹھائین اسلیے
پہلے وہ اچھے ہوے جو زخم بے مرہم رہے

کیون مرون گھٹ کر قفس مین ذبح کر للہ تو
لے مرے نامہربان صیاد تیرا دم رہے

امتحان مین رعب قاتل سے بڑھے آگے نہ پاؤن
وائے قسمت جن سے دعوی تھا اُنھین سے کم رہے

باغ مین وہ صبح کو اُٹھتے ہی دیکھینگے بہار
رات بھر یونہین پر طاؤس پر شبنم رہے

گر اجازت ہو تو بازی گاہ عشرت مین تری
ٹھوکرین کھانے کو میرا بھی دل پر غم رہے

دوست میرا منھ پھرا دین کوئے جانان کیطرف
خود مجھے شاید نہ اتنا ہوش مرتے دم رہے

تم ذرا پہلے سے کہدینا کہ ہین دل تھام لون
جب مرے پہلو سے اُٹھنے کا زمانہ کم رہے

اے فصاحت جتنے دشمن ہین وہ رنجیدہ رہین
دوست جو تو شاد کا ہے وہ خوش و خرم رہے

یہ اوج پر ہے ہوس مرگ عز و شان میری
ہما کے سر کا ہنین تاج ہڈیان میری

خدا نے بات رکھی وقت امتحان میری
بلند غیر کے نالون سے ہے فغان میری

مصیبتین جو پڑیی تھین وہ کہین بیان میری
وہان ہیی پہنچتے ہی خط بنگیا زبان میری

زمین سے جو تھے فلک پر گئے یہ کہکے مسیح
کسی نے قدر نہ کی زیر آسمان میری

خیال وذکر وتصور مین آپ ہی کے ہے
حضور آنکھ مری دل مرا زبان میری

اسیر وتو سہی رات ہی نیند اُڑ جاے
سنی نہین ابھی صیاد نے فغان میری

متاع وصبر مصیبت سے ہاتھ آئی ہے
نہ چھین لے کہین یہ دولت آسمان میری

اُس انجمن مین کٹے مثل شمع سر میرا
جو اپنی حد سے ذرا بھی بڑھے زبان میری

وہ نازنین ہین تو ہون ناتوان مین دیوانہ
کچھ انکے طوق سے ہلکی ہین بیڑیان میری

وہ آئے بھی تو نہ کچھ منہہ سے کہہ سکا دم نزع
کہ بند آنکھ سے پہلے ہوئی زبان میری

نہ مجھے اُبھار کے اے دل ذلیل تو نے کیا
گیا تو بات نہ پوچھی گئی وہان میری

یہ سب جو ہون بہم اک وقت حشر برپا ہو
صداے رعد ترا قہقہہ فغان میری

لپک کے شعلۂ نار سقر کا ہے ایما
رہے دہن مین گنہگار کے زبان میری

چمن مین آیا جو صیاد واہ ری قسمت
صبا جھکانے لگی شاخ آشیان میری

جسے پسند ہو جو وہ اُسے مبارک ہو
تمھارا قہقہہ تمکو مجھے فغان میری

وہ ظلم اسلیے اہل زمین یہ کرتے ہین
کہ منتین کرے جھک جھک کے آسمان میری

سنبھالتے ہوے مجھ کو عزیز لے تو چلین
وہان نہوگی جو حالت ہے اب یہان میری

انھین بناؤ جو کرنا ہے تا سحر شب عید
تو نیند اُڑنے کو سنتے ہین داستان میری

مرے تڑپتے ہوے دل کی واہ ری ہمت
وہان گیا نہ رسائی ہوئی جہان میری

کہا کسی نے ترے در یہ ہاے دل میرا
کسیکی آئی یہ آواز ہاے جان میری

سگان یار کی تو ضد مین کھا گیا لیکن
گڑین ہما کے کلیجے مین ہڈیان میری

ضعیف وہ ہون مری جھُر اُٹھ نہین سکتی
برابری نکرے کوئی ناتوان میری

کرینگے ترک فصاحت وہ جور وظلم وستم
کبھی نہ آہ وفغان ہوگی رائیگان میری

یہ بات کرنے کو سلیقہ چاہیئے
پوچھتے ہو یون تجھے کیا چاہیئے

وہ بت عیار باتین جب کرے
اپنے مطلب کی سمجھنا چاہیے

موت کا بھی منتظر ہون اُنکا بھی
پہلے کون آتا ہے دیکھا چاہیے

سات پردون مین کسی کے واسطے
شرم کا بھی ایک پردا چاہیے

میرے مرنے کی تمھین حسرت ہی کیون
غیر کو اُس کی تمنا چاہیے

سچ کہو تم کو مرے سر کی قسم
واقعی دل ہی مرا کیا چاہیے

کیجیے گا پھر ستم دل کھولکر
پہلے میرا دل بڑھانا چاہیے

عاشقون سے تو نہین چھپتا وہ شوخ
اور کن لوگون سے پردا چاہیے

تو نے اے مالک دیا حسرت بھرا
دل مجھے تو بے تمنا چاہیے

دل لگائین گے بھلا کس سے حضور
آپکو اپنے سے اچھا چاہیے

شاعری مین تم نے پایا اعتبار
اے فصاحت اور اب کیا چاہیے

تجھے بھی اس سے آگاہی کچھ اے زہرہ شمایل ہی
تصدق تیری شوخی پر یہ بیتابی دل ہے

دیا مین نے تو وہ بولے نہین لینے کے قابل ہی
جسے روندا تھا ہم نے پاؤن سے یہ تو وہی دل ہے

یہ سچ ہی دید کے قابل کسی ظالم کی محفل ہی
کلیجہ کوئی تھامے ہی کوئی تھامے ہوے دل ہے

یہی شیشہ سے نازک تر یہی ہے سخت پتھر سے
کوئی دل واقعی ایسا نہین جیسا مرا دل ہے

کلیجہ مین لگی ہی آگ جو وہ اور بھڑکے گی
کہ آہون سے کہین بڑھکے ہوا دامن دل ہے

فلک یہ پوچھتا ہے اُنکے عاشق سے جوانی مین
بھرے ہین کتنے ارمان کسقدر گنجایش دل ہے

جو لیتین اُنکی دزدیدہ نگاہین میرے پہلو سے
کہا شوخی نے ڈھونڈھو تو جگر کی آڑ مین دل ہے

مجھے گھر سے نکالا ہے جو آغاز محبت مین
ارادہ کس طرف لیجانے کا اے حضرت دل ہے

وہی تو سوچتا ہون مین خیال آتا ہے جو تم کو
یہ تم نے سچ کہا میرا تمھارا ایک ہی دل ہے

اثر کرتے نہین کچھ ایسے نالے ہم اسیرون کے
الٰہی یہ کوئی پتھر ہے یا صیاد کا دل ہے

نہ اُسکی ضد مین چرخ اے غیر اُسکو بھی نکالے گا
وہی ارمان ہی تیرا جو ہماری حسرت دل ہے

محبت ترک کرنے کے لیے اے حضرت ناصح
مین دل ویسا کہان سے لاؤن جیسا آپکا دل ہے

ہوا ہے روح کو صدمہ ذرا سی ٹھیس لگنے سے
ہمیں اس کی نہ تھی امید جس ارمان سے اپنے
اطبا کیا اسے عیسیٰ بھی اچھا کر نہیں سکتے
پئے پامالی اب وہ مانگتے ہین اس بہانہ سے
سوا مشاطہ کے یہ نیک و بد کون اُنکو سمجھائے

یہ پھوڑا ہے کوئی پہلو مین یا دکھتا ہوا دل ہے
وہی پروانۂ شمع مزارِ حسرتِ دل ہے
سب اچھے ہین مرض لیکن بُری بیماریٔ دل ہے
مجھے بھی تو دکھا کیسا ترا حسرت بھرا دل ہے
کہ دینے کے لیے بوسہ ہے لینے کے لیے دل ہے

فصاحت اسمین آتی ہے نظر محبوب کی صورت
زیادہ صنعِ اسکندر سے یہ آئینۂ دل ہے

نہ کوئی دل لگائے اس بت بیدرد و پُرفن سے
گلون کا حال آخر یہ ہوا بلبل کے شیون سے
ہوا ثابت یہ مجھ کو دلکی گھبراہٹ سے اُلجھن سے
کبھی گورِ غریبان مین جو وہ آتے ہین گلشن سے
ہم اسکی چال کے اے حشر عاشق ہین لڑکپن سے
نہ دے جان اپنی بلبل کثرتِ فریاد و شیون سے
ترے گلہائے نقشِ پا کا آوازہ ہوا ایسا
چمن مین رات کو شبنم نے کی گو شست و شو لیکن
نہ رکھ محروم آسے ہے میرا ہمنام اے فلک وہ بھی
تڑپتا ہو نہین بلبل اور بھی صیاد کے گھر مین
یہ شوخی بعد قتلِ غیر کی اس ترکِ ظالم نے
ہمارا پھول سا دل ہے کسیکے دست نازک مین
پھر اچھی طرح دلجوئی کرینگے دوستونکی بھی

چٹک کر یہ صدا آتی ہے میرے سنگِ مدفن سے
گریبان چاک کر کے آئے بازارون مین گلشن سے
جواب اب میرے نامہ کا وہ لکھواتا ہے دشمن سے
گرے پڑتے ہین میری قبر پر پھول اُنکے دامن سے
تجھ ایسے فتنہ وابستہ ہین صدہا جسکے دامن سے
قفس کی تو ہے گنجائش سوا تیرے نشیمن سے
کہ جنکو دیکھنے رضوان چلا جنت کے گلشن سے
چھٹا دھبا نہ بلبل کے لہو کا گل کے دامن سے
مجھے تو چھوڑ کر اب دشمنی کر میرے دشمن سے
جو میرے ہمصفیرونکی صدا آتی ہے گلشن سے
کہ اپنی خون بھری تلوار پونچھی میرے دامن سے
خداوندا بچانا اسکو چشمِ زخمِ دشمن سے
فراغت جب ہمین ہو گی دل آزاری دشمن سے

جو اٹھلائی ہوئی چال اے فصاحت انکی دیکھی ہے
جھکائے اپنی گردن نکلے ہین طاؤس گلشن سے

شعرا مین یہ فصاحت کا خیال اچھا ہے
ہند مین مجمعِ اربابِ کمال اچھا ہے

ہو برا بھی تو یہ کہدیتے ہین حال اچھا ہے
دردمندان محبت کا خیال اچھا ہے

جو خرابات مین دن رات پڑے رہتے ہین
ہم سے تو کچھ اُنھین لوگونکا خیال اچھا ہے

تو ہنسے دیکھ کے جسکو وہ مصیبت اچھی
جو ترے سامنے ہو غم وہ حال اچھا ہے

اے فلک شوق سے دے مجھکو برائی کیا ہے
جسمین پہلو ہو خوشی کا وہ ملال اچھا ہے

جاننثار و نہین سمجھتا ہے مجھے تو مختار
مین ترے ذہن کے صدقے یہ خیال اچھا ہے

مرض عشق نے کی تیسری حالت پیدا
نہ برا ہے نہ طبیبو مرا حال اچھا ہے

چلتے ہی ٹھنڈی ہوا چھائی ہے گھنگھور گھٹا
آؤ بھی آج کا دن بہر وصال اچھا ہے

سیر کر لیجیے پھر رہیے گا اے حضرت عشق
ملک دل مین مرے اک قصر خیال اچھا ہے

اے مسیحا ترے بیمار سسکتے ہین سب
سیکڑون مین کہین دو چار کا حال اچھا ہے

در جانان پہ صدا دینے دے ہمکو دربان
تجھکو کیا کام برا ہے کہ سوال اچھا ہے

چپکے تم بیٹھے کے منہ سے نہ کہو کچھ لیکن
مسکرانے سے ہی ثابت کہ خیال اچھا ہے

اتنا تو صدقہ مین بھی امید رہائی کی نہین
کہ مرض مین مرے صیاد کا حال اچھا ہے

جس سے ہو رنج تمھین میری مسرت وہ بری
ہو خوشی جسمین تمھاری وہ ملال اچھا ہے

کلام موسی کا جو مطلب تو ہوا یہ ثابت
جسکی الکن ہو زبان اُسکا سوال اچھا ہے

حسن سے انکے ملاے جو ہے بحث اے رضوان
پھر نہ کہنا مری حورونکا جمال اچھا ہے

اسکے جانے کی خوشی آسکے نہ رہنے کا ملال
ہجر ہی اسکا برا ہے نہ وصال اچھا ہے

تیرے بیمار نے کیا خواب مین دیکھا تجھکو
آج تو صبح سے چہرا ہے بحال اچھا ہے

حجت کیون کرتے ہو لو مان لیا یون ہی سہی
جو مجھے تمنے دیا ہے وہ ملال اچھا ہے

آرہی ہے یہ لب کاسہ سائل سے صدا
جس سے مطلب نکل آئے وہ سوال اچھا ہے

دو گھڑی دل ترا اے پیر بہلنے کے لیے
خیر کچھ عود جوانی کا خیال اچھا ہے

زہر دیکر وہ مجھے پوچھتے ہین لوگون سے
اور کس کا مرے بیمار و نہین حال اچھا ہے

اورون سے نظم قصیدہ ہین جتاتا ہر طرح
فکر قاآنی اک اچھی ہے خیال اچھا ہے

سب نکلجائین نہ دلمین رہے ارمان کوئی
رات کی رات مرے گھر ہو جو مہمان کوئی

کوئی نالان ہی مری لاش پہ گریان کوئی — سر برہنہ ہی کوئی چاک گریبان کوئی
الجنون وادیٔ وحشت ہی ہمارا وہ مہیب — کہ جہان رکھ نہین سکتا قدم انسان کوئی
کیون نہ افسوس ہو مرجانے پہ اِس عاشق کے — جسکے ماتم مین نہو زلف پریشان کوئی
اپنے کوچہ مین یہ حکم اُس بت کافر نے دیا — سجدے کرتا ہوا آئے نہ مسلمان کوئی
نشۂ بادۂ الفت سے ہون اب مین سرشار — بخش دینا جو ہو تقصیر مری جان کوئی
شرم آئے نہ حجاب آئے نہ غصہ نہ عتاب — آئے خلوت مین تمھاری نہ مری جان کوئی
گھر مین جانے کی مناہی مجھے کرتا ہی رقیب — اُسکے در پہ نہین دربان و نگہبان کوئی
ضد سے یونہین جو رہیگی خلل اندازی چرخ — میرے گھر کاہے کو ہوگا کبھی مہمان کوئی
شب کو ڈر تھا جو اندھیرے کا تو بلے پروانے — شمع آئی نہ سر گور غریبان کوئی
جاتے ہو میرے مکان سے تو اکیلے سر شام — اپنے گھر تمکو نہ لیجاے مری جان کوئی
زیست مین لوح سر قبر مین بنوا رکھون — جاکے لادے مجھے سنگ در جانان کوئی
اور تو اور جدا ہوتا ہی سایہ تک بھی — ساتھ دیتا نہین میرا شب ہجران کوئی
دیکھ تو سینہ پر داغ کسی عاشق کا — ساتھ لینے لیے پھرتا ہی گلستان کوئی
لب و رخسار کے لے ہی لیے بوسے مین نے — نیچی آنکھین کئے کہتا رہا ہان ہان کوئی

میرے اشعار پہ دل تھام کے کہتے ہین حسین
نہین عالم مین فصاحتؔ سا سخندان کوئی

دونگا قاصد مین دعائین تجھے زر سے پہلے — اُنکا نامہ تو نکال اپنی کمر سے پہلے
بال کھولے ہوے نکلا ہی وہ گھر سے پہلے — ہے یہ حیرت جا مری مرنے کی خبر سے پہلے
رکھے کون اپنے قدم نقش کف پا پہ ترے — اس جگہ پاؤن قلم ہوتے ہین سر سے پہلے
میری حسرت بھری آنکھین ہین اُسیکی مشتاق — وہ نگہ کون تھی اس تیری نظر سے پہلے
کہہ کے اُف اُف مرے پہلو سے سرکتے ہو اب — کیا تم آگاہ نہ تھے سوز جگر سے پہلے
شب وصلت یہی عاشق کے لیے بہتر ہے — کہ گلا کاٹ کے مرجائے سحر سے پہلے
بت پرستون نے بنا ڈال کے یہ کوشش کی — بنگیا بتکدہ اللہ کے گھر سے پہلے

ہاے آغاز محبت مین یہ معلوم نہ تھا
جان ہی لے گا کوئی قلب و جگر سے پہلے

بعد صبح شب وصل اٹھ کے وہ بگڑے امیر
کیون جگایا نہ ہمین تونے سحر سے پہلے

کونسی جا تھی تو اے درد کہان رہتا تھا
میرے قلب و جگر و سینہ و سر سے پہلے

سخت جانونکو نہ مقتل مین ابھی کیجیے قتل
دوسری تیغ تو منگوا ئیے گھر سے پہلے

پھر ملانا رخ شفاف تم آئینہ سے
صاف تو اسکو کرو گرد نظر سے پہلے

دور سے آتے ہو پھر بند قبا وا کرنا
کھو لو ٹپکا تو مری جان کمر سے پہلے

پوچھا سودا اے محبت سے جو کب تو ہوا خلق
تو کہا قیس کے فرہاد کے سر سے پہلے

خشک اب گلشن دل مین ہو وہی نخل مراد
ہم نے سینچا تھا جسے خون جگر سے پہلے

جان دی پچھلے پہر ہی شب وصلت ہمنے
دیکھکر موت کا منھ روئے سحر سے پہلے

دوسرا حشر تری چال سے برپا ہو گا
شہرت اسکی ہو قیامت کی خبر سے پہلے

ابتدا عشق کی وہ اور تڑپنا وہ مرا
وہ اشارہ ترے ابرو کا نظر سے پہلے

غم فرقت کی مدارا مین یہ ہی عشق کا حکم
صرف ہو دلکا لہو خون جگر سے پہلے

اے فلک صبح مگر میری شب فرقت کی
نہین ہونے کی قیامت کی سحر سے پہلے

انکے کوچہ مین کوئی مجھ کو تڑپنے تو دے
تو سہی دیکھنے نکلین وہی گھر سے پہلے

میکشو آئی تو بھٹی سے نکلکر پھیلی
بو ے مے فصل بہاری کی خبر سے پہلے

ہست اور بود کہین قبل مکان ہوتی ہے
اب ہوا خلق یہ سر درد تھا سر سے پہلے

شب معراج بڑھا دست نبی بعد اسکے
ہاتھ اک نکلا تھا پردے کے ادھر سے پہلے

خیر ہے آئینہ جب سامنے آیا ہو گا
نہ بچے ہو گے تم اپنی ہی نظر سے پہلے

اے فصاحت نہین اب اسکا صلہ کچھ ملتا
نفع ہوتا تھا مگر علم و ہنر سے پہلے

ناوک مژگان جب انکی پڑ گئے
چھید کر دل کو جگر مین گڑ گئے

نظم کے سکہ دو پنیر پڑ گئے ہ؟
میری استادی کے جھنڈے گڑ گئے

عشق کاکل مین جو آئی یاد زلف
پیچ پر پیچ اور مجھ پر پڑ گئے

کیون کشیدہ مجھسے ہین وہ بے سبب
کچھ عدو میری طرف سے جڑ گئے

اپنے کشتونکو وہ یون ہین پوچھتے
کسقدر باقی ہین کتنے گڑ گئے

غرفہ مین چلمن ہی کافی تھی انھین
اُسپہ دوھرے دوھرے پردے پڑ گئے

زلزلہ جب میکدہ مین آگیا
جام ٹکرائے تو شیشے لڑ گئے

ہم بنے کاہیدگی سے مثل خار
حاسد بدبین کی دلمین گڑ گئے

باغ مین موج ہوا سے پیش یار
عارض گل پر طمانچے پڑ گئے

محمل لیلے کے پردے جب اڑے
قیس کی آنکھونکے پردے پڑ گئے

نقش پا سے اے فصاحت سادہ رو
آئینے میری لحد پر جڑ گئے

جنونمین ضعف جو تھا سوے نجد جا نہ سکے
مزار قیس پہ زنجیر ہم چڑھا نہ سکے

جو بھیگ جانے کا تھا خوف پاس لا نہ سکے
وہ نامہ روتی ہوئی آنکھونسے لگا نہ سکے

یہ سچ ہی دوست ہو جو تیرا مثل ابراہیم
ہزار چاہے یہ دشمن اسے جلا نہ سکے

چہار سمت سے گھیرا یہ دید بازون نے
نکل کے گھر سے وہ پھر اپنے گھر مین جا نہ سکے

جو بات سب پہ تھی ظاہر اُسے کیا مخفی
ہمین چھپانا تھا جو راز وہ چھپا نہ سکے

تڑپ کے بزم مین ہم بولے ہی انھین مین کوئی
جو مل رہا تھا کلیجہ اُسے تبا نہ سکے

وہان گیا شب معراج شہسوار براق
فرشتگان مقرب جہان پہ جا نہ سکے

وہ اتنے جلد لُٹھے ہاسے لے کے پہلو سے
کہ اپنے دلکو کلیجے سے ہم لگا نہ سکے

نقاہت اور نزاکت مین فرق ہی اتنا
ہم اٹھتے بیٹھتے پہونچے وہ یون بھی آ نہ سکے

کچھ ایسی مردم دیدہ سے بدگمانی تھی
ہم انکو آنکھ کے پردے مین بھی چھپا نہ سکے

جو پوچھا روز جزا حق نے کون ہی قاتل
ہمارے پاس ہی وہ تھا مگر بتا نہ سکے

پیام بھیج کے عشاق نے اسے قاصد
بنایا تجھکو پیمبر خدا ابینا نہ سکے

کی اور لوگون نے توبہ وہ پوشی اچھی طرح
مگر ہم اپنے کسی عیب کو چھپا نہ سکے

جلایا حضرت عیسےٰ نے اور مردونکو
جسے حضور نے مارا اسے جلا نہ سکے

پئے عذاب جو ڈالا گیا مین تردامن — تو ملکے ساتون جہنم مجھے جلا نہ سکے
غضب ہے کوچہ مین اسکے پئے دل بردہ — ہم ایک چھوٹی سی تربت کہین بنا نہ سکے
تمھارے کہنے سے لو مین نے ترک الفت کی — یہ طعن مجھ پہ نہ کرنا کہ دل لگا نہ سکے

ہر ایک فن مین فصاحت اب ایسے ہین استاد
کسی نے بات جو پوچھی کوئی بتا نہ سکے

عاشقون مین کہین ہی آنکھ شرمائی ہوئی — دل ہی شے کیا ہاتھ سے جاتی رہی آئی ہوئی
کہتی ہی تصویر مین لب پر ہنسی آئی ہوئی — سامنے مانی کے تم آئے تو رسوائی ہوئی
جب سیہ خانے مین میرے شب کو آتی ہی بلا — خوف سے چارون طرف پھرتی ہی گھبرائی ہوئی
کنگھی چوٹی خاک مشاطہ یہ دلجمعی کرے — آپ کی نازک مزاجی سے ہے گھبرائی ہوئی
مین وہ عاشق ہون کہ حورین گور تیرہ مین مری — آئین دلجمعی سے اور نکلین تو گھبرائی ہوئی
باغ مین آکر جو بیٹھی ہے سواری آپ کی — بلبلین سمجھین کہ جاتی ہی بہار آئی ہوئی
تنگ یہ جور بتان سے ہی کہ اب فریاد کو — جاتی ہی کعبہ مین خلق اللہ گھبرائی ہوئی
مر گئے جب سے حسینو عشق مین فرہاد و قیس — لیلی و شیرین تو کیا تم سب کی رسوائی ہوئی

اے فصاحت وہ ادا سے آئے وقت نزع گر
میری بالین سے پلٹ جائے قضا آئی ہوئی

ملال خم سر پہ لا رہا ہی ہر ایک کو ساقی چھکا رہا ہی — وہ غول مینخانے جا رہا ہی وہ جھوم کر ابر آ رہا ہی
کوئی وہان خوش خوش آ رہا ہی بچشم تر کوئی جا رہا ہی — کسیکو در پر بلا رہا ہی کسیکو دربان اٹھا رہا ہی
ہم ایسے ساحل پہ ڈر رہے ہین تو موج سر آ رہی ہین — حباب نظارہ کر رہے ہین برہنہ کوئی نہا رہا ہی
جہان سے منعم گذر گیا ہی تو اہل دنیا کا کیا بھلا ہے — کہ ایک سے ایک پوچھتا ہی ہوا ہی کیا فر کیا رہا ہی
ہنسی سے ہے کوئی شے ملائی کہ مہربانی ہی غنچہ نکی — شراب کیون آج ہمکو ساقی بغیر مانگے پلا رہا ہی
جو پوچھی سچ سچ یہ کوئی ہم سے کئی ہین ظلم و ستم جو جانے — تو لب پہ آہ و فغان کے بدلے کبھی کبھی کچھ گا رہا ہی
اب آفت آنکھو ہی یہ پھر مرض مین حال اور ہو کا اثر — وہ غیر کو اپنے ساتھ لیکر مری عیادت کو آ رہا ہی
بہت حسینونکو دیکھا بھالا ہر اک کا انداز ہی نرالا — کسی نے زندونکو مار ڈالا تو کوئی مردے جلا رہا ہی

وہ پہلے تو مجھ کو دیکھتے تھے پر اب ہین منھ کو ادہر پھرائے
جو اسطرف عشق سے مجکو گرکے ذرا فراموش آ رہا ہی

نہین کسیکو محبت ایسی مری لحد سے ہی آنکو جیسی
چراغ کیا شے ہے شمع کیسی وہ اپنے دل کو جلا رہا ہی

مجھے ہے لے غیر غم اسیکا ہے مقدر کا یہ بھی لکھا
ارے جو راحت رسان ہو تیرا وہی مرا دل دکھا رہا ہی

کنار دریا جو دیکھا جا کر ہوا مین حیران آنسو شدر
کہ اپنی اتنی سی زندگی پر حباب کیون سر اٹھا رہا ہی

کمال ایسا نہین کسی مین جنھین نہ باور ہو دیکھ جائین
تمھارے وار آسمان کی چوٹین یہ اک مرا دل اٹھا رہا ہی

نہ بدگمانی کرو برا ہی کوئی فصاحت سا باوفا ہے
تمھارے ہی ظلم سہ رہا ہے تمھارے ہی ناز اٹھا رہا ہے

لے گئے کچھ بھی نہ ساتھ اپنے گذرنے والے
سیکڑون داغ ہین دیگئے مرنے والے

نہین گمنام وہ دنیا سے گذرنے والے
جو دھنی بات کے ہین نام یہ مرنے والے

اور معشوقون سے ہنس ہنس کے وہ یون پوچھتے ہین
کون کمبخت ہین تم لوگون پہ مرنے والے

دھیان انکو نہین کچھ اچھی بری ساعت کا
ہر گھڑی مجکو کہا کرتے ہین مرتے والے

ولولہ جنمین جوانی کا ہی کچھ کچھ باقی
سچ ہے پیری مین بھی وہ دل ہین مرنے والے

قیس و فرہاد کی الفت کا مٹا دینگے نام
کچھ دنون جی گئے گر آپ پہ مرنے والے

بولے وہ مین جو پھرانے لگا آنکھین دم نزع
ہم سے یہ بیرخی اچھی نہین مرنے والے

ہوا رسوا جو مرے بعد تو بولا وہ بت
تجھکو اللہ نہ بخشے کبھی مرنے والے

لے چلے دوستونکے دل سے اگر صبر و قرار
داغ کچھ اسکے عوض دیگئے مرنے والے

مجمع حشر مین ہنگامہ بپا کرتے ہوئے
ابتلک آئے نہین آپ پہ مرنے والے

اسکے کوچہ مین یہ کی بات فصاحت دیکھو
لو کفن پہنے ہوئے آتے ہین مرنے والے

یہ کیون آج خوش دل مرا ہو رہا ہے
کسی پر کوئی کیا خفا ہو رہا ہے

وہ کچھ منھ سے کہتے نہین روز محشر
اشارون مین عذر جفا ہو رہا ہے

جفائین جو سہہ سکے ہم مر گئے ہین
حسینون مین ذکر وفا ہو رہا ہے

نہ کیجیے دوپٹہ سے غیرون مین پردہ
خبر بھی ہے کچھ سامنا ہو رہا ہے

یہ کیون ابتلائے محبت مین ہم پر
ترا ظلم بے انتہا ہو رہا ہے

وہ اب یاد کرتے ہین رہ رہ کے مجکو
جو تھم تھم کے نالہ رسا ہو رہا ہے

ملے ہین جو ہم اور وہ بعد مدت
تو ہنس ہنس کے کیا کیا گلا ہو رہا ہے

وہ اے غیر بوسے تجھے دے رہے ہین
مری ضد مین تیرا بھلا ہو رہا ہے

مری اُنکی الفت کا چرچا فصاحت
زمانے مین اب جا بجا ہو رہا ہے

نالے اپنے بھی جو اُن کانون تلک جائینگے
اور کیا اسکے سوا ہوگا جھجک جائینگے

ہونگے جب راز و نیاز اُنکے مرے خلوت مین
پاس سے کاتب اعمال سرک جائینگے

نشہ مے مین نہ چھیڑو ہمین شرماؤ گے
اپنے مطلب کی کہین گے جو بہک جائینگے

تیلیان ٹوٹین گی سب تیرے قفس کی صیاد
ہم سے گر تازہ گرفتار پھڑک جائینگے

چارسوائے گل تر دہر معطر ہوگا
تیرے کانونکے جو دو پھول مہک جائینگے

ہونگے زار الفت مژگان مین فصاحت گر ہم
مثل خار آنکھ مین دشمن کے کھٹک جائینگے

ہم لیے رہتے جو کچھ کھاکے اُن پہ مر جاتے
گر نگاہ مین آنکی بُرے ٹھہر جاتے

اگر حسینون سے ہم خوف کھاکے مر جاتے
لحد مین دیکھ کے حورونکی شکل ڈر جاتے

نہ جلد گور غریبان سے وہ گذر جاتے
جہان مزاج مین آتا وہان ٹھہر جاتے

مآل سوچ کے بتخانہ سے اگر جاتے
تو سجدہ کرتے ہوے ہم خدا کے گھر جاتے

توجہ اُنکی جو رہتی یونہین امیرون پر
تو آس ٹوٹتی ہم سے غریب مر جاتے

سوال بوسہ پہ غیرونکو یون وہ دیتے جواب
نہ خواہش اور کوئی کرتے دل ہی مر جاتے

بُرا رقیب کو اچھا مجھے وہ محفل مین
ابھی زبان سے کہتے ابھی مُکر جاتے

پکار کر مجھے کیون راستہ مین دوڑایا
قدم بڑھاکے نہ چلتے وہین ٹھہر جاتے

نہ قسمین کھاؤ تمھین ہمرہون نے دیکھا ہے
مرے مکان سے نکلکر کسی کے گھر جاتے

جہان زمین کو وہ دیکھتے تزلزل مین
ہماری قبر سمجھ کر وہین ٹھہر جاتے

نکھر کے آج سر شام بدر نکلا تھا
مقابلہ کے لیے تم بھی بن سنور جاتے

بھوپچے رہتے خط شوق اُس ستمگر کو
کبوتر آتے سلامت تو نامہ بر جاتے

ڈرانے آئے تھے ہم وحشیونکو کھینچ کے تیغ
کوئی جو بڑھ کے لپٹا تو خود ہی ڈر جاتے

جو وہ بلاتے تو محفل مین رہ گئے کو جگہ
رقیب ملکے فصاحت سے بیشتر جاتے

تجھ سے موافقت مجھے تقدیر چاہیئے
تیرے خلاف کوئی نہ تدبیر چاہیئے

دل چاک کرکے بولے وہ اسمین کہین نہو
سب مل گئے ہین ایک مرا تیر چاہیئے

منت سے جب بلائین تجھے اپنے گھر مین ہم
آنے مین جلدی جانے مین تاخیر چاہیئے

پردرد گو پیام ہمارا ہے قاصدا
لیکن ترے بیان مین بھی تاثیر چاہیئے

اے ترک لکھنی ہو تری صید افگنی کی مدح
خامہ بنانے کے لئے بھی تیر چاہیئے

سودائیون مین وحشی نازک دماغ ہون
حدا دبے صدا مجھے زنجیر چاہیئے

ہندوستان مین رہیے گا کبتک فصاحت آپ
اب چلنا سمت روضۂ شبیر چاہیئے

ہے بعد دفن الفت قابل دید اُس ستمگر کی
مری تربت کی مٹی اپنے ہاتھون سے برابر کی

بہ فخر یہ صدا ہے قدسیون مین عرش داور کی
رسول اُسد کی پاپوش ہے زینت مرے سر کی

نئی ہی کیفیت مے پی ہی ایسی حُبّ حیدر کی
دکھائی دیتی ہین موجین شراب حوض کوثر کی

چلے جاتے ہین بند آنکھین کیے جانباز اے قاتل
عدم آباد کی راہین ہین نابین تیرے خنجر کی

نہین کچھ فرق اسمین اور اُسمین بعد مرنے کے
ہے صورت ایک ہی شاہ و گدا کے کاسہ سر کی

یوہین لیکر جناب شیخ میخانے سے نکلے تھے
مجھے آتے ہوے دیکھا تو بوتل زیر چادر کی

شکایت وہ نہ سمجھین ہو جو لب کو ذبح مین جنبش
ثنا کرتا ہون چپکے چپکے انکے دست و خنجر کی

ہماری قبر کو تاریکی شب نے یہ گھیرا ہے
سفیدی خوف کے مارے اُڑی جاتی ہے چادر کی

اگر بخت رسا ہو اے فصاحت رہنما اپنا
زیارت ہو میسر روضۂ شبیر و شبر کی

مجھے نہ دہر میں دولت نہ مال و جاہ ملے
بس ایک چرخ ستمگار سے پناہ ملے

ہمارے دل تلک آنے کی اسکو راہ ملے
جو انکے تیر سے حسرت بھری نگاہ ملے

بنائیں ہم تو وہین تربت دل مردہ
جہان وہ نقش کف پا میان راہ ملے

ہے ابتدائے محبت نہ آسرا ٹوٹے
جو ہم سے دل نہین ملتا تری نگاہ ملے

مصیبتونمین یہ کہتی ہی مجھ سے ہمت عشق
ادھر نہ بھول کے جانا جدھر پناہ ملے

مکان غیر تلک وہ نہ جا سکین تھک جائین
الٰہی ایسے نشیب و فراز راہ ملے

ابھی تو عشق مین انکے خموش بیٹھے ہین
ہو نالہ کرنے کی جرأت جو اذن آہ ملے

اب اس سے بڑھ کے رقیبونکو یہ دعا کیا دون
ملے وہ خاک مین جس سے تری نگاہ ملے

کہا فلک نے دکھا کر انھیں کمان ہلال
کبھی اسے بھی کوئی تیر بے پناہ ملے

ہمارے گھر سے نکلکر نہ بھیڑ مین ٹھہرین
نہین وہ پھر پلٹ آئین اگر نہ راہ ملے

نہ سقف کہنہ گردون زمین پہ گرنے دے
بلند ہو کے جو میری ستون آہ ملے

ہر اک کے سر سے گرا تاج اسکے قدمو نپر
ترے فقیر سے یون جھک کے بادشاہ ملے

تو بوسہ دے کہ نہ دے اختیار ہی اے بت
ہم اور یہ کہین تجھ سے خدا کی راہ ملے

چمن مین کبک کو نہدی کی ٹٹیان سوجین
وہ چال دیکھ کے کیون بھاگنے کی راہ ملے

تری خدنگ مژہ سے ملے ہین تیر نظر
ہم ان سے اب نہین بچنے کے بے پناہ ملے

گذرنا مجمع عشاق سے ہی اب تو محال
جو پہلے تیغ تمھاری چلے تو راہ ملے

دھوان گھٹا جو آہونکا باغ مین شب کو
ہمین سحر کو گل یاسمین سیاہ ملے

جو پہونچا اس در دولت کی پاس مین درویش
کئی نکالے ہوے مجھ کو بادشاہ ملے

کسی کے ظلم و ستم لے رقیب مجھ کو قبول
ملے پہ تیری سفارش سے کیون پناہ ملے

چراغ طور بھی لیکر جو شب کو ڈھونڈھین ہم
نہ بے بتائے کبھی انکی جلوہ گاہ ملے

ہم اور وہ کبھی دریا سے جب نہا کے پھرے
رقیب خاک اڑاتے میان راہ ملے

وہ چشم لطف سے دیکھین کہ غیظ سے ایدل
ابھی تو کچھ نہین کہہ سکتے بے نگاہ ملے

جو دیکھین چشم بصیرت سے دیکھنے والے
حرم مین کوئی پس پردہ سیاہ ملے

عدو کو ہے مری قسمت پر اے فصاحت رشک
مجھے وہ دوست وہ شاگرد و خیر خواہ ملے

مرتبہ تیرا بڑھایا بھی تو کس تدبیر سے
لوگ یوسف کو ملاتے ہین تری تصویر سے

کچھ امید و یاس کی باتین کیا کرتا ہون مین
ہجر کی شب اپنے دلسے یا تری تصویر سے

مین تو بیٹھا ہون الگ تجھ سے مگر اسدرجہ شوق
لپٹا جاتا ہی مرا سایہ تری تصویر سے

چھیڑنے کا طرز یہ اچھا ہی جب جاتا ہون مین
منھ چھپاتے ہین وہ اپنا غیر کی تصویر سے

میرے پہلو سے یہ مصرع پڑھ کے آج اٹھا وہ شوخ
دل جو گھبرائے تو بہلانا مری تصویر سے

عاشقو بگڑا ہوا ہی آج کل ایسا مزاج
وہ کھنچے رہتے ہین پہرون اپنی ہی تصویر سے

کہتے ہین وہ پھر مجھے اچھی طرح دیکھے گا تو
کچھ دنون آنکھیں لڑا بہلے مری تصویر سے

دیکھنے دیتا نہین لوگون کو شکل اچھی طرح
آئنہ ایسا مکدر رہے مری تصویر سے

کیا اُسے سینہ سے لپٹایا ہے اُسنے میرے بعد
مجھ کو بوئے غیر آتی ہے تری تصویر سے

ہاتھ مین تلوار بل ابرو پہ ماتھے پر شکن
برہمی طبع ظاہر ہے تری تصویر سے

اے فصاحت مین سفر کرتا ہون تو اہل وطن
اپنے دلکو دیتے ہین تسکین مری تصویر سے

دیار حسن مین نام آوری ہو گیا آ نکھی
نہ دیکھے ناز نہ دیکھے کوئی ادا اُن کی
نبھائی ہمت فرہاد و وحشت مجنو ن کو
وہ گھر سے نکلے تو بسمل ہوئی صف عشاق
کبھی نہ کی متکبر بتون سے خواہش وصل
جو کوچہ گرد رہے وہ رقیب کے ہمراہ
جو نکلین بت کبھی کعبہ کی راہ سے اے شیخ
عدو کے بخت کے مانند یہ بھی ہین مشہور
انھین کا کام نکالے گی جو ہو جسکا وقت

ابھی تو ناز کے پردے مین ہے حیا اُن کی
نگاہ دیکھیے دم عرض مدعا اُن کی
ہمارے حصے مین آئی فقط و فا اُن کی
ضرور چلتی ہوئی تیغ ہما ا اُن کی
خدا کی شان ہے مین اور التجا اُن کی
تو چار و نمین ہوئی شکل کیا سے کیا اُن کی
تمھین خدا کی قسم دیکھنا ادا اُن کی
ہمارا صبر فلک کا ستم جفا اُن کی
یہ بیمروتی و شوخی و جفا اُن کی

نہ جاے تو نہ مریضان ہجر اچھے ہون
کہ تیری دید پہ ہی منحصر شفا اُن کی

رقیب میری طرح دل سنبھالے ہی کیون آج
کہین نہ دیکھی ہو انگڑائی مین ادا اُن کی

حریص رند ہین ہمارے میکدے مین جو
شراب تند مین ساقی بھگو دوا اُن کی

مرض مین ضعف نے مجبور کر دیا ہم کو
جو ہاتھ اُٹھا نہ سکین ہین بلائین کیا اُن کی

فلک نے مجھ متحمل کو جس سے تڑپایا
ضرور ہے وہ سکھائی ہوئی جفا اُن کی

ہمارے پاس سے گم ہوکے پہنچی غیر کے پاس
اُنھین کی طرح ہی تصویر بیوفا اُن کی

اُنھین وصال سے نفرت یہ ہی کہ آپ تو آپ
نہ تُو اماں ہوئی حمام مین صدا اُن کی

قضا نے جن لیئے سب عاشق اُنکے قہر کیا
بس اب مجھی کو تو سہنی پڑی جفا اُن کی

مین دل سنبھالے تڑپتا ہون وہ تو مر جاے
جو میری آنکھو نسے دیکھی قریب ادا اُن کی

الگ مین گو یہ ہین خلوت مین ملکے چارون ایک
ہم اور شوق ہمارا وہ اور حیا اُن کی

گذر گئے ہین جو اگلے زمانہ مین اُستاد
مری زبان سے فصاحت ہو مدح کیا اُنکی

سعی کی مین نے نہ کوشش کی نہ کچھ تدبیر کی
مل گئی وہ شے مجھے جو تھی مری تقدیر کی

دی محبت میرے دلکو اُس بت بے پیر کی
اسمین بھی کچھ مصلحت ہی مالک تقدیر کی

سُننے والونکو نہین کچھ رحم آتا اے جنون
میرا نالہ بھی مگر فریاد ہے زنجیر کی

خون اتنا قاتل اپنے جسم لاغر مین نہین
تر کرین سوکھی زبان کیونکر تری شمشیر کی

وہ بگڑ کر کیا ملے مجھ سے کہ ہر اک بات پر
غیر کھاتا ہی قسم ابتو مری تقدیر کی

مین وہ ہون آتش قدم وحشی کہ انگارونکی طرح
پاؤن مین کڑیان دہکتی ہین مری زنجیر کی

دیر سے مقتل مین جو بسمل تھی نیند آئی اُنھین
کیا ہوا قاتل خنک ہی دامن شمشیر کی

توڑ کر سینہ آتھی میرے دل کے پار ہو
آزمائش کوئی کرتا ہے نگہ کے تیر کی

ہو اگر جنبش ہماری لب کو بدظن ہون وہ کیون
چپکے چپکے ہم شکایت کرتے ہین تقدیر کی

پہلے تو شہرہ ہمارے پُر اثر نالے کا تھا
اب ہی ملک عشق مین دھوم آہ بے تاثیر کی

باب زندان پر جو رکھی ہی گلی تصویر قیس
کیا ہے یہ بھی اک نگہبان خانہ زنجیر کی

روئے قاتل کا نظارہ کیا کرین ہنگام ذبح
آنکھیں تو جھپکائے دیتی ہی چمک شمشیر کی

جبکہ منع رکھتا ہون یوسف کا اُسکے سامنے
غیظ سے رنگت بدلتی ہی تری تصویر کی

مرگیا جب غیر اپنے گھر مین کی دفن اُسکی لاش
یے بلائے اُنکے آنے کی عجب تدبیر کی

پھر ہمین قدرے لگائین دست نازک سے حضور
لذت تعزیر کی خواہش مین ہم تقصیر کی

کیا مرض مین بخت برگشتہ فصاحت ہے مرا
دسے گئے مجھ کو دوا جب اُلٹی ہی تاثیر کی

لگاؤن پھر مین دل اک دلربا سے
بچے گر جان درد لادوا سے

بڑھے وہ تیغ اُٹھا کر جب ادا سے
ملے سر کو جھکا کر ہم قضا سے

ترے گھر غیر کا آنا ہے ثابت
مجھے ایمائے چشم نقش پا سے

بتون سے جسقدر دوری ہی مجھ کو
ہوئی ہے اُتنی ہی قربت خدا سے

ہوے خوش خاک ہم بے صبر عاشق
ملول اُنکا ہے دل ترک جفا سے

کرے جو شکوہ ظلم اُنکا اُس کو
نکالو بزم ارباب وفا سے

چمن مین عاشقان قد کی خاطر
نہین کم سرو کا سایہ بلا سے

یکایک آئے ہم تو منھ پر اُس نے
لیا آنچل دوپٹہ کا ادا سے

مرے پھولوئین جب وہ گل ہنسانے
ہنسی کیا ضبط ہو اہل عزا سے

لئے اُسکو کسیکے در پہ جاؤن
بڑھے گر ربط نابینا گدا سے

کرا اے بت اسقدر حاجت روائی
ترے بندے نہ کچھ مانگین خدا سے

طریقہ ظلم کا گردون کو آیا
تری آئین و انداز جفا سے

ہماری جان بھی لی آخر اُسنے
ہمین باقی تھے اک اہل وفا سے

گرا یہ وہ ادھر تڑپے ادھر ہم
ترے منھ پھیر لینے کی ادا سے

ترا گیسو ہے اے لیلی بہت کم
جناب قیس کی آہ رسا سے

نہ یون آتے پر اب وہ جھجکے آئے
ہمارے نالہ و آہ و بکا سے

چھپی اس چشم کے گوشہ مین شوخی
ڈرے یہ کثرت شرم و حیا سے

فلک جب جھکے ہے کچھ یاد کرتا
کسی کے تختۂ مشق جفا سے

ریاض دل مین ہین جتنے گل داغ
نہین خالی کوئی بوئے وفا سے

کلیجہ تھام تھا لیلیٰ نے ہا ہا
شکست قلب مجنون کی صدا سے

ہوئی ہین نظم یہ بیتین فصاحت
بہت جلدی تری طبع رسا سے

اعجاز نما بھی ہین علی عقدہ کشا بھی
مشہور ہین بندو نین نصیری کی خدا بھی

بسمل ہوے عشاق مین سب کوئی بچا بھی
چلتی ہوئی تلوار ہے وہ بانکی ادا بھی

مدت سے ہین وہ نام کو مشہور ستمگار
آیا نہین اب تک اُنھین انداز جفا بھی

شرطین ہین جہان عشق و محبت مین بہت سی
ہے عاشقو ایک اُنمین بڑی شرط وفا بھی

پہلو نکل آتا ہو کبھی جسمین وفا کا
ہے تیری جفاؤ نمین کوئی ایسی جفا بھی

سرمہ تو مرے غم مین بہا دیدۂ تر سے
اُن ہاتھون سے اُڑنے کو ہے اب رنگ حنا بھی

نشہ سے جوانی کے وہ خود رفتہ یوہین تھا
اور اسپہ پیا جام مئے ہوش ربا بھی

جس روز پس مرگ اُٹھے خاک ہماری
ضد سے نکرے رخ ترے کوچہ کا ہوا بھی

کیون کہتے ہین وہ غیر کو صابر متحمل
غم کوئی اُٹھایا بھی کوئی صدمہ سہا بھی

کیا دیکھیے محشر مین ہوا انجام ہمارا
مجرم ہین بتو نکے بھی گنہگار خدا بھی

پوشیدہ کرین اہل کمال اسکو عجب کیا
ہو شعر کے فن مین جو فصاحت سے خطا بھی

اُس کوچہ مین راحت نہ ملی بعد فنا بھی
کھودی گئی تربت جو کوئی دفن ہوا بھی

سب کہتے ہین بے دید بھی اسکو کج ادا بھی
مشہور ہے وہ دشمن ارباب وفا بھی

میخوارو بہار آگئی وہ اُٹھی گھٹا بھی
لو آئی خبر دینے تمھین سرد ہوا بھی

زخم دل مجنون کو ہوئی مرہم کافور
چھوٹی ہوئی لیلے کے کف پا کی حنا بھی

نرگس ہی کا ایما نہین بلبل کے مخالف
کچھ پھونکتی ہی گوش گل ترمین صبا بھی

لاشے پہ مرے ہنس پڑے سب اپنے پرائے
اے شوخ نئی ہی ترے رونے کی ادا بھی

الفت مین تری غیر کے لب پر نہین کیا کیا
ہے آہ بھی فریاد بھی نالہ بھی گلا بھی

دونی مرے مدفن کی ہوئی رونق و زینت
ہے دوسری لوح آپکا نقش کف پا بھی

گلزار مین اُنکے رخ رنگین سے جو بخشے
سیلی ہو پے عارض گل موج ہوا بھی

صبر و خرد و ہوش و حواس و جگر و دل
سب لوٹ کے وہ لے گئے کچھ پاس رہا بھی

کیا دست جفا اور کسی پہ وہ بڑھائے
جو ہاتھ اُٹھا کر نہ کرے حق سے دعا بھی

پیری مین گرا پڑتا ہون پھر بھی مین فصاحت
گو میرا معین ہی دم رفتار عصا بھی

آگاہ انس و جن و ملک ہین صفات سے
واقف نہین ہی کون کہی کنہ ذات سے

افضل وہی حبیب ہے کل کائنات سے
افلاک حق نے خلق کئے جسکی ذات سے

اک یہ صفت ہی دست خدا کی صفات سے
عزیٰ کے سر کو توڑا ہی کعبہ مین لات سے

لکھتا ہون وصف گیسوے مشکین جو رات سے
آتی ہے بوے نافہ آہو دوات سے

یارب شب وصال موذن کو کیا ہوا
کمبخت اذان دینے لگا پچھلی رات سے

مرجاے گر عدو تو کہان یہ مزہ ملے
ہے لطف دشمنی مجھے اُسکی حیات سے

کوئی نہ سمجھے بزم مین ہم تو سمجھ گئے
کچھ کم نہین کسی کا اشارا بھی بات سے

کیا تاب ہی کسیکی جو ہو تجھ سے ہم کلام
شوخی ٹپک رہی ہی تری بات بات سے

اپنے ریاض عمر کہن کے لیے خضر
لیجائین تازگی مری باغ حیات سے

لوگ اُسکی ضد سے میرے طرفدار ہو گئے
یہ فائدہ ہوا مجھے دشمن کی ذات سے

دیوانگان عشق نہایت بتنگ ہین
اس تنگناے دہر مین قید حیات سے

سچ ہے فصاحت اہل کمال اور اہل فن
پاتے ہین فیض صاحب عالم کی ذات سے

رہ رہ کے ہوک درد کی اُٹھتی ہی رات سے
مرنا قبول ہی مجھے ایسی حیات سے

اہل سواد اُٹھے جو کوئی کائنات سے
نکلے صدائے آہ دہان دوات سے

امید زندگی نہ رہی پھر شب وصال
دھڑکا جو دل گجر کیطرح پچھلی رات سے

جس بات کو سمجھتے ہین عشاق وہ نہین
تابوت اُٹھاے ہین وہ مرا کہہ رہے ہین لوگ

یارب مٹا ہو دفتر عالم سے کس کا نام
گھر اپنے جا رہے ہین وہ شبنم نہین ہی یہ

اُس بدگمان کے کان مین کیا جھک کے کہدیا
مین زلزلہ مین جتنی زمین پر کھڑا رہا

پروانون کو دکھا کے ہوا سے ہی قول شمع
آخر جوانی اپنی ہی جائین حواس و ہوش

پیری کی صبح آگئی اے غافلا تو چونک
شعلہ دھوین کو خاک جگا اپنے سر پہ دے

دل مین تمہارے جو دم تحریر آتی ہے

دل مین کشیدہ رہتے ہین وہ لو بات سے
عاشق کی ایسی موت ہی بہتر حیات سے

ٹکرا رہا ہی کلک سر اپنا دوات سے
گویا کہ صبح روتی ہی مل ملکے رات سے

کھٹکا ہی دلکو غیر کی پوشیدہ بات سے
اُتنی ہلی نہ میرے قدم کے ثبات سے

وابستہ اتنے دم ہین مری اک حیات سے
ہوتا ہی کوچ قافلہ کا پچھلی رات سے

بیہوش نیند مین ہے جوانی کی رات سے
کیا ربط بے ثبات رکھے بے ثبات سے

دیکھو قلم کو کہتا ہے جھک کر دوات سے

عادات انکے اُنمین فصاحت ضرور آئین
گر ربط بد صفات رکھین خوش صفات سے

حسن اسکو جانتے ہین سب اچھا کہین جسے
کوئی نہ انکو دیکھ سکے رعب حسن سے

شاید حیا نہین ہو کوئی ایسا ہی خوش نصیب
اے شوق ایسی لفظ سے ہو ابتداے خط

غیرو نمین رشک کرنے کے قابل وہ غیر ہی
پر پیچ اُٹھے نجد مین یون دود آہ قیس

کیا بات ہے حیا نہین تمہارے شہید کی
کہتی ہی مجھ سے غیرت عشق آنکے سامنے

بھر جاے دل مین ساقی کوثر کی یون ولا
رشک ایک کو ہو ایک پہ خورشید ہو کہ ماہ

عشق اسکو ہم سمجھتے ہین سودا کہین جسے
بے پردگی ہو ایسی کہ پردا کہین جسے

مردم برائیو نمین بھی اچھا کہین جسے
وہ بڑھ کہ انتہاے تمنا کہین جسے

آپ اپنے منہ سے عاشق شیدا کہین جسے
وحشی جواب طرۂ لیلا کہین جسے

مرنا اور ایسا مرنا کہ جینا کہین جسے
دل دیجے یون نہ مانگ تقاضا کہین جسے

مملو شراب ناب کا شیشا کہین جسے
دو نون مین اُنکا نقش کف پا کہین جسے

اچھی یہ بات ذہن مین اُنکے سمائی ہو
اچھا وہی بُرے ہین ہم اچھا کہین جسے

بظاہر بظاہر اشکونمین ملکر وہی بہے
ہم دل ہی دلمین خون تمنا کہین جسے

شکوہ خدا سے یون بت کافر کا ہم کرین
سب اہل حشر سنکے نہ دعوی کہین جسے

یون آئنہ مین پھیلے ترا عکس روے صاف
سیلاب کا گمان ہو دریا کہین جسے

ہو مجھسے چشم پوشی احباب اسطرح
میرے ہزار عیب کا پردا کہین جسے

اغیار مین گلے سے لگا کر مجھے حضور
دل یون بڑھائیے کہ کلیجا کہین جسے

اُس بت کو سجدہ چاہیئے لے برہمن تجھے
میرے خدا کی طرح سب اچھا کہین جسے

یون ہو ہجوم تارِ نگہ جب چلین وہ راہ
مژگان چشم نقش کفِ پا کہین جسے

رستہ مین آنسے ہون ہین بغلگیر اسطرح
رہگیر مسکرا کے تماشا کہین جسے

یہ بھی فصاحت اک ہو زمانہ کا انقلاب
ہمکو بُرا وہ سمجھے ہم اچھا کہین جسے

کس بحر حسن سے دم گریہ لگاؤ ہے
اشکونمین لخت دل ہی کہ دریا مین ناؤ ہے

اُس بزم ناو نوش سے دلکو لگاؤ ہے
ہر مست کی زبان پہ جہان لاؤ لاؤ ہے

دو چار دل کے آبلے گر پھوٹ جائینگے
بھر جائیگا جو میرے کلیجہ مین گھاؤ ہے

آرائشونمین اور حسینونکے وہ نہین
دلچسپی اُنکی حسن مین جو بے بناؤ ہے

کیونکر کہون کہ رات کو آتا نہ ہوگا وہ
تیرے مکان سے غیر کے گھر کا لگاؤ ہے

ڈھونڈھ ڈھونڈھ کے خم پیا ہی جو دریا شراب کا
ساقی نہین یہ کشتی مے بلکہ ناؤ ہے

کرتے ہین ہائے ہائے انھین لوگ دیکھکر
ماتم مین میرے سوگ بھی گویا بناؤ ہے

کیا صاف صاف اُنسے مرا مدعا کہے
میرے پیام بر کا کہان یہ ہیاؤ ہے

آتے ہین وہ یہان نہ ہمین کو بلاتے ہین
بیکار قاصدونکی فقط آو جاؤ ہے

عشاق کو اشارے سے حورین نکیون بلائین
کوٹھے سے اُنکے خلد برین کا دکھاؤ ہے

مجھکو گلا ہی اُنسے نہ شکوہ رقیب کو
کیا انکا میل جول ہی کیا رکھ رکھاؤ ہے

شبنم ہوے ہین قطرے ترے گوش گل مین دُر
تجھسے تو شاہدان چمن کا بناؤ ہے

زاہد چرا کے لے گیا گھر مے کی بوتلین
مسجد سے میکدہ کا جو رندو لگاؤ ہے

مضطر ہے عاشق آپکا سینہ پہ رکھ کے ہاتھ
ہے دلمین داغ داغ ہین گہرا سا گھاؤ ہے

جو چاہتا ہی بزم مین بکتا ہے مُنھ سے غیر
اُنکا ہے کچھ لحاظ نہ میرا دباؤ ہے

ہم سچ کہین نہین یہ ہمارا دل وسیع
فوجِ غم و ملال والم کا پڑاؤ ہے

گیا تو کے کالمونکو فصاحت کوئی بھلا
بزم مشاعرہ مین یہ کس کا ہوا اؤ ہے

اُڑنے سے معذور ہون صیاد بازو ٹوٹ گئے
باغ تک اب جا نہین سکتا قفس سے چھوٹ کے

سوچتا ہے دل مین یہ ہر وقت طامع و حریص
اپنا گھر بھر لیجیے سارے جہان کو لوٹ کے

ہے وصالِ یار ناممکن یہ دیتا ہے خبر
آسرا قلبِ شکستہ کا ہماری ٹوٹ کے

واعظا ہم سے گنہگار ایسا روئین تو سہی
فردِ عصیان صاف ہو جاے سیاہی چھوٹ کے

حسن اجازت دے تو کھُپ جائے ہماری آنکھ مین
چُست اُس گل کی قبا سے رنگ تن کا چھوٹ کے

مضطرب ہم جسطرح ہین فرقتِ دلدار مین
کوئی شاید یون تڑپتا ہو کسی سے چھوٹ کے

بوئے غیر دنکی زمین دل مین تخم آرزو
ہاے گردون نے مرا باغ تمنا لوٹ کے

گر چمن مین ہم لکھین وصفِ قدِ موزونِ یار
گر پڑے بھر قلم شاخِ صنوبر ٹوٹ کے

خوش بھی رندون سے ہوا پیر مغان بیزار بھی
صاف جب شیشے کئے خشتِ خمِ مے کوٹ کے

سیچے قالب مین دکھایا تو نے اُنکو حالِ غیر
ہم تو اے افسانہ گر قائل ہین تیری جھوٹ کے

زلفونکو سرکا کے اُسنے رخ پہ ڈالی ہی نقاب
ابر مین یا آفتاب آیا گہن سے چھوٹ کے

آہِ بلبل کے اثر سے سوکھ کر کانٹا ہوا
تو نے اے گلچین یہ پھل پایا چمن کو لوٹ کے

گھر مین رندونکے پیا کرتا ہی چھپ چھپ کر شراب
شیخ کو رسوا کریگی ایکدن بو چھوٹ کے

جسطرح گلشن سے اُڑ کر برگ رہتا ہے تباہ
ہم ہین یون برباد یارانِ وطن سے چھوٹ کے

ساز کر کے دھوپ سے جب صبحدم آئی صبا
لیگئی گلزار سے دُرہاے شبنم لوٹ کے

دیکھو بدبختی مری گلشن مین بادِ تند سے
گر پڑے صیاد پر شاخِ نشیمن ٹوٹ کے

دین خبر فصلِ بہارِ باغ کی صیاد کو
عندلیبِ زار کی کلیان قفس مین پھٹ کے

منعم بے فیض کی خاطر جو ارش گر بنا ہے
چارہ گر تھوڑا سا ہیڑا بھی ملا دے کوٹ کے

وصل مین ہنسکر وہ بولے سن کے میرا حالِ ہجر
سچ کی بو جسمین نہو قربان ایسے جھوٹ کے

اے فصاحت ہاے احباب قربا سوے عدم
لیگئے میری بہارِ زندگانی لوٹ کے

وہ اکیلے ہی مری قبر پہ آئے ہوتے
ساتھ غیرونکو تو ہنسنے کو نہ لائے ہوتے

نبضین ساقط ہین ڈھلا ہے مرا منکا دمِ نزع
آج بھی آپ عیادت کو نہ آئے ہوتے

یا خدا جتنے ہین ارمان زمانے بھر کے
سب دلِ تنگ مین میرے ہی سمائے ہوتے

وہ بھی رو رو کے اُٹھاتے مرا تابوت ضرور
مین نے ناز اُنکے جو ہنس ہنس کے اُٹھائے ہوتے

آپ نے گیسوؤنکو اپنے بڑھایا تو کیا
حوصلے کاش مرے دلکے بڑھائے ہوتے

تو نے مہمان جو کیا تھا مجھے اے چرخِ دنی
چار دن غم تو فراغت سے کھلائے ہوتے

دل جگر اپنے جو عشاق کو پیارے تھے بہت
اُنکی دزدیدہ نگاہون سے بچائے ہوتے

اور جو چاہتے عشاق یہ کر لیتے ستم
آپنے دیکھتے ہوے دل نہ دُکھائے ہوتے

ابھی آئے ہو ابھی کہتے ہو گھر جاتے ہین
ایسے آنے سے تو اےجان نہ آئے ہوتے

میری تربت پہ ٹہلتا وہ سرِ شام اگر
نقشِ پا کے تو چراغ اُسنے جلائے ہوتے

عاشقو صبر و تحمل کی اگر تاب نہ تھی
تو سمجھ بوجھ کے دل اُنسے لگائے ہوتے

اے فصاحت جو وفا میری اُنھین یاد آتی
فاتحہ پڑھنے کبھی قبر پہ آئے ہوتے

حسبِ فرمائش جناب جگر — صدیقی از بسوانی

دلبر وہ رکھین ہاتھ جو اُلفت کی نظر سے
بالیدگی ایسی ہو کہ بڑھ جاے جگر سے

اشک آج جگے بجھا نیکو ہے دیدۂ تر سے
جب ہجر مین لو اُٹھی مرے داغِ جگر سے

وہ دیکھتے ہین بزم مین دزدیدہ نظر سے
ہان عاشقو ہشیار رہو قلب و جگر سے

لاتا نہین کوئی بھی ثمر نخلِ تمنا
گو سینچتے رہتے ہین اسے خونِ جگر سے

جو شعر کہا اُس لبِ لعلین کی صفت مین
شنجرف کی جا اسکو لکھا خونِ جگر سے

گو رات کو گلشن مین بہت دھوتی ہے شبنم
پر داغ نہین چھوٹتے لالہ کے جگر سے

تڑپے گا جو یہ دل کی طرح پھر نہ تھمے گا
للہ ہٹاؤ نہ ابھی ہاتھ جگر سے

اے غیر انھین تو نے مسلنے نہ دیا کیون
کیا تیرا دل اچھا ہی بہت میری جگر سے

عشق مژہ یار ہمیشہ ہی رہے گا
یہ پھانس نہ نکلی ہی نہ نکلیگی جگر سے

سو نکھے تو اگر پھر علاج آیا ہے جراح
بو آتی ہی الفت کی گل زخم جگر سے

خورشید جہانتاب اماں کانپ کے مانگے
پھاہا جو ہین سکڑوں ذرا داغ جگر سے

پھر عشق ہین ماتم دل مردہ کا کرین ہم
فرصت جو ملے ہائے جگر ہائے جگر سے

تعجیل ہین ہین نظم کئے نمنے فصاحت
ہان اپنے ان اشعار کی لو داد جگر سے

لکھین یہ لوح قبر پہ وہ مجھ کو گاڑ کے
کیسی فلک کی بن پڑی اسکو بگاڑ کے

بیٹھے ہین آج فاتحہ پڑھنے زہے نصیب
وہ سب لٹنے گیسوؤن سے مری قبر جھاڑ کے

عاشق نہ نکلین گے چمن کوے یار سے
استادہ مثل سرو کے ہین پاؤن گاڑ کے

پائی سزا ہوا کابھی دم بند ہو گیا
سلجھی ہوئی یہ زلفین تمہاری بگاڑ کے

لون بوسہ روے صاف کا تیرے جو اذن ہو
گرد نگاہ پنجۂ مژگان سے جھاڑ کے

اسنے مجھے گلے سے لگایا تو بولے غیر
نکلین گے اس ملاپ ہین پہلو بگاڑ کے

کحل البصر بناتے ہین اے شہسوار ہم
تیرے فرس کی تیلیون سے گرد جھاڑ کے

روشن چراغ داغ کیا ہم نے شام ہجر
دلگیر ہین ہین حسرت مردہ کو گاڑ کے

تدبیر کوئی بن نہین پڑتی ملاپ کی
چھپتا رہے ہین دلمین وہ مجھ سے بگاڑ کے

کوچہ ہین آسکے ہم سے فقیر ونکا کیا شمار
جب بادشاہ بیٹھ رہے ہاتھ جھاڑ کے

حسرت یہ ہی رقیب کو خود کھینچکے آئے تو
جاتا ہے نقش جب ترے کوچہ مین گاڑ کے

لیجاے بت بناتے نہ تبخانہ ہین یہ فخر
سنگ در حبیب برہمن اکھاڑ کے

وباغبان کا دست جفا خشک ہو گیا
یہ پھل ملا ہمارا نشیمن اجاڑ کے

موسیٰ جب آئے وادی ایمن سے طور پر
آتی تھی یہ ندا کہ پھرے دن پہاڑ کے

گر الجھی زلف تمنے سنواری تو لطف کیا
جب جانون میرا کام بناؤ بگاڑ کے

خاک مزار غیر سے آلودہ ہے بہت ۔۔۔ بیٹھیں وہ میری قبر پہ دامن کو جھاڑ کے

بعد فنا بھی اُسنے مجھے مضطرب رکھا ۔۔۔ نعش عدو کو ہاے مرے پاس گاڑ کے

شب زندہ وار دیکھ کے آزر کو جبرئیل ۔۔۔ ٹھہرے رہے زمین کا طبقہ اُکھاڑ کے

دیکھو یہ ضد نئی فلک کینہ خواہ کی ۔۔۔ دشمن کا گھر بسایا مرا گھر اُجاڑ کے

مجھ کو کسیکے عشق مین بدنام کردیا ۔۔۔ میری نگاہ تاڑنے والون نے تاڑ کے

ہمت پہ کوہکن کی یہ کرتے ہین آفرین ۔۔۔ گرمی مین کب چٹکتی ہین پتھر پہاڑ کے

خوش خوش فصاحت آج بہت ہو کوئی حسین
آیا دمیرے خانۂ دل کو اُجاڑ کے

مین وہ عاشق ہون بعد دفن عشرت بڑھتی جاتی ہے ۔۔۔ سماتی جاتی ہین حورین جو تربت بڑھتی جاتی ہے

تڑپنے کو ہون فرقت مین اذیّت بڑھتی جاتی ہے ۔۔۔ کھٹک اب درد کی ساعت بساعت بڑھتی جاتی ہے

جو رفتہ رفتہ شاعر کی طبیعت بڑھتی جاتی ہے ۔۔۔ تو فن شاعری مین اور دقّت بڑھتی جاتی ہے

ہے اُلٹی بات عمر انسان کی گھٹتی جاتی ہو جون جون ۔۔۔ تمنا آرزو اُمید حسرت بڑھتی جاتی ہے

ادھر اصرار مجھکو وصل پر انکار اُدھر اُن کو ۔۔۔ الٰہی خیر ہو تکرار حجت بڑھتی جاتی ہے

کمی ہو کسطرح وہ سوچتے رہتے ہین یہ دل مین ۔۔۔ کسیکے قلب مین میری محبت بڑھتی جاتی ہے

جو ہیم ٹھنڈی سانسین بھر رہے ہین آپکے عاشق ۔۔۔ تو گرما گرمی بازار اُلفت بڑھتی جاتی ہے

کسیکے حسن روز افزونکے ساتھ اے چاہنے والو ۔۔۔ ادا سج دھج پھبن شوخی شرارت بڑھتی جاتی ہے

صدا چلنے مین یہ آتی ہو اُس چھاگل کے گھنگرو سے ۔۔۔ بہت اب شورش روز قیامت بڑھتی جاتی ہے

نمو ہوتا چلا ہے سبزہ کانٹے اُگتے آتے ہین ۔۔۔ وہ بیکس ہون مری تربت کی ہیبت بڑھتی جاتی ہے

سوال بوسہ پر کیون غیر کو جھڑکی نہین دیتے ۔۔۔ تمھاری خامشی سے اُسکی جرأت بڑھتی جاتی ہے

جنون خیز آرہی ہین کیا ہوائین دشت و صحرا کی ۔۔۔ گھر و نمین ہم سے دیوانونکی وحشت بڑھتی جاتی ہے

وہان پتھر چٹا یا جا رہا ہے کند خنجر کو ۔۔۔ یہان دلمین تمنا ے شہادت بڑھتی جاتی ہے

چھپاؤن لاکھ آغاز محبت چھپ نہین سکتا ۔۔۔ مرے چہرے سے ظاہر ہو کہ اُلفت بڑھتی جاتی ہے

یہ سچ ہے دے کہا نتک سائل طمّاع کو منعم ۔۔۔ طمع اُسکی مثال دست حاجت بڑھتی جاتی ہے

جو پردے چھٹ رہے ہین نجد مین لیلی کی محمل کے
دل مجنون مین نظّارہ کی حسرت بڑھتی جاتی ہے

کوئی گل لیتا جاتا ہے جو انگشت حنائی سے
تری کچھ روشنی لے شمع تربت بڑھتی جاتی ہے

وہ دونون وقت ملتے آئے کیون گور غریبان مین
کہ تاریکی اُداسی یاس و حسرت بڑھتی جاتی ہے

پسند خاطر اہل ہنر ہو کیا سخن تیرا
تری بیہودہ گوئی اے فصاحت بڑھتی جاتی ہے

ہے شام وصل یہ دلکو قلق ابھی سے ہے
کہ چہرہ صبح کی دھڑکے مین فق ابھی سے ہے

نہ کیون ہو دانت مری ہڈیون پہ جیتے جی
سگان کوچۂ جانان کا حق ابھی سے ہے

یہ مسکرا کے دبستان مین قیس کہتا تھا
شروع عشق جنونکا سبق ابھی سے ہے

غضب ہی گذرے نہین چار دن بھی الفت کو
ملال و صدمہ و رنج و قلق ابھی سے ہے

فلک کا رنگ مبدّل ہی میرے روز وصال
قریب شام نہین پر شفق ابھی سے ہے

ہے گو کہ دیر ترے مضطرب کے گڑنے مین
یہ زلزلہ مین زمین کا طبق ابھی سے ہے

کیا ہی ایک ہی نالہ جو مین نے زندان مین
تو چھت ہی گرنے کو دیوار شق ابھی سے ہے

عجیب طرز دبستان مین تیرے ہی ای عشق
سمجھ مین آئے نہ جو وہ سبق ابھی سے ہے

مجھے یہ فکر ہے کیونکر کٹے گی ہجر کی رات
تجھے تو ای دل مضطر قلق ابھی سے ہے

نقاب چہرہ سے اٹھین گے وہ تو کیا ہوگا
فلک پہ رنگ رخ ماہ فق ابھی سے ہے

بلائے شام فراق آئی ہی تو لب پہ مرے
یہان اَعوذُ برَبِّ الفلق ابھی سے ہے

پڑھائین قیس کو دو سطرین اے معلم عشق
ہمارے درس مین پورا ورق ابھی سے ہے

گڑے جب آپکا بیتاب دیکھیے کیا ہو
زمین کا سخت کلیجہ تو شق ابھی ہے سے

پکارنا تو فصاحت نبی کو یون دم حشر
کہ عاشق آپ کا غرق عرق ابھی سے ہے

نظارہ بازون سے شوخی نہو حجاب رہے
ارے اُمنگ یہ جبتک ترا شباب رہے

وہ رشک مہر اگر دن کو بے نقاب رہے
اُسی طرف نگران چشم آفتاب رہے

فلک پہ جلوہ فگن جبتک آفتاب رہے
ہمارے میکدہ مین دور آفتاب رہے

یقین ہے کچھ بھی اگر نشۂ شراب رہے — کسیکی نرگسی آنکھون مین کیون حجاب رہے

مگر سبیل مین میخانہ کی اے ساقی — ضرور کچھ نہ کچھ آمیزش شراب رہے

کسیکے گرد رہے شب کو حلقۂ عشاق — بڑا ہو لطف جو ہالہ مین ماہتاب رہے

زبان پہ نام کسی شوخ کا نہ آجائے — ذرا لحاظ یہ ہنگام اضطراب رہے

جو روز ہجر مری آہ کی اُٹھے آندھی — رواں دواں ورق زرد آفتاب رہے

رہے نہ دوسرا پہلو بھی خالی اے ساقی — اِدھر ہے دل تو اُدھر شیشۂ شراب رہے

خوش اپنے قلب حزین کو رکھا کرین یون پیر — زبان پہ تذکرۂ جوشش شباب رہے

کوئی وہان جو کرے شوخیان رقیبون سے — یہان ضرور مرے دل کو اضطراب رہے

تمھارے حلقۂ گیسو مین یاز بخدا ان مین — جہان کھو یہ دل خانمان خراب رہے

وہ مست ہون عوض لوح بعد مرنے کے — مرے مزار پہ خشت خم شراب رہے

شب فراق اکیلا نچھوڑے کوئی تو ہو — جو درد جاے مرے دل سے اضطراب رہے

تمھارے عالم طفلی کے دیکھنے والے — ہزارون منتظر آمد شباب رہے

جو شوخیان بھرین اُس بت کی چشم فتان مین — تو پھیل پھیل کے کیا نشۂ شراب رہے

وہ تھا زمانہ فصاحت کہ سیکڑون شاگرد — ہمارے بھائی لطافت سے فیضیاب رہے

عارفو صاحب معراج کی الفت کیا ہی — زینۂ مرتفع بام حقیقت کیا ہے

مجھکو تو خود نہ کرے دفن تو عزت کیا ہی — ٹھوکرین جو نہ تری کھاے وہ تربت کیا ہے

جھیلے ہمت سے جو لینے تو مصیبت کیا ہی — دل غنی ہو اگر انسان کا تو عسرت کیا ہے

جو گلا تمسے کیا غیر نے ہم سے تو کہو — جسکو تم سنکے نہ بگڑے وہ شکایت کیا ہے

مرگ دشمن پہ وہ روئین تو کرون مین افسوس — رنج ہو جسکے نکلنے کا وہ حسرت کیا ہے

مجمع حور بھی میرے لیے گویا ہی فشار — کش مکش کیون نہو گنجائش تربت کیا ہے

بولے وہ دیکھا مری لاش کی سینہ پہ جو ہاتھ — اور دلمین ترے اے کشتۂ حسرت کیا ہے

سچ ہے آوازۂ داغ دل سوزان ہے کے حضور — گرم بازاری خورشید قیامت کیا ہے

اے فلک سیکڑون رخنے ہین ہزارون روزن
تو وہ تیر حوادث مری تربت کیا ہے

آج ہنس ہنس کے وہ یون پوچھ رہا ہی مجھسے
آرزو اے مرے سرشار محبت کیا ہے

تھی لب چاک سے یہ اہن یوسف کی صدا
کہ زلیخا کے گریبان کی حالت کیا ہے

آپ اچھے ہین مراد آپکے دل کی اچھی
سچ کہا آپنے تو کیا تری حسرت کیا ہے

وہ گل شمع کا شیدا ہی یہ عاشق گل کی
اور پروانہ و بلبل مین رقابت کیا ہے

نوجوانی مین بتاے کوئی پہچکے سے ہمین
ہم نہین جانتے عنوان محبت کیا ہے

بزم مین شرح فصاحت غرا کرتے ہین یون
بہتا دریا ہی روانی طبیعت کیا ہے

رات کو غیر کے پاس آپ تو انجان ہونگے
ہم اندھیرے مین اکیلے شب ہجران ہونگے

آپ رخصت سحر وصل جو انجان ہونگے
ہاے ہم خاک بہ سر چاک گریبان ہونگے

کبک طاؤس چمن شرم سے پنہان ہونگے
آپ اگر ناز سے گلشن مین خرامان ہونگے

سن رکھو جب مرے مرنے کی خبر پھیلی گی
تمنے گیسو جو سنوارے ہین پریشان ہونگے

خونبہا ہوگا وہی کون کریگا دعوے
قتل کرکے جو مجھے آپ پشیمان ہونگے

یہ حسینان جہان جینے نہ دینگے مجھ کو
دل جگر لیکے مری جان کے خواہان ہونگے

اے پری نکلینگے شہرون سے ترے دیوانے
فصل گل آئی ہی آباد بیابان ہونگے

حسرت و یاس کی بھیڑ اتنی زمین پر ہوگی
اے فلک دفن جہان ہم سے پر ارمان ہونگے

ایک بوسہ یہ فصاحت سے وہ دونون لینگے
دل جگر حسن کی بازار مین ارزان ہونگے

لے کے اک دل دیکے دو بوسے پشیمانی ہوئی
اپنے منہ سے کیا کہین اب وہ کہ نادانی ہوئی

دور گردون مین ہم ایسون کی جو مہمانی ہوئی
شادمانی کی کمی غم کی فراوانی ہوئی

عکس یون آج ایک بحر حسن کے رخ کا پڑا
وقت زینت آب آئینہ مین طغیانی ہوئی

اتفاقاً باغ مین نکلے ہوئی بارش نہ جب
آتے ہی برسات مین ٹھنڈی ہوا پانی ہوئی

آئنہ پہلے ہی سے ششدر تھا انکی بزم مین
دیکھکر وہ روے صاف اور حیرانی ہوئی

شرط ایسی یہ نہ کرتی تو وہ کیون سر پھوڑتا
وجہ مرگ کوہکن شیرین کی نادانی ہوئی

عاشق و معشوق کو رکھا برابر عشق نے	اُنکو دلجمعی رہی ہمکو پریشانی ہوئی
قحط سالی مین نہ ہم عاشق بھی جب گریان ہوئے	کشت ہر دہقانکی کیسی خشک بے پانی ہوئی
منقلب ایسا زمانہ ہو گیا اُس عہد مین	تہمت مریم کا باعث پاکدامانی ہوئی
سنکے مرنا عاشق ناشاد کا ہنسکر کہا	آج پوری ہو گئین سب نیّتین بانی ہوئی
آگے اُن تیرونکے پیکان میرے دل سے نکلے ہائے	جیسی آبادی تھی اب ویسی ہی ویرانی ہوئی
گرم آہونکی ہوا اے تیز و تند ایسی چلی	کشتی عمر اپنی بحر غم مین طوفانی ہوئی
تجھ کو اے مجنون اگر تھا ادعائے جذب عشق	پھر تری اُلفت مین لیلی کیون نہ دیوانی ہوئی
تم ابھی تصویر کھنچوا نیکو بیٹھے بھی نہین	پہلے ہی فکر ادب آموزی مانی ہوئی
رفتہ رفتہ ہمکنار صبح محشر ہو گئی	اے فلک میری شب ہجر اتنی طولانی ہوئی

اے فصاحت نزع کی مشکل مین جب آئے علی
دم نکلنے مین ہمارے کیسی آسانی ہوئی

عشاق مین ہین متفق اس رائے سے ہم بھی	ہے عیب حسینون کے لیے ترک ستم بھی
خوش دلکو کیا کرتے ہین یون گو کہ ہو غم بھی	ہم اہل زبان داغ کو کہتے ہین ورم بھی
صابر ہین بڑے زمرۂ عشاق مین ہم بھی	سہتے ہین جفا اُنکی بھی گردونکے ستم بھی
گر چاہتے ہو تعزیت مرگ عدو خوب	تم سارے زمانہ کا فراہم کرو غم بھی

غزل	ہان قدر شناسونکا فصاحت سے یہ ہے قول اس فن مین غنیمت ہے بہت آپکا دم بھی	در یکقافیہ

صبر کی قوت مرے بھی قلب بابل مین رہے	جبتلک بیداد کی حسرت ترے دلمین رہے
ہین وہ عاشق ہم کہ سو جان سے یہ خواہش ہے مجھے	چٹکیان جو لے کلیجہ مین وہی دلمین رہے
آنکے اب جائے نہ خال روئے روشن کا خیال	بنکے جوہر میرے اس آئینہ دلمین رہے
اس دلِ پُر داغ مین اے عشق گنجائش نہین	درد ناسور آبلہ زخم اور کے دلمین رہے
سچ ہی جو معشوق معشوقو نہین ہو خلوت پسند	پھر وہ کیا مہمان کسی حسرت بھری دلمین رہے
عشق مجھسے کہتا ہی جبتک رہو نین تیری پاس	درد سر مین آنکھ مین آنسو کھٹک دلمین رہے

وقت پاکر لو جگر کو بھی کوئی تڑپا گیا
ہم جو فکر دارو‌ئے بیتابی دلمین رہے

اے جناب عشق تخصیص آپ ہی فرمایئے
سیکڑون عشاق کے دل ہین وہ کس دلمین رہے

غور کیجے کیا یہی شرط محبت ہے حضور
واہ اُسکی جان لے لی آپ جس دلمین رہے

غم نہ اسدرجہ بھرین شاید کبھی آئے خوشی
اُسکے رہنے کی تو گنجائش مرے دلمین رہے

آنکھ سے بہنے نہ پائے مثل اشک اے سوز عشق
جوش کھا کھا کر مرے دل کا لہو دلمین رہے

شاعری کے فن مین جب مدت تلک ہو دم مین دم
اے فصاحت الفت دیوان مرے دلمین رہے

غم نہ گھیرین گر ہجوم آرزو دلمین رہے
قافلہ ڈاکے سے بچ جائے جو منزل مین رہے

میرے دلمین آکے تو دم بھر نہ ٹھہرا ہے یہ رشک
کیون ترا ناوک گلوئے مرغ بسمل مین رہے

اور سب عشاق آتے ہی نکلوائے گئے
ہم غش آجانے سے تا دیر اُنکی محفل مین رہے

لطف کے بدلے اگر منعم ترش روئی سے دے
کیون نہ درہم داغ بنکر دست سائل مین رہے

وہ کلیجہ ہے کلیجہ سختیان جو جھیل جائے
دل وہ دل ہے جسکو اطمینان مشکل مین رہے

جوشش سودا مین کیا کیا بک رہا ہے منھ سے قیس
کچھ تو لیلی بولے کیون خاموش محمل مین رہے

کوئی شاید ہو کے بیتاب اپنے سینے سے لگائے
تو نہو تو کیون تری تصویر محفل مین رہے

میان مین جبتک ہے پوشیدہ نہین عز و وقار
آبروئے تیغ ہے گر دست قاتل مین رہے

گر دُلھن بنکر لگائے خون بسمل کی حنا
رنگ برسون ناخن شمشیر قاتل مین رہے

اے فصاحت دشمنونکو آسکے رنج و غم ہوا
دوست جو شاعر تھے خوش خوش میری محفل مین رہے

یاد اُسکی کیون نہ پوشیدہ مرے دلمین رہے
عزت لیلی اسی مین ہے کہ محمل مین رہے

دھیان بھاری تیغ ہی رکھنے کا کیون دلمین رہے
اک چھری ہلکی سی نازک دست قاتل مین رہے

جانتا آئین تو اسمین دیکھ لین شکل قضا
بدلے آئینہ کے خنجر دست قاتل مین رہے

اسکو بعد ذبح جی بھر کر تڑپ لینے تو دے
لاش ظالم روندنا جب دم نہ بسمل مین رہے

تیغ ہین دریا کے ہمدوران سر گرداب کو
آئے گر تو جبین سے آغوش ساحل مین رہے

مردمک کیطرح بعد قتل میرے خون کی بوند
کیون نہ چشم جوہر شمشیر قاتل مین رہے

سر فروشان جہان کھنچ کھنچ کے آئین دوسرے
گر یہی تاثیر نقش پاے قاتل مین رہے

لمبے لمبے اُنکے گیسو اُنسے اُلجھا ہی کیے
ہم تو ہم جکڑے ہوے وہ بھی سلاسل مین رہے

قول درہم ہی نہ آزادی ہوئی ہمکو نصیب
کیسۂ منعم سے نکلے دست سائل مین رہے

دو کی جا میرے گواہ قتل ہون محشر مین چار
رنگ خون جم کر جو دست و پاے قاتل مین رہے

سلیمان قدر بہادر ۱۲۹۱	اے فصاحت کیا عجب جو مشق بھی مشاق ہو چار دن گر صحبت اُستاد کامل مین رہے	[illegible]

سنتے ہین طعنے مثل زلیخا جہان کے
پیری مین جو کہ ہوتے ہین عاشق جوان کے

بیمار ڈالا غیر نے اپنے کو جان کے
نزدیک آگئے ہین جو دن امتحان کے

لالے پڑے حسینو ہمین اپنی جان کے
ہین وار ادھر تمھارے اُدھر آسمان کے

ساقی ہین رند دیر سے ہون تشنۂ شراب
یاور نہ ہو تو دیکھ لے کانٹے زبان کے

گو وعدہ ہے مگر نہ مرے گھر وہ آئین گے
پابند قول کے ہین نہ اپنی زبان کے

سچ ہی خلیل سا نہ کوئی میزبان ہوا
کھایا کبھی طعام نہ بے میہمان کے

ہم سے نفیس طبع ملین گے بہشت مین
کوثر کا بادہ حور کے دامن مین چھان کے

وسواس آئے گا تمھین ہم کیا بیان کرین
در پر تمھارے بیٹھے ہین کچھ دل مین ٹھان کے

ایجاد اک ستم نہ کیا تم نے جاؤ بھی
سب ظلم ہین سکھاے ہوے آسمان کے

بھڑکائی آگ عشق نے دلمین تو ہین گواہ
میرے دہن کے آبلے چھالے زبان کے

دربان آنیوالے کو روکے کہان کہان
دروازے تو کئی ہین تمھارے مکان کے

شب کو کمند آہ سے اُس بام تک گئے
محتاج ہم سے زار نہین نردبان کے

لیلیٰ کی قبر پر بھی پڑھا ہم نے فاتحہ
پلٹے مزار قیس سے جب نذر مان کے

کیون ہو نہ انقلاب زمانہ مین اندنون
بدلے ہوے ہین رنگ زمین آسمان کے

کچھ نامہ بر نے اپنی طرف سے نہین کہے
فقرے یہ دلخراش ہین اُنکی زبان کے

آباد تھا یہ جنسے وہ زیر زمین گئے
جھک کر ستون یہ کہتے ہین کہنہ مکان کے

دو چار دن کے واسطے آیا جو ہی شباب
کیا کیا ہین ناز اٹھاتا ہون اس میہمان کے

مین ہون تڑپ تڑپ کے جو نالان شب فراق
طبقے ہلین زمین کیطرح آسمان کے

نرمی کے ساتھ کیون نہ دہن مین رہا کرین
تتبیس[۳۲] دانت سخت ہین دشمن زبان کے

انکو بٹھائے نرم تو بیٹھین دلھن کیطرح
گر حسن ابھار دے تو اٹھین سینہ تان کے

حساد فن کی بند زبانین ہون بحث مین
شاگرد الجھ پڑین جو مرے خاندان کے

سچ ہے فصاحت آج لطافت کے فیض سے
شہرے ہین ملک نظم مین اپنی زبان کے

یارب عطا ہو میرے سلیمان کو عمر خضر
ہین یادگار ہند مین جنت مکان کے

ساقی سبو لنڈھی جو مے پرتگال کی
شاخین چمن مین جھوم رہی ہین نہال کی

وہ آئے گو عدو نے بہت قیل و قال کی
انہون نے دی خبر جو مرے غیر حال کی

خواہش نہین ہی حور و پری کے وصال کی
کہتا ہون سچ قسم ترے حسن و جمال کی

اللہ رے غم رقیب کا منھ زرد ہو گیا
پھولی جو ہین شفق مرے شام وصال کی

بیداد مین انھین جو لحاظ وفا ہوا
منھ کو پھرا کے لاش مری پائمال کی

حسرت سے کہدو گوشۂ دلمین پناہ دے
بھیڑ آرہی ہی صدمہ و رنج و ملال کی

ضد سے زمین دل کا عدو ہو نہ آسمان
بنیاد اسی مین ہی مرے قصر خیال کی

فرمانا وہ کسیکا وہ گستاخیان مری
وہ چاندنی کا لطف وہ راتین وصال کی

قدمون سے انکے راہ مین لپٹے تو بولے وہ
یہ خاک ہے کسی نہ کسی پائمال کی

کرتا ہی باتین تم سے سمجھ بوجھکر رقیب
میری خوشی کی ہین نہ تمھاری ملال کی

کیا اچھی طرح دیکھے کوئی جلوہ گاہ مین
بجلی چمکتی ہی ترے حسن و جمال کی

کیون دفعتاً خموش ہوا ہی وہ خوش بیان
کیا جانین بات کونسی دلمین خیال کی

گو ہاتھ پھیلا عجز سے منعم کے روبرو
لیکن رگین کھنچین مرے دست سوال کی

ہے کچھ نہ کچھ کہ غیر مین تم مین نہین وہ ربط
یا اسنے دم دیا تمھین یا تم نے چال کی

کسکو کریگا ذبح شب عید آسمان
کیسی اپی ہوئی ہی سروہی ہلال کی

اللہ یہ غرور و تکبر یہ تمکو ناز
دولت یہ اپنی حسن سریع الزوال کی

پھر ایک بوسہ اُسنے فصاحت دیا مجھے
دل دے کے پہلے اچھی طرح دیکھ بھال کی

لکھونگا مدح چشم بتِ خوش جمال کی
ہے جستجو سیاہیٔ چشم غزال کی

دربان بنی ہوئی درناسور پر ہے یاس
قیدی ہو میرے دل مین تمنا وصال کی

پہچانے کون اب تو وہ کچھ اور ہو گیا
صورت بدل گئی ترے محو جمال کی

آنکھین ہماری ڈھونڈھتی ہین اُنکو بزم مین
کیا ہو گئین وہ صورتین اہل کمال کی

گھر سے وہان نشانِ قدم ہین پئے ثبوت
بیت ہماری اُسنے جہان پائمال کی

ہم نے زیادہ تمکو نہ دی زحمتِ جواب
سمجھو ذرہ کمی سے حروف سوال کی

نیرنگیٔ فلک سے ہو رات ایک ہی مگر
دشمن کے وصل کی ہو ہمارے وصال کی

کامل کو ہو نمود تو ناقص کو رشک ہے
باعث حسد کا ہو گئی شہرت کمال کی

انسان جہان مین نہ کوئی آرزو کرے
اور پھر فلک کے دور مین امر محال کی

پیتے ہین ہم شراب بھی سنتے ہین وعظ بھی
مسجد سے ہو ملی ہوئی بھٹی کلال کی

اللہ ضعف کا یہ اثر ہے کہ مین تو مین
اُن تک خبر پہنچ نہ سکی میرے حال کی

ہے اے فصاحت اذن رقیبونکو بزم مین
دیتے نہین ہمین وہ اجازت سوال کی

غزل مشاعرہ حیدرآباد دکن

فرقت کی سختیون سے مرینگے نہ مر گئے
راتین بھی یہ کٹین گی وہ دن بھی گذر گئے

دلمین مرے در آئے نہ سوے جگر گئے
پھر ناوک نگاہ تمہارے کدھر گئے

دعواے خون کرینگے بھی ہم حشر مین تو کیا
ہوگا گواہ کون اگر وہ مکر گئے

کیا خاک دی صبا نے مرے مرنے کی خبر
زلفین ہی انکی بگڑین نہ گیسو بکھر گئے

انکے ہمارے نامہ و پیغام سیکڑون
آئے ادھر اُدھر سے ادھر سے اُدھر گئے

افرا اگر کرو تو علاج اسکا پوچھین ہم
تم تو جگر پہ چوٹ لگا کر مکر گئے

جو آفتین فراق مین آنا تھین آچکین
قسمت مین جو گذرنے تھے صدمے گذر گئے

اُن گیسوؤن کی مدح بھلا کوئی کیا کرے
جو خود ہی بے کسیکے سنوارے سنور گئے

جاتے ہین تیرے کوچہ سے اچھا خفا نہ ہو
ٹھہرا لیا جو ضعف نے ہم کو ٹھہر گئے

اب دل کے پھیرنے کا تقاضا کرو نہین
تم میرے مانگنے ہی سے پہلے مکر گئے

ٹپکا کے جلتے اشک احبا بوقت دفن
میری لحد مین خاک کی جا آگ بھر گئے

دیکھو گے گھرے گھرے کلیجہ کی گھاؤ کیا
بس جاؤ اسکا حال ہی تم سنکے ڈر گئے

ہم خواب دیکھکر ہی کہتے ہوے اُٹھے
جو سو رہے تھے پاس ہمارے کدھر گئے

الزام عشق سے تو بچے خسرو اور قیس
فرہاد بے شعور جو تھا اُسکے سر گئے

لین ہاتھ رکھ کے سر کی بلا ئین تو بو دو
یہ کیا کیا ہٹو مرے گیسو بکھر گئے

غافل کہان رہے وہ جوانی کے ولولے
جھونکے ہوا کے تھے ادھر آئے اُدھر گئے

کیا تھی پیمبری کی یہی شان اے کلیم
مار سیہ عصا جو ہوا آپ ڈر گئے

غزل دیگر

ہندوستان مین پھر کے فصاحت نہ آئینگے
ہم انکی کربلائے معلےٰ اگر گئے

در یک قافیہ

یون جلد عاشق اُنکے جہان سے گذر گئے
بس مُنھ سے ہاے ہاے کہا اور مر گئے

برعکس تھی پتنگو نپہ تاثیر عشق شمع
پھرتے تھے گرد جو وہی جل جل کے مر گئے

کہتے ہین مجھ سے وہ مری رفتار ناز سے
دنیا ہلاک ہو گئی پر تم نہ مر گئے

صیاد اور اسیر قفس مین ہین جان بلب
ہم مین پھڑک رہے تھے بہت جو وہ مر گئے

مانا یہ ہمنے آپ مسیحا ہین دہر مین
کر دیجیے اُن دلونکو تو زندہ جو مر گئے

تابوت غیر اُسنے اُٹھایا جو ناز سے
اے رشک ہم یہ دیکھکے بے موت مر گئے

کل سے سسک رہے تھے جو بیمار اے مسیح
وہ آج تیرے دید کی حسرت مین مر گئے

ارمان جنھین تھا اُنسے ہم آغوش ہونے کا
ہاتھونکو بیخودی مین وہ پھیلا کے مر گئے

چپکے سے مر گیا کوئی دیکھی جب وہ ادا
چلا کے یون کسینے کہا ہاے مر گئے

میری شب فراق گجر ہی نہ ہی اذان
گھڑیالیوں کے ساتھ موذن بھی مر گئے

کیسی خوشی حزین ہی تعشق ہمارا دل
تھا جنسے لطف زیست وہ احباب مر گئے

دور دورنزسے خفا جو کوئی بدمزاج ہی
دل کو مرے قرار نہ کل تھا نہ آج ہے

کیون ملتفت بہ لطف عدو مجھ سے آج ہی
کوئی نہ کوئی آسکی ضرور احتیاج ہے

گلشن ہے ہے مین ہون اور وہ پہلو مین آج ہی
ساقی شراب ناب کی اب احتیاج ہے

شاہ اپنے عہد کا ترا دیوانہ آج ہی
اورنگ دشت داغ جنون سر پہ تاج ہے

وعدہ ہی مجھ سے وصل کا اب وہ نہ آئینگے
میرے عدو کا حال جو تغیر آج ہے

رہتا نہین یہ چار گھڑی ایک رنگ پر
صاحب زمانہ ہی کہ تمھارا مزاج ہے

یہ قول عرش تھا شب معراج مصطفیٰ
نعلین پاے شاہ مرے سر کا تاج ہے

رہنے کا تو مقام نہین ہی سراے دہر
ہوگا کوئی روانہ کل اور کوئی آج ہے

ہم سے تو کچھ بیان کرو اے ساکن قبور
کیا ہی طریق ملک عدم کیا رواج ہے

دیتا ہے سیدھی بات کا ٹیڑھا جواب وہ
حد کا ہی زود رنج بڑا بد مزاج ہے

مظلوم عاشقونکی بھلا داد کیا ملے
سنتا نہین کوئی بھی حسینونکا راج ہے

آئے بھی وہ جو لینے مریضونکو دیکھنے
تیوری چڑھا کے کہتے ہین کیسا مزاج ہے

مشاطہ تو بتادے مجھے ہے شروع عشق
کیسی طبیعت اُنکی ہی کیسا مزاج ہے

ہوتے ہین زیر اُس سے جہانکے تنگ مزاج
روبہ کرے جو شیر کو وہ احتیاج ہے

کیون بزم غیر مین وہ حسرت مجھے بلائین
یہ خوب جانتے ہین کہ نازک مزاج ہے

سوتے سے چونک کر یہ کہا شب کو یار نے
نالہ کیا کسی نے نہ کسی بیقرار نے

مارا نہین غم و الم روزگار نے
لی جان میری حسرت دیدار یار نے

دہلایا ناتوان مرے دلکو غضب کیا
دکھلا کے منھ بلاے شب انتظار نے

تربت پہ میری اور گلونکو ہنسا دیا
افسوس اُنکے خندۂ بے اختیار نے

جھانکے نہ آنکھ روزن دیوار سے رقیب
اُڑ کر کیا ہے بند ہمارے غبار نے

مژگان کے ساتھ لشکر خط پر چڑھائی کی
بڑھکر نشان سرمۂ دنبالہ دار نے

لاشے کے اضطراب کو اظہار کر دیا
شق ہو کے سو جگہ سے ہمارے مزار نے

سیماب و برق و موج نے جب کی برابری
دیدی شکست میرے دل بیقرار نے

اچھی طرح بتاؤن اگر مجھ کو اذن ہو
آتے نہین حضور کو گیسو سنوار نے

ہم جلنے والے عاشقو نکے دل ازل کے روز
کیا آگ سے بنادئیے پروردگار نے

واعظ کے گرد کیون ہے تماشائیون کی بھیڑ
کیا لی خبر کسی نہ کسی بادہ خوار نے

رو کا اندھیری رات مین آتے ہوے انہین
افسوس جھلملا کے چراغ مزار نے

آواز ایک نے بھی فصاحت نہ دی ہمین
قبر و نپہ دوستو نکی گئے جب پکارنے

دل جگر مجروح کیجے عاشق دلگیر کے
ہین اشارے اُنکے چشم جوہر شمشیر کے

کیون نہون رونق فزا عالم مین چرخ پیر کے
دونون مہر و ماہ خاکے ہین تری تصویر کے

مرتکب ہم ہین اگر تقصیر پر تقصیر کے
تمنے بھی پہلو نکالے ہین کئی تعذیر کے

اے جنون مثل تبرک وحشیان زلف مین
بٹ گئے بعد فنا حلقے مری زنجیر کے

میرا سودا دیکھکر دیوانے وہ بھی ہو گئے
جتنے ہین دربان نگہبان خانۂ زنجیر کے

مہربانی بھی ہے ثابت برہمی کا بھی ثبوت
کچھ عجب الفاظ ہین خط مین تری تحریر کے

آئینگے میدان محشر مین عجب انداز سے
جتنے کشتے ہین نگاہ ناز کی شمشیر کے

رنج و غم ہجر لکھے دنیا بھر کے قسمت مین مری
آہ پہلے کی قلم نے کاتب تقدیر کے

آپکے قابو مین کب شمشیر ہے اے نازنین
صاف کہدون آپ ہی قبضے مین ہین شمشیر کے

لطف ہے فردوس کا انکو جہان مین جیتے جی
جو مجاور ہین فصاحت روضۂ شبیر کے

بات دل کی انکے آگے کیا سے کیا ہو جائیگی
آتے آتے لب تلک میرے دعا ہو جائیگی

جب سیاہی شب فرقت سوا ہو جائیگی
ہمہ ہو میرے ڈرانے کو بلا ہو جائیگی

با تو نہین شکوونسے جسوقت ابتدا ہو جائیگی
میرے انکے کم ہے جو رنجش سوا ہو جائیگی

شربت دیدار یا زہر ہلاہل جو ملے
کچھ نہ کچھ بیمار فرقت کی دوا ہو جائیگی

گر یونہین دوران حسینونکا رہیگا دیکھنا
رفتہ رفتہ ساری دنیا بیوفا ہو جائیگی

اب لڑکپن کا زمانہ ہے جب آئیگا شباب
میرے قاتل آپکی بانکی ادا ہو جائیگی

کوچہ گردی گر یونہین ہمراہ غیرونکے رہی
چار دن مین شکل اُنکی کیا سے کیا ہو جائیگی

بن سنور کر گھر سے نکلوگے جوانی مین جو تم
دلستان دلکش تمھاری ہر ادا ہو جائیگی

مسی ملکر جب چمن مین وہ کرینگے کُلّیان
ہر زبان سوسن کی مصروف دعا ہو جائیگی

گو بلائین گھیرین لیکن جب نہوگا حکم رب
اے فصاحت خود مری حافظ قضا ہو جائیگی

کچھ نہین گھبرائے اطمینان سے ایسل سہی
جو ہوئی ہم پر کشاکش وہ دم مشکل سہی

گر برا ہے پھیر دیجے، میرا قلب داغدار
آپکے لائق نہین اچھا مرے قابل سہی

ہجر کی شب ہائے کیا کرتے کچھ اپنا بس نتھا
ہمدمو پوچھو نہ کچھ تکلیف درد دل سہی

کچھ سمجھ کر ایک بوسہ دیجیے خیرات حسن
آپکا مین عاشق مضطر نہین سائل سہی

کیسا شکوہ کام صبر و ضبط سے ہمنے لیا
عشقبازی مین مصیبت جو پڑی ایدل سہی

مرغ دل کو پھانس کر میرے کیا تمنے ہدف
بگڑے ہو صیاد کہنے پر اگر قاتل سہی

دیر سے تکرار ہے بیفائدہ جانے بھی دو
ادعاے غیر حق دعوی مرا باطل سہی

ہے نشانہ ہونے کی دو دو نکولے ترک آرزو
گر کلیجہ کو ہدف کرتا نہین تو دل سہی

لطف میخواری وہان ہی اس سے بڑھکر ساقیا
آج گلشن مین نہو محفل لب ساحل سہی

ہان غلط مین نے کہا صاحب نہ بگڑو اسقدر
تمکو دشمن سے نہین اُلفت وہی مائل سہی

غزل عظیم الشان
مع تاریخ در مقطع

اے فصاحت سارے عالم مین ہوے بدنام تم
دل لگانے کا حسینون سے یہی حاصل سہی

مشاعرۂ سید التفات رسول
صاحب انجہانی تعلقدار سندیلہ

چین دلکو نہین اکدم یہ اذیت کیا ہے
یہ کھٹک کیسی ہی کانٹا ہے کہ حسرت کیا ہے

دلمین خود اپنے سمجھ لیجیے دقت کیا ہی
آپ کیون مجھ سے یہ پوچھین تہی حسرت کیا ہے

انکو عشاق سے ملنے کی ضرورت کیا ہے
جو ہو مطلب کی غرض کی وہ محبت کیا ہے

تھی لبِ چاک سے یہ دامنِ یوسف کی صدا
کہ زلیخا کے گریبان کی حالت کیا ہے

وہ مزاج اچھا نہیں جسمین نہو استقلال
جو بدلتی رہے ہر دم وہ طبیعت کیا ہے

اے فلک روز جدائی تو کٹا رونے مین
تیری تجویز برلے شب فرقت کیا ہے

غیر کے چھوڑے ہوے ہین یہ شگوفے ورنہ
اُنکو مجھ سے تو مجھے اُنسے شکایت کیا ہے

ٹھوکرو نمین تو بس مرگ ہی یہ کاسۂ سر
اور اے میرے نگارندۂ قسمت کیا ہے

وہ چلے گھر سے تو عشاق چلے غول کے غول
ہین کئی حشر بپا ایک قیامت کیا ہے

بعد مجنون مجھے کیون لیچلے وحشی سوے نجد
جانشینی کی جگہ قیس کی تربت کیا ہے

جیسے ابروتی ہی یون ہیلے نہ گریان تھی شمع
میرا دشمن کوئی خندان سر تربت کیا ہے

عشقبازی مین یہ ہم پوچھتے ہین اور وہ تسے
سو تمنا یئن فدا جسپہ وہ حسرت کیا ہے

کیون مری زردی رخ دیکھ کے چپ ہین دست
کچھ تو منھ سے کہین انجام محبت کیا ہے

لب ہلے میرے دم ذبح تو بولا قاتل
شکر اسوقت ہے میرا کہ شکایت کیا ہے

چال اٹھلا کے چلین وہ تو بپا ہو ابھی حشر
ہے تو نزدیک بہت دور قیامت کیا ہے

کھوٹے داموں تو بکے حضرت یوسف سےحسین
گر کوئی لے تو حضور آپ کی قیمت کیا ہے

چاہتے ہو اگر اس بزم سخن کی تاریخ
فکر مین عاجز و مجبور طبیعت کیا ہے

یون خضاب شستہ کہو ہجری مین شگفتہ مصرع
اک جہان کا چمنستان ہی یہ صحبت کیا ہی

۱۲۱۹ھ

جب ہو مظلوم تو ظالم پہ اثر ہوتا ہے
شمع کے پاؤن پہ گلگیر کا سر ہوتا ہے

اے صنم حسن کی دولت کا اثر ہوتا ہی
کہ برہمن بھی ترا دست نگر ہوتا ہے

نیمچہ جبکہ وہان زیب کمر ہوتا ہے
خم یہان تحق شہادت مین سپر ہوتا ہے

دم جو گھٹتا ہے شب ہجر تو میرے لب پہ
شام سے ہاے سحر ہاے سحر ہوتا ہے

قبر پہ آنے سے ہر روز ہوا یہ ظاہر
کوئی مر جائے تو دم مین تری گھر ہے

شب کو تو غیر کی تربت پہ جلاتا ہی جو شمع
خون پروانو نکا ناحق ترے سر ہوتا ہے

نالہ و گریہ و فریاد و فغان ایک طرف
چاہنے والے کی بات نمین اثر ہوتا ہے

آہ ہے آہ وہی ہوتی ہے جسمین تاثیر نالہ ہے نالہ وہی جسمین اثر ہوتا ہے

اے فصاحت نہ یہ معلوم ہمین تھا پہلے
کہ عوض نفع کے اُلفت مین ضرر ہوتا ہے

بلند و پست اُسے ناگوار راہ مین ہے زمین سے اونچا یہ کس کا مزار راہ مین ہے
مین کیونکر آؤن خلش اسے نگار راہ مین ہے عدو کا نقش قدم ہو کہ خار راہ مین ہے
نکل کے گھر سے جو وہ گلعذار راہ مین ہے تو بند و بست کو باد بہار راہ مین ہے
طریق جلوہ گہ دوست بھی ہے قابل دید تمتع یہ نور کا ہے یا غبار راہ مین ہے
دم رشک کے دل سے نہ کہیان چلے جو وہ سوئے غیر ٹھہر گئے ہین ترا انتظار راہ مین ہے
چلا ہے قیس سوئے نجد دھوپ مین اے عشق کہین کوئی شجر سایہ دار راہ مین ہے
عجیب رنگ ہے گلہائے نقش پا مین ترے کبھی جو دیکھی نہین وہ بہار راہ مین ہے
ہے فال بد نہ مجھے روئین بعد مرگ احباب سمجھ لین ایک سے ہیلا لہ یار راہ مین ہے
چلے بھی کوئی جو اٹھلا کے تو نہ ٹھوکر کھائے مراز مین کی برابر مزار راہ مین ہے
مکان غیر کی جانب سے باغ جاتے ہین وہ کہے یہ کون کہ پھیر لے نگار راہ مین ہے
نکل کے گھر سے چلا کون شوخیان کرتا کہ دیکھتے ہین جسے بیقرار راہ مین ہے
جو دن کو دھوپ مین نکلا ہے گھر سے وہ محبوب تو سر پہ سایۂ ابر بہار راہ مین ہے
اُدھر رقیب کا گھر ہے ادھر ہمارا مکان وہ جا ہے جائین جدھر اختیار راہ مین ہے

حسب فرمائش مرزا اسمٰعیل المتخلص

کہین ہے جانا فصاحت مگر چلے ہو کہین
تمھارے ہوش کو آج انتشار راہ مین ہے

بہادر آنجہانی متخلص بہ سلیمان

مین کہنے کو ہون کچھ ٹھہر جانے والے ارے میرے دشمن کے گھر جانے والے
پلٹ ورنہ گھیرینگے رستہ مین عاشق تجھے ہے کچھ اسکی خبر جانے والے
نہ جا اپنی زلفونکو کھولے ہوئے تو سر شام او بام پر جانے والے
کرے لاکھ تدبیرین بدبخت عاشق نہین کام بگڑے سنور جانے والے
چھپائے گا کون اُنکا منھ بعد میرے مگر بال اُنکے بکھر جانے والے

کچھ ایسا ہی کشتوں کا خون سر چڑھا ہے
مقر ہین زبان سے مکر جلنے والے

سر شام وصل اُنسے کہدے یہ کوئی
سنور جلدی اے بن سنور جانے والے

وہ کچھ دن رہے سے ہین مصروف زینت
سر شام ہین کسکے گھر جانے والے

یہ ہین دل گرفتہ وہ بشاشش یہ کیا
ادھر آنے والے اُدھر جلنے والے

ہین خس پوش چاہ لگے کوچہ مین لیکن
چلے جاتے ہین بے خبر جانے والے

مجھے رو کے احباب اُٹھے جب لحد سے
پڑھے ہنسکے دو پھول دھر جانے والے

عدم کا ہے قصد اور ہے ہاتھ خالی
نہ توشہ نہ زاد سفر جانے والے

سنین میرا نالہ نہ دیکھین تڑپنا
کڑکنے سے بجلی کے ڈر جاتے والے

تڑپتا ہون کب سے تری رہگذر مین
ادھر بھی ذرا اک نظر جانے والے

ہم ایسونکے دل لے کے عیاریون سے
بنے بھولے بھالے مکر جانے والے

غزل — گرو عزم مشہد کا تم بھی **فصاحت**
تمھارے سلیمان ہین گر جانے والے — یکقافیہ

ذرا راستہ مین ٹھہر جانے والے
گرے ہائے کہہ کہکے مر جانے والے

جو پوچھا کہ بد نام کر جانے والے
وہ ہین کون بولے کہ مر جانے والے

تمھین اپنے دم توڑنے کا تماشا
جیئے تو دکھاوینگے مر جانے والے

برے وہ جو رو رو کے جیتے ہین عاشق
بہت اچھے ہنس ہنس کے مر جانے والے

کرین خاک صیاد امید رہائی
قفس مین ترے گھٹ کے مر جانیوالے

پتنگون نے جب شمع پر جان دیدی
کٹے شرم سے اُنپہ مر جانے والے

سنا ہے جو آتا ترا جی رہے ہین
فقط آس پر ہمسے مر جانے والے

بہت اُنپہ دیتے ہین جان اپنے دل سے
تمھین کیا فصاحت ہو مر جانے والے

گھر سے وہ دلربا نکلتا ہے
یا مرا حوصلہ نکلتا ہے

کب تلک اُن جفاؤن پر ہو صبر
اب تو منھ سے گلا نکلتا ہے

سایۂ قصر یار سے دن کو
سر جھکائے ہما نکلتا ہے

عرض مطلب کا حکم اُسنے دیا
دیکھیے مُنھ سے کیا نکلتا ہے

ہو اگر بحرِ فکر مین غواص
تو درِ مدّعا نکلتا ہے

ہو کلیجہ تو آ چکا منھ کو
ہاے اب دل مرا نکلتا ہے

میرے آگے نہ ذکر غیر کرو
مُنھ سے اچھا بُرا نکلتا ہے

کرتے ہین وہ وفا بھی تو ایسی
جس مین طور جفا نکلتا ہے

شیخ ڈر ڈر کے راہ میکدہ سے
مُنھ چھپاتا ہوا نکلتا ہے

در پہ نظارہ باز ونکا ہے ہجوم
گھر سے وہ خود نما نکلتا ہے

بیٹھے نادان نہ صحبت بد مین
کہ نتیجہ بُرا نکلتا ہے

گھر سے ہنگام امتحان اے ترک
کون سر سے سوا نکلتا ہے

بیخودی مین نہ راز دل پوچھو
مُنھ سے کیا جانین کیا نکلتا ہے

عاشقون کا مذاق ایک طرف
بات مین بھی مزا نکلتا ہے

غیرونکو آزما کے دیکھو تو
کون اہل وفا نکلتا ہے

مُنھ سے عاشق کے عین غش مین بھی
دلربا دلربا نکلتا ہے

دیکھو بے پردہ ہو کے شام کو تم
چاند چھپتا ہے یا نکلتا ہے

اُٹھتے ہین وہ تو میرے پہلو سے
دل تڑپتا ہوا نکلتا ہے

اے فصاحت زبان سے مشکل مین
نام مشکلکشا نکلتا ہے

برائے رزق سرگردان رہون کیون گر نہین کچھ ہے
زمانے بھر مین یارب میری قسمت کا کہین کچھ ہے

بڑی حسرت ہی مجھ لاغر کو اُس کوچے مین مرنے کی
پئے تربت وہان اے آسمان خالی زمین کچھ ہے

یہ کس کے غم مین آنسو آپنے رو رو کے پونچھے ہین
ذرا بھیگا ہے دامن آپکا نم آستین کچھ ہے

وہ ابر اُٹھا چلو لینے گھرون سے باغمین رندو
بیان ہو خاک مینوشی کی کیفیت وہین کچھ ہے

بہت ہی جوش پر سردی پلادے ساقیا مجکو
ارے خُم مین ترے باقی شراب آتشین کچھ ہے

کسیکو زہر کھلوایا کسیکو برسون تڑپایا ؛؛ یا
کرشمہ سازی الفت کہین کچھ ہاں کہین کچھ ہے

بخت یا کربلا چشم حقیقت سے اگر دیکھو
وہاں اے اہل عرفان آسمان کچھ ہی زمین کچھ ہے

مے ہم زہر کھاکر اب کوئی جاکر یہ سن آئے
زبان یار پر نفرین ہی یا صد آفرین کچھ ہے

یہان سے پھیر کر آنکھین چلی جاتے ہین کیون انسان
ہوا ثابت تماشہ دیدگے قابل وہین کچھ ہے

تجھے اپنے مکان کی تنگی مین کیون ہی یہ کوشش
امید و اعتبار زندگانی اے مکین کچھ ہے

کھلی ہین میری آنکھین تھوڑی تھوڑی اسلئے ہمدم
کسیکے آنکی امید وقت واپسین کچھ ہے

جو دل تھامے بروے خاک افتادہ ہون فرقتمین
پڑا رہنے دو اے ہمدم مجھے راحت یونہین کچھ ہے

چرانے والا میرے دل کا مجمع مین حسینونکے
وہی ہی میری صورت دیکھکر جو شرمگین کچھ ہے

کفن مجھکو پنھاکر پوچھتی ہے موت اور دونسے
مرتب جسم پر یہ خلعت بے آستین کچھ ہے

گلا کاٹے کہ سر پھوڑے کرے کیا چاہنے والا
وہ کچھ کہتے ہین اور ایماے چشم سرمگین کچھ ہے

لحد کے سونے والون نے ذرا پائی ہی آسائش
کہ بالاے زمین کچھ بھی نتھی زیر زمین کچھ ہے

فصاحت کیا سمجھ گردون نشان اس روے روشن سے
ضیا مین ماہ تو کچھ بھی نہین مہر مبین کچھ ہے

چار مین جو بات ڈالی جائیگی
شاخ اک اسمین نکالی جائیگی

آج کی شب تو نہ خالی جائیگی
سچ کہو حسرت نکالی جائیگی

نازنینو تم سے مجھپر وقت دفن
خاک مٹھی بھر نہ ڈالی جائیگی

مستعد تو ہین وہ میرے قتل پر
تیغ بھی ان سے سنبھالی جائیگی

خانۂ کعبہ سے تا بیت الصنم
راہ اک سیدھی نکالی جائیگی

میکشو گلزار پر برسے گا مینھ
کیا گھٹا یہ اٹھ کے خالی جائیگی

پھانسی زلف یار کی اے عشق کیا
میری ہی گردن مین ڈالی جائیگی

خون ہوگا میرے ارمانونکا وہان
غیر کی حسرت نکالی جائیگی

دل کو تھاما ہے ابھی تو عشق مین
پھر طبیعت بھی سنبھالی جائیگی

در تلک اسکے کشش سے ظلم کی
لاش بے پا پامالی جائیگی

حضرت پیر مغان کی راے ہے
دختر رز گھر مین ڈالی جائیگی

بعد زینت میرے ساتھ انکو نہ دیکھ
تو بھی مشاطہ نکالی جائیگی

تاک تجکو انکے ساتھ اے چرخ پیر
ورنہ تیری چوٹ خالی جائیگی

خار گھیرینگے ہماری قبر کو
چادر گل خاک ڈالی جائیگی

لاش پر مظلوم کی ظالم کے ساتھ
خلق بھر پائمالی جائیگی

انکی بزم عیش مین اسے شمع تو
گر ذرا روئی نکالی جائیگی

اے صبا لیجا ہمارا خط شوق
کیا وہان تو ہاتھ خالی جائیگی

ہو نہین بہلا آپ اگر اٹھ جائینگے
سارے چہرے کی بجالی جائیگی

وہ جلا کر پھر کرینگے مجھ کو قتل
لاش تربت سے نکالی جائیگی

دخت رز پھسلیگی جب مجھ رند پر
بیخودی تمسے سنبھالی جائیگی

کچھ خصوصیت جوانی کی نہین
چیز جو ہے جانے والی جائیگی

بانکپن دکھلائینگے زینت مین وہ
مانگ بھی ترچھی نکالی جائیگی

ہے گران قیمت متاع دل مری
جاؤ صاحب تمسے کیا لی جائیگی

تم تو بیخود ہو فصاحت وصل مین
آرزو کیونکر نکالی جائیگی

دلبری ہی اور انکی دلستانی اور ہے
کچھ نہ پوچھو انکا انداز جوانی اور ہے

ناز انکے اور انکی لن ترانی اور ہے
میری پیری جسپہ صدقے وہ جوانی اور ہے

قصہ خوان سے گو سنی ہے تمنے کہانی قیس کی
لیکن اس قصہ کا حظ میری زبانی اور ہے

خیر اچھے وقت آئے محفل ساقی مین ہم
باقی اک دور شراب ارغوانی اور ہے

میرے اشک خون اور آنسو غیر کے سمجھے ہو آپ
کیسی نادان ہو لہو ہی اور پانی اور ہے

جھک کے دیکھا انکو تو کہنے لگا پیر فلک
تھا شباب یوسف اور انکی جوانی اور ہے

قاصد انسے ہنسکے بولا دیکے سب میرے پیام
گر سنو تو ایک پیغام زبانی اور ہے

وصل ہونے کو ہے عشرت کا زمانہ ہے قریب
چند روزہ دلمین غم کی میہمانی اور ہے

کشتہ جو تیغ نگاہ ناز قاتل سے ہوئے
ان شہیدوں کی حیات جاودانی اور ہے

غیر سے کل وہ بگڑ کر آج مجھ سے ملگئے
وہ مسرت اور تھی یہ شادمانی اور ہے

طالب دیدار جانانکا بیان ہو اور کچھ
حال کوہ طور موسیٰ کی زبانی اور ہے

سچ کہا ساقی نے کیا تنگ اور اسکا نشہ کیا
واقعی کیف شراب ارغوانی اور ہے

میرے حصہ مین آئی چار دن کی عسرت مین
راحت و عیش و سرور و شادمانی اور ہے

چپکے چپکے ہنس رہے ہین میری صورت دیکھکر
فکر اُنکو پئے ایذا رسانی اور ہے

اے فصاحت ہین بہت بہتے ہوے دریا مگر
آپ کی بحر طبیعت کی روانی اور ہے

نظر غیظ جب اے ماہ لقا ہوتی ہے
ناتوانوں پہ ترے مشق جفا ہوتی ہے

شوخی ان آنکھوں مین شوخی مین حیا ہوتی ہے
ناز و انداز کے پردے مین ادا ہوتی ہے

ہے گلا شکوہ عبث اے دل نادان تجھ کو
ان حسینوں مین کہین مہر و وفا ہوتی ہے

اُنکے دیدار کی صورت کوئی کیونکر نکلے
آتے ہین وہ نہ قیامت ہی بپا ہوتی ہے

ضعف مین کوچۂ قاتل کی طرف جانے کو
شوق اُٹھاتا ہے اجل راہنما ہوتی ہے

ظلم ایجاد تو کرتے نہین وہ میرے سینے
جو سکھائی ہے فلک نے وہ جفا ہوتی ہے

کیون نہ خاموش مین بیٹھا رہون اُنکے آگے
آکے لب تک مرے ہر بات گلا ہوتی ہے

رخ سے اُس بت کے ذرا بھی جو سرکتی ہو نقاب
مجتمع دیکھنے کو خلق خدا ہوتی ہے

آتا ہے وہ چمن آرا جو برائے گلگشت
باغ مین شاخ ہر اک دست دعا ہوتی ہے

کہین دنیا مین ٹھکانا نہین ہوتا جسکا
میرے گھر چرخ سے نازل وہ بلا ہوتی ہے

مسکرا کر جو دہان غیر سے کرتے ہین وہ بات
تو چمک درد کی یہان دلمین سوا ہوتی ہے

کام کیا اپنا ہماری نگہ شوق کرے
گھیرے ہر وقت اُنھین شرم و حیا ہوتی ہے

ظالمو دیکھو شفق کو کہ نہان رہتی نہین
یون عیان سرخی خون شہدا ہوتی ہے

جان بلب ہو نہین پشیمان وہ ہو نیکو مین
کم زمانے سے وفا اور جفا ہوتی ہے

پہلے آئے نہ اب آئے ہو مرے نزع کے وقت
میری جان کیا یونہین وعدے کی وفا ہوتی ہے

اے فصاحت غزل شاعر نامی ہے بیشک
خوب رونق وہ بزم شعرا ہوتی ہے

باغ سے پھر کر وہ اے کاش اپنے گھر جاتے ہوئے
میری تربت پر بھی آ جائیں ہوا کھاتے ہوئے

شام کو کوٹھے پر مرے وہ آئے جھنجلاتے ہوئے
صبح کو اٹھے مرے پہلو سے شرماتے ہوئے

پہنچ دی عشق میں انکے در دولت تلک
پہونچے ہم نیکی بدی قاصد کو سمجھاتے ہوئے

ظلم مظلوموں پہ کرکے بوڈھائی بڑھ گئی ہے
ظالم بیدرد کو دیکھا نہ پچھتاتے ہوئے

بولے وہ جب ہم نہ چونکائے سے چونکے بعد مرگ
واہ ری غفلت تم ایسی نیند کے ماتے ہوئے

میرے گھر آنے میں تو مانع نزاکت انکی تھی
پھر یہ کیا روکا نہ انکو اپنے گھر جاتے ہوئے

اور معشوق آئے جب انکے مقابل ہٹ گئے
سر جھکائے نیچی نظریں کرکے شرماتے ہوئے

عشق میں وہ سخت جان ہم ہیں نہ اب تک مر گئے
اک زمانہ گذرا انکے کوسنے کھاتے ہوئے

مر گئے آغاز الفت میں جو ہم بولے یہ دوست
یوں نہ دیکھا جان جاتی اور دل آتے ہوئے

غیر کے گھر سے لگا کر عطر وہ پوشاک میں
واہ آئے ہیں ہمارے پاس اتراتے ہوئے

پڑ رہے ہیں کوے جاناں میں جب آ کر بادشاہ
ہمنے دیکھا ہے گدا کی ٹھوکریں کھاتے ہوئے

پاؤں سے روندا ہے دل میرا انہیں نے رہرو
وہ جو منہ پھیرے ہوئے جاتے ہیں اتراتے ہوئے

اوج دے جسکو خدا پست اسکو کیوں سمجھے کوئی
کس نے دیکھا ہے ہما کو ہڈیاں کھاتے ہوئے

دیکھئے کیا ہو مکان غیر سے وہ میرے گھر
آتے ہیں کچھ چپکے چپکے منہ سے فرماتے ہوئے

وہ گل رخسار کملائے ضیائے ماہ سے
چاندنی میں تو نہ دیکھے پھول مرجھاتے ہوئے

ڈالتے ہیں توڑ کر گردن سے وہ پھولونکے ہار
ہلتی ہے جب قبر دشمن میرے گھر آتے ہوئے

واہ ری الفت نہ وسواس آیا کچھ بھی غیر کو
دمبدم تیری جوانی کی قسم کھاتے ہوئے

اے فصاحت دلمیں پھر شوق زیارت بڑھ گیا
قافلے دیکھے جو سوئے کربلا جاتے ہوئے

عزت مری مقابل اغیار کم رہی
تیری نگاہ لطف جو اے یار کم رہی

وہ شاہ حسن مجھ کو بٹھاتا ہے اپنے پاس
توقیر میری کب سر دربار کم رہی

زلف سیاہ یار سے جب بحث آپڑی
کیا طول مین ہماری شب تار کم رہی

اے باغبان چمن مین جو گلرو کچھ آگئے
پھولونکی آج گرمیٔ بازار کم رہی

نالون مین ہی وہ شور نہ آہون مین ہی وہ زور
اب تجھ مین طاقت اے دل بیمار کم رہی

مدفون عاشقونکے ہوے مردے اسقدر
خالی زمین کوچۂ دلدار کم رہی

اکثر مقابلہ ہوا تیغ ہلال سے
چم خم مین کب حضور کی تلوار کم رہی

غیرون پہ انجمن مین وہ اپنی برین ہنسے
ہان مجھ پہ گالیونکی تو بوچھار کم رہی

وہ جتنی دیر حال مرا پوچھتے رہے
اُسوقت تک اذیتِ آزار کم رہی

کفار کا اُحد مین فصاحتؔ ہرش ہوا
جسوقت فوج احمدِ مختار کم رہی

حشمت کی کہ دولت کی تمنا نہین کرتے
اس عمر دو روزہ مین ہم کیا نہین کرتے

آہین نہین کرتے ہین کہ نالا نہین کرتے
آتی ہے شب ہجر تو ہم کیا نہین کرتے

نالان ہو نہین الفت مین تو یون کہتے ہین ہم
عشاق تو معشوق کو رسوا نہین کرتے

وہ بوسہ عطا کر کے جگر کے ہین طلبگار
ہمتو دل اُنہین دیکے تقاضا نہین کرتے

غیرونکو بلا لیتے ہین اب سامنے اپنے
کیا خوب مری ضد سے وہ پردا نہین کرتے

مے پینے سے اے پیر مغان دور مین تیرے
توبہ ہوئی ہم بھول کے توبا نہین کرتے

جو ہمکو سہولت سے ملے اُسکی ہی خواہش
ممکن جو نہو اُس کی تمنا نہین کرتے

یون تو کرم و لطف ہے پر غیر کے آگے
کچھ پاس و لحاظ آپ ہمارا نہین کرتے

تسکین کو مری جھوٹی قسم کھائین نہ ہم
کیا غیر کے گھر شب کو وہ جایا نہین کرتے

یہ شعر کے فن مین ہے شعار اپنا فصاحتؔ
تنقید کسیکی بھی ہم اصلا نہین کرتے

دو گھڑی کو بھی جو وہ گھر مین ہمارے آئینگے
آرزوئین حسرتین گھیر لنگی تو گھبرائینگے

لاش پر مجھ عاشق ناشاد کی وہ آئینگے
اپنے بیگانے اُنھین سمجھا بجھا کر لائینگے

زہر کھا کر اُنکی الفت مین جو ہم مر جائینگے
یہ حسین میت ہماری دھوم سے اُٹھوائینگے

شوخیون سے کب حسینان جہان باز آئینگے
روئین یا تڑپا کرین ہم یہ ستائے جائینگے

ہم ہکیت ایسے ہین چوٹ انکی نکوئی کہائینگے
دیکھ لینا آسمان کے وار خالی جائینگے

میری خاطر عید کا دن بھی تو ہوگا روز غم
وہ رقیبونکے گلے ملکر مجھے تڑپائینگے

یہ حریص دہر اسیر بھی لگا ئینگے نظر
غم فراغت سے زمانے مین اگر ہم کھائینگے

انکے در پر شام کو دربان یہ دیتا ہی صدا
بیٹھے ہین بستر لگا سے جو اٹھائے جائینگے

قول ہی مجھ سے یہ جذب عشق کا تڑ مین آب
آئینے پاس انکو گھر سے کھینچکر ہم لائینگے

اے دل اسنے بزم سے سب کو نکلوایا ہی آج
نعش جو آئے گا تو کیا ہم بھی اٹھائے جائینگے

تیسری بار اے فصاحت بخت اگر لے جائیگا
کربلا سے اب نہ ہم پھر کر وطن مین آئینگے

ہمراہ میرے ہے جو کوئی گلعذار بھی
جاتی ہے باغ اسکی جلو مین بہار بھی

اس سے فلک نے تنگ مکان پست مین دیا
مرجاؤن مین تو ہووہی میرا مزار بھی

اے باغبان زمین پہ اس گل کا نقش پا
گلزار مین ہے لوح طلسم بہار بھی

چھائے ہوئے ہین دونون دکان پر کلال کے
بھٹی کا کچھ دھوان بھی ہو ابر بہار بھی

محفل مین ضد سے میری دیا اسنے غیر کو
عطر اور پان ہی نہین پھولونکا ہار بھی

تو ہی بتا کہ ترک کرین الفت اس سے کیا
ناصح ہمارا دل پہ ہی کچھ اختیار بھی

ڈالے ہین اس حسین کے گلے مین ہم ایک ہاتھ
ہے دوسرے مین جام مے خوشگوار بھی

تاریک رات جیسی ہی میرے فراق کی
ہوگی نہ ایسی تو شب تار مزار بھی

وہ تیغ کھینچے غیر ہی کے منتظر نہین
ہے قتل گہ مین انکو مرا انتظار بھی

تو واعظا انھین سر منبر نہ کہہ برا
بیٹھے ہین بزم وعظ مین کچھ بادہ خوار بھی

ہے قول ضبط آیا ہی در پر تو رہ خموش
پر دل یہ مجھ سے کہتا ہے انکو پکار بھی

سو بار منتون سے کیا وصل کا سوال
پر اس نے منھ سے ہان نہ کہا ایکبار بھی

ہو لطف جام مے جو فصاحت مجھے ملے
ٹھنڈھی ہوا بھی باغ بھی پہلو مین یار بھی

حسب فرمائش جناب شاہزادۂ میرزا محمد ثریا قدر بہادر

پہونچین پاس اُنکے اپنی کوشش سے / جاوین کیون غیر کی سفارش سے

اے جنون اپنے پاؤن کا چکر / بڑھ گیا آسمان کی گردش سے

رات کو اُنکے آستانے تک / پہونچے ہم پاسبان کی سازش سے

کل تو بیٹھے تھے ہم بدل جمعی / آج پھرتے ہین کیون مشوّش سے

میرا دوران سر نہین کچھ کم / دیکھ اے چرخ تیری گردش سے

دعوی عشق غیر جھوٹا تھا / کھل گیا حال آزمائش سے

ہوئی انسان کے جسم کی خلقت / آب و خاک اور باد آتش سے

عقدہ اُسکے دہن کا وا نہ ہوا / فکر کی لاکھ فہم و دانش سے

انس و جن و ملک ہین خرم و شاد / حق تعالے کی آفرینش سے

دم تزئین ہم اُس کی خلوت مین / گئے مشاطہ کی سفارش سے

عشق کے بندے ہم رہے جب تک / جان چھوٹی نہ اپنی کاہش سے

زینت آرائش اپنی سب چھوڑی / شوق اُنکو ہوا ہے ورزش سے

ہوگئے ہین تنگ اہل زمین / ابتو اے چرخ تیری کاوش سے

شعرا مین نہین ہے اُنس کسے / پیر و ناسخ اور آتش سے

معرفت کچھ نہ ذات حق کی ہوئی / فہم و ادراک و عقل و دانش سے

سمجھے وہ مجھ کو عاشق صادق / امتحان گہ مین آزمائش سے

بے پھرے رزق مل نہین سکتا / ہے ثبوت آسیا کی گردش سے

گئے اُس در پہ اے فصاحت آج / ہم بڑی سعی و جہد و کوشش سے

مخمس بر غزل منقبت حضرت علی ابن ابیطالب علیہ السلام مصنفۂ اُستاد الاساتذہ جناب شیخ ناسخ صاحب مغفور

وصف و مدح جانشین صاحب لولاک ہے / روز و شب فکر رسا کو سیر نہ افلاک ہے

پھر رہا طرہ طرارے توسن چالاک ہے / فیض دلدل سے سمند طبع یان چالاک ہے

آج جو ہے صید مضمون بستۂ فتراک ہے

قوتِ دستِ خدا سے کیا زمانہ پاک ہے
اس شجاعت کی تمام ارض و سما مین دھاک ہے
دورِ دنیا سے ضلالت کا خس و خاشاک ہے
پاک آبِ تیغ حیدر سے بساطِ خاک ہے
نیزۂ والا بھی چوبِ خیمۂ افلاک ہے

واقفِ اسرارِ پنہانِ خدا حیدر ہین بس
مدح کس سے ہو سکے اللہ رے ذہن نکتہ رس
عقل کل کی راے انکی فہم سے ہے مقتبس
بن گیا ہے قبۂ عرشِ معلےٰ پر کلس
کیا ہی اُس نورِ خدا کا شعلۂ ادراک ہے

برق سے تیزی مین سرعت مین ہوا سے ہے سوا
دہر مین پیدا ہوا ایسا نہ ہوگا بادپا
وصف مین تھک گئی مداح کی طبع رسا
عرش پروازی مین مانندِ براقِ مصطفےٰ
یا امیر المومنین دلدل ترا چالاک ہے

اِس سے بڑھکر ہوگی دنیا مین خوشی کیا زاہدا
تیرھوین آئی رجب کا ہے مہینا زاہدا
ہین ولا سے مست نشہ ہوگا دونا زاہدا
ساقیِ کوثر ہوے ہین آج پیدا زاہدا
بنگ نوشا نوش ہے جو رند ہے بیباک ہے

مفتخر میلادِ حضرت سے ہے کعبہ کی زمین
کیا بشر کیا جن خوشی عالم مین ہے یہ سب کہین
شرق سے تا غرب غمگین ہے نکوئی دلحزین
آج کوئی عندلیبون کے سوا نالان نہین
گلشن عالم مین بس پیراہن گل چاک ہے

کرسکے کوئی علی کی تیغ سے کیا ہمسری
آنچ سے اُسکی نکیون جل جائین کوفی خیبری
ناریون سے جاکے یہ بیرا الم مین کب ڈری
بیگمان ہے برق خاطف ذوالفقار حیدری
لشکرِ اعداے دین گویا خس و خاشاک ہے

تھے نبی معراج مین جب جا علی بھی تھے وہین
فخر سے ذرّے بھی ہین ہمچشمک زن مہر مبین
سن کے یہ مژدہ عدو غمگین ہین خوش ہین مومنین
مرتضیٰ عرش برین سے آئے بالاے زمین
عرش کی سقفِ محدّب پر دماغِ خاک ہے

سُنیے اک ادنیٰ اسی حیدر کی فضیلت کا بیان
انس و جن سارے مقر اس بات کے ہین یکزبان

جانتے سب کچھ ہین ازتحت الثری تالامکان
شاہ مردان سے نہین مخفی کوئی راز جہان
ہین ملک ہرکارے انکے ہرطرف کو ڈاک ہے

سنکے احمد سے فضائل حیدر کرار کے
آتش رشک وحسد سے روز ناری جلتے تھے
ایک کو حق نے دیے ایسے نہ دیگا مرتبے
بادشاہان جہان سب نذر دیتے ہین اُسے
وہ وزیر بادشاہ کشور لولاک ہے

قطرۂ ناچیز دریاے کرم کے ساتھ ہے
ہان فصاحت بھی نبی کے ابن عم کے ساتھ ہے
تن مین جبتک دم ہو الفت انکی دم کے ساتھ ہے
عالم ارواح سے تاسخ قدم کے ساتھ ہے
روح پاے بادشاہ اولیا کی خاک ہے

قطعہ تاریخ مصنف دیوان ہذا متضمن بالتماس بخدمت شاعران ذیشان ہندوستان

پردہ پوشی فصاحت کرین ارباب ہنر
بشریت سے کسی شعر مین ہو گر غلطی
معجمہ حرفون مین اے اہل سخن ہو تاریخ
دیکھیے اچھی طرح فکر و ریاضت کو مری
سنہ ۱۳[illegible]ھ

ضروری اشعار

فصاحت انکا ہین شکریہ کیون ادا نہ کرون
رہین منت منشی کشن نراین ہون
بہ لطف وخلق ملے مجھ سے مہربانی کی
مرے کلام کی کیا خوب قدر دانی کی
تمام غزلونکا دیوان جو مین نے پیش کیا
تو اُنکے چھپنے کا مطبع مین اپنے حکم دیا
ترقیون پہ رہے جاہ و دولت و حشمت
عطا کرے انھین رب عمر خضر با صحت
دلی جو اُنکے مطالب ہین جلد بر آئین
ریاض دہر مین مثل شجر پھلین پھولین
منیجر ایک ہین مطبع مین جو کہ ذوالاکرام
عزیز خلق ہین منشی فدا حسین ہے نام
حلیم صاحب اخلاق اور نیک شعار
معرف انکے ہین مطبع مین کل صغار و کبار
مقر ہین صاحب فہم اُنکی عقل و دانش کے
کتابون کی ہے اشاعت انھین کے فرمان سے
گیا جو ملنے کو مین اُلفت و محبت کی
انھین نے وقت ملاقات میری عزت کی

صحیح و خوشخط و خوش قطع یہ مرا دیوان
مذاق شعر و سخن اہل شوق مین ہو جنھین
کمال کا تو مجھے ادّعا نہین اصلا
مگر یہ فن ہے مرا ارثی اور آبائی

چھپا ہے اُنکی توجہ سے دیکھین اہل جہان
وہ کارخانے سے دیوان کو طلب کرلین
کہ مین ہون ہیچمدان میری شاعری ہی کیا
بدر ہتھے میرے امانت لطافت اک بھائی

اُنھین بزرگون کی روحونکا فیض ہی سارا
کہ نامور مین ہوا دہر مین بہ فضل خدا

تقریظ ریختۂ کلک جواہر سلک نقاد علم و ہنر جناب مولوی عبدالحلیم صاحب شرر لکھنوی

تا سخن است از سخن آوازہ باد   نام فصاحت بہ سخن تازہ باد

آزاد دہلوی مرحوم نے اُردو شاعری کے متعدد دور لکھے ہین۔ لیکن غور و انصاف سے دیکھیے تو ہماری شاعری کو اپنی گذشتہ زندگی مین صرف دو دَور نصیب ہوے۔ پہلا دور وہ تھا جب کہ ہماری زبان فارسی شعر و سخن کے آغوش مین نشو و نما پاتی تھی۔ اور ہندوستان کے اسلامی دربارون اور مشرق کی علمی و ادبی محفلون مین مقبولیت حاصل کر رہی تھی۔ جریر و فرزدق کی پیرو اور فصاحت قریش و ادب نبوت کے باغ کی خوشہ چین تھی چنانچہ اُسوقت ہماری نظمین اور نثرین عربی و فارسی معجز بیانون کی شاہراہ پر گام فرسا تھین اور پرانے اسلامی مرکز کمال کیطرف جا رہی تھین۔

بعد ازان دوسرا دور شروع ہوا اور اُسکی گرم بازاری بجاے مشرقی مذاق کے اساتذہ سخن کے انگریزی دانون اور یونیورسٹیون کے گریجوئیون سے شروع ہوئی جو اپنی طرح اپنی زبان کو بھی انگریزی لباس پہنانا چاہتے ہین ملٹن و شکسپیر کے خیالات و استعارات سے کام لے رہے ہین جو جا ہے ہمارے دماغون مین نہ سماین مگر کوشش یہی ہے کہ کسیطرح زبان مین ضرور ٹھونس دیے جاین۔ پہلے دور والونکا مرکز کمال فارسی شعرا کی تخیل اُنکی بلند پردازیان۔ اور دہلی و لکھنؤ کی علمی صحبتین تھین۔ اور جدید دور والون کا قبلۂ عروج بمصداق "ع فکر ہر کس بقدر ہمت اوست"

لندن و پیرس کی سڑکین اور یورپ کی محفلین ہین۔ ہمارے ان مغرب پرست سخن سنجون کے اس رجحان کا انجام یہ ہوا کہ ہمارے دل و دماغ چاہی برداشت کر سکین یا نہ کر سکین اور ہماری زبان کے حق مین وہ مفید ہو یا نہو مگر موجودہ نظام تعلیم اور ہماری مروجہ درس گاہین۔ ہم سے جبراً منوا رہی ہین کہ اچھا اردو دان وہ ہے جس نے اپنی مادری زبان اور اس کے انشا و ادب کی تعلیم آکسفورڈ اور کیمبرج کی مغربی یونیورسٹیو نمین غیر زبان بلکہ اردو نہ جاننے والے اُستادون سے حاصل کی ہو۔ اس دور جدید کی ابھی ابتدا ہے اور انتہا نہ معلوم کیا ہو گی مگر وہ پرانا دور سخن جسکے ارکان میر و مرزا و آتش و ناسخ تھے ختم ہو گیا۔ بزم دوشین کے صرف چند ٹمٹماتے ہوے چراغ رہ گئے ہین۔ جو افسوس ہی کہ بغیر کوئی اپنی مستند یادگار چھوڑے اپنی زندگیان ختم کر رہے ہین۔

انھین نامورانِ بزم اولین کی روشن شمعون مین سے ایک ہمارے محترم اور قدیم مہربان جناب سیّد عباس حسن صاحب فصاحت ہین جو گذشتہ پچپن سال سے اساتذۂ سخن کی انجمن کے چراغ اور ادبی معرکہ آرائیون کے دنگل کے پہلوان رہ چکے ہین چنانچہ اُنکا دیوان قدردان پبلک کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔

سید ممدوح عالی دماغ خیال آفرین اور دقیقہ رس شاعر ہونے کے ساتھ ایک ممتاز گھرانے کے چشم و چراغ اور عالی خاندان رئیس ہین۔ آپکے مورث اعلےٰ میر سیّد علی صاحب اپنے زمانہ کے مجتہد نسباً سید رضوی اور روضۂ منورہ امام رضا علیہ السلام کے کلید بردار تھے اُنکے فرزند میر محمد تقی صاحب جو ہمارے نامور شاعر کے پر دادا تھے وارد ہند ہو کر دربار اودھ کے عہد اولین مین لکھنؤ پہونچے۔ اُنکے بیٹے میر آغا صاحب تھے اور اُنکے صاحبزادہ سید آغا حسن اماؔنت تھے۔ آپکے بزرگان خاندان مقتدایان دین اور شرفاء ذی علم کی حیثیت رکھتے تھے سید آغا حسن اماؔنت نے سب سے پہلے اُردو شعر و سخن کی طرف توجہ کی اور اعلیٰ درجہ شہرت و کمال کو پہونچگئے۔

اماؔنت کی شاعری پر پبلک مین بڑی بحثین ہو چکی ہین۔ اور آج تک اُن بحثون کا سلسلہ چلا جاتا ہے اسمین شک نہین کہ اُنھون نے رعایت الفاظ اور تلازمہ بندی مین جو شعراے فارس و ہند کا پرانا فن چلا آتا ہی خاص توجہ کی اور اس ادبی صنعت مین اس حد تک کوشش فرمائی کہ اُنکے

اور پچھلے تمام شعرا سے بڑھ گئے۔ جدید شعرا کسی خارجی اثر سے چاہے اسکو نہ پسند کرین مگر فارسی
اُردو کے نامور شاعرون اور اساتذۂ سخن مین سے کسی کا کلام اس صنعت سے خالی نہ ملیگا
اس پر بھی یہ کہنا غلط ہے کہ اُنکی شاعری صرف اسی صنعت تک محدود ہے۔ اُنکے صدہا
اشعار نہایت سادے سہل ممتنع اور خیال آرائی اور نزاکت بندش کا مکمل ترین نمونہ ہین
امانتِ مرحوم کا سب سے نیا اور موجدانہ کمال اُنکی اندر سبھا ہے جو اُردو کی شاعری کا
پہلا ڈراما ہے اعتراض کیا جاتا ہے کہ شعراے عرب اور فارس اور اُنھین کیطرح کل شعراء اُردو بھی ڈراما کے
فن شعر سے بالکل ناآشنا تھے چونکہ اُسکو رقص و سرود سے زیادہ تعلق ہے لہذا مسلمان شعرا کے
سلف نے اس طرف توجہ نہ کی ڈراما اگلی قدیم قومون مین سے یا ڈرامہ سنسکرت مین تھا
یا یونانی و رومی زبانون مین فی الحال یورپ مین اس کی بڑی گرم بازاری ہے۔ آخری
تاجدار اودھ سلطان عالم واجد علیشاہ جنت آرام گاہ کو اسکا شوق ہوا ہندی رہس
سے ماخوذ کرکے اُنھون نے ایک بے اصول اور غیر مکمل ڈراما مرتب کیا اور قیصر باغ مین اُسکا
کھیل شروع ہو گیا۔ امانت نے اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے اندر سبھا کے نام سے ایک ایسا
اعلیٰ درجہ کا ڈراما تصنیف کرکے پبلک کے ہاتھ مین دیدیا جو ادب اُردو کے عالم مین بالکل نئی نعمت
اور حیرت انگیز ایجاد ہے اندر سبھا کی اشاعت کے ساتھ ہی اُردو مین بہت سے ڈرامے تصنیف ہو گئے
اور دلچسپیون کی صحبتون مین کھیلے جانے لگے مگر ان مین سے ایک بھی امانت کی خوبیونکو نہ پہونچ سکا
باوجود اسکے شعراے اُردو نے ابتداً اندر سبھا کو اچھی نگاہ سے نہین دیکھا۔ جیسا کہ ہر نئی چیز کے
بارے مین ہوا کرتا ہے۔ مگر زمانہ نے آخر مین ثابت کر دیا کہ کسی قوم کے تمدن اور کسی ادب کی ترقی
کے لئے ڈراما بہت ہی اہم چیز ہے۔ اور آخر انگریزی شعر و سخن سے واقف ہونے کے بعد سب کو
نظر آ گیا کہ ڈرامے کا موجود نہ ہونا مشرقی شاعری کی قابل افسوس کمی تھی۔ اندر سبھا
کا سب سے بڑا کمال یہ ہی کہ ہند و مسلمانونکے علمی و تمدنی مذاقونکے باہمی میل جول کی اس سے بہتر یادگار
نہین ہو سکتی۔ اسمین ایک ہندو دیوتا مسلمان تاجدارون کی وضع مین نظر آتا ہے ہر فرعی
شہزادۂ گلفام بالکل لکھنؤ کا کامل شہزادہ ہی جو اپنی زبان سے اقرار کرتا ہے کہ شعر شہزادہ
ہون مین ہند کا اور نام مرا گلفام + محلون مین رہتا ہون اور عیش ہے میرا کام + اور واقعی یہی کام

ہمارے بادشاہوں شہزادوں اور نواب زادوں کا رہ گیا تھا - پریان ہندو دیوتا کی اپسرائین ہین - مگر اُنکو کوہ قاف کی عجمی پریونکا جامہ پہنا دیا گیا ہے - کیونکہ اپسراؤن کی طرح وہ اپنے لباس کی قوت سے نہین بلکہ پرون سے اُڑتی ہین - دیو ایران و آذربیجان کے ہین پریون مین رنگ کے لحاظ سے امتیاز ہونا یعنی سفید سرخ نیلی اور سبز ہونا خالص ایرانی مذاق ہے - اور پری کا ایک انسان شہزادہ پر عاشق ہونا بھی عجمی و عربی خیال ہے - پریون کا راجہ اندر کی محفل مین ناچنا نسوت ایک ہندی ذوق ہے گلفام کا قیدخانہ ایران کے کوہ قاف کا کنوان ہو اور سبز پری جب اُسکی جستجو مین نکلتی ہے تو پوری ہندو جوگن ہے اسلیے کہ ہندوستان کا قدیم باجہ بین اُسکے کندھے پر ہے - اور ہندو جوگیون کی جٹا مین مندرے اور سیلیان یہ سب خالص ہندی چیزین ہین :

حیرت کے قابل یہ چیز ہے کہ امانت مرحوم نے ان مختلف عناصر کو باہم ملا کے ایک ایسا نیا مزاج پیدا کیا ہو جو اسوقت کے ادبی و معاشرتی مذاق کے سانچے مین ایسا ڈھلا ہوا ہو کہ کسی ادنی مغایرت غیر مانوسی و بے ربطی کا وہم نہین گذر سکتا -

بہرحال امانت مرحوم نے اس اندرسبھا سے اُردو زبان مین ڈراما کی بنا ڈال کے ہمارے لٹریچر پر ایسا احسان کیا ہے - جو روز بروز زیادہ نمایان ہوتا جائیگا اور جو جو نمایان ہوگا اپنے موجد کے نام کو زیادہ چمکاتا رہے گا - اور سچ پوچھیے تو اُردو زبان پر فصاحت کے خاندان کا یہ ہمیشہ زندہ رہنے والا احسان ہے -

فصاحت صاحب بارہ شعبان ۱۲۷۳ھ مین پیدا ہوئے تین سال کے تھے کہ پدر بزرگوار رہ نورد آخرت ہو گئے بڑے بھائی سید حسن صاحب لطافت نے آغوش تربیت مین لیا اور تعلیم دلاکر شعر و سخن مین اپنا شاگرد بنایا اُن دونون لطافت شعر و سخن مین استادی کا دم بھر رہے تھے اور ایک استاد کی حیثیت سے اپنا جداگانہ مرکز شاعری قرار دیا تھا سیکڑون شعرا اُنکے شاگرد تھے متعدد نامی شاعرون سے رقابتین تھین لکھنؤ کے نامور اُستادان سخن سے اکثر ایسے معرکہ آرائیان رہتی تھین - اور روز صحت الفاظ اور خوبی بندش کی بحثین چھڑتی تھین - جناب لطافت بڑے پرگو - کہنہ مشق اور مقبول عام شاعر تھے شستگی زبان کا خاص لحاظ رہتا - اور لکھنؤ کی شاعری کے اعلی ترین

رکن رکین تھے۔
جناب سید مظفر علی صاحب آسیر کے ایسے مضمون آفرین اغلاق پسند شاعر اور حکیم نواب مرزا صاحب شوق کے ایسے سادی زبان کے سانچے مین ڈھلی با محاورہ و بے تکلف کہنے والے سحر آفرین کی آنکھین دیکھی تھین اور سحر وغیرہ استاد ان فن سے صحبتین رہی تھین اسی اکھاڑے مین فصاحت نے مشق سخن کی ورزش شروع کی اور چندہی روز مین طبع رسا نے ایسے جوہر دکھائے کہ انکا کلام شاعرون مین چلنے اور قدردانان سخن کے دلونپر نقش ہونے لگا۔ چنانچہ اسوقت انکی شاعری کی عمر پچپن سال کی ہوگئی جسمین اُنھون نے اُردو زبان اور اُسکی شاعری کے بہت سے انقلابات کا تماشہ اپنی آنکھون سے دیکھا ہے۔ اور گذشتہ کشمکش مین جبکہ ایک طرف رامپور کے شاعر تھے دوسری طرف لکھنؤ کے صاحب کمال مرثیہ گو اور تیسری طرف انگریزی مذاق کے زبان پر چلے۔ اُنھون نے اپنے مذاق اور اپنی زبان قدیم کو مذاق سخن سے بال برابر نہ ہٹنے دیا۔ پُرانے رنگ کی خیال آفرینیون اغلاق پسندیون تعقیدون سے زبان کو زیادہ صاف کیا اور جدید شاعرون کی شوخیان معاملہ بندیان اور نئے سانچے کی ڈھلی ہوئی بندشین اور ترکیبین نہایت ہی خوشگوار اعتدال کے ساتھ اختیار کین۔ انکا کلام پسندیدگی عام کی بدولت شہرت کے پرون سے اُڑکے تمام اقطار ہند مین پہونچ گیا اور ہر شہر و قریہ مین انکے مُعترفین کمال کا اسقدر ہجوم ہوگیا کہ دور دور کے مشاعرون اور صدہا کوس کی ادبی محفلون مین بلائے گئے اور آنکھونپر بٹھائے گئے۔ مگر وضع داری کے جوش مین لکھنؤ کو نہ چھوڑا اس بے قدری و کس مپرسی کے دور مین اگرچہ بعض قدردان رئیسون نے بلایا بھی مگر وطن کو خیرباد کہنا گوارا نہ ہوا اور اس وقت تک اپنی خاندانی ایوان شاعری پر قدم جمائے سو کے قریب شاگردون کی سربراہی کرتے رہے لیکن افسوس کہ اب ضعف پیری اور اپنی خوش عقیدگی کے جوش مین عازم ہین کہ لکھنؤ کو الوداع کہکر باقی ایام زندگی عتبات دعالیات مین بسر کردین۔ اُنکی خوش نصیبی مین شک نہین مگر لکھنؤ اُنکو نہین بھول سکتا۔ اور اُنکے قدردانون اور شاگردون کا گروہ عظیم اُنکو ہمیشہ یاد کرتا رہے گا

قطعات تواریخ دیوان ثمرۂ فصاحت مصنفۂ ماہرین عالی وقار شعرائے نامدار

افضل ۔ جناب سید افضل علیخان صاحب مخاطب بہ افضل الدولہ خلف حضرت امیر مرحوم لکھنوی

کہان کوئی ایسا ہے استاد فن — کیا ایک کوزہ مین دریا کو بند
لطافت سے مملو فصاحت سے پُر — مضامین ہین ایک سے اک بلند
مصنف نہ ایسا نہ ایسا کلام — یہی دل سے کہتا ہے ہر ہوشمند
نظر اب عدو کی کرے گی نہ کام — دوائر ہین مجمر تو نقطے سپند

لکھی کلک افضل نے تاریخ یہ
بہت خوب دیوان عالم پسند
سنہ ۱۳۴۳ھ

احسن ۔ جناب سید محمد حسین صاحب لکھنوی

آن فصاحت کہ بود ماہر اسرار ادب — نازش بحر و صبا فخر جناب آتش
کردہ تدوین کلام خودش آن ماہر فن — احسن ہیچمدان را چہ مجال مدحش
یادگار است ز تخئیل قدیم این دیوان — ہست ناظورۂ ہر ہفت حسین و مہوش
پیش ارباب سخندان نبود مستبعد — روح فردوسی طوسی چو نماید عشعش

متفق قدر شناسان سخن میگویند
آمدہ گلبن گلزار فصاحت دلکش
سنہ ۱۳۴۳ھ

آرزو ۔ جناب سید نور حسین صاحب لکھنوی

ہوا ایسا کلام شاعر معجز بیان شایع — کہ ہر ہر شعر ہے جسکا مرقع درد و حسرت کا

یہ ہجری سال اسکی طبع کا اے آرزو لکھدو
کہ ہے پاکیزہ دیوان آج سرچشمہ فصاحت کا
سنہ ۱۳۲۳ھ

اعجاز - جناب سیّد اعجاز حسین صاحب تلمیذ رشید جناب مشتاق مرحوم

مسعود و مبارک ہو ہر اک اہل نظر کو — نظارۂ گلدستۂ گلزار امانت
دیوان معلیٰ ہی یہ اُس ماہر فن کا — جو مستند اُستاد ہے اب بعد لطافت
ممدوح مرا شاعر نو خیز نہین ہے — ہر اہل سخن سے اُسے حاصل ہی قدامت
اقلیم سخن پائی ہی میراث پدر مین — تب مملکت نظم ہوئی زیر حکومت
محکم ہوا شیرازۂ مجموعۂ تحقیق — تدوین کچھ ایسا ہوا دیوان فصاحت
مین صدق بیانی سے نہ اعراض کرونگا — ہر شعر مین مُضمر ہے وہ تہذیب متانت
ترتیب کا یہ سال زبان پر مری آیا — مجموعۂ استاد ہے مکتوب فصاحت
۱۳۴۲ھ

پھر طبع کا سن خامۂ اعجاز نے لکھا
ہر طرح سے دیوان ہوا سرمایۂ مدحت
۱۳۴۳ھ

اختر - جناب مولوی لطیف احمد صاحب مینائی لکھنوی المخاطب بہ اختر یار جنگ از حیدر آباد دکن

فکر گوہر بار مین ہے رنگ موج سلسبیل — نطق دل آویز ہے الہام غیبی کی دلیل
طبع دیوانِ فصاحت کا یہ اختر سال ہے — نقشِ اعجاز فصاحت ہی کلام بے عدیل
۱۳۴۳ھ

اقبال - جناب سید اقبال حسین صاحب از حیدر آباد دکن تلمیذ مصنف دیوان

چھپا صد شکر اب دیوان مرے اُستاد کامل کا — کہ جسکی دید کا مشتاق تھا ہر ایک مدت سے
سخن ہے انکی توصیف و ثنا کیا کر سکے کوئی — کوئی فقرہ نہین خالی بلاغت سے لطافت سے
زبان ماہران فن ہوئی ہی مدح مین قاصر — جو نکتہ سنج ہین وہ دیکھتے رہتے ہین حیرت سے
مجھے بھی فکر تھی اقبال سال طبع کیا لکھون — کہ اتنے مین یہ ہاتف کی صدا آئی مسرت سے

کہو فصلی مین یون تاریخ تم اب طبع دیوانکی
عجب نایاب دُر نکلا یہ دریائے فصاحت سے
۱۳۳۳ف

اظہر - سید ارادت حسین صاحب بہیروی از جھانسی تلمیذ مصنف دیوان ہذا

میرے اُستاد فصاحت جو ہین یکتاے زمان
کامل فن اُنھین ارباب سخن ہین سمجھے

فیض ہے آپکا جاری کہ ہین مشہور استاد
سیکڑون آپکے شاگرد ہین بہتر مجھ سے

طبع دیوان معلّیٰ کا سنا جب مژدہ
سال تاریخ مین کی فکر جو اظہر مین نے

بُلبُل طبع نے میرے یہ صدا دی کہ کہو
نہین دیوان ہے چھپا یہ گُل مضمون ہین کھلے

سنہ ۱۳۴۳ھ

اثر - جناب سید علی حسن صاحب لکھنوی وظیفہ یاب سرکار نظام دکن، شاگرد مصنف دیوان ہذا۔

چو دیوان اُستاد من طبع گشتہ
شگفتہ دلم شد ز فرط مسرّت

نکات فن شعر آموخت مارا
بشعر و سخن دارد اعلےٰ مہارت

اثر جستجو کرد چون بہر سالش
کشیدہ درین باب از حد مشقت

بہ سجم ندا داد ہاتف ز گردون
رقم کن چہ نادر ریاض فصاحت

سنہ ۱۳۴۳ھ

ارشاد - جناب ارشاد حسین خانصاحب خویش و شاگرد جناب حکیم مرحوم لکھنوی

زہے نظم مطبوع و زیبا و دلکش
سراسر فصاحت سراپا بلاغت

ہوئی فکر تاریخ ارشاد کو جب
اُسے ہاتف غیب نے دی بشارت

یہی طبع کے سال کا خوب مصرع
فصاحت کا دیوان نجم فصاحت

سنہ ۱۳۴۳ھ

احمد - جناب مرزا احمد علی صاحب عرف بڑے حکیم صاحب فیض آبادی

فصاحت کا سخن اعجاز اردوے علی کا
یہ ہستی کا مرقع ہی نگاہ اہل بینش مین
کہین عشق ازل مصروف ہی عرض تمنا مین
وہان ناز نمایان ہی یہان شوق عیان ہی

سخن سنجو نکے مشرب مین کتاب آسمانی ہے
کہین ہی ساری دنیا کی کہین اپنی کہانی ہے
کہین حسن ابد مشغول مشق لن ترانی ہے
ادھر ہے غمزۂ پنہان ادھر شوق نہانی ہے

لکھو تاریخ احمد طبع دیوان فصاحت کی
بنا گلدستۂ نایاب بستان معانی ہے
۱۳۴۳ھ

بلیغ - جناب نواب سید عسکری مرزا صاحب لکھنوی نیشاپوری

مناظر دین و دنیا کے دکھائے ہین فصاحت نے
کہین پر ذکر اعجاز اور کہین پر ذکر جادو ہے

بلیغ اک آپ بھی تاریخ کہئے سال ہجری مین
یہ دیوان آپ ہی کا آفتاب شرح اردو ہی
۱۳۴۳ھ

باسط - جناب ماسٹر سید باسط علی صاحب تلمیذ جناب جگر صدیقی از بسوان

میر عباس حسن ہین جو فصاحت صاحب
آپ استاد زمانہ ہین بڑے ماہر فن
چھپ گیا آپکا دیوان نفاست کیساتھ

آپ سے بزم سخن مین ہی ہر اک واقف خوب
آپکا رنگ طبیعت ہی جہان کو مرغوب
کم صفائی مین نہین صورت روے محبوب

فکر باسط ہی اگر سال اشاعت کی تعیین
لکھدو - دیوان فصاحت ہی نصاحت اسلوب
۱۳۴۳ھ

بلاغت - جناب سید عابد حسن صاحب عرف ابن صاحب ابن مصنف دیوان ہذا

جناب والد ماجد فصاحت — معرّف جنکا ہر اہل سخن ہے
جواہر کا ہے معدن اُنکا دیوان — ہے نقطہ اس مین جو دُرِّ عدن ہے

سنین طبع لکھواسے بلاغت
یہ گلزار مضامین کا چمن ہے
۱۳۴۳ھ

توقیر - جناب نواب احمد مرزا عرف چھٹن صاحب

اک مژدۂ تازہ جو سُنا دل ہوا مسرور — یعنی کہ چھپا اندنون دیوان فصاحت
ہر مطلع پر نور تجلی سے بھرا ہے — ہر شعر ہے اک شمع شبستان فصاحت
ہر لفظ سے گلہائے مضامین ہین مہکتے — گویا کہ کھِلا ہے چمنستان فصاحت
گلدستۂ رنگین اسے کہئے تو بجا ہے — ہر مصرع تازہ ہے گلستان فصاحت
جو لفظ مرکب ہی وہ موتی کی لڑی ہی — ہر نقطہ ہے گویا درِ غلطان فصاحت
بیمثل ہی ہر طرح یہ گنجینۂ مضمون — وہ قدر کرین جنکو ہے عرفان فصاحت
جو اہل ہنر ہین وہ جواہر اسے سمجھین — دل دیکے خریدین اسے خواہان فصاحت
کیا مدح و ثنا صاحب دیوان کی ہو مجسے — بے شبہہ یہ ہین فارس میدان فصاحت

یون طبع کی تاریخ کو توقیر نے لکھا
اب کان فصاحت ہی یہ دیوان فصاحت
۱۳۴۳ھ

ثریا - جناب شہزادۂ میرزا محمد ثریا قدر بہادر

ہوا طبع کیا خوب دیوان اُنکا — فصاحت ہین جو یادگار امانت
کہین روزمرّہ کسی جا مضامین — کہین پر بلاغت کسی جا فصاحت
کہین عاشقانہ ہین اشعار ایسے — جو معشوق مین کردین عاشق کی خصلت

اگر ہر سطر زلف جانان ہے پُر خم ۔۔۔ ورق روئے گلرنگ ہی تو یہ نکہت

دو بالا ہے لفظون سے نقطونکی خوبی ۔۔۔ کہ ہے خال سے جسطرح رخ کی زینت

جہان غیر منقوط اشعار آئے ۔۔۔ وہان سادگی پن نے ڈھائی قیامت

جو لفظونمین معنی کا جامہ پہنا یا ۔۔۔ ہوئی اور حرفون مین خوبی نہایت

زبان جون بمعنے کشاید سراسر ۔۔۔ کشند طوطیا را بہ عین سلامت

نزہتا لکھو اب سن طبع ہجری

وہ ہے صاف و شیرین کلام ملاحت

سنہ ۱۳۲۳ھ

ثروت — جناب نواب احمد علی خان عرف نواب بتن صاحب

ہر کواکب آسمان روشن مضامین نے کیا ۔۔۔ ہے مجھے جوش طبع سے رنگین طبیعت ہے یہ بحر

گر زمین کے صفحہ پر ثروت رقم تاریخ طبع

دُر معانی جلمہ دیوان فصاحت ہے یہ بحر

سنہ ۱۳۲۳ھ

ثاقب ۔ جناب مرزا ذاکر حسین صاحب قزلباش لکھنوی

دیوان فصاحت کا ہر شعر یہ کہتا ہے ۔۔۔ ڈالی ہے فصاحت نے بنیاد فصاحت کی

ایک ایک غزل اُسکی گھر کر گئے رہی دل مین ۔۔۔ یہ طرز فصاحت ہے ایجاد فصاحت کی

جسطرح سے معنی کی تحریر سخن مین ہے ۔۔۔ یون ہین دل معنی مین ہے یاد فصاحت کی

خود انکا معرف ہے جب حسن کلام انکا ۔۔۔ کیا مدح کرے مجھ سا نقاد فصاحت کی

دیوان کے چھپنے کی تاریخ یہ ہے ثاقب

واللہ فصاحت نے دی داد فصاحت کی

سنہ ۱۳۲۳ھ

جلیل ۔ جناب حافظ جلیل حسن صاحب المخاطب بہ فصاحت جنگ بہادر از حیدرآباد دکن

نزاکت کی ادائین ہین کرشمہ ہین لطافت کے ۔۔۔ فصاحت کے سخن مین لطف ہین کیا کیا بلاغت کے

زبان فکر رنگین نغمہ ریز حسن رعنائی
کلام درد افزا ترجمان جذبۂ پنہان
کوئی غش ہے کوئی بسمل کوئی بیخود کوئی حیران
سخن سنج و سخن ران و سخنگو ہین بہت لیکن
ادھر آئین وہ دیکھین یہ ادابندی یہ طباعی
یہ وہ اشعار ہین پارہ ہاے دل جنھین کہیے
زمانے بھر مین اس فکر فلک پیما کا چرچا ہے

لب ہر شعر پر سو سو فسانے عشق و الفت کے
مضامین دل آرا آئینے جوش طبیعت کے
دکھائے ہین عروس نظم نے جلوے قیامت کے
کہان اس آن کے ہین شاعر اس قابلیت کے
جنھین نازش ہے جدت پر جنھین دعوے ہین جودت کے
نہ گل اس رنگ کے دیکھے نہ لعل اس قدر و قیمت کے
ہماے شاعری نے پر نکالے خوب شہرت کے

جلیل اچھی ہے یہ تاریخ رنگین طبع دیوان کی
کھلے ہین روح افزا پھول گلزار فصاحت کے
سنہ ۱۳۴۳ھ

جگر - جناب حکیم محمد افتخار علی صاحب صدیقی زمیندار بسوان ؛

فصاحت ماہر فن میر عباس حسن صاحب
بہت ملک سخن مین آپ ہی کے دم سے ہے رونق
جہان فن مین اب ایسا سخنور کون نامی ہے
یہی وہ ہین کہ جنکی دھوم ہے ملک معانی مین
کلام سحر آگین جانفزا بھی ہے دل آرا بھی

زمانے پر ہے روشن آپ کی جو آج شہرت ہے
رسا طبع رسا ہے فکر کے دامن مین وسعت ہے
خدا آباد رکھے سچ تو ہے یہ دم غنیمت ہے
یہی وہ ہین جنھین اُردو زبان پر دست قدرت ہے
چھپا دیوان وہ دلکش دیکھنے والونکو حیرت ہے

مضامین کے جواہر اے جگر نایاب ہین اس مین
یہ دیوان فصاحت جادۂ کان فصاحت ہے
سنہ ۱۳۴۳ھ

حامد - جناب سید علی حامد صاحب سب جج لکھنؤ - در ہر مصرع تاریخ است

حیرت ہے مقابل کو بھی شان فصاحت پر
سمبت ۱۹۸۱
کیسا یہ زر گل ستارہ رہ کے چمکتا ہے
سنہ ۱۳۴۳ھ
آشفتہ براے حامد ہین شاد سے اب پڑھکر
سمبت ۱۹۸۱

یون محو ہین معنی کے عنوان فصاحت پر
سنہ ۱۳۴۳ھ
ہان نقش لطافت کا دامان فصاحت پر
سنہ ۱۹۲۴ء
ہین ماہ جبین شیدا دیوان فصاحت پر
سنہ ۱۹۲۴ء

حشمت - جناب خواجہ رزاق صاحب شاگرد مصنف دیوان ہذا

ہین اک اُستاد مرے جو فصاحت شاعر کامل — فصیح و خوش کلام و نکتہ سنج و نکتہ دان خوش خو
کلام عاشقانہ پر مضامین انکا ایسا ہے — بجا ہے رشک خاقانی و صائب گر کہین انکو
صحیح و خوشنما خوشخط چھپا دیوان جب انکا — پے تاریخ ہجری فکر لازم ہو گئی مجھ کو

جو پوچھا مین نے سال طبع ہاتف نے کہا حشمت
کلام شاعر شیرین بیان و بے بدل لکھدو
۱۳۵۳ھ

خبیر - جناب سید سرفراز حسین صاحب تلمیذ جناب آوج مرحوم

بر صفحۂ نگارین ریزد دُر مضامین — چون رشحۂ غمامہ شد خامۂ فصاحت
ہر نقطۂ بہ نظمش روکش بہ نقش مانی — ہر مصرع مُزیّن با جامۂ فصاحت
دیوان چو طبع گشتہ سالش خبیر گفتہ — نازد بجوہر فضل این نامۂ فصاحت
۱۹۳۴ء

خلیل - جناب محمد خلیل الرحمٰن صاحب زمیندار بسوان برادر و شاگرد جناب جگر

وحید عصر فصاحت جو ماہر فن ہین — وہ لکھنو کے ہین اہل سخن مین اب یکتا
وہ یادگار امانت ہین اور لطافت ہین — زبان کا اُنکی زمانے مین بج گیا ڈنکا
ہر ایک آنکھ تھی حسن کلام کی مشتاق — چھپا زمانے مین دیوان دلکش و زیبا
ہر ایک مصرع موزون ہے قامت موزون — ہر ایک شعر ہے یا حسن یار کا نقشا
وہ کون ہے جو نہین اس کلام کا قائل — زمانے بھر مین ہے اسکے کلام کا شہرا
نگاہ لطف و کرم ہے جو اہل بسوان پر — سب اہل بزم جگر دل سے رہتے ہین شیدا

خلیل سال اشاعت کی ہی جو فکر تمھین
لکھو - کلام فصاحت فزا فصاحت زا
۱۳۵۳ھ

دانش ۔ جناب حکیم مرزا فدا احمد صاحب

مشہور جہان شاعر لاثانی و یکتا — در سینۂ انجمنش سخنش جان فصاحت
در شعر غزلہا ش ز تکمیل کلامش — تو قیر بلاغت کند اعلان فصاحت
دیوان گران مایۂ آن ناظم نامی — شد طبع بہ اندازۂ ارمان فصاحت

مسموع شد این مصرع تاریخ ز دانش
مطبوع ز زر گل شدہ دیوان فصاحت

سنہ ١٣٤٢ھ

ذاخر ۔ جناب ذاخر صاحب الملخاطب بہ دعبل ہند

شرف کوئی ملک کا ہو نہ نظر و نہیں ہی جان کا — زمانہ مین جو رتبہ علم سے بڑھتا ہے انسان کا
اصول و فقہ و منطق صرف و نحو طب یونانی — اثر کچھ اسکے عالم پر نہیں ملک سلیمان کا
انھیں علمون مین اک علم ادب بھی ہو زمانے مین — ہمیشہ ماہرین فن مین ہے شہرہ زبان دان کا
جانمین ہی فنون نظم کا مانا ہوا عالم — دیار علم مین رکھتا ہے وہ بھی حکم سلطان کا
بساط نظم کے اُن عالمونمین یہ بھی عالم ہین — کہ جنکو آجکل منظور چھپوانا ہے دیوان کا
فصاحت ہو تخلص سب فصیح الدہر کہتے ہین — نشان مشکل سے ملتا ہے زبان دانی مین امکان کا
کہین قلب زلیخا کی نظر آتی ہے بیتابی — کہین نقشہ کھنچا ہے حضرت یوسف کے زندان کا
اسی حالت مین تم بھی کوئی سال عیسوی کہدو — اگر بیحد شوق عمر رفتہ کو ہے آب حیوان کا

تن بیجان مین حرفون کی ہی روح شاعری ذاخر
یہ جان افزا ہے سرمایہ فصاحت سے سخندان کا

سنہ ١٩٢٣ء

ذہین ۔ جناب نواب سید سردار بہادر عرف پیارے صاحب

طرز نورنگ مضامین را چو دیدم اے ذہین — سرنگون شد بر ورق در مدح اشعارش قلم
از برائے سال ہجری گفت دو تا محمود را — شہرۂ آفاق دیوان فصاحت شد رقم

سنہ ١٣٤٢ھ

رفیع — جناب مرزا محمد طاہر صاحب خلف جناب آوج مرحوم

نظم چون وادی ایمن بشد از طلعت فکر — اے کلیم سخن این مژدہ شنو از لب طور
سال تاریخ رقم کرد چنین کلک رفیع — طبع دیوان فصاحت شدہ با جلوہ نور ۱۳۴۳ھ

رضا — جناب مولوی برکت اللہ صاحب شارح سلم و مسلّم لکھنوی

مستند استاد کا ہے یہ کلام — کیون نہ ہو ہر قلب اس سے مستنیر
مصحفی کا رنگ ہے ہر شعر مین — ہے تغزل سے عیان شان نصیر
شاعری کہتے ہین اسکو دیکھ لو — ہے عیان ہر بیت سے انداز میر
جو غزل ہے شاعری کی جان ہے — جو نکیلا شعر ہے گویا ہے تیر
اب فصاحت پر فصاحت ختم ہے — کہہ رہا ہے ہر صغیر و ہر کبیر
واقعی جذبات کی اظہار مین — ہے طبیعت آپ کی ابر مطیر
دولت فن ہے وہ دولت انکے پاس — خرچ کرنے سے جو ہوتی ہے کثیر
آپ کے اوصاف ذاتی ہین رضا — جو کہو مین ہوگا وہ عشر عشیر
لکھدو بس اب مصرع تاریخ طبع — ہے یہ دیوان جلوہ گاہ بے نظیر ۱۳۴۳ھ

ریاض — جناب سید ریاض احمد صاحب لسان الملک از خیرآباد

مجموعۂ کلام فصاحت چھپا ہے خوب — لعل و گہر سے بڑھ کے کہین آب و تاب مین
حرفون نے لی جگہ ورق آفتاب پر — پتھر سے لعل اگل کے جڑے آفتاب مین
لو اور چار چاند سے لگے آفتاب کو — بجلی ہر اک کرن ہے حجاب سحاب مین
پھیکی پڑی ہے چاندنی کیون آج اسقدر — کیا داغ رشک ہے جگر ماہتاب مین

نقطے بنے ہین تارونکے آنکھونکی پتلیان
سطرین ہین کہکشان نظر انتخاب مین
کیسا ہی یہ کلام یہ کس کا کلام ہے
ہر شعر دوسرے سے سوا انتخاب مین
فرمائش جناب فصاحت ہوا ی ریاض
تاریخ طبع پیش کرون کیا جناب مین
کیا شاہد کلام کا نکھرا ہوا ہے رنگ
شوخی نہ یہ شفق مین نہ رنگ شباب مین
۱۳۲۳ھ

مصرع کہا یہ مین نے جو پہنا لباس طبع
معشوق نازنین ہے بھرا کیا شباب مین
۱۳۲۳ھ

قطعہ تاریخ طبعزاد سید موتمن جناب مولانا سید سبط حسن صاحب قبلہ

تلك اليسأتين التي قد اسفرت
عن وجهها ترمی الشذی انوارها
ارخت اذان اقتطاف باسما
جنتها اینعت اثمارها
۱۳۲۳ھ

سجاد - جناب نواب حاجی سید سجاد علیخانصاحب عرف منے نواب صاحب شاگرد ستم مرحوم

مکرم مرے دوست ہر دل عزیز
امانت کے فرزند ہین لا کلام
چھپا اُنکا دیوان ہوے شاد سب
الٰہی ابد تک رہے اُنکا نام
دعائیہ تاریخ سجاد لکھے
کلام فصاحت ہو مشہور عام
۱۳۲۳ھ

ستم - جناب مرزا محمد عسکری صاحب شاگرد مصنف دیوان ہذا

شاعر کامل وحید عصر اُستاد زمان
شہرہ و آوازہ ہندستان مین ہی آپ کا
طبع دیوان کی کہو تاریخ ہجری اے ستم
جا بجا اشعار ہین دلچسپ و دلکش دلربا
۱۳۲۳ھ

سائل - جناب نواب سراج الدین احمد خانصاحب خویش جناب داغ مرحوم

ہوا گوش زد مژدۂ روح افزا
فصاحت سے آگاہ ہے اک زمانہ
قلم اپنا چومین تو وہ آپ چومین
سلف کے خلف بہترین ذات اُنکی
سخن کے قلمرو کے سلطان وہی ہین
وہ اوج کمال سخن کے حسابون
منگائی ہے مجھ سے بھی تاریخ اس کی
کہ ناگاہ ہاتف سنے کی رہنمائی

کہ سرکردۂ شاعران سرگیہان
وہ اُردو زبان کے ہین اسوقت سحبان
قدم چومتے ہین سہین اُنکے شایان
سخن آفرین و سخنور سخندان
بساط سخن کے وہی ہین سلیمان
بجا ہے اگر کہدیے جائین کیوان
مرے نام بھی آئے ہین چند فرمان
یہ کہدے کہ ہوتا ہے تو کیون پریشان

حساب جمل مین تو ثابت ہے سائل
سجّل فصاحت فصاحت کا دیوان
۱۳۴۳ھ

تسلیم - جناب میر حسین صاحب لکھنوی

دیوان فصاحت کا جسوقت ہوا شایع
تعریف کرون کیا مین اس شاعر یکتا کی

اشعار کی خوبی سے ممتاز زمانہ ہے
یہ گنج امانت کا بے مثل خزانہ ہے

نکلا ہے سلیم اسکا یہ طبع کا سال اچھا
اس دفتر رنگین کا کیا آج فسانہ ہے
۱۳۴۳ھ

سعید - جناب سید محمد سعید صاحب شاگرد مصنف دیوان

بہار سخن نے کھلائے ہین کیا گل
ہوا طبع مجموعۂ حسن و خوبی
سعید انکی توصیف کیونکر نہ لکھون

غزل خوان ہین بزم سخن مین سخنگو
جناب فصاحت کا دیوان دیکھو
ہین میرے بزرگ اور اُستاد خوشخو

یہ مشق کہن کا سبب ہے سراسر — اہو جس رنگ کا شعر دل پر اثر ہو
مضامین نئے سہل الفاظ میں ہین — اگر اس کو طبع خداداد سمجھو
ہے آخر مین اس قطعہ کے سال ہجری — بتادے تو سب سے پہلے یہ اہل سخن کو

نہ دیکھا کسی کا سلیس ایسا دیوان
کلام فصاحت فصاحت مین ہے جو
۱۳۴۳ھ

شرر۔ جناب نواب سید سلطان علیخان صاحب بہادر

میرے احباب مین ہین ایک بزرگ — سب کے نزدیک جنکی عزت ہے
ہین کہن سال کیون نہ ہون مشاق — پائی کس لطف کی طبیعت ہے
اُنکا دیوان ہو گیا مطبوع — کچھ نہ کچھ ہر غزل مین جدت ہے
دونون مصرع ہین یادداشت حور — بیت ہر ایک باب جنت ہے

طبع دیوان کا سال لکھدو شرر
یہ گل دفتر فصاحت ہے
۱۳۴۳ھ

شرر۔ جناب محمد حسن مرزا صاحب مشہدی

کیون نہ شہرہ ہو تخلص ہو فصاحت آپکا — لکھنو کی وضع مین اور شاعری مین بے مثال

صنعت معجم مین لکھدو اب سن ہجری شرر
جلوۂ رنگین ہے دیوان نام آثار خیال
۱۳۴۳ھ

شہید۔ جناب سید محمد نوح صاحب رئیس مچھلی شہر ضلع جونپور

تھا امانت کیطرح محفوظ جو گنج کلام — تا یقین دید کو اُسمین سے اب حظّہ ملا
یعنے شائع ہو گئی صد شکر وہ نظم فصیح — جسکا ہر مصرع ہے حسن لطافت سے بھرا
کیون نہین تصنیف آخر ہے یہ کس اُستاد کی — حضرت ناسخ سے البتہ ہے جسکا سلسلا

میر عباس حسن عالی نسب والاحسب
عالم علم سخن از ذہن ذکی الاذکیا

افصح و ابلغ زباندان و رئیس لکھنؤ
شاعرِ عالی خیال و صاحبِ فکر رسا

ماہر فن ماہر علم معانی و بیان
جنکی شہرت شاعران عصر مین سب سے سوا

والد ماجد کے اپنی یادگار و جانشین
واقعی قایم مقام اپنے برادر کے بجا

ہے دسیع اسدرجہ خوان فیض جاری آپکا
سیکڑون شاگرد جس سے ہوتے ہین فرمان روا

بسکہ مین بھی خرمن ناسخ ہی کا ہون خوشہ چین
فرض مجھپر اس سے سال طبع کہنا ہو گیا

تھے ہنیر ذرہ پرور مہر گردون کمال
مین بھی شاگردان ادنی مین ہون اُنکی خاکپا

مصرعۂ تاریخ سال طبع لکھیے اے شہیر
واہ وا کیا خوب دیوان فصاحت کا چھپا
۱۳۴۳ھ

شائق - جناب سید حسن صاحب خلف منشی سید فضل رسول صاحب واسطی تعلقدار سندیلہ

جناب فصاحت ہین اُستاد جو
معظم مرے خالو ذو الاحترام

ہین آگاہ اُنسے صغیر و کبیر
کہ ہندوستان میں ہین وہ نیکنام

شبستان عالم مین ہے اُسکی ضو
کمال اُنکا ہے مثل ماہ تمام

چھپا ہے جو دیوان خوبی کے ساتھ
ہین اشعار مطبوع ہر خاص و عام

رقم کردو شائق یہ تاریخ طبع
فصاحت کا پاکیزہ بہتر کلام
سنہ ۱۳۴۳

ضریر - جناب منشی محمد احمد صاحب خلف اکبر منشی امیر احمد صاحب مرحوم استاد نواب صاحب بہادر والی شہر رامپور

نیرنگ ہین جہان کے دیوان سے آشکار
ہر شعر اس مین دیکھیے ہے ہر لباس کا

ہر نقطہ سے عیان ہے ضیا برق طور کی
اے چشم دید کام ہے ہوش و حواس کا

ناظر سے کہہ رہے ہین مضامین نو بہ نو — ہم مین ذرا بھی دخل نہین اقتباس کا
آسان ہو نگی اسکی مضامین کی مشکلین — موقع نہین ہے اہل سخن کو ہراس کا
تصویرین عیش و رنج کی کھینچی ہین بیمثال — مضمون ہے کوئی وصل کا کوئی ہے یاس کا
باریک بین خیال ہے ایسا کہ وقت فکر — مضمون دور سے نظر آتا ہے پاس کا
استاد کہنہ مشق و سخندان یہ ہین صریر — ہر ایک ہم خیال ہے میرے قیاس کا

ہر لفظ کسطرح نہو پھر لعل بے بہا
دیوان یہ ہے فصاحت گوہر شناس کا
۱۳۴۳ھ

صفدر۔ جناب صفدر صاحب مرزاپوری

چھپ کے مطبع سے آپکا دیوان — بن کے معشوق دلربا نکلا
کیا لطافت ہے کیا فصاحت ہے — شعر ایک ایک بامزا نکلا
ہم نے جب غور سے اسے دیکھا — حسن معنی کا آشنا نکلا

سال اشاعت کلھے یہی صفدر
آفتاب سخن بھی کیا نکلا
۱۳۴۳ھ

صغیر۔ جناب سید واجد حسین صاحب تلمیذ مصنف دیوان ہذا

میرے استاد فصاحت ہین وہ عالی رتبہ — شعرا ہین جنھین خالق نے دیا عزّ و وقار
عام اقلیم سخن مین ہے جو حضرت کا فیض — اتنے شاگرد ہین شہرو نمین نہین جنکا شمار
آب و تاب ایسی ہر اک شعر کی غزلونمین ہے — جوہری دیکھے تو صدقے کرے دُرِّ شہوار
گلشن دہر مین دیوان ہی یہ ایسا رنگین — بلبل طبع ہوئی جاتی ہے سو جان سے نثار

بادل شاد یہ اسکا سن ہجری ہی صغیر
کہئے اسکو چمن فکر فصاحت کی بہار
۱۳۴۳ھ

صغیر - جناب سید محمد اصغر حسین صاحب از گورکھپور شاگرد مصنف دیوان ہذا

فصاحت کہ در فن شعر است کامل
بہ آفاق مشہور در خوش بیانی

چہ استاد یکتا کہ فکر بلندش
بہ ملک سخن میکند حکمرانی

بصد جہد و کوشش مرتب نمودہ
چہ نظمی کہ دارد نہ در خلق ثانی

غزلہا ہمہ شوخ و دلچسپ و رنگین
خوشا خوش کلامی خوشا تر زبانی

بہ ہر بیت از ہر گہر بار مضمون
ز ہر شعر رخشان عجب دُر فشانی

عجب لذت و کیفیت بر شعر دارد
زیادہ شود شوق چندانکہ خوانی

ز اولاد کم نیست تصنیف شاعر
ہمین است بس ثمرۂ زندگانی

ز اصلاح وے فیض کردم چو حاصل
بباغ سخن میکنم گل فشانی

صغیر این بہ منقوطہ گفتیم سالش
چہ مضمون شیرین چہ نازک معانی

ضامن ـ جناب محمد ضامن صاحب کنتوری از حیدرآباد دکن

گرامی گوہر بحر سیادت
فصاحت خسرو ملک فصاحت

بہ بزم شعر صدر آرای معنی
بہ حسن نطق حسن افزای معنی

عروس نظم را مشاطہ کلکش
گہر شہوار سر تا سر بہ سلکش

روان بہ ور روانی کلامش
زند موج آب حیوانی بہ خامش

فصاحت را از او ناز بلاغت
بلاغت را از او ساز فصاحت

غزل زو مشک پرور چون غزالہ
حدیثش شوخ و رنگین تر ز لالہ

درین ایام از افکار رفاسہ
شدہ ما را ز حسن نظم کاسہ

مرا چند است یک دکان معنی
نہ دیوانے کہ باشد جان معنی

بہ چاپ آمد چہ آن مجموعۂ نغز
جہانے را ز بویش تازہ شد مغز

تراضامن اگر تشویش سال است
بجوان اسمش کہ آثار خیال است
۱۳۴۳ھ

عقیل - جناب سید مہدی حسین صاحب مختار عام سرراجہ صاحب بہادر محمود آباد

ہے نظم مین تاثیر کہ دل ہو بیتاب
ہے حرف ہر اک دُرِّ ثمین و خوش آب
لکھ مصرع تاریخ یہ اے کلکِ عقیل
صد شکر ہے دیوان فصاحت نایاب
۱۳۴۳ھ

عشرت - جناب خواجہ عبد الرؤف صاحب لکھنوی

نور حسن معانی دلکش
شمع کاشانۂ فصاحت ہے
ہر ورق اس نفیس دیوان کا
پر پروانہ فصاحت ہے
نکتہ رس ہین معرفت دیوان
گرم افسانۂ فصاحت ہے
مست ہین بادۂ سخن سے سب
مے میخانۂ فصاحت ہے
جلوہ افروز ہین بتان سخن
یہ صنم خانہ فصاحت ہے
سال تاریخ ہے یہ اے عشرت
جم میخانہ فصاحت ہے
۱۳۴۳ھ

عالم - جناب مولوی عالم صاحب المخاطب بہ لسان الزمن

طبع دیوان ہوا فصاحت کا
نکلین صد شکر حسرتین دل کی
لکھا عالم نے مصرع تاریخ
پاک تصویر حسن و عشق چھپی
۱۳۴۳ھ

فرید - جناب سید رضی حیدر صاحب عرف سلطان صاحب نبیرۂ جناب حیدر مرحوم

یہ وہ گلدستۂ گلہاے گلزار فصاحت ہے
کہ رنگینی کھپی جاتی ہے جسکی چشم قاصر مین

مصنف کی ثنا و مدح اک تحصیل حاصل ہے
سخن ہے حد فاصل مبتدی اور فنکے ماہر مین

فرید اب مصرع تاریخ ہجری مین رقم کر دو
ہے دیوان اسقدر نایاب سے تولو جواہر مین

سنہ ۱۳۴۳ھ

فہیم - جناب سید ساجد حسین صاحب نبیرۂ مولوی سید نقی صاحب مجتہد اعلی اللہ مقامہ

یہ ہے بوستان ہمیشہ بہار
نظر جس سے گلچین کی محجوب ہے

غزلہاے رنگین کا مجموعہ ہے
جو طالب ہے اسکا یہ مطلوب ہے

چھپا ایسے انداز دلچسپ سے
کہ ہر اہل بینش کو محبوب ہے

جو کی مصرع سال ہجری کی فکر
کہا دل نے سن گل کو مرغوب ہے

سر آفرین ہے یہ لکھا اے فہیم
فصاحت کا دیوان بھی کیا خوب ہے

سنہ ۱۳۴۳ھ

فاضل - جناب مولوی سید غلام جبار صاحب المخاطب نواب جبار یار جنگ بہادر از حیدر آباد دکن

کمال و فضل فصاحت ہے مثل مہر عیان
عیان جو امر ہو کیا کیجیے پھر اسکا بیان

مہک رہے ہین ہر اک شعر مین گل مضمون
بندھی ہین نظم کے رشتہ مین پھولونکی لڑیان

مذاق شعر جنھین ہو وہ دیکھین انکا کلام
وہ نظم انکی پڑھین جنکو سیکھنی ہو زبان

زبان شستہ مضامین نفیس و پاکیزہ
قبول خاطر ارباب علم ان کا بیان

کہین ہے وصل کا لطف اور کہین فراق کا غم
کہین بہار کا عالم کہین ہے رنگ خزان

سخن نے پایا ہے حسن کلام کا خلعت
پسند کرتے ہین سب اسکو شاعران جہان

کہین سبھون نے اشاعت کی اسکی تاریخین — مجھے بھی ذوق سخن نے دیا ہی یہ فرمان

گیا ہے فاضل عاصی نے بھی رقم سن طبع
چھپا فصاحت شیرین کلام کا دیوان
سنہ ۱۳۴۳ھ

فروغ - جناب سید امیر حسن لکھنوی وکیل ہائیکورٹ نظام از حیدرآباد دکن

شاعر شیوا زبان خوش فکر خوش گو خوش بیان — بندھ گئی باغ سخن مین جنکے مضمون کی ہوا
بھائی ہین انکے لطافت اور امانت ہین پدر — شاعری مین ملتا ہے ناسخ سے انکا سلسلا
ناز انھین لوگون پہ کرتی ہے زبان لکھنؤ — بس انھین لوگونکے ہے اردو کا سر سہرا رہا

تم سن ہجری مین سال طبع لکھدو اے فروغ
واہ دیوان فصاحت کس لطافت سے چھپا
سنہ ۱۳۴۳ھ

فوق - جناب سید فرحت حسین صاحب ابن جناب فروغ صاحب لکھنوی از حیدرآباد

ہین شاعر دیرینہ عباس حسن صاحب — ہے خاتمہ حضرت پہ اخلاق و مروت کا
اسلاف کے دنیا مین اخلاف ہون تو ایسے — روشن ہے زمانے مین نام انسے امانت کا
مشہور ہے نام انکا نایاب کلام ان کا — ہر گوشۂ دنیا مین شہرہ ہے فصاحت کا
مضمون دُر ناسفتہ موتی کی لڑی مصرع — ہر بحر مین شعر انکا دریا ہے بلاغت کا

ترتیب کا سن ہجری اے فوق یہ تم لکھدو
دیوان فصاحت ہے آئینہ فصاحت کا
سنہ ۱۳۴۳ھ

فانی - جناب سید شاہد علی شاہ صاحب سبز پوش سجادہ نشین خانقاہ رشیدیہ جونپور رئیس گورکھپور کہ در ہر مصرع یک سن ہجری و یک سن عیسوی است و ہو ہذا

دیوان فصاحت کہ دل و جان فصاحت (سنہ ۱۳۴۳ھ) — یا کہئے اے شمع شبستان فصاحت (سنہ ۱۹۲۵ء)
یا مہر کمالات ہے یا جوہر دانش (سنہ ۱۳۴۳ھ) — یا اوج سخن یا چمنستان فصاحت (سنہ ۱۹۲۵ء)

دیوان ہے یہ شمس لطافت کہ بہم نور (سنہ ۱۳۴۳ھ)
کیا خوب ہوئی طبع سے رونق ہی جہاں مین (سنہ ۱۳۴۳ھ)
فانی ہین فقط طبع کی ہر بیت مین دو سن (سنہ ۱۳۴۳ھ)

ہے جذبۂ دل یا ہے گلستان فصاحت (سنہ ۱۹۲۵ء)
ہر شعر سے ہے اوج عیان شان فصاحت (سنہ ۱۹۲۵ء)
کیا افضل و پر کیف ہی دیوان فصاحت (سنہ ۱۹۲۵ء)

جناب قیصرؔ رضوی لکھنوٗ

عہ یہ اختصار تام حسب فرمائش مصنف تاریخ ہے ۱۲

فصاحت امانت کے فرزند ہین
برادر لطافت کے ذی مرتبا

یہ کیسا ہے قیصرؔ کلام آپ کا
فصاحت مین بیشک دیوان چھپا

لیاقتؔ۔ جناب سید مہدی حسین صاحب عرف مجن صاحب ابن مصنف دیوان ہٰذا

عجب دیوان چھپا ہے آرزو تھی جسکی مدت سے
یقین تو ہے کہ مثل غنچہ وگل دل شگفتہ ہو

بجسم شوق سب نو مشق و استاد زمن دیکھین
محبت کی نگاہون سے جو اسکو اہل فن دیکھین

لیاقتؔ معجزہ مین عیسوی سن طبع کا لکھو
کلام حضرت والد کو ارباب سخن دیکھین
سنہ ۱۹۲۶ء

مشہدیؔ جناب نواب مرزا محمد رضا حسین خانصاحب بہادر رئیس اعظم لکھنوٗ

للہ الحمد یہ دیوان فصاحت جو چھپا
خوب بندش ہے تو مرغوب نشست الفاظ
قابل دید ہے یہ تازہ مضامین کی بہار
اسکی جب چشم نے کی سیر اسے لطف آیا
کیا بہار آئی ہے اس باغ مین سبحان اللہ

کیسا تحفہ شجر نظم مین آیا ہے ثمر
پختہ کاری کا ہے جو رنگ یہ لایا ہے ثمر
تازہ اے تازگیٔ فکر دکھایا ہے ثمر
طبع کہتی ہے دل و جان سے یہ بھایا ہے ثمر
بارور ہے شجر شکر یہ لایا ہے ثمر

مشہدیؔ فکر جو تاریخ کی کی مین نے کہا
گلشن طبع کا کیا خوب یہ پایا ہے ثمر
سنہ ۱۹۲۵ء

محشرؔ۔ جناب مرزا کاظم حسین صاحب لکھنوی

چھپا ہے یہ دیوان اے اہل دل
تمام و کمال اسکو اکثر پڑھو

رقم کردو محشرؔ پئے سال طبع
کلام فصاحت مکرر پڑھو
سنہ ۱۳۴۳ھ

محبتؔ۔ جناب واجد حسین صاحب تعلقدار رسولی شاگرد رشید مصنف دیوان ہذا

چمن ہے معنی رنگین کا یا گلزار جنت کا
کہ اس دیوان مین اک جوش ہے بحر طبیعت کا

کہین مضمون فصاحت کے کسی جا ہین بلاغت کے
کہین ہین شوق کی باتین کہین مضمون حسرت کا

رہین استاد میرے تا صدی سال دنیا مین
جنھین ہین یادگار اہل سخن سمجھے امانت کا

یہ حسن نظم کیا کیا لے رہا ہے چٹکیان دلمین
کوئی شاہد نہ دیکھا شوخ ہمنے اس طبیعت کا

محبتؔ فکر کی جب مصرع تاریخ کی مین نے
کہا دل نے یہ کیا اچھا خزینہ ہے فصاحت کا
سنہ ۱۳۴۳ھ

ماہؔ۔ جناب سید سردار حسین صاحب زیدی شاگرد مصنف دیوان ہذا

جو فصاحت میرے ہین استاد عالم مین وحید
شاعر نامی سخندان صاحب خلق کثیر

سعدی و خاقانی ہند انکو کہنا ہے بجا
شاعری کے فن مین ہین ثانی عرفی و ظہیر

انکے اوصاف حمیدہ کیا کسی سے ہون بیان
قدر کرتے آئے ہین انکی زمانے کے امیر

تھی خوشی احباب کو دیوان چھپنے کی بہت
ایک مدت سے تمنا مین تھا ہر برنا و پیر

سلسلہ جو ہے جناب شیخ ناسخ سے انھین
ہان سخن کی داد دیتے ہوتے گر خواجہ وزیر

فیض سب یہ حضرت استاد ہی کا ہے مگر
شاعری مین نامور ہونا بھلا مجھ سا حقیر

اسقدر اے ماہؔ کیون ہے فکر سال طبع کی
لکھدے۔ وہ دیوان چھپا جو آپ ہے اپنی نظیر
سنہ ۱۳۴۳ھ

مرزا - جناب مرزا محمد ہادی صاحب بی - اے از حیدر آباد دکن

ہرچند کہ دور ہون مگر دل
ہے پیش نگاہ کوچہ کوچہ
ابتک رخصتِ سفر نہ اُترا
دل فکر مین تھا کہ دیکھئے اب
اک دن یہ سنا کسی سے مین نے
اشعار وہ چھپ رہے ہین جسمین
پھولونکی مہک چمن سے آئی
دیوانِ فصاحتِ سخنور
ہر شعر کا انکی رمز مرّہ
مستانہ جو شعر ہو یہ سمجھو

غربت مین نثارِ لکھنؤ ہے
دل آئنہ دار لکھنؤ ہے
دامن پہ غبار لکھنؤ ہے
کیا لیل و نہار لکھنؤ ہے
زور با زار لکھنؤ ہے
لطفِ گفتار لکھنؤ ہے
یا مشک تتار لکھنؤ ہے
گویا گلزار لکھنؤ ہے
شرح آثار لکھنؤ ہے
جامِ سرشار لکھنؤ ہے

تھی سال کی فکر دل یہ بولا
لکھ ۔ باغ و بہار لکھنؤ ہے

منیر - از جناب مولوی محمد منیر صاحب مصحح مطبع ہذا
۱۳۴۳ھ

اُستاد نامور ہین وہ حضرتِ فصاحت
پایا اسی چمن مین نشو و نما اُنھون نے
بے مثل و بے بہا ہے دیوان یہ انھین کا
بیجا نہین ہے اسکو نیرنگ چین جو کہیے

دنیا مین آج جنکا کوئی نہین ہے ثانی
شعر و سخن مین گذری سب انکی زندگانی
اہلِ سخن کو لازم ہے اُسکی قدردانی
ہے ہیچ اسکے آگے نقش و نگارِ مانی

لکھدو منیر مصرع یہ سال عیسوی کا
یہ ثمرۂ فصاحت ہے گلشن معانی
۱۵ ۶۴۵ ۵۲۹ ۱۵ ۳۰۰ ۱۲۱
سنہ ۱۹۲۵ عیسوی

نوازش جناب نواب دلاور علیخانصاحب المخاطب بہ نوازش الدولہ بہادر خلف نواب فلک الدولہ بہادر مرحوم اشعار اوصاف مصنف دیوان ہذا

جو دنیا مین ہین یادگار امانت
مرے دوست ہین انکو سب جانتے ہین
یہ مختار ہین شاعران جہا ہین
ہمیشہ یہ اچھون سے ملتے رہے ہین
قصیدہ غزل کہنا حصہ ہے انکا
بہت خوب دیوان انکا چھپا ہے
بلاغت ہی ہر لفظ سے اسکی ظاہر
مین کہتا بہت کچھ مگر کیا بیان ہو

ہے مشہور جنکا تخلص فصاحت
رئیس و شریف انکی کرتے ہین عزت
ہے نظرونمین سب کی بہت انکی وقعت
کہ اچھون کی اچھی ہی ہوتی ہے خصلت
کہ اس فن مین ہے خاص انکو مہارت
ہر اک بیت سے جسکی پیدا ہو جدت
ہر اک شعر ہے اسکا جان فصاحت
نہین کثرت کار سے مجکو مہلت

بس اتنا ہے کافی نوازش یہ لکھدو
فصاحت رہین تا قیامت سلامت

نصرت۔ جناب قاری یعقوب علیخانصاحب لکھنوی

عندلیب طبع دیوان فصاحت راببین
در فصاحت در بلاغت بیعدیل و بےنظیر
فخر حسان رشک سحبان بلبل گلزار نظم
اے صبا در باغ عالم خوشہ چین را کن خبر
صرف شد عمر عزیز او بہ تحصیل کمال
ہمچو مہر روز روشن نور افشان بر زمین

صفحہ گلشن سرو مصرع نقطہ گل مضمون بہار
نازشش اہل زمانہ افتخار دیادگار
شاعر معجز بیان و ماہر فن ذو فقار
بہر فیض عام انبار مضامین بےحصار
کہنہ گشت و ہم چنان تازہ بعالم نامدار
خود بہ دار لکھنؤ شاگرد آن در ہر دیار

گفت نصرت سال طبعش صوری و ہم معنوی
کین ہزار و سہ صد و چہل و سہ آمد در شمار
۱۳۴۳ھ

نوحؔ - جناب محمد نوح صاحب تلمیذ رشید جناب داغ مرحوم

کیون نہ سب خوش ہون کہ دیوان فصاحت چھپ گیا ... خلق کا مطلوب ہے آفاق کا محبوب ہے

حکم کی تعمیل مین اے نوحؔ لکھدے سال طبع
واہ دیوان فصاحت واہ کیا ہی خوب ہے
١٣٤٣ھ

نظمؔ - جناب سید علی حیدر صاحب طباطبائی المخاطب بہ حیدر یار جنگ از حیدرآباد دکن

ہر طرف سے آرہی تھی ناشناسونکی صدا ... اب نہین مطبوع معنی و بیان لکھنؤ
انکو دیوان فصاحت مین دکھادونگا ضرور ... جنکا ہے رنگ تغزل گلستان لکھنؤ
ہے کلام انکا بلند اسوجہ سے مشہور رہے ... ہین گواہ اس کے زمین و آسمان لکھنؤ
فکر ہو نزل کی جسکو پیروی انکی کرے ... کچھ نظر آتی ہے گرد کاروان لکھنؤ
یہ بیان وہ ہو کہ جسکے طرز پر مرتے ہین لوگ ... یہ زبان وہ ہے جسے کہتے ہین جان لکھنؤ
اس سے پھیلی ہین فصاحت کی شعاعین ہند مین ... صبح صادق ہے غبار آستان لکھنؤ
دلمین دیتے ہین جگہ جو لوگ ہین اہل نظر ... قدر گو کرتے نہ ہون نا قدردان لکھنؤ

سامنے منکر کے پڑھدے نظمؔ یہ مصراع سال
دیکھ بدبین کتنی شیرین ہے زبان لکھنؤ
١٣٤٣ھ

نکہتؔ - جناب شیخ اصغر علیخانصاحب لکھنوی شاگرد مصنف دیوان ہذا

فصاحت میرے جو اُستاد ہین نام آور و کامل ... نہین مثل و نظیر انکا کہ اس عالم مین ہین یکتا
ہزارون انکے ہین شاگرد یہ اُستاد نامی ہین ... اگر فردوسی و طوسی کہین انکو نہین بیجا
عروض وقافیہ از بر بجور نوزدہ بر لب ... جہا نمین کم کوئی ہوگا فصیح ایسا بلیغ ایسا
چراغ بزم حکمت ہین کہ علم آبائی انکا ہے ... انھین سے نام روشن ہے امانت کا لطافت کا
چھپا دیوان وہ انکا کہ جو رشک خیابان ہے ... جو صفحہ ہے وہ گلشن ہی جو مصرع ہی وہ ہی طوبیٰ
جو نقطے ہین وہ غنچے ہین حروف اسکے گل تر ہین ... زبانے ہین اگر باغ ارم سمجھین تو ہے زیبا

پے تاریخ اے نکہت صدا ہاتف کی یہ آئی
کلام شاعر شیرین زبان ہے یہ چھپا اچھا
۱۳۴۳ھ

وقارؔ۔ جناب نواب سید سلطان حسین خانصاحب بہادر رئیس اعظم کانپور

ہوا طبع دیوان اُستاد کامل — ترا شکر اے خالق ذوالمنن ہے
زبنین شگفتہ تر و تازہ مضمون — خزان کا نہین دخل یہ وہ چمن ہے
عجب لطف ہے سیر کرنے مین اسکے — نرالی ادائین نرالا چلن ہے
کوئی دے رہا ہے دعائین کسیکو — کوئی کہہ رہا ہے وہ پیمان شکن ہے
کوئی جان دیتا ہے خلوتمین روکر — کوئی محو آرائش انجمن ہے
کسی سقف مسجد پہ بتخانہ گرنا — کہین شیخ کا غل ہے چپ برہمن ہے
سنوارا ہے فکر فصاحت نے ایسا — عروس سخن پر غضب کی پھبن ہے
غرض حسن و خوبی سے مملو ہے دیوان — وہ سمجھے گا جو ماہر راز فن ہے

وقار اب جو ہے فکر تاریخ تمکو
تو لکھو کہ جان فصاحت سخن ہے
۱۳۴۳ھ

وسیمؔ۔ جناب سید محمد عسکری صاحب ساکن گورکھپور

فصاحت سے ہے لکھنؤ کو شرف — سخن مین لطافت کے انداز ہین
یہ بحر و جلال و تعشق کی طرح — سب اہل معانی مین ممتاز ہین
سب اشعار دیوان کے اے وسیم — ہمارے لئے باعث ناز ہین
ہوئی فکر تاریخ یہ دیکھکر — در فیض بھی چرخ پر باز ہین

فرشتے نے آواز دیکر کہا
فصاحت کے اشعار اعجاز ہین
۱۳۴۳ھ

واقف۔ جناب مرزا اواجد حسین صاحب تلمیذ رشید جناب اسیر مرحوم

بوسے فراق و وصل کبھی بوے یار آئے
باد صبا کے دوش پہ ہو کر سوار آئے

دیوانہ وار جوش جنون کی ہوا اچھلے
دامان گل کو کرتی ہوئی تار تار آئے

دیوان وہ چھپ گیا جو ہی گلزار عشق کا
شہرت ہوئی کلام فصاحت کے بار آئے

جو راز تھا کلام فصاحت سے کھل گیا
کیون حسن و عشق اپنے تجھے کوئی عار آئے

سلجھی ہوئی وہ طبع فصاحت کی ہی ہوا
مضمون کی زلف بلغ سخن مین سنوار آئے

جو صفحہ ہے وہ اک سبد گل فروش ہی
بلبل چمن چمن یہی جا کر پکار آئے

واقف ہے دیکھنے کا بڑا بلبلو نکو شوق
اس گلشن سخن مین وہ تازہ بہار آئے

ہلال۔ جناب محمد اختر حسین خانصاحب ساکن گورکھپور تلمیذ مصنف دیوان ہذا

میر عباس حسن صاحب علم
ہست ذی مرتبت استاد من

در جہان است فصاحت مشہور
شاعر نامور و فخر زمن

گشت مطبوع چو این دیوانش
دیدہ از شوق ہلال اہل فن

ہاتف غیب بتین طبعش
گفت واللہ گلستان سخن لکھو
۱۳۴۲ھ

یونس جناب یونس حسین صاحب زیدپوری تلمیذ جناب اوج مرحوم

خدا رکھے فصاحت کو غنیمت لکھنؤ مین ہین
بیان کیا ہو فصاحت کی فصاحت کا بلاغت کا

اُدہر ہر شعر ادھر خود بھی چراغ بزم معنی مین
زمانے مین کیا ہر طرح روشن نام امانت کا

تلمذ گو نہین مجکو مگر استاد کہتا ہون
سخن کی بات ہے باعث نہین دیرینہ الفت کا

مرے اُستاد مرزا اوج انکا وصف کرتے تھے
لیاقت جسمین ہے قائل ہو دونو نکی لیاقت کا

چھپا ہے آپکا دیوان اصرار احبا سے
کہ جسکی سیر سے دل بلغ باغ اہل بصیرت کا

پے تاریخ یونس نے کہا برجستہ یہ مصرع
عجب اسکے ہیں گل چیدہ یہ گلشن ہے فصاحت کا

۱۳۴۳ھ

یکتا جناب نواب مرزا محمد ہادی علی خان صاحب لکھنوی

زہے فیض لطف کلام آفرین
بدین رفعت آمد عروج کمال

کسے را بہ استادیش عذر نیست
رسیدہ بہ مشق سخن شصت سال

بہ تحقیق از خاندان جلیل
ز علم و ادب چون فرشتہ خصال

ز فکر رسا شاعران زمن
بہ نظم فصاحت کجا ہم خیال

بہ ہجری چہ تاریخ یکتا بگفت
کہ یک بیت دیوان ندارد مثال

۱۳۴۳ھ

غزل طرح نمائش و مشاعرہ عظیم الشان در شہر مینپوری بتاریخ ۱۹ مارچ ۱۹۲۵ء بنا نمودہ ڈپٹی کمشنر بہادر بوجہ بزرگی و اُستادی صدر نشین مشاعرہ مصنف دیوان ہذا مقرر شد

بجاے لوح اگر نقش پاے یار رہے
تو سجدہ گاہ خلائق مرا مزار رہے

جو باغ میں وہ ہوادار پر سوار رہے
جلو میں اسکی بڑے فخر سے بہار رہے

فنا کے بعد جو دل حد کا بیقرار رہے
تو شق ہزار جگہ سے مرا مزار رہے

شمار اسکا ہو بیتاب عاشقوں میں خاک
مثال برق جو تھم تھم کے بیقرار رہے

اُسی میں دوستو مجھ زار کی بنا نا قبر
اگر زمین پہ یوہیں نقش پاے یار رہے

بہار آئے تو پھر بزم عام ساقی میں
شراب لائے یہی ہر طرف بکار رہے

لحد پہ شب کو اگر روشنی ہوئی تو کیا
گھر سے اندھیرے میں ہم تو تہ مزار رہے

ابھی نہ جیب و گریبان کو پھاڑین دیوانے
ہر ایک منتظر آمدِ بہار رہے

نہ عشق زلف مین جاتا رہے دلِ عاشق
اندھیری رات مین ڈاکے سے ہوشیار رہے

نصیب ہو گا نہ طفلی مین وصل عاشق کو
کہو شباب تک اُسکے امیدوار رہے

وہ مجھ سے پوچھتے ہین دن کو ہنسکے ہم جو نہ آئے
سنا ہے شب کو بہت آپ بیقرار رہے

بس فنا بھی فلک مجکو انقلاب مین لائے
میان شیشۂ ساعت مرا غبار رہے

جب آئے حشر کا دن خلد مین کہ دوزخ مین
مرے کریم کہان یہ گناہ گار رہے

جو اسکی باد بہاری سے ہو چمن مین خجل
تو منھ چھپائے ہوے غنچون مین بہار رہے

اُسی پہ دھوکے سے وہ ترک اپنے تیر لگائے
مری لحد کے قرین فرضی اک مزار رہے

جو اسکو اپنے دل مضطرب کا حال لکھون
تو نامہ ہاتھ مین قاصد کے بیقرار رہے

نہ کچھ خبر ہوئی پہلو سے دل گیا کیونکر
ہم ایسے محوِ رخِ بے مثالِ یار رہے

چمن مین دہشت صیاد سے چھپے کس جا
جو نکلا غنچہ سے بو عندلیب زار رہے

جو ترک باہمی الفت بھی ہو تو عالم مین
ہمارا صبر ترا ظلم یادگار رہے

وہ رکھ کے شمع کو فانوس مین یہ کہتے ہین
اگر پتنگ ہے عاشق تو بیقرار رہے

ضرور صدر مین پائی جگہ فصاحت نے
گئے جو بزم رئیسان مین باوقار رہے

خاتمۃ الطبع رقم زدہ کلک حقیر فقیر راجی رحمۃ ربہ العلی الکبیر محمد منیر المتخلص بہ منیر لکھنوی
عفا عنہ اللہ القوی مصحح مطبع ہذا

ستم است اگر ہوست کشد کہ بسیر سرو و سمن درآ
تو ز غنچہ کم نہ دمیدۂ در دل کشا بہ چمن درآ

الحمد للہ والمنہ کہ شعر و شاعری کے علم و فن کی کساد بازاری اور کم قدری کے زمانے مین بھی چند نفوس ایسے باقی ہین جو اپنا عزیز وقت اور دماغ کو دوسرون کے افاضۂ علم کیلیے ضائع کرنا اپنا فرض حقیقی خیال کرتے ہین اُن حضرات کا جو کچھ شکر ادا کیا جاے وہ کم ہے

وہ بچہ جسنے شاہجہان ایسے اولوالعزم بادشاہ کی گود مین پرورشس پائی تھی کچھ ایسا
مرغوب اور محبوب ہوا کہ ہر شخص اسکا گرویدہ ہوگیا اور دہلی سے نکلکر اسنے جسوقت سے لکھنؤ مین قدم
رکھا تو اہل لکھنؤ نے اسکو ہاتھون ہاتھ لیا اور اپنے امکان بھر اسکی آرائش اور زیبائش مین
کوئی دیقیقہ اٹھا نہ رکھا مگر افسوس ہی کہ وہ بچہ جسکو اہل دہلی نے پالا اور اہل لکھنؤ نے سنوارا تھا آج دولت
انگلشیہ کے ساتھ ساتھ ترقی تو ضرور کررہا ہی لیکن یہ ترقی اسکی اصلی ترقی نہین ہے بلکہ اسکے دلدادہ
اسکے بنانے کے بجاے اب اسکے مٹانے کی کوشش کررہے ہین نئی روح اسمین پھونکنا اسکے
لیے زہر ہورہا ہے خدا جانے آگے کیا حال ہوگا۔ مبارک ہین وہ ہستیان جو اب بھی اس پرانے دائرہ
سے بال برابر بھی ہٹنا نہین چاہتین جو آتش و ناسخ انکے لئے کھینچ گئے ہین منجملہ انکے ایک
محترم بزرگ عالی خاندان شاعر نامور استاد الاساتذہ جناب سید عباس حسن صاحب [illegible]
مدظلہ العالی ہین جنھون نے اپنے برادر بزرگ جناب لطافت مرحوم سے اس فن موروثی
کو حاصل کیا اور انھین کی حیات مین شہرون شہرون آپکا شہرہ ہوگیا۔ حضرت لطافت
مرحوم اپنے زمانے کے بڑے استادون مین گنے جاتے تھے اور آپکے والد ماجد حضرت امانت مرحوم
تو وہ بزرگ تھے جن کو اہل لکھنؤ کبھی بھول نہین سکتے۔ آپ کے شاگردون کا دائرہ بہت
وسیع ہے آپنے اپنی تمام عمر اسی فن مین گذاری ہو یہ دیوان آپ کی چھپن برس کی محنت
کا نتیجہ ہے آپ کی ناموری اسی سے ظاہر ہے کہ اکثر شاعران نامی نے اپنے حسن عقیدت
اور محبت کا اظہار دیوان ہذا کی تاریخ طبع تحریر فرما کر کیا ہے خداے تعالے آپ کی عمر مین بھی
اور برکت دے اور اس دیوان کو مقبول عالم دعالمیان کرے آمین۔ اور جزاء خیر دے
فخر تاجران روزگار آقاے نامدار جناب منشی لشن نرائن صاحب ادام اللہ اقبالہ دا جلالہ
مالک مطبع ہذا کو جن کی دریادلی اور فیاضی سے بصرف زر کثیر یہ شاہد رعنا پردۂ خفا سے
عالم ظہور مین آیا اور اس نعمت غیر مترقبہ کو ہم نے کامل و مکمل پایا کہان ہین شائقین زبان
اردو اور مذاق سخن رکھنے والے آئین اور جلد سے جلد اس یوسف کے خریدار بنکر
حظ وافر اٹھائین خدا کا شکر ہے کہ دیوان ہذا موسوم بہ ثمرۂ فصاحت باہ مئی ۱۹۲۵ء مطبع
منشی نولکشور واقع لکھنؤ مین طبع ہو کر نذر ناظرین شائقین ہوا۔ تمام شد